مولانا محمد سعید خاںؒ

حیات وخدمات

[میرِ کارواں مولانا محمد سعید خان کی دینی، تعلیمی، دعوتی اور اصلاحی خدمات کا دید وشنید کی روشنی میں بزرگوں، ہم عصروں، علماء، دانشوروں، افرادِ خاندان، محبین ومخلصین اور ابنائے کاشف کی متنوع تحریروں پر مشتمل ایک دلچسپ، حیرت افزا، فکر پرور، چشم کشا اور تاریخی ودستاویزی مرقع]

مدوّن

مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی

Maulana Mohammad Saeed Khan
Life and Contribution

by

Dr. Md. Sadrul Hasan Nadvi Madni

- نام کتاب : مولانا محمد سعید خاں: حیات وخدمات
- نام مدوّن : مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی
- سن اشاعت : ۲۰۲۳ء/۱۴۴۴ھ
- صفحات : ۶۰۰
- تعداد : تین ہزار
- ناشر : رابطۂ ادبِ اسلامی مراٹھواڑہ، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم، اورنگ آباد
- زیر اہتمام : مجلسِ استقبالیہ دوروزہ سمینار، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد
- کمپیوٹر کتابت : شکیل الرحمٰن خان، چیلی پورہ، اورنگ آباد (9823976565)
- قیمت : Rs. 600/-
- طباعت :

فہرست ۳

مولانا محمد سعید خانؒ : حیات وخدمات

پسِ کتاب

مگو گذشتہ رفیقاں ز دل فراموش اند
کدام نالہ کہ در پردہ اش نمی جوشند

چراغ انجمنے حیرتِ نظر بودند
کنوں بہ پردۂ دل داغ ہائے خاموش اند

نہ رفتہ اند ازیں بزم تاسخن باقی است
ز دیدہ رفتہ حریفاں ہنوز در گوش اند

(بیدل عظیم آبادی)

خشت اول

مقدمات

☆ صاحب مقدمہ

• مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی

• ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

• صدر رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ اورنگ آباد

• معزز رکن مجلسِ عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

• جامعہ کی مرکزی لائبریری موسوم بہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لائبریری کے جدید بین الاقوامی معیار کے مطابق کمپیوٹرائزڈ سسٹم کو روبہ عمل لانے اور اُس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے سلسلے میں شب وروز جاں فشانی، تندہی، دیدہ وری اور عرق ریزی سے کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ سعودی عربیہ کے تیس سالہ تجربات کی روشنی میں تدریس وتحقیق کی وادیوں کے علم نواز، ہنرمند، خاراشکن اور جنوں پرور افراد کے لئے خوان علم سے زلہ ربائی کی راہ ہموار کرنے والے خاموش محسن ومحرک وموسس۔

☆ عرض مدون

مدون

• مولانا ڈاکٹر محمد صدرالحسن ندوی مدنی

جنرل سکریٹری رابطۂ ادبِ اسلامی، مراٹھواڑہ اورنگ آباد مہاراشٹر

مقدمہ

• مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاة والسلام علی خاتم النبیین و علی اله وصحبه أجمعین أمابعد :

سرزمینِ دکن میں اسلام کے احیاء وتجدید اور سرمایۂ ملت کی نگہبانی کی سعادت جن اصحابِ عزیمت اور سراپا فکر وعمل شخصیات کے حصہ میں آئی ان میں ایک نمایاں نام مبلغ و داعی اور بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان کی عظمت کے ادراک کا صحیح طریقۂ کار یہ ہے کہ ہم اس ماحول اور پس منظر کو سامنے رکھیں جس ماحول میں انہوں نے شعور کی آنکھیں کھولیں اور پھر بے سروسامانی اور کم مائیگی کے احساس سے بے پرواہوکر میدانِ کارزار کو نہ صرف سر کیا بلکہ پس رووں کے لئے اسوہ اور نمونہ بھی چھوڑ گئے۔

پیدائش سے لے کر وفات (۱۹۲۷-۱۹۹۰ء) تک ان کی حیات مستعار کے حالات و واقعات ہر نیم روز کی طرح ہیں جو اپنے اندر اس راہ کے جنوں پرور اور آتش بداماں افراد کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی زندگی کے کارناموں اور ان کی فکر کے عملی سانچوں کو ایک عرصہ سے متعارف کرانے کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کیوں کہ جو حافظے ان کی سرگرمیوں کے امین تھے وہ آہستہ آہستہ دار باقی کی طرف کوچ کررہے تھے۔ ۲۴/۲۵/دسمبر ۲۰۲۲ء کے منعقدہ سمینار کی غرض وغایت یہی تھی۔ یہ ایک اچھا آغاز تھا

جس کا شدت سے انتظار تھا۔اس سمینار کی کامیابی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے علماء،عوام،طلبہ،اصحابِ فکروقلم ، دانش وروں اور دعوت وتبلیغ کی راہ میں کام کرنے والے جیالوں کی نگاہوں اوردلوں کواپنی طرف متوجہ کیااوراس سمینار نے ان کے قلب ونگاہ اورفکرو دماغ کی سیرابی کا سامان مہیا کیا۔اس سمینار میں جومقالے پڑھے گئے اور جومقالے ہمیں موصول ہوئے وہ نہ صرف ہماری توقعات کے مطابق تھے بلکہ ہمت افزابھی تھے۔اسی طرح ہند اور بیرون ہند سے جو پیغامات موصول ہوئے، ان میں بھی متلاشیانِ حق کے لئے فکروآگہی اوردعوت وعزیمت کے صدہا جلوے موجود ہیں۔

ہماری یہ آرزو ہے کہ جس مبارک سلسلہ کا آغاز ہوا ہے وہ سلسلہ مستقبل میں بھی اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ منظر عام پر باقی رہے۔اس کے لئے مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے منسوب علمی،تحقیقی اوردعوتی ادارہ (اکیڈمی) کا قیام انشاءاللہ ہمارے منصوبہ میں شامل ہے۔وہ ادارہ ان کی شخصیت اوردعوت وعزیمت کے ان گوشوں کو مزید آفاقیت عطا کرے گا جوابھی تک قلم کی گرفت میں اپنے حقیقی خدوخال کے ساتھ منصۂ شہود پرنہیں آسکے ہیں۔

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں جوکتاب ہے وہ صرف کتابِ حیات نہیں بلکہ کتابِ عمل بھی ہے جوتعلیم وتربیت،توکل واستغناء،عزیمت وانابت اوردعوت وتبلیغ کی دشوارگزاراورزہرہ گداز گھاٹیوں میں آپ کی رہنمائی کرتی ہے۔

ہمارے لئے اس بحرِ زخّار شناوری اور ساحل مراد تک رسائی آسان نہ ہوتی، اگر مخدوم مکرم استاذی الجلیل مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی صدر عالمی رابطۂ ادب

اسلامی لکھنؤ کے وہ تشجیعی کلمات نہ ہوتے جوانہوں نے اپنی عدیم الفرصتی اورضعف وعلالت کے باوجوداس سمینار کے موقع پرارسال فرمائے۔اس موضوع کے سلسلہ میں اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایااوراس سمینار کی سرپرستی قبول فرمائی اور مسلسل مشوروں اور ہدایات سے نوازتے رہے۔ہم اس ہمت افزائی اورخردنوازی پرحضرت والا کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کی صحت وعافیت کے ساتھ درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے ہیں۔

اسی طرح ہم ان تمام حضرات کے مشکور ہیں جن کے پیغامات، مقالات اور تاثرات اس مجموعہ میں شامل ہیں۔اللہ ان کواس کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔

اس سمینار کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں جامعہ کے تمام اساتذہ،طلبہ، ابنائے کاشف اورخصوصاً مجلس استقبالیہ اوراس کے صدر الحاج محمد اسلم خان عبدالغفور خان اورمجلس عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اوراس کے صدر الحاج عبدالجبار حاجی محمد غوث اور جنرل سکریٹری مجلسِ عاملہ مولانا محمد رضوان خان ندوی اور خازن جامعہ الحاج محمد ظفر حاجی عبدالرحمٰن نے جوشب وروز کاوشیں کی ہیں ان تمام حضرات کی ان مخلصانہ جدوجہد کوسلام کرتا ہوں اوران کی اس راہ کی قربانیوں کوخراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سمینار مراٹھواڑہ کے فیض یافتگانِ درسگاہ سعیدی اور ان حضرات کے ذمہ قرض تھا جن کومولانا مرحوم نے چلنا اور بولنا سکھایا بلکہ ان کوشناخت سے سرفراز کیا اورمیدان عمل کا شہسوار اورشہ نشین کا دریکتا بنایا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اور یہ سعادت مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی اورمولانا محمد صدرالحسن ندوی مدنی کے حصہ میں آئی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس لئے اس سعادت مندی پر میں اس سمینار کے کنوینز مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی اوراس کتاب ''مولانا محمد سعید خان: حیات وخدمات'' کے مدوّن ومرتب مولانا ڈاکٹر محمد صدرالحسن ندوی مدنی کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اگران دونوں حضرات کی خصوصی توجہ اورشب وروز کی جانفشانی اورجگر کاوی شامل حال نہ ہوتی تو شاید یہ سمینار اس قدر برگ وبار نہ لاتا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کی مساعی کو قبول فرمائے اوران کو شادو آباد رکھے اوران کے علم وعمل اورعمر میں برکت عطا فرمائے ع

ہم سخن فہم ہیں غالبؔ کے طرفدار نہیں

اسی طرح کل ہند رابطۂ ادب اسلامی عالمی کے جنرل سکریٹری مولانا سید جعفر حسنی ندوی کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی تشریف آوری سے ہماری ہمت افزائی فرمائی اور اپنے گراں قدر مقالہ کے ذریعہ کتاب کے وقار میں اضافہ فرمایا۔

مجلسِ استقبالیہ دو روزہ قومی سمینار جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے حسن توسط سے یہ کتاب طبع ہوکر منظرِ عام پرآرہی ہے۔ اس علم پروری اورمعارف نوازی پر میں مجلس استقبالیہ اوراس کے عالی وقار صدر الحاج محمد اسلم خان، عبدالغفور خان کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے لئے اس حسنِ عمل کو صدقۂ جاریہ بنائے۔

آخر میں بارگاہِ خداوندی میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس گلشنِ سعیدی کو جو جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی شکل میں موجود ہے، آباد رکھے اور ''مولانا محمد سعید خان

حیات وخدمات'' کے نام سے موسوم جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کے نفع اوراس کی افادیت کو عمومیت اورقبولیت عطا فرمائے اورمرحوم قاضی سلیم کے الفاظ میں ''ترے اک چراغ سے ہزار ہا جلے چراغ'' کا یہ جامعہ مصداق بنے۔

میں ایک بار پھران تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس سمینار کے سلسلہ میں جس قدر بھی اور جس طرح بھی تعاون فرمایا اوراسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے حتی المقدور جو بھی جدوجہد کی اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو قبولیت سے نوازے اور ہمیں تادمِ واپسیں اس جامعہ کی خدمت اور بانی جامعہ کی قربانیوں کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۳؍رمضان المبارک۱۴۴۴ھ (مولانا) عبدالوحید حلیمی ندوی

۲۶؍مارچ۲۰۲۳ء

☆☆☆

عرض مدوّن

● مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی

الحمدللّٰہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی رسولہ الأمین وعلی آلہ و أصحابہ أجمعین ، أمابعد :

قمری تقویم کے لحاظ سے ننانوے سال اور شمسی تقویم کے لحاظ سے پچانوے سال پس پیدائش اور قمری تقویم کے بموجب چونتیس سال اور شمسی تقویم کے اعتبار سے بتیس سال بعد از وفات ۲۶/ستمبر ۲۰۲۲ء مطابق ۲۸/صفر المظفر ۱۴۴۴ھ بروز دوشنبہ (پیر) دفتر رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ اورنگ آباد میں صدر رابطہ مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی کی زیرصدارت ایک اہم مشورتی نشست منعقد ہوئی ، جس میں ارکانِ رابطہ نے متفقہ طور پر مولانا محمد سعید خاں : حیات و خدمات کے موضوع پر ۲۴/۲۵/دسمبر ۲۰۲۲ء مطابق ۱/۲/جمادی الآخرۃ ۱۴۴۴ھ بروز ہفتہ واتوار دوروزہ قومی سمینار کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔

اس تقریب کا پس منظر یہ تھا کہ تقریباً چار سال پہلے اورنگ آباد میں رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کا قیام عمل میں آیا جو کل ہند عالمی رابطۂ ادب اسلامی کی شاخ ہے جس کے عالمی صدر عالی مقام مخدوم مکرم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ہیں اور اس کے کل ہند جنرل سکریٹری مولانا سید جعفر حسنی ندوی لکھنؤ ہیں اور مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی رابطۂ ادب اسلامی برائے جنوبی ہند کے جنرل سکریٹری ہیں ۔ اورنگ آباد جامع مسجد میں رابطہ کے دفتر کے قیام کے فوراً بعد کورونا کی وباء کی وجہ سے جہاں ملک گیر پیمانہ پر

ہرطرح کی عملی سرگرمیاں متاثر ہوئیں وہیں مراٹھواڑہ کی سطح پر رابطہ کی سرگرمیاں بھی تعطل کا شکار رہیں ۔ وباء کی ہلاکت خیزی اور اس کی دہشت کچھ مدھم پڑی تو ۷/فروری ۲۰۲۱ء ۲۴/جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ کو مولانا محمد الیاس ندوی اورنگ آباد تشریف لائے اور ان کی صدارت میں رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کی تنظیمِ نو ہوئی ۔ اس تنظیمِ نو کے بعد مقامی اور مراٹھواڑہ کی سطح پر دو نشستیں منعقد ہوئیں اور فکری طور پر یہ منصوبہ بندی کی جاتی رہی کہ مہاراشٹر کی سطح پر جلد از جلد سمینار کا انعقاد عمل میں آئے اور اس کے لئے موضوعات کی تلاش کا سلسلہ بھی شروع کردیا گیا۔ مختلف موضوعات سامنے آئے اور آخر میں ترجیحی بنیاد پر ''مولانا محمد سعید خان : حیات وخدمات'' کے موضوع کا انتخاب کیا گیا۔ اس انتخاب کے کئی اسباب تھے۔

پہلی وجہ یہ تھی کہ رابطۂ ادب اسلامی کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ عموماً ایسے موضوعات کا انتخاب کرتا ہے جس میں طرفگی ہو، چاہے وہ ادبی موضوعات ہوں یا شخصیات ہوں اور شخصیات کے انتخاب میں اس پہلو کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ وہ شخصیت ہمہ جہت ہو اور اس نے معاشرہ پر تعلیمی ، اصلاحی ، دعوتی اور تربیتی نقطہ نظر سے گہرے اثرات ڈالے ہوں اور اس کے اثرات لوگ محسوس بھی کررہے ہوں۔

دوسری بنیاد یہ ہوتی ہے کہ اس شخصیت کے عمل کا دائرہ اس قدر وسیع اور متنوع ہو کہ اصحابِ فکر و دانش اور اربابِ قرطاس وقلم اپنی تحریر کے ذریعہ اس موضوع کا حق ادا کرسکیں اور ان مقالات کو علمی دنیا میں وقار بھی حاصل ہو۔

تیسری بنیاد یہ ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت پر زبان وادب کی گہری چھاپ بھی ہو۔

اس اعتبار سے مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ خوش قسمت تھے کہ انہوں نے خمخانۂ علم وادب حیدرآباد میں آنکھیں کھولیں اور پھر اورنگ آباد کی علمی وادبی فضا میں شباب و کہولت کے ارتقائی منازل طے کئے اور علمی وادبی شخصیات سے روابط نے ان میں ادبی وشعری تخلیقی قوتوں کو جلا بخشنے میں اہم کردار ادا کیا اور اسی کے اثرات تھے کہ غالبؔ بینی اور اقبالؔ شناسی ان کی رگ وپے کا حصہ بن چکی تھی۔ غالبؔ واقبالؔ کے سیکڑوں اشعار ان کی نوکِ زبان پر تھے اور وہ غالبؔ واقبالؔ کے کلام کی نکتہ آفرینی میں گھنٹوں مشغول رہتے تھے اور نوبت بہ ایں جارسید کہ انہوں نے کئی نعتیں کہیں اور متعدد غزلیں ان کے ذہن رسا سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں۔ اس طرح ادبی حیثیت سے بھی ان کی شخصیت تحقیق وتحریر کا ایک اہم موضوع ہے۔

اسی طرح عناوین کے انتخاب میں ایسے موضوعات زیر بحث لائے جاتے ہیں جو تشنہ ہوں اور فکری اور اصلاحی لحاظ سے وہ موضوع اس لائق ہو کہ علماء اور دانشور حضرات اس موضوع پر اپنی قلمی کاوشوں کے ذریعہ اس کی اہمیت کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق عوام الناس اور خاص طور پر طالبانِ علومِ نبوت کے سامنے پوری دیانت داری اور فکری آگہی کے ساتھ پیش کرسکیں۔

اس دو روزہ قومی سمینار کے لئے جس موضوع کا انتخاب کیا گیا وہ بڑا مبارک انتخاب ثابت ہوا۔ اور یہ انتخاب رابطۂ ادب اسلامی کا نہیں تھا بلکہ یہ انتخاب صیرفی کائنات کا تھا۔ کائنات کی شب وروز کی آغوش میں زیر تربیت رواں دواں آنات ولمحات ہر آن اور ہر لمحہ تسلسل کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں پرکھنے میں۔ آپ کی جنبش لب سے نکلنے والے کلمات، آپ کی نوک قلم سے نکلنے والے رشحات، آپ کی تگ ودو، آپ کی نشست وبرخاست،

آمد ورفت، عزم وعمل، صبر وعزیمت، بلند نگاہی اور چشم پوشی، سخن فہمی، نکتہ سنجی، یقین و استقامت اور جادہ ومنزل، نیک نیتی ویک سمتی، ظاہر وباطن میں یکسانیت اور قول وعمل میں ہم آہنگی، علم وآگہی اور راہِ عمل، جذبۂ سرفروشی اور ایثار وقربانی، تلاش منزل میں آپ کی جان کاہی وتشنہ لبی، صحبت ساحل سے دوری اور گردابِ موج سے ہم آغوشی، لذتِ عمل سے ہم نوائی اور لذت کام ودہن سے بے پروائی، زہرہ گداز جدوجہد اور نتیجہ سے غفلت کوشی، اخلاص وللّٰہیت کی نے نوازی اور فکر وعمل میں ہم آہنگی، وسعتِ فکری اور جہانِ نو کی جستجو میں جنوں پروری، جلوت وخلوت میں جذبۂ اخلاص کی آبیاری، رزمِ حق وباطل میں عزم فولادی اور بزمِ یاراں میں بریشم کی نرم خوئی۔ قرآن وحدیث سے شغف اور ستودہ صفات بندگان خدا سے محبت ویارائی، یہ تمام چیزیں پرکھی جارہی ہیں، اُن کو کسوٹی سے گذارا جارہا ہے، صیرفی کائنات کا نتیجہ اگر کسی کے حق میں مثبت آتا ہے تو لوگ چیں بہ جبیں ہوتے ہیں اور یہ چیں بہ جبینی یا وہ گوئی تک رسائی کے بعد دشنام طرازی پر مجبور کرتی ہے۔ یہ مثبت نتیجہ ایک یا دو دن کا نہیں ہوتا بلکہ ایک لمبی مدت کے بعد یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ بعض دفعہ اس پر صدیاں گزر جاتی ہیں اور اگر اُن کے اپنے حق میں نتیجہ منفی آتا ہے تو انگشت بہ دنداں ہوتے ہیں۔ یہ صیرفی کائنات زبان، رنگ ونسل، جغرافیائی حدود اور اداروں، تنظیموں، جامعات اور دانش گاہوں کے تحفظات کی حدود سے پرے ہوتا ہے۔ صیرفی کائنات ''یک صدی گزشت'' کے انتظار میں تھا اس کے بعد اس نے تمغۂ امتیاز اور ستارۂ اقبال سے نوازا ع

مشک آن است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

جن عظیم اساتذہ فن سے مولانا محمد سعید احمد خانؒ نے کسبِ فیض کیا تھا وہ نہ صرف

اپنے زمانے کے نامور علماء تھے بلکہ وہ مجمع العلوم اور ملتقی الفنون تھے۔اس لئے ان کی عربی زبان دانی بھی مولانا کے حصہ میں آئی اور زبان وادب اور فصاحت وبلاغت کے لعل وگہر بھی ان کی فکر اور جنبشِ لب کا جزء بنے اور ان کو مولانا محمد سعید خان نے جامعہ کی تاسیس اور دعوت وتبلیغ کی بنیاد کے لئے استعمال کیا۔بنیاد مضبوط اور پائیدار تھی اس لئے دونوں غنچے گل اور پھر گلستاں میں تبدیل ہوگئے اور ایسی بادِ بہاری چلی کہ اس کے جھونکے مشامِ جاں کو معطر کرنے لگے۔

تجھ کو پرکھتا ہے یہ مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلۂ روز و شب صیرفی کائنات
سلسلۂ روز و شب تارِ حریر دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات

وہ صداقت وامانت کی وراثت نبوی کے امین تھے اور صیرفی کائنات نے بارہا ان کو پرکھا اور جب وہ اس میں کھرے اترے تو امامت وقیادت کا مژدہ سنایا گیا اور صوبۂ مہاراشٹر کی امارت کے لئے قرعۂ فال بہ نامِ سعید نکلا لیکن ان کی خودشکنی اور خودی پرستی اس سے بھی پرے تھی ع

ساقی کہاں اس فقیری میں میری

مبدأ فیاض نے ان کی شخصیت کو بے ہمہ اور باہمہ کا ایسا حسین مرقع بنایا تھا کہ ایک طرف محبین کا ہالہ تو دوسری طرف بے نیاز این وآن کی حدی خوانی۔وہ تادمِ زیست حدی خوانی میں مصروف رہے اور ساربان سے یہ کہتے رہے۔

ناقۂ سیار من اندک و بسیار من
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

ان کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے اداروں اور جامعات کی نسبت کو شناخت کی حد تک اپنے ذہن ودماغ میں جگہ دی۔وہ براہیم اور آذر کے ''کارہائے منصبی'' سے خوب واقف تھے اور وہ عمل آذری کو امتِ مسلمہ، علماء اور طالبانِ علوم نبوت کے لئے زہر ہلاہل اور سمِّ قاتل سمجھتے تھے اور پوری جلالت شان کے ساتھ اس اعلامیہ کے علم بردار تھے کہ۔

غبار آلودۂ رنگ ونسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ چمن اڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا

وہ اپنے چالیس سالہ دور تجدید میں معاملہ کی نزاکت اور فرض منصبی کی گراں باری کو کارشیشہ وآہن سمجھ کر باہمہ ہوش وحواس انجام دیتے رہے اور کامیاب وکامران رہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی ہمہ جہت سیرت اور ان کے گراں قدر کارنامے سمینار کے مرہونِ منت نہیں تھے بلکہ حرماں نصیبی ہوتی اگر رابطہ ان کی شخصیت کو اپنے سمینار کے لئے فکر وفن کا موضوع منتخب نہ کرتا۔

منت منہ کہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بہ خدمت بداشتت

یہ دوروزہ قومی سمینار بہت کامیاب رہا اور کامیابی کے بہت سے پہلو تھے۔سب سے بڑا پہلو یہ تھا کہ اس جامعہ کو ایک وقار نصیب ہوا۔پہلی بار اربابِ جامعہ، طلبۂ جامعہ اور

ابنائے کاشف کو یہ احساس ہوا کہ یہ ادارہ اگر عظیم ہے تو بانیٔ جامعہ عظیم تر تھے اور یہ جامعہ ان کی اولوالعزمیوں کے ظہور کا صرف ایک پرتو ہے اور نہ جانے ان کی شکستہ دلی میں کیسے کیسے لعل و گہر نہاں ہوں گے۔ جو ظہور کے منتظر تھے۔ وہ شکستگی بھی مبارک اور اس میں متلاطم ظہور کی منتظر موجیں بھی مبارک۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

اس کا دوسرا امتیازی پہلو یہ تھا کہ عوام وخواص کے ذہن ودماغ میں یہ حقیقت جاں گزیں ہوگئی کہ دین ودعوت اور تعلیم وتربیت کی تخم ریزی اور بارآوری کے لئے سب سے زرخیز زمین بےسروسامانی ہے۔ بے کس اور بے بس مخلوق کے سامنے زنبیل گدائی کی پیش کشی کے بجائے خالق کے روبرو جاں سپاری، خودسپردگی، نے نوازی بلکہ جبہ سائی اور آہ سحر گاہی پر مجبور کرتی ہے اور یہی عبدیت کی معراج ہے اور یہی کیفیت انسان کو دوسرے انسانوں سے ممتاز کرتی ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر انسان کو وہ پرِ پرواز میسر آتا ہے کہ آسمان کی بلندیاں اس کے سامنے ساحل جو سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں اور وہ ہمیشہ کائنات کی ناتمامی کا گلہ کرتا نظر آتا ہے۔

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں

اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ابھی تک اس مردِ قلندر کے سوانحی خاکے بوئے

پریشاں کی مانند، گوش وچشم اور قلب ونظر میں پنہاں ظہور کے منتظر تھے جو پیغامات ومقالات اور تاثرات کی صورت میں جلوہ گر ہوئے لیکن میرا ایقان ہے کہ ابھی بھی ہزاروں جلوے اپنی رونمائی کے لئے کسی ''جلوت کدہ'' کے منتظر ہیں۔

چوں مصور صورت آں دل ربا خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

رابطہ کے اس مذاکرۂ علمی (سیمینار) کے ذریعہ جو تحریریں سامنے آئیں اب ان کی تدوین کا مرحلہ درپیش ہے۔ تدوین اس لئے نہیں کہ ایک شخص کے سوانحی خاکے یکجا کر دیئے جائیں، اس طرح کے خاکے تو ہر روز مرتب کئے جاتے ہیں اور پس دیوار نسیاں مقید کر دیئے جاتے ہیں، تدوین اس لئے کہ نئی نسل اس دورِ جاہلیت میں ان خاکوں میں اپنے درد کا درماں تلاش کر سکے، اس کو یہ حوصلہ ملے کہ خیاباں میں سلطانی کمال جواں مردی نہیں ہے۔ جواں مردی تو یہ ہے کہ بیاباں میں سلطانی کے حوصلہ کی آبیاری کی جائے۔ وہ ان خاکوں میں اس خدائی تک رسائی حاصل کر سکے جو اسے ناخداؤں سے بے نیاز کر دے۔

ناخدا در کشتی ما گر نباشد گو مباش
ما خدا داریم ما را ناخدا در کا نیست

اس وقت نئی نسل صرف پُرجوش اور پُرعزم ہی نہیں بلکہ ولولوں کی ایک دنیا دل میں سجائے تلاشِ منزل میں سرگرداں ہے۔ وہ اکیسویں صدی کے دورِ جاہلیت میں نمونۂ عمل کی تلاش میں ہے۔ ایسا نمونہ جس میں صاحبِ اسوہ کی جگرکاوی اور دقیقہ رسی شامل ہو اور اس کی فکر کے عملی نمونے آفتاب آمد دلیل آفتاب کی طرح ظاہر وباہر ہوں۔ اس سمینار نے اپنے

مقالات کے ذریعہ نوجوانانِ اسلام کی تشنہ لبی کے لئے فکری چشمے مہیا کئے۔اس سمینار نے اگرصرف اس مقصد کے حصول میں نئی نسل کی کچھ اشک شوئی کی ہے تو بھی یہ نفع کا سودا ہے۔

سوانحی خاکے عبرت وموعظت کا گنجینہ ہوتے ہیں اور ہر دور نے اس کی ضرورت و افادیت کے نغمے گائے ہیں اور قرآن کریم نے ''یوسف گم گشتہ'' علیہ الصلاۃ والسلام کے سوانحی خاکے ذریعہ دنیائے انسانیت کو کاہ سے کوہ، چاہِ کنعاں سے تختِ مصر، بے کسی و بے بسی سے حشمت وسطوت اور آہ وبکا سے مسرت وشادمانی اور ظلمتِ زنداں سے دولت کدہ زنداں کی دہلیز تک رسائی کے مرحلہ وار بیان کے ذریعہ جور و جفا کی چکی میں پستی اور سسکتی جاں بہ لب انسانیت کی چشم یخ بستہ اور زخم نورستہ کو جس مرہم جاں آفریں اور پیہئ حیات بخش سے نوازا ہے وہ اس داستان سرائی کی مرہونِ منت ہے۔ یہ سوانحی خاکے ہمیں کو بہ کو لے جاتے اور دل بریاں اور چشم گریاں کی سیر کراتے ہیں۔کبھی اس بہار دیدہ چمن تک بھی ہماری رسائی ہوتی ہے جس پر دست جفا جو نے ایسا شب خوں مارا کہ بربریت منہ تکنے لگی اور آہ گریباں میں جھانکنے پر مجبور ہوئی۔ یہ سوانحی خاکے ہمیں اس بیابان کی بھی سیر کراتے ہیں جو برسوں سے ابر باراں کی آرزو میں العطش العطش کی صدا لگا رہا تھا کہ ایک لکۂ ابر وہاں سے گزرا اور خوب برسا۔صحرا کی قسمت جاگ اٹھی اور چراغ لالہ سے کوہ ودمن روشن ہو گئے۔

یہ سوانحی خاکے صبر وعزیمت، استقلال وثابت قدمی اور شبِ دیجور میں ماہِ تمام کی داستان ہوتے ہیں۔ یہ سوانحی خاکے مردم گری اور مردم سازی کے قالب (سانچے) ہوتے ہیں جس میں مجدد دین اور شاہ راہِ قربانی وجاں سپاری کے قافلہ سالار ڈھلتے ہیں۔

یہ سوانحی خاکے گونا گوں صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ ہمیں اپنی ذات کے

عرفان اور اس میں نہاں خوابیدہ صلاحیتوں کے مشاہدہ اور ان کو سرگرم عمل کرنے میں خاموش معاون ثابت ہوتے ہیں۔ یہ تعمیر وتجدید اور انقلاب ماہیت کے لئے درِ دل پر دستک دیتے ہیں اور پھر ایک جاں باز سپاہی کارزارِ حیات میں بارِ امانت سے گراں دوش اور شماتت یاراں سے گراں گوش ہو کر مستانہ وار کاشف وتبلیغ کی بنیاد استوار کرتا نظر آتا ہے۔ اس سوانحی خاکے کے جلو میں صدہا تربیت خانے، ہزارہا خانقاہیں، سینکڑوں نادر و نایاب کتب خانے، ناقابل شمار عظیم وقدیم سطوت کدے، چشم و نگاہ کو خیرہ کرنے والی نظر نواز فرودگاہیں، آہ رسا اور نالہ شب گیری کی ناقابل قیاس خلوت گاہیں محو گردش رہتی ہیں۔ نہ ان پر شکستگی کا گذر اور نہ کہنگی وقدامت کے آثار۔

یہ سوانحی خاکے پہلے درد پیدا کرتے ہیں اور پھر درد کا درماں پیش کرتے ہیں۔لق و دق صحرا اور روح فرسا بیاباں کی سیر پر مجبور کرتے ہیں اور پھر اس دریائے شور کو عبور کرنے کے گر سے بھی واقف کراتے ہیں۔چشم غزال کی چشمک سے دل وجان بھی لیتے ہیں اور پھر صدائے سرود وآفریں سے لبوں تک تبسم کی رسائی کا سامان بھی مہیا کرتے ہیں۔

کبھی موقع ملے تو مولانا عبدالماجد دریابادی کی خودنوشت سوانح حیات، آپ بیتی ،مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی خودنوشت سوانح حیات، کاروان زندگی مولانا ابوالکلام کی خودنوشت سوانح حیات ''تذکرہ'' اور ''غبار خاطر'' ڈاکٹر کلیم الدین عاجز کی خودنوشت سوانح ''ابھی سن لو مجھ سے'' ڈاکٹر احمد امین کی خودنوشت سوانح حیات ''حیاتی''، انورالسادات کی خودنوشت سوانح حیات ''البحث عن الذات'' شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی خودنوشت سوانح حیات ''آپ بیتی''، مولانا اشرف علی تھانوی کی حیات وخدمات پر مولانا

عبدالماجد کی تحریر کردہ کتاب حکیم الامت، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کی حیات و خدمات پر مولانا مناظر احسن گیلانی کی تالیف سوانح قاسمی، سرسید احمد خاں کی حیات و خدمات پر تحریر کردہ خواجہ الطاف حسین حالی کی کتاب حیاتِ جاوید، علامہ شبلی کی حیات و خدمات علامہ سید سلیمان ندوی کی تحریر کردہ کتاب ''حیات شبلی'' مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی حیات وخدمات پر مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی کتاب مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، مولانا سید محمد علی مونگیری کی حیات و خدمات پر مولانا محمد الحسنی کی تحریر کردہ کتاب حیات مولانا محمد علی مونگیری حضرت سید احمد شہید کی حیات و خدمات پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریر کردہ کتاب سیرت سید احمد شہید پڑھئے۔ یہ سارے سوانحی خاکے جہانِ نو کی سیر گاہیں ہیں۔ فضائے بسیط کی تربیت گاہیں ہیں، اوالوالعزمیوں کی تماشہ گاہیں ہیں اور سطوت وعظمت کی خرگاہیں ہیں۔

وہاں نہ کوئی اعلیٰ ہے اور نہ کوئی ادنیٰ وہاں نہ کوئی غریب ہے اور نہ کوئی غنی، وہاں نہ کوئی خواندہ ہے اور نہ کوئی ناخواندہ، وہاں نہ کوئی ظل الٰہی ہے اور نہ کوئی بیکس و درماندہ، وہ تو ملک وفا ہے اس کے قلمرو میں اہل وفا کے لئے صلائے عام ہے۔

میدان وفا دربار نہیں واں نام ونسب کی پوچھ کہاں
عاشق تو کسی کا نام نہیں کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

اہل وفا کے سوانحی خاکے اسی لئے مدون کئے جاتے ہیں کہ وفاشعاروں کو حوصلہ ملے اور دوست نما کرم فرماؤں اور جفاجو اور دغاخو آہنگوں کو نظر ثانی کے مواقع میسر آئیں۔ اہل وفا کی خاموشی بھی منزل مقصود تک اپنی راہ تلاش کر لیتی ہے اور اہل جفا کی بلند آہنگی بھی

صدا بہ صحرا ہو کر راستہ میں دم توڑ دیتی ہے۔ اہل جفا سنگ خارا اور سم قاتل کے سامنے اپنی ہیچ مدانی کا اعتراف کرتے ہوئے خودسپردگی اختیار کر لیتے ہیں جب کہ اہل وفا اپنے اس ایقان کا اظہار کرتے ہوئے نہیں جھکتے کہ ۔

تو شب آفریدی چراغ آفریدم
سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کہسار و راغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کے از زہر نوشینہ سازم

یہ سوانحی خاکے خوابیدہ آرزوؤں اور شکستہ خوابوں میں خونِ جگر اور رم جھم آنکھوں کی خوں چکاں گلفام آنسوؤں سے ایک باوفا کنیز کی طرح رنگ آمیزی کی خدمت انجام دیتے ہیں اور اس خواب کو زندگی کی ایسی قبا عطا کرتے ہیں کہ نقش پا کی شوخی ''ابھی اس راہ سے گذرا کوئی ہے'' کہنے پر مجبور ہوتی ہے۔ یہ سوانحی خاکے کبوتر کے تن نازک میں شاہین کا جگر پیدا کرتے ہیں اور اس کو پر ہی نہیں بلکہ ایسے شہ پر کی دولت بے بہا سے نوازتے ہیں کہ اس کی پرواز بیگانوں کو ہی نہیں بلکہ اپنوں کو بھی رشک کی ناپیدا کنار سرحدوں سے پرے پرواز پر مجبور کرتی ہے۔ یہ سوانحی خاکے ستاروں، سیاروں اور کہکشاؤں، مہ واختر اور مہر و ماہ کی مجبور و محدود اور مستعار ضیا پاشیوں کے مقابلہ میں غیر محدود، مختار اور خود پرور ہوتے ہیں جن کی ضوافگنی اور جہاں تابی، بےنواؤں، نالہ کشوں دُرد آشاموں، بادیہ نشینوں، خانہ بدوشوں،

درماندوں اور پریدہ رووَں کو نور کی کرن سے نہ صرف سرفراز کرتی ہے بلکہ ان کو بقعۂ نور بنا دیتی ہے۔

یہ سوانحی خاکے منزل کی تلاش میں سرگرداں نیم دروں اور نیم بروں ارادوں اور حوصلوں کو مرہم جاں فزا کی طرح زندگی کی کامیابیوں اور کمیابیوں کی شاہِ کلید عطا کرتے ہیں اور کشاکش حیات میں مژدۂ آبِ حیات کے صلائے عام کے ذریعہ مژگانِ کوہ وبیاباں سے جاروب کشی کا کام لیتے ہیں۔

اس نگارخانۂ عالم میں پری پیکر، سروقد اور لالہ رخسار کج اداؤں کے افسانے سطحِ آب پر حباب کی طرح ابھرتے ہیں اور پھر لقمۂ موج بن کر ہمیشہ کے لئے قبائے عدم زیب تن کر لیتے ہیں اور رعنائیوں کی ساری داستانیں سراب کی صورت اختیار کر لیتی ہیں لیکن اس نگارخانہ میں عجائب خانے بھی ہیں جن میں اہلِ دل کے ولولے، روشن ضمیروں کی آبلہ پائی، جنوں پروروں کی صحرا نوردی، جویانِ حق کی جاں کاہی، گراں دوشوں کی سبک گامی، ساربانوں کی حدی خوانی، سبک گاموں کی گراں گوشی، حدی خوانوں کی جنوں نوازی، چشم رواں کی لالہ فامی، سیاہ فاموں کی گل افشانی، جفاکشوں کی خندہ روئی، وفا شعاروں کی جگرکاوی، دل ونظر کی گنگا جمنی، ظاہر وباطن کی شیروشکری، کرم فرماؤں کی دزدیدہ نگاہی کے لازوال حسین مرقعے آپ کو اس طلسماتی جہانِ دیگر کی سیر پر مجبور کریں گے جہاں نہ محرومی کا خدشہ ہے نہ نامرادی کا خرخشہ اور نہ متاعِ عزیز کے لٹنے کا اندیشہ، یہ عجائب خانے کیا ہیں، بزرگوں کے تذکرے، اہلِ دل کی سوانح اور اصحابِ دعوت وعزیمت کے خاکے ہیں۔

یہ خاکدان خاکوں سے تذکروں سے سوانح حیات سے آپ بیتیوں سے، نقوش

حیات سے، یادوں کی بارات سے اور ڈائریوں سے اٹی پڑی ہے اور مسئلہ انتخاب کا نہیں بلکہ حسنِ انتخاب کا ہے۔ آپ کو انتخاب کرنا ہے، ان آنکھوں کا جو بہتے بہتے خشک ہو چکی ہیں، ان آہوں کا جو نارسائی سے شکوہ کناں ہیں، ان دلوں کا جو تربیتِ نسل نو کے لئے ماہیٔ بے آب کی طرح بے تاب ہیں۔ ان ذہنوں کا جو تند و بلاخیز موجوں سے نبردآزمائی کا حوصلہ رکھتے ہیں، ان آئینہ خانوں کا جو امت کے عروج وزوال کے اسباب اور پس منظر کے امین ہیں، ان فولادی قوتوں کا جن کے سامنے قیصر وکسریٰ کی نخوتیں خاک آلود ہو گئیں، ان سپہ سالاروں کا جن کے نعرۂ تکبیر کی صداؤں سے ایوانِ سطوت وعظمت زمین بوس ہو گئے۔ ان شرربار نگاہوں کا جن کی جلوہ سامانیوں سے سطوتِ مشرق ومغرب خاکستر ہو گئی، ان جاں بازوں کا جن کی جاں بازی خزاں رسیدہ چمن میں بادِ بہاری کا نقیب بنی۔

یہ انتخاب اس لئے کرنا ہے کہ کارگہ عمل میں یہ مردان کار اسیری کو کامرانی کی شاہ کلید تصور کرتے ہیں اور رہائی کو مرگ دوام، یہ شاہین اسیری میں نالہ وشیون اس لئے نہیں کرتے کہ مجبوری ومہجوری کی تپش سے آتش بہ داماں ہیں بلکہ آہ وبکا اور گریۂ شب گیری کی خلش اسے ہر آن اُن لمحات کی یاد دلاتی ہے جو سرحد قفس اسیری سے پرے گزرے۔

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود

یہ اسیری قلقل مینا اور زلف سیہ فام کی نہیں ہوتی بلکہ یہ اسیری عملِ پیہم، جہدِ مسلسل، یقین محکم، رضائے خداوندی، روح پروری، قناعت پسندی، ایثار وہمدردی، اخلاص وللّٰہیت، توکل وانابت اور صبر وتقویٰ کی ہوتی ہے۔ یہ اسیری عمل کو سنگ خارا کی

صلابت اور نیت کو ماہِ تمام کی شفافیت عطا کرتی ہے۔

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

وہ عمل جو عشق کی آنچ سے آزاد ہو اور وہ عشق جس کے قلمرو میں خونِ جگر کے لئے ''ممنوع الدخول'' کی تختی آویزاں ہو۔ وہ عمل دست آزری کا عجوبہ تو ہوسکتا ہے لیکن کارگہِ عشق کا جام جہاں نما نہیں ہوسکتا۔ جب عشق آدم خاکی کو آداب خودآگہی سکھلاتا ہے تو غلاموں پر شہنشاہی کے اسرار ورموز اس طرح واشگاف ہوتے ہیں جس طرح مورناتواں پر اسرار سلیمانی ہویدا ہوتے ہیں۔

ایسے سوانحی خاکے جو اہلِ دل سے منسوب ہوں اکسیر کی تاثر رکھتے ہیں اور وہ تاثیر دلوں کو نور وسرور اور جسم وجاں کو تازگی وسیرگی سے ہم کنار کرتی ہے۔ ایسی سیرگی جو ذہن ودماغ کو دنیائے دوں کے خم خانوں سے کن فیکون کے پیمانوں تک اس چابک دستی سے ہم کلامی کی راہ ہموار کرتی ہے کہ عقل اپنی نارسائی پر ماتم کناں اور خرد اپنی سحر طرازی پر نوحہ گری کی دبیز چادر میں پناہ گزینی پر مجبور ہوتی ہے۔

صحبت اہل صفا نور و سرور و حضور
سرخوش و پُرسوز ہے لالہ لب آب جو

عام سوانحی خاکوں اور اہلِ دل کی حیاتِ مستعار کی غم آگیں اور مسرت آمیز لمحات کی سلوٹوں میں آپ وہی فرق محسوس کریں گے جو آب اور سراب میں۔ قبا اور قباچہ میں۔ سبو اور سبوچہ میں اور سیارہ اور سیارچہ میں ہے۔

مولانا محمد سعید خانؒ : حیات وخدمات

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

انسان کی بصیرت اس مقام پر اسے فریب خوردگی سے بچاتی ہے، اس لئے اے میرے ہم سفرو! اور ہم صفیرو! زندگی کو منجدھار میں شناوری کے لئے چشم بینا کی دلفریبیوں کا بھی شکار نہ ہونا اس کی حقیقت دام ہم رنگ زمین سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اصحابِ عزیمت کی سرگذشت حیات بصیرت کو نہ صرف جلا بخشتی ہے بلکہ اسے دوآتشہ اور سہ آتشہ بنادیتی ہے۔ یہی ایک دولت بے بہا ہے جس کی لذت وصال راہ رو کے لئے جاں سوزی سفینہ شکنی بلکہ خودشکنی کو فرشِ گل بنادیتی ہے۔

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

بصیرت وخودآگہی کو شعلہ بدامانی اور سیماب پائی کے کالبدلا ہوتی ہیں۔ شیر افگن بنانے کی راہ میں روح فنائیت اور فدائیت اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ قرب کی یہ منزلیں مسافتوں کی تمام حدود کو آنات ولمحات میں بدل دیتی ہیں۔ ظاہر بیں آنکھیں حیرت و استعجاب کے اظہار کی نذر ہوجاتی ہیں اور بصیرت اس استعجاب کے پرے دنیائے جستجو میں ایک نئے افق کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔

در طلب کوش مدہ دامن امید زدست
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

یہ دنیا تگاپوئے دمادم کی مرہونِ منت ہے جوئندہ پائندہ (جوڈھونڈے گا وہ پائے گا) کے اصول کی کارفرمائی سرگذشت آدم کی خشت اولیں ہے۔

زنقص تشنہ لبی داں بہ عقل خویش مناز
دلت فریب گر از جلوۂ سراب نہ خورد

دنیا بوالعجبیوں کے داستان سے بھری پڑی ہے لیکن خوشہ چینی کا راز خار پشت سے پوچھئے جو شیر اور آب شیر کی صداقتوں کا راز داں ہے۔ آگہی خودی کی ایک سربستہ منزل ہے جو انسان کو لازوال بنا دیتی ہے۔

ہو اگر خود نگر و خود گر و خودگیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

یہ سوانحی خاکے آپ کو مرد خود آگاہ کے در استقلال وعزیمت کی وہ کلید عطا کرتے ہیں جو گرد باد حیات میں مرغ باد پیما کی صورت آپ کو اپنے دامن امان میں محفوظ قیام گاہ تک پہنچا کر شکست وریخت سے بچاتی ہے اور آپ کی رگ وپے میں برقی لہر دوڑا کر آپ میں توانائی وشکیبائی کی پرورش کرتی ہے اور پھر شکار گاہ عمل میں قلب ونظر کی صیادی پر مامور کر دیتی ہے اور اسے بار بار یوں مخاطب کرتی ہے۔

بنی جہاں را خود را نہ بنی
تاچند ناداں غافل نشینی

سارے جہاں کا جائزہ اور اپنے ہی گھر سے بے خبری، یہ کون سی باخبری ہے۔ گذشتہ کل ایک پیر فرتوت سے گلی کے موڑ پر میری ملاقات کیا بلکہ مڈبھیڑ ہوگئی۔ ہاتھ میں چراغ تھامے گلی گلی کی خاک چھاننے میں مصروف، بعد تسلیم میں نے عرض کیا حضرت خیر تو

ہے۔ فرمانے لگے نہ چھیڑتے تو بہتر تھا۔ میں انسانوں کی بستی میں انسان کی تلاش میں نکلا ہوں۔ میں نے کہا کیا مطلب! فرمانے لگے ان بھیڑیوں اور درندوں کو تم انسان کہتے ہو۔ بھائی بات یہ ہے کہ میں ان پس رووٴں اور پیش رووٴں کی سرگذشت حیات اور مصروفیت شب وروز کی روداد سن کر سخت کبیدہ خاطر ہوں۔ نہ کوئی مقصد اور نہ کوئی ہدف۔ بے سمت زندگی، لعنت ہو ایسی بود وباش پر اور تف ہو ایسی زندگی پر۔ میں ایسے انسان کی تلاش میں نکلا ہوں جو زمانے سے پنجہ آزمائی کر سکے اور وقت کے دھارے کو موڑ سکے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضرت برسوں تک میرا بھی یہی مشغلہ رہا ہے۔ میں نے بہت ڈھونڈا لیکن سوائے حسرت وندامت کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ آپ اس ضعیفی اور پیرانہ سالی میں کیوں ہلکان ہو رہے ہیں۔ اپنی پیری پر رحم فرمائیے اور سبک سروں کی دنیا میں سبک گرانی کی تہمت اپنے سر لینے سے بچئے۔ میری یہ بچکانہ گفتگو سن کر فرمانے لگے، میاں اپنی راہ لو اور میری یہ بات کان کھول کر سن لو بلکہ اگر ہو سکے تو لوح دل پر نقش کر لو کہ جو چیز کمیاب بلکہ نایاب ہو میں نے تو اس کی جستجو کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا ہے۔ یہ سن کر میں خاموش ان کا منہ تکتا رہ گیا۔

دی شیخ با چراغ ہمی گرد گرد شہر
کز دام و دد ملولم وانسانم آرزوست
زیں ہمرہان سست عناصر دلم گرفت
شیر خدا و رستم دستانم آرزوست
گفتم کہ یافت می نہ شود جستہ ایم ما
گفت آں کہ یافت می نہ شود آنم آرزوست

(مثنوی مولانا جلال الدین رومی)

اہلِ دل کے سوانحی خاکے ''سر بہ جیب'' اور ''سر بہ کف'' کے اسرار و رموز سے نہ صرف واقف کراتے ہیں بلکہ درون خانہ نہاں، لعل و گہر کے گنجینہ ہائے نایاب سے آپ کی شناسائی کی راہ بھی ہموار کرتے ہیں۔

صحبت پیر روم سے مجھ پر ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بہ جیب ایک کلیم سر بہ کف

رابطۂ ادب اسلامی کی روایت کے مطابق اس کے تمام سمینار (مذاکرۂ علمی) میز بان ادارے، جامعات اور تنظیموں کے تعاون سے منعقد کئے جاتے ہیں۔ ''مولانا محمد سعید خان: حیات و خدمات'' کے موضوع پر ۲۴؍۲۵؍دسمبر ۲۰۲۲ء کو منعقدہ سمینار بھی اسی روایت کے مطابق جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے تعاون سے منعقد ہوا اور میز بان ادارہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی مجلس استقبالیہ کے صدر الحاج محمد اسلم خاں عبدالغفور خان کی طرف سے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا گیا جسے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے استاذ تفسیر و ادب محبّ گرامی مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی نے نذر سامعین کیا۔ اس سمینار کی میز بانی میں صدر مجلس استقبالیہ الحاج محمد اسلم خان صاحب، صدر مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار صاحب اور جنرل سکریٹری مجلس عاملہ مولانا محمد رضوان خان ندوی اور خازن جناب الحاج ظفر صاحب نے جس توجہ اور رکھ رکھاؤ کا مظاہرہ کیا اور سمینار کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے جو کاوشیں کیں وہ قابل ستائش ہی نہیں بلکہ قابل رشک اور سزاوار تقلید و اسوہ ہیں، اسی طرح سمینار کے کنوینر مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی کی مخلصانہ جدوجہد اور سہ ماہی تگ و دو اس مذاکرۂ علمی کے لئے سنگ میل ثابت ہوئی۔ اللہ نظر بد سے بچائے۔

خطبۂ استقبالیہ کے بعد کلیدی خطبہ بہ عنوان ''مولانا محمد سعید خاں: حیات و خدمات'' پیش کرنے کی سعادت مدون کتاب کے حصہ میں آئی۔ ان دونوں خطبوں کو ''در کتاب'' کے عنوان کے تحت کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

چوتھے مرحلہ میں ''آئینہ کتاب'' کے عنوان کے تحت ان چشم کشا پیغامات کو جو اس موقع پر موصول ہوئے۔ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے مشمولات کی فہرست میں اندراج کے ذریعہ نسل نو اور آئندہ نسلوں کے لئے اس مشینی دور میں مشعلِ راہ اور مینارۂ نور کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں ان تمام حضرات کا ممنون ہوں اور دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں، خاص طور پر مخدوم مکرم استاذ گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی صدر رابطۂ ادب اسلامی عالمی و ناظم ندوۃ العلماء کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ حضرت والا نے اس پیغام کے ذریعہ ہماری ہمت افزائی فرمائی۔ حضرت والا کی یہ تحریر ہمارے لئے نشانِ راہ اور سرمایۂ افتخار ہے۔ اس خرد نوازی پر ہم حضرت والا کا دل کی گہرائیوں سے دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح مخدوم مکرم استاذ گرامی حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی زیدہ مجدہ العالی عمید دارالعلوم ندوۃ العلماء و مدیر اعلیٰ عربی ماہنامہ البعث الاسلامی کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے اس اہم عنوان کے تحت اس تاریخی سمینار کے موقع پر اپنے پیغام کے ذریعہ ہماری دل دہی فرمائی۔ اسی طرح مشفق محترم فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کا بھی مشکور ہوں کہ آپ نے پہلے اپنے دل کشا پیغام کے ذریعہ قلب و نظر کی ضیافت کا سامان مہیا فرمایا

اور پھر اپنی شرکت اور بصیرت افروز خطاب کے ذریعہ رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کو یہ پیغام دیا کہ ؎

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کار مغاں
ہنوز بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

اسی طرح اِس سمینار کے لئے اُن قابل صداحترام بزرگوں کے بھی وقیع پیغامات موصول ہوئے۔ جو اپنی دینی، ملی، تعلیمی اور رفاہی سرگرمیوں کے لئے ہندوستان گیرشہرت کے مالک ہیں اور اپنی ایک مخصوص شناخت رکھتے ہیں اور ملت اسلامیہ اُن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور حالات جیسے بھی ہوں اُن کے مشوروں اور ارشادات کی منتظر رہتی ہے۔عوام و خواص کے دلوں میں اُن کا ایک غیر متزلزل اعتماد ہے جو روح کی طرح جسم و جاں میں پیوست ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اُن کی اور اُن کے اسلاف کی قربانیاں تاریخ کے زریں صفحات پر آج بھی اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ نہ صرف جلوہ گر ہیں بلکہ دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں۔ ہمارے یہ تمام مخدومین اِس عظیم سلسلۂ طلائی کی کڑی ہیں جس کی نسبت بہت عظیم ہے اور جس نے دورِ یاس و ناامیدی میں امت مسلمہ کی رہنمائی کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے اور آج بھی تمام نگاہیں کم وبیش انہی کی طرف اٹھتی ہیں۔ میں اُن تمام پیغامات کی ترسیل پر حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ العالی (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ العالی (صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ العلماء) حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہ العالی حفید حکیم الاسلام قاری محمد طیب (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)، حضرت مولانا محمود مدنی مدظلہ العالی (صدر جمعیۃ العلماء)، حضرت

مولانا عبدالخالق مدراسی مدظلہ العالی (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا سید سلمان منصورپوری مدظلہ العالی (استاد دارالعلوم دیوبند) اور حضرت مولانا محمد شکیب قاسمی مدظلہ العالی (نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) کا فرداً فرداً دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اُن تمام حضرات سے اظہار ممنونیت کرتا ہوں۔

اِسی طرح صدر رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ و ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد مخدوم ومکرم مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی مدظلہ العالی کا بھی بصمیم قلب شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے جامعہ اور جامعہ کی عظیم ابوالحسن علی ندوی لائبریری کی شب و روز کی مصروفیتوں کے باوجود گرمی کے شدید ایام میں رمضان مبارک کی مبارک ساعتوں میں اِس کتاب کے لئے گراں قدر مقدمہ تحریر فرمایا اور اس سمینار کے انعقاد کو اور کتاب کی تدوین کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔اللہ ان کی نظامت اور سرپرستی کو اس جامعہ کے لئے خوش آئند اور شرور وفتن سے حفاظت وصیانت کا ذریعہ بنائے اور جامعہ کو اللہ اندرونی اور بیرونی ہرقسم کی سازشوں سے محفوظ رکھے اور مولانا محمد سعید خان نے جس مقصد کے لئے اِس جامعہ کی تاسیس کو عملی جامہ پہنایا تھا اور ناظم جامعہ جس کے عینی شاہد اور دورِ اول کے احوال وواقعات کے امین ہیں، اِس مقصد کے حصول میں رواں دواں رہے۔ میں دوبارہ ناظم جامعہ مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اِن الفاظ کے ساتھ کہ انشاءاللہ یہ جامعہ اُن کے مقدمہ میں تحریر کردہ خطوط پر گامزن رہے گا اور اُن کی تحریر کو حرز جاں بنائے گا۔اللہ ناظم جامعہ کی مخلصانہ کوششوں کو بارآور فرمائے اور یہ جامعہ تادیر اُن کی سرپرستی میں جادۂ علم وعمل پر ثابت قدمی اور یقین محکم کے ساتھ ”تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست“ کا مصداق رہے۔

اس موقع پر بانی رابطہ ادب اسلامی عالمی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۴ـ۱۹۹۹ء) کی مستقبل شناسی اور بالغ نظری کا اگر ذکر نہ ہوتو بڑی ناسپاسی ہوگی۔مفکر اسلام نے رابطہ کی تاسیس (۱۹۸۴ء) کے ذریعہ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام کو ایک ایسی مضبوط بنیاد مہیا فرمائی جس نے ترقی پسند ادب کے مقابلہ میں عالم اسلام کو اسلامی ادب کا کتب خانہ تیار کرنے میں گراں قدر خدمات انجام دی اور ادبائے عالم اسلام کو سوچ کی ایک نئی جہت سے روشناس کرایا اور اس کے نتیجہ میں پوری دنیا میں رابطہ کی شاخیں قائم ہوئیں اور مفکر اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور آج پوری دنیا مفکر اسلام کی عطا کردہ ''اسلامی فکر'' کی ثناخوانی اور ''اسلامی ادب'' کی ضیاپاشی میں مصروف ہے اور افق خاور پر ایک صبح نو کی آمد آمد ہے۔اسی طرح ہم کل ہند جنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی عالمی کے جنرل سکریٹری مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی کے بھی مشکور ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کے لئے گراں قدر مقالہ تحریر فرمایا۔اس موقع پر استاذی الجلیل مولانا سید محمد واضح رشید ندوی نوراللہ مرقدہ سابق جنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی عالمی کی گراں قدر خدمات کی بھینی بھینی خوشبو بھی مشام جاں کو معطر کررہی ہے اور رابطہ کے طویل سفر میں ان کی خاموش اور بے لوث خدمت تار دل پر زخمہ زنی کے ذریعہ مسلسل یہ پیغام دے رہی ہے کہ ؎

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

مولانا مرحوم کی خاموش زندگی میں بلا کی متلاطم موجیں پنہاں تھیں۔عربی، اردو

اور انگریزی پر یکساں دسترس کے باوجود ایسی سادہ اور مہر بہ لب شخصیت کہ اس کے تصور سے دانش و آگہی شرمسار ہوجائے۔ان کے مجھ ناچیز پر بڑے احسانات ہیں۔''الرائد'' میں میرے جو بھی مضامین شائع ہوئے وہ اس عظیم استاذ و مربی کی کرم فرمائی کا نتیجہ تھے اور آج بھی ان کے نقوش راہ پر افتاں خیزاں چلنے میں مصروف ہوں اور اس پر نازاں بھی ہوں۔

اس دوروزہ قومی سمینار کے موقع پر بیرون ملک سے بھی پیغامات موصول ہوئے۔ جدہ سعودی عربیہ سے محبّ گرامی مولانا ڈاکٹر علی احمد ندوی، برطانیہ سے محبّ گرامی مولانا راشد اصلاحی مدنی اور شکاگو امریکہ سے ڈاکٹر انتخاب حمید نے پیغامات ارسال فرمائے۔ میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔اندرون ملک دہلی سے محبّ گرامی مولانا افتخار حسین قاسمی مدنی شیخ الحدیث جامعہ عبدالرب دہلی اور بھوپال سے محبّ گرامی مولانا بابر حسین ندوی مدنی نائب قاضی شہر بھوپال (ایم پی) کے بھی پیغامات موصول ہوئے۔ وہ بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ان کے پیغامات ہمارے لئے وجہ تسلی اور ارباب جامعہ کے لئے سامان رسد کی حیثیت رکھتے ہیں۔اسی طرح اس موقع پر رکن مجلس عاملہ جناب الحاج انور خاں بسم اللہ خاں کا پیغام بھی شرف صدور لایا، انہوں نے اپنے پیغام میں بانی جامعہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ جامعہ کے لئے وجہ طمانیت ہے۔اس سمینار کو ڈاکٹر مخدوم فاروقی پرنسپل نوکھنڈہ کالج فارویمن اورنگ آباد کے پیغام نے بھی زینت بخشی۔ وہ تدریس اور تنظیم کا طویل تجربہ رکھتے ہیں اور ادارہ کی تاسیس اور راہ کی تنظیمی دشواریوں سے بہ خوبی واقف ہیں، ان کی یہ تحریر ہمارے لئے سرمۂ چشم کی حیثیت رکھتی ہے۔

پانچویں مرحلہ کا آغاز ''درون کتاب'' کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ پیش کتاب عنوان کے تحت مدون کتاب کے قلم سے مولانا محمد سعید خان: حیات وخدمات بہ یک نظر کا بعنوان ''عکس حیات'' جومختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے اس کی حیثیت متن کی ہے اور اہل قلم اور خانوادۂ یوسف زئی کے جگر گوشوں نے اپنے مقالات میں جس جگر کاوی کا مظاہرہ کیا ہے اُس کی حیثیت اُس متن کی تعبیر وتفسیر کی ہے۔ جو قابلِ داد بھی ہے اور لائقِ دید بھی۔

خوش تر آں باشد کہ سرّ دل براں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

سمینار سے پہلے، دوران سمینار اور سمینار کے بعد کثرت سے مقالے موصول ہوئے۔ یہ تمام مقالے گریبانِ تار تار کے نمائش خانے ہیں اور دور جنوں میں پری پیکر نگارے، سروقدے لالہ رخسارے کے ہجر ووصال کے غم آگیں افسانے اور زیر لب تبسم ریز کہانیاں ہیں۔ جن کے مسرت آمیز لمحات رشک آفریں اور جن کی اندوہ انگیز گھڑیاں فرحت قلب نظر کی پیام بر اور امین ہیں۔

مقالات سروقد بھی ہیں اور زمرۂ سروقدی سے قریب تر اور بعید ترین بھی۔ ان میں پانچ مقالے رازِ درون خانوادۂ یوسف زئی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ نگارشات دیدہ و شنیدہ سے بڑھ کر ''چشیدہ'' کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان نگارشات کے خالق ہیں۔ مولانا محمد فاروق خاں قاسمی (فرزند مولانا محمد سعید خاں)، مولانا محمد رضوان خاں ندوی (حفید سعید) مولانا معز الدین فاروقی ندوی (نبیرۂ سعید)، مولانا اجلال احمد (خویش سعید) اور ناہید سلطانہ (دختر سعید) یہ مقالات سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور آئینہ خانۂ جہاں نما میں

عکس گل و لالہ کا منظر پیش کرتے ہیں۔ یہ درون خانہ کی روداد ہے جو اصحابِ خانہ کے قلم سے خلوت کدہ سے جلوت کدہ میں ظہور کے لئے صفحۂ قرطاس پر پھیل گئی ہے اور مشام جاں کو اپنی عطر بیز خوشبو سے معطر کررہی ہے۔ ان مقالات کی ایک ایک سطر کو غور سے پڑھئے، آپ محسوس کریں گے کہ۔

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
تمنا دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

محبّ گرامی ڈاکٹر خلیل الدین شجاع الدین تماندار نے جو ایک مصنف اور داعی کی حیثیت سے اپنی شناخت رکھتے ہیں اور دیارِ غرب میں خدانمائی میں مصروف ہیں، انٹاریو کینیڈا سے مضمون ارسال فرما کر جس تعلق خاطر، علم نوازی اور احسان شناسی کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ان کا مضمون شامل کتاب ہی نہیں بلکہ زینتِ کتاب ہے۔ ہم اس نیازمندی پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ حیدرآباد سے کاشف العلوم کے قدیم زلہ ربا جناب مولانا خلیل احمد صاحب ندوی نظامی اور بحر ادب کے شناور جناب ڈاکٹر مجید بیدار صاحب کے گراں قدر مضامین ہمیں موصول ہوئے۔ ہم ان کے بھی شکر گذار ہیں اور ان سے اظہار ممنونیت کرتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے ''گمنام محسن'' اور دامے درمے، قدمے، سخنے بے دریغ تعاون کے لئے سینہ سپر اور کمربستہ کویت کونسلیٹ ممبئی میں اہم عہدہ پر فائز اور امانت و دیانت کی اپنی مثال آپ شخصیت جناب مولانا عبدالقیوم عمری صاحب ''آفتاب علم ودعوت'' کے ساتھ محفل حرف وقلم میں گوشہ گیر ہیں، ہم ان کی ''بے بضاعتی'' پر نازاں اور ان کی شمولیت پر فرحان و شاداں ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ معروف

صاحبِ قلم اور ''میرا شہر میرے لوگ'' کے خالق جناب احمد اقبال سکریٹری اقبال اکیڈمی اورنگ آباد کی اس بزم میں آمد کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔آپ تدریس اور تصنیف کا طویل تجربہ رکھتے ہیں اور اپنے رواں دواں قلم سے قارئین کو سماجی، علمی، تعلیمی، تاریخی اور دینی غذا فراہم کرنے کی تگ و دو میں ہمہ دان سست عناصر سے دل گرفتہ اور بازارمصر میں قدر شناس کے آرزومند ہیں۔محبّ گرامی قدر جناب ابوبکر رہبر صاحب (بانی انجمن وارثانِ حرف قلم اورنگ آباد) اپنی زبان، قلم، نظامت اور برجستگی میں فکروفن کے لعل و گہر کی آمیزش میں اس حد تک حدود بے کرانی کی آماجگاہ میں ہیں کہ وارثان حرف وقلم بھی بار بار اپنی نارسائی اور ناشکیبائی کو قبائے برہنگی کی دسترس کے حوالہ کر کے قفس زنداں سے گلوخلاصی کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو ز داماں گلہ دارد

ان کی ''بہ قامت کہتر و بہ قیمت بہتر'' نگارش بھی زینت کتاب ہے۔میں ان کا سویدائے قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔معروف شاعر و ادیب جناب مولوی اختر الزماں ناصر کے فرزندارجمند جناب مسعود اختر صاحب جو ادب نواز بھی ہیں اور قلم نواز بھی۔وہ بھی شریک بزم ہیں اور ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔عربی اور اردو کے رمز آشنا ''النور'' مجلّہ کے مدیر اور جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے موقر استاذ اور مخدوم مکرم، مولانا غلام محمد وستانوی دامت برکاتہم اور محبّ گرامی مولانا حذیفہ وستانوی مدظلہ العالی کے معتمد خاص مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی اس قومی سمینار میں شریک ہوئے اور اپنے گراں قدر مقالہ سے ہمیں

نوازا۔ہم اس معارف نوازی پر ان کے بھی مشکور ہیں۔معروف عالم دین اور متعدد اداروں کے سرپرست اور مختلف تنظیموں کے معزز رکن قریب تر از رگ جاں محبّ گرامی مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی رحمانی کا مختصر مگر جامع مقالہ مشمولات کتاب کا جزء ہے۔میں ان کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔اسی طرح داعی الی اللہ، معروف خطیب اور بزرگ دوست مولانا مختار احمد سعید قاسمی مدنی جن سے حجاز مقدس کی یادیں وابستہ ہیں اور جو علم نوازی اور تقوی شعاری میں ایک امتیازی حیثیت کے مالک ہیں ان کا بھی مشکور ہوں کہ اپنی مصروفیات کے باوجود نہ صرف یہ کہ اس سمینار میں شریک ہوئے بلکہ مقالہ بھی تحریر فرما کر مزید احسان سے گراں دوش کیا۔اللہ ان کو اس کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔محبّ گرامی مولانا حافظ محمد ندیم صدیقی صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر سے کون واقف نہیں ہے۔آپ ہندگیر شہرت کے مالک ہیں اور اپنی مصروفیات اور فلاحی سرگرمیوں کی بنا پر ہر دل کی دھڑکن بنے ہوئے ہیں۔مردم شناسی، زمانہ شناسی، نبض شناسی اور فرض شناسی ان کی شناخت ہے۔ان کا وقیع مقالہ بھی شامل کتاب ہے۔ڈاکٹر عبدالمقتدر عتیق لیکچرر اردو جونیئر کالج جالنہ کا مضمون بھی اس کتاب کا حصہ ہے۔وہ خانوادہ پروفیسر عبدالوہاب کے چشم و چراغ ہیں۔ان کے والدگرامی جناب عبدالقادرؒ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے خاموش خادموں میں شامل تھے اور جامعہ کے ابتدائی ایام میں اس خانوادہ کی خدمات گراں قدر رہی ہیں اور یہ سلسلہ سلسلۃ الذہب کی طرح درخشندہ اور پائندہ ہے۔میں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔اس امید کے ساتھ کہ آئندہ بھی یہ سلسلۂ داد وستد جاری رہے گا۔شہر کے معروف ڈاکٹر محمد عبدالماجد صاحب کا مقالہ از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہے۔مختصر ہونے کے باوجود

بہت مؤثر اور روح پرور ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نوک قلم میں بازار کی سیاہی نہیں بلکہ
خونِ جگر کی سرخی شامل ہے۔ میں ان کا بھی مشکور ہوں۔

ان مقالہ نگار حضرات کے علاوہ ایک طویل فہرست ان فضلائے عظام اور علمائے
کرام کی ہے جنھوں نے مولانا محمد سعید خاںؒ کے قائم کردہ عظیم ادارہ جامعہ اسلامیہ کاشف
العلوم سے کسبِ فیض کیا ہے اور ایک بڑی تعداد ان اساتذہ کی بھی ہے جو سلسلۂ درس و
تدریس سے منسلک ہیں۔ ان فیض یافتگان کی ایک لمبی قطار ہے جو اس نسبت ''کاشفیت''
پر نہ صرف فرحاں وشاداں ہیں بلکہ رقصاں و نازاں بھی ہیں اور اپنی اس مادرِ علمی سے حمیت
کی حد تک تعلق خاطر رکھتے ہیں۔

گرچہ خردیم نسبتے است بزرگ
ذرّہ آفتاب تا بانیم

یہی نسبت ان حضرات کو کشاں کشاں اس چشمۂ فیض تک لائی اور اس سمینار سے
ان کے دلوں کو سکون اور آنکھوں کو فرحت و شادمانی کی دولت بے بہا نصیب ہوئی۔ ان
حضرات نے بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات پر بہت لکھا اور خوب لکھا۔ ان
کی یہ تحریریں شاہد عدل کا درجہ رکھتی ہیں کیونکہ انہوں نے اس منبعِ صافی سے براہ راست
استفادہ کیا ہے اور بانی جامعہ کو قریب سے دیکھا ہے اور ان کے بارے میں قریب ترین
لوگوں سے سنا ہے۔ میں ان تمام حضرات کی تحریروں اور ان کی عقیدت ومحبت کو سلام پیش
کرتا ہوں۔ ان حضرات کی نگارشات سرمۂ چشم کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس لائق ہیں کہ
سنگِ مرمر کی سلوں پر کندہ کر کے دیواروں پر آویزاں کی جائیں۔ ان حضرات کی نوک قلم

کے رشحات تاریخ کے دریچے ہیں۔ جو دوش وامروز وفردا کے امین ہیں۔ آئندہ نسلیں ان کی
ان تحریروں کو حوالے کے طور پر پیش کریں گی۔ میں ان تمام ابنائے کاشف کی خدمت میں
گلدستۂ تہنیت پیش کرتا ہوں اور ان کی تحریروں کی دل کی گہرائیوں سے ستائش کرتا ہوں کہ
وہ اس عظیم ادارہ کی روحانی فضاؤں، علمی و دینی کہکشاؤں، مسجد جامع کی پُرسوز اذانوں، خم
خانۂ فکر و دانش کے جنوں پرور ہنگاموں اور منبر ومحراب کے روح پرور خوابوں کے امین ہیں۔
میں ان کے جذبۂ خلوص اور جذبِ دروں کی متلاطم امنگوں کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

''دریچۂ کتاب'' کے عنوان کے تحت خشت ششم میں ان تاثرات کو جگہ دی گئی
ہے جو دوروزہ سمینار کے موقع پر ہمیں موصول ہوئے۔ اللہ ان حضرات کو اس کی بہتر سے بہتر
اجر عطا فرمائے۔

خشت ہفتم ''برون کتاب'' ہے جو تجویز کمیٹی کی سفارشات، اظہار تشکر، روداد
سمینار اور اشاریہ پر مشتمل ہے۔

کسی کتاب کی تدوین کا عمل جوئے شیر و تیشہ وسنگ گراں کا ایسا لامتناہی سلسلہ
ہے جس میں انگشت حنائی کی چارہ گری، دل بیمار میں صد رنگ آمیزی اور انجمن آرائی کے
باوجود بزم یاراں میں اپنی نارسائی کا نہ صرف اعتراف کرتی ہے بلکہ مسلسل اعتراف کرتی
ہے کیوں کہ۔

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں

مرد قلندر مولانا محمد سعید خان کے بحرِ تخیل کے کنارے ناپید اور بے کراں تھے۔ ہم

نے اس بے کراں کوثر مندۂ ساحل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے کہ ان کی فکر کے کئی گوشے ایسے ہیں جو ابھی بھی تشنہ ہیں۔لیکن یہ ذہن نشین رہے کہ قلم کا یہ کارواں اپنے سفر پر رواں دواں ہے اور ابھی بیگانۂ منزل ہے۔

مل ہی جائے گی کبھی منزل لیلیٰ اقبالؔ
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

''متن'' موجود ہے تو کتابِ دل کی تفسیریں لکھی جاتی رہیں گی۔تشنہ لب جب تک صدائے العطش العطش بلند کرتے رہیں گے چشمے وجود میں آتے رہیں گے۔قلم کی سیاہی اور خونِ جگر کی سرخی کا آمیزہ ہمیشہ بارآوری کے لئے زرخیز رہا ہے اور جب تک فیض باقی ہے فیضانِ نظر کے کرشمے اپنی رعنائی وزیبائی کے لعل وگہر بکھیرتے رہیں گے اور چراغ لالہ کی روشنی سے کوہ ودمن آباد ہوتے رہیں گے اور ہوائے زمستانی سحر خیزی کے لئے بانگِ درا کا فریضہ انجام دیتی رہے گی اور آنات ولمحات کا یہ سلسلہ ہمیں ہر گام پر ''خامہ بدست'' رکھے گا۔

غم عالم فراوان است ومن یک غنچہ دل دارم
چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

''تدوینِ کتاب'' کے سلسلۂ طلائی کی ہر کڑی شکریہ کی مستحق ہے۔ میں تمام مندوبین، مہمانانِ گرامی، قدیم وجدید ابنائے کاشف، طلبۂ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم، اساتذۂ جامعہ، ارکانِ مجلس عاملہ اور ارکانِ مجلس استقبالیہ سے اظہارِ ممنونیت کرتا ہوں کہ اگر ان کا تعاون اور ان کی خصوصی دلچسپی نہ ہوتی تو یہ بزم برگ وبار کے قابل نہ ہوتی، خصوصاً

صدرِ مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار حاجی محمد غوث صاحب اور صدرِ مجلس استقبالیہ الحاج محمد اسلم خان عبدالغفور خان صاحب کا میں مشکور ہوں کہ بہتر انجام کے لئے بہتر آغاز کا سہرا ان دونوں حضرات کے سر جاتا ہے۔مسلسل تگ ودو کے نتیجہ میں یہ خوانِ علم آج دعوت ثنا خوانی دے رہا ہے، اللہ ان کو اس کی بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے۔کتاب کی تدوین کے سلسلہ میں حافظ شیرازی کا یہ شعر بار بار درِ دماغ پر دستک دے رہا ہے۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

میں مجلس عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے پُرعزم اور مستقبل شناس جنرل سکریٹری مولانا محمد رضوان خان ندوی صاحب کا بہ صمیمِ قلب مشکور ہوں کہ انہوں نے تدوینِ کتاب کے سلسلہ میں مجھ پر اعتماد کیا اور یہ کہہ کر گراں دوش کیا کہ۔

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اس سمینار کے کنوینر محبّ گرامی مولانا عبدالقدیر صاحب قاسمی مدنی صدر شعبۂ ادب عربی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم، صدر مدرس مولانا محمد نسیم الدین مفتاحی، نائب صدر مدرس اور صدر دارالافتاء والقضاء مولانا محمد نعیم مفتاحی اور معتمد تعلیمات مولانا شیخ علیم الدین ندوی بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان حضرات نے پیغامات اور مقالات کے سلسلہ میں مندوبین حضرات سے مسلسل ربط رکھا اور ان کی کاوشیں ساحل مراد پر فروکش بھی ہوئیں۔ اللہ ان تمام حضرات کو اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور ان کی مخلصانہ کوششوں کو

قبول فرمائے اور جامعہ کے حق میں مفید بنائے۔

سمینار کے موقع پر محبّ گرامی مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی جنرل سکریٹری رابطۂ ادب اسلامی جنوبی ہند اپنی بعض مصروفیات کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور ہم ان کے خطاب اور مقالہ سے محروم رہے لیکن ان سے مسلسل رابطہ رہا اور وہ بھی مسلسل ہم سے رابطہ میں رہے۔ان کا بھی میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اسی طرح سید الطائفہ مولانا سید سمیع اللہ حسینی ندوی زید مجدہ کا بھی مشکور ہوں کہ سمینار اور تدوینِ کتاب کے سلسلہ میں انہوں نے اپنے قیمتی مقالہ اور گراں قدر مشوروں سے نوازا اور بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بعض اہم گوشوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی اور ان کی گراں قدر خدمات کا باچشم نم متعدد بار تذکرہ فرمایا اور ان کی کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کیا اور اس سمینار اور کتاب کی تدوین کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا اور نسل نو کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی خواہش کا اظہار فرمایا اور ان کی قلندرانہ زندگی کو حیات نو اور موجِ تند جولاں کا نقیب قرار دیا اور اب اس سلسلہ کی ان کی طویل اور پُر مغز گفتگو میری ترجمانی کے توسط سے اس کتاب میں شامل ہے۔

آج کل پوری دنیا اور ہندوستان کے طول وعرض میں مختلف موضوعات پر سمینار منعقد کئے جانے کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے، جن کی اپنی افادیت بھی ہے اور شرکائے سمینار کے لئے علمی بازیافت کا ایک ذریعہ بھی۔لیکن میرے نزدیک ان کی افادیت کا پیمانہ زمانی اور مکانی قدر پیمائش ہے۔بعض موضوعات وقتی اور مقامی ہوتے ہیں، ان کی افادیت اپنی جگہ پر لیکن ان کے اثرات ہمہ گیر نہیں ہوتے لیکن جس عظیم مردِ مومن کی سیرت وسوانح

پر یہ کتاب مدوّن کی جارہی ہے اس کا موضوع ہمہ جہت، ہمہ گیر اور جغرافیائی حدود سے پرے ہے اس لئے کہ اس کا تعلق تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ سے ہے اور یہ دونوں موضوعات دائمی، سرمدی اور آفاقی ہیں اور یہی اس کتاب کی ترتیب کا مقصد اولیں ہے اور اس کی تدوین کے پس پردہ یہی نظریہ کارفرما ہے اس لئے یہ کتاب سوانح کی کتاب نہیں بلکہ تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کی سرگذشت ہے جسے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

ہم اپنے رب کے حضور سجدۂ شکر بجالاتے ہیں کہ محض اس کی توفیق سے تمام مراحل طے ہوئے، ورنہ ان سے عہدہ برآ ہونا آسان نہ تھا۔اسی طرح ہم ان تمام حضرات کے مشکور ہیں جن کے تعاون، سرپرستی، رہبری اور مشوروں سے یہ عملِ تدوین اپنے حسنِ اختتام کو پہنچا۔خاص طور پر عالمی رابطۂ ادب اسلامی کے صدر مخدوم مکرم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی زید مجدہ کے مشکور ہیں کہ ہر مرحلہ میں حضرت والا کی سرپرستی ہمارے سروں پر سایہ فگن رہی اور ہر موقع پر ان کی رہبری ہمارے لئے خضر راہ بنی۔اسی طرح کل ہند جنرل سکریٹری رابطۂ ادب اسلامی عالمی مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی کے بھی مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری ہمت افزائی فرمائی اور اس عملِ تدوین کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔

اسی طرح صدرِ مجلس استقبالیہ الحاج محمد اسلم خان عبدالغفور خان، صدرِ مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار حاجی محمد غوث، جنرل سکریٹری مجلسِ عاملہ مولانا محمد رضوان خان ندوی، خازن الحاج محمد ظفر حاجی عبدالرحمٰن، صدر رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ وناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی اور دوروزہ قومی سمینار کے کنوینر محبّ گرامی مولانا عبدالقدیر

قاسمی مدنی کا بہ صمیمِ قلب شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان حضرات کی سعی پیہم سے اس ہفت خواں کو سر کرنے اور کتاب کی ترتیب وتدوین کے عمل کی بحسن وخوبی انجام دہی میں آسانی ہوئی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت اور مقبولیت دونوں سے نوازے اور اس کتاب کو نفع عام کا ذریعہ بنائے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم و تب علينا إنك أنت التواب الرحيم

محمد صدر الحسن ندوی مدنی

۶/۲/۲۰۲۳ء

اورنگ آباد (مہاراشٹر)

☆☆☆

پیش کتاب

بس کہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی
ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

(خواجہ میر درد)

•••

مارا ہوسِ صحبتِ جاں پرورِ یاراست
ورنہ غرض از بادہ پرستی نہ خمار است

(ملک الشعراء ناصر بخاری)

خشت دوم

نظرات

☆ نظرات کی سرخی کے تحت بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور موسس مرکز دعوت وتبلیغ مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات کا ''عکس حیات'' کے عنوان سے مختصر تعارفی خاکہ پیش خدمت ہے۔ اس خاکہ کی حیثیت تمہید یا متن کی ہے اور تمام پیغامات اور مقالات اُس کی تشریح وتوضیح وتفسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ ہوتا ہے اور یہ دنیا اِس عمل کے سامنے وہم وطلسم ومجاز کا مقام رکھتی ہے اور صفحۂ ہستی سے ناپید ہوجاتی ہے۔

عکسِ حیات

● مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی

اسم گرامی	:	محمد سعید خان
والد بزرگوار	:	محمد سکندر خان
والدہ محترمہ	:	حیات بی
ولادت	:	۱۰رذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۰رجون ۱۹۲۷ء بروز جمعہ حیدرآباد (موجودہ ریاست تلنگانہ)
سلسلۂ نسب	:	افغانوں کے مشہور وجاں باز قبیلہ یوسف زئی سے نسبت جدی
پیشۂ آباء	:	سپہ گری
ہجرت	:	۱۸۵۷ء کے بعد گنٹور، حیدرآباد کی طرف ہجرت
ابتدائی تعلیم	:	والد گرامی کی سرپرستی میں ناظرۂ قرآن اور عربی، اردو، فارسی کی بنیادی تعلیم
ثانوی تعلیم	:	اسلامیہ ہائی اسکول سکندرآباد
اعلیٰ تعلیم	:	عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد
دینی تعلیم	:	تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور دیگر فنون کی کتابیں
اساتذہ	:	(۱) نامور عالم دین مولانا مناظر احسن گیلانیؒ (صدر شعبۂ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد)
		(۲) مشہور قاری مولانا عبدالغفور موصلیؒ (امام وخطیب مسجد ملک پیٹھ حیدرآباد)

حفظ قرآن : قرآن پاک کے تیئیس (۲۳) پارے کے حفظ کی سعادت سے بہرہ مند

ہجرت : ۱۹۵۳ء میں حیدرآباد سے اورنگ آباد کی طرف ہجرت اور جامع مسجد سے قریب علاقہ قلعہ ارک میں مستقل سکونت

ملازمت : میڈیکل ہاسپٹل جالنہ میں ملازمت

سبکدوشی : دعوت وتبلیغ کی خاطر ترکِ ملازمت

دعوت وتبلیغ کی بنیاد : امیرِ جماعت تبلیغ مولانا محمد یوسف سے وابستگی اور مرکز نظام الدین دہلی سے رابطہ کے بعد ۱۹۵۹ء میں مرکز دعوت وتبلیغ کی بنیاد

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس : مرکز نظام الدین دہلی میں زیر دوراں دینی مدرسہ کاشف العلوم کے نظام تعلیم سے متاثر ہوکر مورخہ ۱۰؍شوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء کو اورنگ آباد کی جامع مسجد بڈی لین میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس

پس دیوار زنداں : اورنگ آباد کے مشہور جیل ہرسول میں تین ماہ صبر آزما قید وبند کے ذریعہ سنتِ یوسفی کی ادائیگی

معاش : ترکِ ملازمت کے بعد سٹی چوک میں جائے نماز، کارپیٹ اور کپڑے کا کاروبار

پہلا سفر حج : پہلی بار آپ نے ۱۹۷۸ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔

دوسرا سفر حج : آپ دوسری بار ۱۹۸۱ء میں زیارت حرمین شریفین سے سرفراز ہوئے۔

تیسرا سفر حج : ۱۹۸۳ء میں تیسری بار سعادتِ حج نصیب میں آئی اور آپ نے چھ ماہ تک دعوت وتبلیغ کی غرض سے حرمین شریفین میں قیام کیا۔

اندرون ملک اسفار : آپ نے اندرون ملک صوبۂ مہاراشٹر کے تمام اضلاع ، آندھرا پردیش، یوپی، دہلی، مدھیہ پردیش اور دیگر صوبوں اور اضلاع کے دعوتی وتبلیغی اسفار کیے۔

بیرون ملک اسفار : حجاز مقدس کے علاوہ آپ نے انگلینڈ، فرانس، آسٹریلیا اور بیلجیم کے دعوتی اسفار کیے۔

خطابات : عمومی خطاب: عام تبلیغی اجتماعات اور ہفتہ واری تبلیغی اجتماعات میں خطاب

خصوصی خطاب: آپ نے تقریباً تیس سالوں تک جامع مسجد بڈی لین اورنگ آباد میں نمازِ جمعہ سے قبل پابندی کے ساتھ خطاب فرمایا۔

اولین معاونین : مرکز دعوت وتبلیغ کی بنیاد اور جامعہ کی تاسیس کے سلسلہ میں جو حضرات خلوص ومحبت اور بے پناہ جذبۂ اخلاص کے ساتھ تمام تعلیمی اور دعوتی سرگرمیوں میں آپ کے شانہ بہ شانہ رہے۔ ان میں حاجی محمد عثمانؒ، منشی شیخ چاند، حاجی عبدالعزیز کنٹراکٹر، حاجی عبدالغنی پٹیل، شیخ عبدالحبیب، عبدالقادر منتری، عبدالرزاق لاری اور امام الدین صاحب ٹاکلی رحمہم اللہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ بھی سیکڑوں مخلصین ومحبین نے جامعہ کی تاسیس اور کارِ دعوت وتبلیغ کی توسیع میں حصہ لیا اور نام ونمود سے دور رہے۔

فالج کا حملہ : لندن کے دعوتی سفر کے دوران فالج کا شدید جان لیوا حملہ ہوا لیکن اللہ نے شفا عطا فرمائی۔

ایام علالت : کثرتِ اسفار اور شب وروز کی دینی ودعوتی سرگرمیوں کے سبب مختلف امراض واسقام کے شکار ہوگئے۔ خاص طور پر مرض ذیابیطس کے سبب تمام

اعضائے رئیسہ متاثر ہوگئے اور علاج ومعالجہ اور شفایابی کی خاطر گھاٹی دواخانے میں داخل کئے گئے لیکن ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' اور وقت موعود آپہنچا اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ **انّا للّٰہ و انّا الیہ رَاجِعُونَ**

وفات : ۲۸رذی الحجہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۲رجولائی ۱۹۹۰ء بروز اتوار بمقام اورنگ آباد میڈیکل کالج گھاٹی ہاسپٹل اورنگ آباد (مہاراشٹر)

تدفین : ۲۲رجولائی ۱۹۹۰ء بروز اتوار، بعد نماز ظہر نماز جنازہ کی ادائیگی اور متصل قبرستان (جامع مسجد اورنگ آباد) میں تدفین

زوجہ مرحومہ : عابدہ بیگم۔ وفات : ۱۹۸۴ء

اولاد واحفاد : ایک فرزند مولانا محمد فاروق خان قاسمی اور سات لڑکیاں اور دو پوتے مولانا رضوان خان ندوی (جنرل سکریٹری مجلسِ عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم) اور محمد ثوبان خان

اسمائے خویشاں : ان خویشوں (داماد) کے اسمائے گرامی جن سے لڑکیاں منسوب ہوئیں۔

(۱) مولانا محمد ریاض الدین فاروقیؒ (سابق ناظم جامعہ) (۲) مولانا اجلال احمد (سابق امام وخطیب جامع مسجد اورنگ آباد) (۳) مولوی سید عارف الدین (استاذ جامعہ) (۴) شیخ اسرار احمد (سرکاری ملازم اورنگ آباد) (۵) جناب شفیع منیار (تاجر اور تبلیغی جماعت سے وابستگی) (۶) جناب شبیر حسنؒ (سابق اکاونٹنٹ مولانا آزاد کالج اورنگ آباد) (۷) جناب معین الدین (سابق انجینئر ایم ایس ای بی اورنگ آباد)

●●●

درِ کتاب

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے گل آویز تو مستم

بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولکن مدتے با گل نشستم

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(شیخ سعدی)

خشت سوم

خطبات

● **خطبۂ استقبالیہ :**

دو روزہ قومی سمینار کے میزبان ادارہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم جامع مسجد اورنگ آباد کی مجلسِ استقبالیہ کی جانب سے ادارہ کے تعارف اور تہنیت وشکریہ پر مشتمل استقبالیہ کلمات اور رابطۂ ادب اسلامی کے لئے اظہارِ ممنونیت

● **کلیدی خطبہ :**

دو روزہ قومی سمینار کے داعی ادارہ رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کی جانب سے موضوع کے انتخاب، اس کی اہمیت اور مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات کے مبسوط تذکرہ کے ساتھ مندوبین اور میزبان ادارہ کے لئے ممنونیت وتشکر پر مبنی اظہارِ احوال واقعی۔

خطبۂ استقبالیہ

پیش کردہ بہ موقع

دو روزہ قومی سمینار منعقدہ بتاریخ ۲۴/۲۵/دسمبر ۲۰۲۲ء

بہ عنوان : **مولانا محمد سعید خانؒ: حیات وخدمات**

بمقام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد (مہاراشٹر)

از

محمد اسلم خان عبدالغفور خان

(صدر مجلسِ استقبالیہ)

پیش کنندہ

مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی

صدر شعبۂ ادب عربی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی رسولہ الأمین وعلی آلہ و أصحابہ أجمعین ، امابعد:

محترم صدر نشست، علماء کرام، حضرات مندوبین، مہمانانِ خصوصی اور معزز شرکاء اجلاس

السلام علیکم و رحمۃ اللہِ و برکاتہٗ

حضرات !

آج کا یہ تاریخی اجلاس سرزمین اورنگ آباد میں ’’مولانا محمد سعید خانؒ : حیات و خدمات‘‘ کے موضوع پر رابطۂ ادبِ اسلامی مراٹھواڑہ کے زیرِ اہتمام منعقد ہو رہا ہے اور یہ عظیم الشان ہال جہاں آپ حضرات تشریف فرما ہیں، اسی عظیم شخصیت کی طرف منسوب ہے۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کو یہ سعادت حاصل رہا ہے کہ اس نے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (سابق صدر رابطۂ ادبِ اسلامی وسابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) اور مفکرِ ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی صدر رابطۂ ادبِ اسلامی عالمی و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی صدارت و سرپرستی میں کئی بین الاقوامی سمینار (مذاکرۂ علمی) کی میزبانی کی ہے۔ اس عظیم وقدیم جامعہ میں پہلا سہ روزہ بین الاقوامی سمینار ’’نعتیہ شاعری‘‘ کے موضوع پر ۷/۸/۹/اکتوبر ۱۹۸۸ء مطابق ۲۵/۲۶/۲۷/صفر ۱۴۰۹ھ کو مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا اور دوسرا سہ روزہ بین الاقوامی سمینار ’’ادب میں سفرناموں کی اہمیت‘‘ کے موضوع پر بتاریخ ۷/۸/۹/اپریل ۱۹۹۵ء مطابق ۶/۷/۸/ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی

حسنی ندویؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اسی طرح تیسرا سہ روزہ بین الاقوامی سمینار ’’حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی: حیات و خدمات‘‘ کے موضوع پر بتاریخ ۲۸/۲۹/۳۰/اپریل ۲۰۰۰ء مطابق ۲۲/۲۳/۲۴/محرم ۱۴۲۱ھ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا اور چوتھا دوروزہ بین الاقوامی سمینار ’’مختلف زبانوں میں کتب سیرت کا ادبی جائزہ‘‘ کے موضوع پر بتاریخ ۱۹/۲۰/اپریل ۲۰۰۹ء مطابق ۲۲/۲۳/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ پانچواں سہ روزہ بین الاقوامی سمینار ’’ملتِ اسلامیہ کے مسائل وقضایا علامہ شبلی اوران کے معاصر شعراء کے کلام میں‘‘ کے موضوع پر بتاریخ ۲۹/۳۰/نومبر و یکم دسمبر ۲۰۱۳ء مطابق ۲۵/۲۶/۲۷/محرم ۱۴۳۵ھ صدر رابطہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوا اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج چھٹا دو روزہ قومی سمینار ’’مولانا محمد سعید خانؒ: حیات وخدمات‘‘ کے موضوع پر بتاریخ ۲۴/۲۵/دسمبر ۲۰۲۲ء مطابق ۱/۲/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ بروز ہفتہ و اتوار منعقد ہو رہا ہے، جس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت کل ہند رابطۂ ادبِ اسلامی عالمی ندوۃ العلماء لکھنؤ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی مدظلہ العالی فرمارہے ہیں۔

حضرات! یہ علاقۂ مراٹھواڑہ جو آٹھ اضلاع (اورنگ آباد، جالنہ، پربھنی، ناندیڑ، لاتور، عثمان آباد، بیڑ، ہنگولی) پر مشتمل ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں کے زمامِ اقتدار سنبھالنے کے باوجود سلطنت آصفیہ کے زیرنگیں رہا، جس کا دارالسطنت حیدرآباد تھا۔ مولانا محمد سعید خانؒ کی پیدائش حیدرآباد میں (۱۰/جون ۱۹۲۷ء مطابق ۱۰/ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ بروز

جمعہ) اس وقت ہوئی جب سلطنت آصفیہ کا سورج لب بام تھا اور جامعہ عثمانیہ ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ اور دوسرے عصری و دینی اداروں سے ساکنانِ سلطنت بہ ظاہر مستفید ہو رہے تھے لیکن عمومی اعتبار سے مسلمانوں میں دینی و دعوتی شعور کا فقدان تھا۔ جہالت ، ناخواندگی اور دین سے یک گونہ دوری اور خاص طور پر اس خطہ میں' کسی زوال کے پیش خیمہ سے کم نہیں تھی۔ مولانا محمد سعید خانؒ ایک حساس طبیعت کے مالک تھے، انھوں نے ۱۹۵۳ء میں حیدرآباد سے اورنگ آباد ہجرت کی اور اورنگ آباد ہی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ ابھی سقوطِ حیدرآباد (۱۹۴۸ء) پر چند سال ہی گذرے تھے، پورے علاقہ کے مسلمان ذہنی کشمکش کے شکار تھے۔ بہت سارے خانوادے اجڑ چکے تھے اور ان کا مستقبل بظاہر تاریک نظر آرہا تھا۔ ان حالات میں دینی اور دعوتی تحریک کے ذریعہ ہی مسلمانوں میں خوداعتمادی پیدا کی جاسکتی تھی۔ مولانا محمد سعید خانؒ نے حالات کا جائزہ لیا اور ۱۹۵۹ء میں جامع مسجد میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد اور مرکز دعوت وتبلیغ کی بنیاد رکھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جامع مسجد کے تمام کمرے بے بسی اور بے کسی کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ مسجد بھی تقریباً ویران تھی۔ ان حالات میں چند باشعور اور دیندار حضرات نے جامعہ کی تاسیس اور اس کے لئے وسائل کی فراہمی میں ساتھ دیا۔ ان میں سرِ فہرست سابق صدرِ مجلس عاملہ الحاج نور محمدؒ کے والد بزرگوار الحاج محمد عثمانؒ ، الحاج عبدالرحمٰن چودھری ، منشی شیخ چاند ، الحاج محمد حبیب اور دیگر حضرات تھے۔ اس طرح جامعہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا رہا اور آج پورے علاقہ کے لئے سرچشمۂ فیض اور منبعِ علم نبوت بن چکا ہے۔

اسی طرح مولانا محمد سعید خانؒ کی کوششوں سے دعوت وتبلیغ کی پورے علاقہ میں

بساط بچھی اور پورے علاقہ کا دعوت وتبلیغ کے عالمی مرکز بستی نظام الدین دہلی سے رابطہ قائم ہوا۔ اس وقت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی ابن بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلوی امیرِ جماعت تھے۔ مولانا محمد سعید خانؒ نے دونوں محاذوں پر اپنی شب وروز کی کوششوں سے ایسے افراد تیار کئے جنھوں نے ایک طرف تعلیم وتربیت کی کمان سنبھالی تو دوسری طرف دعوت وتبلیغ کے میدان کو وسیع سے وسیع تر کیا۔ اس عظیم مفکر اور داعی نے (۲۲/جولائی ۱۹۹۰ء مطابق ۲۸/ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ بروز اتوار) ۶۳/سال کی اپنی حیاتِ مستعار کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِس وقت ان کی وفات پر ۳۲/سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور اس عرصہ میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم نے تعلیمی اور تربیتی میدان میں اتنی ترقی کی ہے کہ ہندگیر پیمانہ پر اس کی اپنی ایک شناخت ہے اور سابق ناظم جامعہ مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ نظامت کے بعد موجودہ ناظم جامعہ مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی مدظلہ العالی کی نظامت وقیادت میں یہ قافلہ تندہی کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ اسی طرح دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی مرکز میر جنگو کے ذریعہ اتنی وسعت عمل میں آئی کہ ہند اور بیرونِ ہند جماعتوں کے آنے جانے کا سلسلہ دراز ہوا اور ابھی چند سال پہلے ۲۰۱۸ء میں اسی مرکز کے زیرنگرانی اورنگ آباد کے مضافات میں عالمی تبلیغی اجتماع منعقد ہوا، جس میں ہند و بیرونِ ہند کے لاکھوں افراد نے شرکت کی، اس طرح مولانا محمد سعید خانؒ مرحوم کے لگائے ہوئے دونوں پودے مسلسل بارآور ہو رہے ہیں اور تشنگانِ علومِ نبوت اور دعوت وتبلیغ کی سیرابی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

حضرات ! اہلِ مدارس اور دعوت وتبلیغ سے وابستہ حضرات اکثر مولانا مرحوم کی

حیات وخدمات کے بارے میں استفسار فرماتے تھے اور یہ اصرار ان کا مطالبہ بھی تھا کہ ان کی شخصیت اور ان کے کارناموں پر کوئی اجلاس یا سیمینار منعقد کیا جائے۔ وقت گذرتا گیا اور ان کی وفات پر بتیس (۳۲) سال گذر گئے اور قضاءِ الٰہی میں شاید یہی وقت مقدر تھا اور آج ہم مولانا مرحوم کی حیات وخدمات پر یہ دوروزہ قومی سیمینار منعقد کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضرات! جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا الحاق عالمِ اسلام کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ہے اور ۱۹۷۲ء سے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب اور اس کی پالیسی کے مطابق تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں سرگرمِ عمل ہے۔ اس جامعہ میں شعبۂ عالمیت، شعبۂ حفظ اور شعبۂ عصری مدارس کے تین اہم شعبے ہیں۔

(الف) شعبۂ عالمیت :

شعبۂ عالمیت ابتدائیہ، ثانویہ اور عالیہ تین مراحل پر مشتمل ہے۔ ان مراحل میں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب عربی اور دیگر علوم کے ساتھ ساتھ ہندی، مراٹھی، انگریزی، تاریخ، جغرافیہ، سائنس اور ریاضی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ آخری تعلیمی مرحلہ (جس کو عالیہ رابعہ کلیۃ الشریعہ کہا جاتا ہے) کے طلباء دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جا کر عالیہ رابعہ شریعہ کا دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ کی نگرانی میں امتحان دیتے ہیں اور ان کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی سند (شہادۃ العالمیۃ) دی جاتی ہے۔ اب تک ۱۹۴۸ (ایک ہزار نو سو اڑتالیس) طلباء اس شعبہ (شعبۂ عالمیت) سے سندِ فراغت حاصل کر چکے ہیں اور ان

فارغین میں سے ایک بڑی تعداد دینی اداروں کے نظماء واساتذہ اور دعوت وتبلیغ کے امراء اور ذمہ داروں کی حیثیت سے اپنے اپنے علاقوں میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں اور بانیٔ جامعہ نے جو خواب دیکھا تھا آج وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے بلکہ اس وقت پورے علاقہ میں جہاں بھی مکاتب، مدارس اور جامعات طلباء کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں ان کی زمامِ کار عام طور پر اسی جامعہ کے فارغ علماء کرام کے ہاتھوں میں ہے۔

(ب) شعبۂ حفظ

اب تک اس شعبہ سے ۳۹۱۴ (تین ہزار نو سو چودہ) طلبہ حفظ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

(ج) شعبۂ عصری مدارس

عام طور پر مسلم معاشرہ کے طلباء اسکولوں میں زیرِ تعلیم ہیں اور وہاں ان کو دینی تعلیم کے حصول کے مواقع میسر نہیں آتے۔ اس لئے جامعہ نے ۲۰۰۸ء میں اس شعبہ کی بنیاد ڈالی۔ اس شعبہ کے تحت بنیادی دینی تعلیم، ناظرۂ قرآن مع تجوید اور حفظِ قرآن کا نظم ہے۔ اب تک اس شعبہ سے ۳۴۳۳ (تین ہزار چار سو تینتیس) طلباء فارغ ہو چکے ہیں جن میں سے ۵۵ (پچپن) طلباء نے حفظ قرآن کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔

(د) جامعۃ الطیبات

لڑکوں کی دینی تعلیم کے علاوہ لڑکیوں کے لئے بھی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے زیرِ انصرام سندی سال تک کی تعلیم کا نظم کیا گیا ہے جس میں قرآن پاک مع تفسیر، صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) تک کی تعلیم کا نظم ہے۔ اس ادارہ کی

اپنی مستقل عمارت ہے اوران لڑکیوں کی تعلیم کے لئے صرف معلمات ہی کا تقرر عمل میں آتا ہے۔ لڑکیوں کے اسی مرکزی ادارہ کے تحت شہر اورنگ آباد میں (۱) جامعۃ الطیبات ، جونا بازار (۲) مدرسہ حفصہ ، کراڑپورہ (۳) مدرسہ عائشہ ، یونس کالونی (۴) مدرسہ حفصہ ، بیڑ بائی پاس (۵) مدرسہ فاطمۃ الزہراء ، سبزی منڈی (۶) مدرسہ ریاض العلوم سلک ملز کالونی (۷) مدرسہ خدیجہ للمومنات ، مظفرنگر (۸) مدرسہ شمس التوحید ، عارف کالونی (۹) جامعۃ الارشاد ، بڑے گاؤں (۱۰) مدرسہ عائشہ ثانیہ ، روضہ باغ (۱۱) مدرسہ ام سلمہ ، مظفرنگر جیسے ادارے لڑکیوں کی دینی تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں۔ اب تک مرکزی ادارہ اوراس کے تحت اداروں سے ۲۵۸۹ (دو ہزار پانچ سو نواسی) طالبات فارغ ہوچکی ہیں۔

(ھ) مکاتب ملحقہ

اس شعبہ کے تحت جامعہ نے شہر اور بیرون شہر (بالخصوص دیہاتوں میں) دین کی بنیادی تعلیم کے لئے مکاتب قائم کئے ہیں۔ جن میں ہزاروں کی تعداد میں طلباء وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ ان مکاتب کی مجموعی تعداد ۱۱۹ (ایک سو اُنیس) ہے۔ ان مکاتب میں ناظرہ اور ابتدائی دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد طلباء کی ایک بڑی تعداد جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں داخلہ لیتی ہے اور پھر یہ طلباء عالمیت کی تعلیم مکمل کرکے اپنے اپنے علاقوں میں دینی علوم کی تدریس اور تبلیغ ودعوت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

حضرات !

صدر رابطہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی آج جہاں ہم دوروزہ قومی سمینار کے انعقاد پر مسرور ہیں، وہیں ہم مغموم بھی ہیں کہ حضرت والا

اپنی پیرانہ سالی، علالت اوراپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث اس سمینار میں شرکت نہ فرما سکے لیکن اس کے باوجود ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ حضرت والا کی فہمائش پر حضرت مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی اور مولانا محمد وثیق ندوی اس سمینار میں حضرت والا کی نمائندگی فرما رہے ہیں۔ ہم اس خردنوازی پر حضرت والا کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور دونوں مہمانانِ گرامی کے بھی بے حد ممنون ہیں۔ اسی طرح صدرِ مجلس استقبالیہ کی حیثیت میں تمام اراکینِ مجلس استقبالیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس دوروزہ قومی سمینار کے انعقاد کے موقع پر اپنے مخلصانہ مشوروں اور دستِ تعاون سے اس سمینار کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ہمارا ساتھ دیا۔ اسی طرح میں ارکانِ مجلس عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم بالخصوص صدر مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار حاجی محمد غوث ، جنرل سکریٹری مولانا محمد رضوان خان ندوی اور خازن الحاج محمد ظفر حاجی عبدالرحمٰن ، تمام مندوبین ، مہمانانِ خصوصی ، اساتذۂ جامعہ اور تمام شرکاء اجلاس کا بھی مشکور ہوں کہ ان کے تعاون سے ہمیں اس سمینار کو پُررونق بنانے میں بڑی مدد ملی، اسی طرح اخبارات کے مدیران اور نامہ نگاروں کا بھی شکریہ ادا کرنا میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔ اسی طرح اس پُرمسرت موقع پر تمام ابنائے کاشف جو اس وقت موجود ہیں اور جو شرکت کرنے والے تھے لیکن اپنی بعض وقتی مصروفیات کی وجہ سے سمینار میں شرکت نہ کرسکے، ان کا بھی مشکور ہوں کہ ان کی آمد اور ان کے مخلصانہ مشوروں سے ہمیں بڑی تقویت ملی۔ اسی طرح تمام محبین ، منتسبین اور معاونین کا بھی مشکور ہوں کہ ان کی توجہ اور شرکت سے یہ سمینار کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ آخر میں بارگاہِ خداوندی میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دوروزہ قومی سمینار کو قبولیت سے نوازے اور بانی

جامعہ اور بانی دعوت وتبلیغ مولانا محمد سعید خانؒ کی مخلصانہ کوششوں کو مزید بار آور فرمائے اور جس مقصد کے تحت انہوں نے دونوں سرگرمیوں کی بنیاد ڈالی تھی ہمیں ان کا حصہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعواناأن الحمدللّٰہِ ربِّ العالمین

•••

مولانا محمد سعید خاںؒ حیات وخدمات

(۱۹۲۷ء-۱۹۹۰ء)

کلیدی خطبہ

پیش کردہ

بہ موقع دوروزہ قومی سیمینار زیر اہتمام رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ،

بتاریخ ۲۴/۲۵/دسمبر ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ واتوار

بمقام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد (مہاراشٹر)

از

مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی

جنرل سکریٹری رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ

اورنگ آباد (مہاراشٹر)

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام علىٰ محمد بن عبد الله الأمين و على آله و صحبه أجمعين. ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين ، اما بعد :

صدرعالی قدر، مہمانانِ خصوصی، علمائے کرام، حضراتِ مندوبین، معززینِ شہر اور شرکائے سیمینار

السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہِ و برکاتہٗ

نہایت مسرت انگیز موقع ہے کہ ہم آج رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیرِ اہتمام بانیٔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور بانیٔ جماعت دعوت وتبلیغ مولانا محمد سعید خان حیات وخدمات کے موضوع پر منعقدہ اس دوروزہ قومی سیمینار کے توسط سے ان کی وفات کے بتّیس سال بعد ان کی گراں قدر، سزاوارِ ستائش، قابلِ تقلید اور لائقِ صد افتخار و آفرین خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

مولانا محمد سعید خان نفس آفریں، عہد ساز، خود آگاہ، مست مئے عہد الست اور در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق کی جامعیت کے نقیب تھے۔ قول وعمل، بصیرت وآگہی اور عقل ودانش کی ہمہ گیری ان کی شخصیت کا ہالہ تھی۔ کارسازِ حقیقی صدیوں پہلے کارِ تجدید کے لیے ان کا انتخاب کر چکا تھا اور ہجرت اس کے لیے لازمی شرط ٹھہری تھی۔

انسانی اولوالعزمیوں کی ساری داستان ہجرت سے معنون ہے اور اس کا آغاز عالم لاہوت سے عالم ناسوت کی طرف سفرِ ہجرت سے ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیائے کرام کے سفرِ ہجرت نے قیامت تک کی ساری کامیابیوں اور کامرانیوں کو ہجرت کے سلسلۂ طلائی سے اس طرح پیوست و مربوط کردیا ہے کہ اس کے بغیر کامیابی کا تصور اگر

ذہن انسانی پر مرتسم ہو تو ناکامی و نامرادی ہی اس کا مقدر ہوگی۔

اے رہین خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل

آپ کا تعلق پشتون کے سب سے بڑے قبیلہ یوسف زئی سے تھا۔ نعمت اللہ ہراوی افغانی نے اپنی کتاب ''تاریخ افغان'' (۱۹۲۸ء) اور محمد زدیق نے اپنی تصنیف ''تاریخ حافظ رحمت خانی'' (۱۹۷۷ء) میں یوسف زئی قبیلہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس بات پر مورخین اور اصحابِ انساب کا اتفاق ظاہر کیا ہے کہ یوسف زئی قبیلہ کا تعلق بنی اسرائیل کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام سے ہے۔ یوسف زئی پٹھان قبیلہ بنی اسرائیل کے ان دس گمشدہ قبائل میں سے ہے جو بنی اسرائیل سے بچھڑ گیا تھا۔ ان میں سے کچھ یہودی مذہب پر رہے اور کچھ مسلمان ہوگئے۔ جب بابل کے فرماں روا بخت نصر نے یروشلم (موجودہ فلسطین) پر یلغار کے بعد اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو بنی اسرائیل کے بہت سے قبیلوں نے وہاں سے ترک سکونت اختیار کی اور ایران (فارس) کے قریب غور کے پہاڑوں میں جا بسے اور پھر یہاں سے دیگر علاقوں میں پھیل گئے۔ ہزاروں سال سے دنیا میں زمانۂ قدیم کے گم شدہ یہودی قبائل کے بارے میں گردش کرنے والی داستانوں کے مطابق ایتھوپیا میں آباد فلاشا یہودیوں اور افغانستان، مشرقی ایران اور پاکستان کے پشتون قبائل کو ان یہودیوں کی نسل سمجھا جاتا ہے۔ خود پشتون افغانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے آباء واجداد کا تعلق قدیم زمانہ کے یہودیوں سے تھا جب کہ افغانستان کے آخری بادشاہ ظاہر شاہ مرحوم ہمیشہ یہ تسلیم کرتے رہے کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل کے بن یامین قبیلہ سے ہے۔

یوسف زئی قبائل زیادہ تر افغانستان کے صوبے غزنی، کنڑ، ننگرہار اور کابل میں آباد ہیں اور پاکستان میں یہ قبائل پختونخوا کے علاقے سوات، صوابی، گدون، امازئی، دیر زیریں، دیر بالا، مردان، شانگلہ، بٹگرام، مالاکنڈ، بونیر اور تورغر کے ساتھ ساتھ کشمیر میں آباد ہیں۔ بعض علاقوں میں یوسف زئی، سردار، مولوی، قاضی، پیر یا میاں کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ عام طور پر یوسف زئی قبیلہ کے افراد پشتو زبان بولتے ہیں۔ سندھ کے یوسف زئی اردو، سندھی اور میواتی زبان بولتے ہیں۔ کشمیر میں آباد یوسف زئی قبائل اردو، پہاڑی اور علاقائی زبانیں بولتے ہیں۔

پشتون قبائل کی سب سے بڑی خصوصیت ان کی حق گوئی وحق پرستی، ان کی بہادری ودلیری، صلح آشتی، امن پسندی اور مذہب سے گہری عقیدت وفدائیت ہے۔

عہد سلطنت کے بعد جب افغانوں اور مغلوں کی آویزش کا دور شروع ہوا تو فوج میں شامل بہت سے یوسف زئی دیگر قبائل کی طرح ترکِ وطن کر کے دہلی اور اس کے اطراف میں مغل اور افغان فوج میں شامل ہوگئے اور اپنی خداداد ذہانت و بہادری کے سبب فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔

۱۸۳۰ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے نے بادشاہِ دہلی سے ملکی انتظام کا پروانہ بزور طاقت لکھوا کر ملک میں اعلان کروادیا کہ ''خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا'' تو دوررس نگاہ کے حامل علماء کے سرخیل شاہ عبدالعزیز (۱۷۶۷ء۔۱۸۲۴ء) نے جنھیں اللہ نے بصیرت سے نوازا تھا ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا اور دوسری طرف عہد عالمگیری کے آخری دور میں نواب قمر الدین آصف جاہ اوّل نے

دکن میں اپنی خودمختاری کا اعلان کیا اور برہانپور کے بعد اورنگ آباد اور پھر حیدرآباد کو اپنا دار السلطنت بنایا اور ۱۸۵۷ء کی ایک صبح کو جب سلطنتِ مغلیہ کا چراغ گل ہوگیا اور آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کو رنگون (برما، میانمار) میں نظر بند کردیا گیا تو پورے ہندوستان میں حیدرآباد کی سلطنت آصفیہ مسلمانوں کی نگاہ میں امیدوں کی ایک کرن کے طور پر باقی رہ گئی۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں مختلف صلاحیتوں، پیشوں اور رجحانات کے حامل باصلاحیت افراد حیدرآباد کے لیے رختِ سفر باندھنے لگے۔ اس پس منظر اور پیش منظر میں مولانا محمد سعید خان صاحب کے جداعلیٰ ۱۸۵۷ء کے بعد حیدرآباد (گنٹور) کے لیے عازم سفر ہوئے اور فوجی ملازمت اختیار کی۔ جب حالات کچھ سازگار ہوئے تو گنٹور سے حیدرآباد منتقل ہوگئے۔

اب وہ ساعت سعید قریب تھی کہ خانوادۂ سپہ گری وشمشیر زنی میں مردم گری اور شخصیت سازی کی بساط بچھنے والی تھی۔ چنانچہ ۱۰ر ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۲۷ء کو قضائے الٰہی اور مشیت ایزدی کی وہ ساعت ہمایوں آئی جس میں محمد سکندر خاں کے گھر میں ایک بچہ تولد ہوا۔ والد گرامی نے اس نومولود کا نام محمد سعید رکھا۔ ملک کی آزادی سے بیس سال اور سلطنت آصفیہ کے حکومت ہند میں انضمام (سقوط حیدرآباد) سے اکیس سال پہلے اللہ نے کسی عظیم مقصد اور ہدف کی تکمیل کے لیے اس طفل سعید کا انتخاب کیا تھا۔ اس وقت کے دینی حالات کیا تھے ایک مبصر (مرحوم شیخ امیر) کی زبانی سنئے۔

''اس دور میں مسلمانانِ ہند کی عموماً اور ریاست حیدرآباد کی خصوصاً دینی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مسجدیں ویران ومرثیہ خواں، دینی تعلیم صفر کے برابر تھی۔ قمار بازی، سودخوری،

شراب نوشی کا عام رواج تھا۔یعنی بلحاظِ آبادی جوا کھیلنے،سود کھانے اور شراب پینے کی دوڑ میں ہمارے دینی بھائی غیر مسلموں سے بھی بازی لے گئے تھے۔حالاں کہ اسلام میں سود کھانا اور شراب پینا قطعاً حرام ہے جبکہ غیر مسلموں کے مذہب میں ان پر کوئی امتناع نہیں ہے۔جہاں تک دینی معلومات اور ارکانِ دین کا تعلق ہے دیہاتی مسلمانوں میں جہالت اور لاعلمی عام تھی۔بعض کا تو یہ عالم تھا کہ بیچارے نماز، وضو اور غسل وغیرہ کے طریقے سے بھی آشنا نہیں تھے۔اکثر کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ صرف نام کے مسلمان ہوتے ہیں۔آج کم از کم اتنا تو ہے کہ ان کے نام مسلمانوں کے سے ہیں لیکن اس دور میں یہ عالم تھا کہ کوئی قتّو پٹیل تھا تو کوئی دگڑو، کسی کے ماں باپ نے شیخ کڑو نام رکھ دیا تھا اور کوئی بنڈو کہلاتا تھا۔ یہ چند مثالیں ہیں۔

شراب نوشی کا رواج نہ صرف عام تھا بلکہ اس کی تجارت بھی کی جاتی تھی۔چنانچہ میں تعلیمات میں اپنے ابتدائی تقرر کے بعد پہلی بار جس مقام پر رجوع ہونے گیا وہاں سیندھی اور شراب دونوں دکانوں کے مالک و ملازم مسلمان تھے۔سرکاری یا خانگی ملازمت مسلمانوں کا ذریعہ معاش تھا۔شاہ پرستی اور قبور پرستی عام تھی۔شاہ پرستی اتنی بڑھ چکی تھی کہ مدارس کے طلباء اپنے درس کا آغاز بجائے حمد وثنا کے بادشاہ کی قصیدہ خوانی سے کرتے تھے۔ چنانچہ پولیس ایکشن سے پہلے طلباء جو نظم پڑھتے تھے اس کا پہلا مصرع یہ تھا۔

تا ابد خالق عالم یہ ریاست رکھے
تجھ کو عثمان! بصد اجلال سلامت رکھے

برخلاف اس کے ہندو طلباء اپنے ایشور سے یوں پرارتھنا کرتے تھے۔

مولانا محمد سعید خاںؒ : حیات وخدمات

ہے پربھو! آنند داتا، دنیا نہ ہم کو دیجیے
شگھر سارے درگنوں سے دور ہم کو کیجیے

عید الفطر سے زیادہ اہمیت محرم کی تھی۔وہ مسلمانوں کا سب سے اہم تہوار سمجھا جاتا تھا۔ریاست حیدرآباد کے مدارس میں بارہ (۱۲) یوم اور ہندوستان کے بقیہ صوبوں میں دس (۱۰) دن کی تعطیل ہوا کرتی تھی جبکہ عیدین کے لیے بمشکل چار (۴) یا پانچ (۵) دِن پر اکتفا کیا جاتا تھا۔سرکاری کاروبار اور خانگی معاملات میں بجائے سنہ ہجری کے فصلی سنہ کا رواج تھا جو ایران سے لیا گیا تھا۔حافظ قرآن بننے کے لیے شہر اورنگ آباد اور اطراف کے مسلمانوں کو خلد آباد شریف جانا پڑتا تھا۔دینی مدارس کا باقاعدہ کوئی انتظام نہیں تھا۔شاہ پرستی اور پیر پرستی کا عام رواج تھا۔بلکہ مسلمانوں نے بت شکنوں ہی کو بت بنا ڈالا تھا۔مسلمان شاہ پرستی میں اتنا غلو کر چکے تھے کہ اپنے آقا اور حاکم اعلیٰ کو اس طرح سلام کیا کرتے تھے گویا رکوع و سجدہ کر رہے ہوں۔اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے بجائے انھوں نے اپنے پیروں اور شاہوں کو ہی اپنا مشکل کشا سمجھ رکھا تھا۔

سلاطین سلف سب ہوگئیں نذر اجل عثماں
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

(اقتباس)

سلطنت مغلیہ اور دور آخر میں سلطنت آصفیہ کے زوال آشنا ہونے کے بعد حالات بے کسی اور بے بسی کی منہ بولتی تصویر تھے اور انکی تاریخی حقیقت بہ بانگ دہل یہ اعلان کر رہی تھی کہ اقوام وملل اور تعلیم وتعلم کی درس گاہیں اور افراد و جماعت کی تربیت گاہیں

نشیب وفراز، عروج وانحطاط، علمی ودینی کمالات اور بے راہ روی اور اخلاقی زوال دونوں کا شکار رہتی ہیں اور ہر دور میں دونوں حالتوں کی مثالیں ملتی ہیں۔ کبھی مردم خیزی اور مردم آفرینی کا دور آتا ہے اور کبھی قحط الرجال کا ایسا منظر سامنے آتا ہے کہ زبان حال گنگ ہو جاتی ہے اور ایک حساس وزندہ دل انسان ورطۂ حیرت واستعجاب میں غوطہ زن ہونے لگتا ہے۔

آپ نے درون خانہ ابتدائی تعلیم کے بعد اسلامیہ ہائی اسکول، سکندر آباد میں داخلہ لیا اور میٹرک (وسطانیہ) کا امتحان پاس ہونے کے بعد آپ عثمانیہ یونیورسٹی (قائم شدہ ۱۹۱۸ء) سے منسلک ہوئے اور نامور اساتذۂ کرام سے کسب فیض کیا اور یونیورسٹی میں دینی اور عصری علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے تیئیس (۲۳) پاروں کے حفظ کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ دوران تعلیم آپ کو نابغہء روزگار عالم دین اور تدوین فقہ، تدوین حدیث، سوانح قاسمی، النبی الخاتم اور دیگر مایہ ناز کتابوں کے ممتاز مصنف مولانا مناظر احسن گیلانی سے بھی استفادہ کے بھرپور مواقع میسر آئے۔ ان دنوں مولانا گیلانی عثمانیہ یونیورسٹی میں صدر شعبہء دینیات تھے اور ان کی تحریر، تقریر اور تصنیف سے پورا برصغیر مستفید ہو رہا تھا۔ اسی طرح مولانا قاری عبدالغفور موصلی سے بھی کسب فیض کیا۔

اس طرح عثمانیہ یونیورسٹی میں تعلیم واستفادہ کے ماہ وسال گزرتے گئے اور آپ نے انٹرمیڈیٹ میں امتیازی نشانات سے کامیابی حاصل کی۔

ابھی عمر کی بائیس بہاریں ہی گزری تھیں کہ ۱۹۴۸ء میں پولس ایکشن یعنی سلطنت آصفیہ کے اختتام اور مسلمانوں کی اجتماعی نسل کشی اور معاشی ناکہ بندی کا جاں گسل مرحلہ پیش آیا اور سلطنت آصفیہ کے حدود میں قیامت صغریٰ برپا ہوگئی۔ کشت وخون کا لامتناہی

سلسلہ شروع ہوا اور ظلم و بربریت کا بازار ایسا گرم ہوا کہ الامان! الحفیظ! اور خاص طور پر مراٹھواڑہ میں بہت کم ایسے خانوادے ہوں گے جو اس سے متاثر نہ ہوئے ہوں۔ حیدرآباد کے سیاسی حالات ایک ناقابل بیان اور ناقابل تصور غیر یقینی مستقبل کی نشاندہی کر رہے تھے اور حساس مسلمان متاع گم شدہ کی تلاش میں ذہنی اور فکری انتشار کے شکار تھے۔ اس غیر یقینی صورت حال میں مولانا محمد سعید خان صاحب نے پولس ایکشن کے فوراً بعد اپنے بعض اعزّہ کے ہمراہ حیدرآباد دکن سے پاکستان کی طرف ہجرت کی اور وہاں کراچی (سندھ) میں فوجی ملازمت اختیار کر لی لیکن ہجرت کا دور آٹھ نو ماہ سے زیادہ نہ بڑھ سکا۔ وہاں انھیں والد ماجد جناب سکندر خان کی علالت کی اطلاع ملی۔ طبیعت میں حساسیت زیادہ تھی اس لیے بعجلت ممکنہ حیدرآباد (دکن) لوٹ آئے۔ واپسی کے بعد آپ کو حیدرآباد کا قیام بھی راس نہ آیا اور سن ۱۹۵۳ء میں آپ نے حیدرآباد کو الوداع کہا اور اورنگ آباد (دکن) میں مستقل سکونت اختیار کی اور ذریعہ معاش کے طور پر وقار آباد میں ترک ملازمت کے بعد جالنہ کے سرکاری ہاسپٹل میں چند برسوں تک برسر ملازمت رہے۔

اورنگ آباد میں قیام کے دوران مولانا محمد سعید خاںؒ نے صوبہ مہاراشٹر اور خاص طور پر علاقہ مراٹھواڑہ کے دینی حالات کا بہ غور مطالعہ کیا اور جب زمینی حقیقت ان پر آشکارا ہوگئی تو وہ تڑپ اٹھے اور ایک عظیم مقصد تک رسائی کی خاطر ملازمت سے سبک دوشی اختیار کر لی۔ اس کے بعد ان کی فراستِ ایمانی نے دینی وعلمی لحاظ سے مسلمانوں کے مستقبل بعید کو مینارۂ نور بنانے کی خاطر دو محاذوں پر منصوبہ بندی کا آغاز کیا۔ حالات ناسازگار ہی نہیں بلکہ مایوس کن تھے۔ دور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی لیکن بے پناہ جذبۂ اخلاص

وللّٰہیت اور بے کراں ایمانی حمیت اور دینی غیرت سے سرشار اس مردِ قلندر کا تو یہ عقیدہ تھا کہ ؎

اے عشق مری راہ تو بس راہِ جنوں ہے
منزل کو غرض ہو تو اس راہ پر آئے

اور ان کا اس مسلّمہ حقیقت پر یقین کامل تھا کہ اس کائنات میں ہر زمانے میں دو نظریے کارفرما رہے ہیں۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ نتائج ہمیشہ اسباب کے تابع ہوتے ہیں۔ اور اسباب کے بغیر نتائج کا تصور ناممکن ہے۔ اور کائنات میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسباب و نتائج کے درمیان حائل ہو سکے اور بغیر اسباب کے مسبّبات کو وجود میں لا سکے۔ دوسرا نظریہ اس یقین پر قائم ہے کہ ان طبعی اسباب، قدرتی طاقتوں اور خزانوں اور اشیاء کی خاصیتوں سے ماوراءا اور بالاتر ایک غیبی قوت ہے جس کے ہاتھ میں ان اسباب وخواص کی زمامِ اقتدار ہے اور جس طرح نتائج وثمرات اسباب کے تابع ہوتے ہیں اسی طرح خود یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیئت اور حکم واشارہ کے تابع محض ہیں۔ ارادۂ الٰہی ان کو عدم سے وجود میں لاتا ہے ان کو آگے بڑھاتا ہے اور جب چاہتا ہے ان کو مسببات سے جدا کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ اسباب اور مسببات دونوں یکساں طور پر اس کے تابع وفرمانبردار ہیں۔ اسباب اور علل کا سارا سلسلہ اسی کی ذات پر جا کر ختم ہو جاتا ہے ؎

اس نے اپنے آشیانے کے لئے
جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

مردِ مجاہد مولانا محمد سعید خاں صاحب ان افراد میں سے تھے جن کو اس غیبی طاقت پر یقین کامل کی کیفیت حاصل تھی جس سے ان کی اولوالعزمیوں کے سرچشمے پھوٹتے تھے۔

بیدر کے برید شاہی، بیجاپور کے عادل شاہی، برار کے عماد شاہی، احمد نگر کے نظام شاہی، گولکنڈہ کے قطب شاہی اور حیدرآباد کے آصف جاہی حکومتوں نے اگر کچھ کارنامے انجام دیئے ہیں تو ان کے پیچھے دولت اور افراد کا ایک سیل رواں تھا لیکن جو کارنامہ مردِ بزرگ مولانا محمد سعید خاں صاحب نے انجام دیا وہ ایک ایسا تاریخی کارنامہ ہے جس کے پیچھے نہ دولت کی کارفرمائی تھی اور نہ افراد کی زورآزمائی وکرشمہ سازی، افراد اور مالی وسائل دونوں کی کمیابی ہی نہیں بلکہ ان کا فقدان تھا۔ اگر ۱۹۱۸ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام سے حیدرآباد میں علمی فضا قائم ہوئی تو جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس سے اورنگ آباد اور اس کے اطراف میں دینی واخلاقی فضا قائم ہوئی بلکہ حیدرآباد تک اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور حیدرآباد کے تشنگانِ علوم نبوت سرچشمۂ سعید سے اپنی پیاس بجھانے کے لیے اس شہر خجستہ بنیاد کا رخ کرنے لگے۔

جامعہ کی تاسیس کے لیے اس مردِ قلندر نے شہر اورنگ آباد کی جامع مسجد کا انتخاب فرمایا۔ اس جامع مسجد کو کئی اہل اللہ کا مسکن ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ حضرت یوسف صاحب، حضرت شریف صاحب رحمہما اللہ اور حضرت جان اللہ شاہ اور حضرت باب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہما کا ایک عرصہ تک اسی جامع مسجد میں قیام رہا۔

ایسے ہی مردِ قلندر کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے ؎

اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

جامع مسجد اور اس کے اطراف (مشرق اور شمال وجنوب) میں بنے ہوئے

اڑتالیس کمروں کے لیز پر ملنے کی کہانی بھی کسی افسانے سے کم نہیں ہے۔واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک دن مولانا محمد سعید خانؒ نے جامع مسجد میں فجر کی نماز ادا کی۔نماز میں کل تین مصلی تھے۔ایک امام دوسرے موذن اور تیسرے مولانا محمد سعید خانؒ۔مسجد کی اس ویرانی وناقدری اور مصلیوں کے ستم ناروا کی کیفیت مولانا محمد سعید خانؒ کے حساس دل پر بجلی بن کرگری۔وہ امیدوں اور آرزوؤں کی ایک دنیا سجائے وقف بورڈ کے آفس پہنچے اور مسجد کی ویرانی اور درد دل کی حکایت بیان کرنے کے بعد صدر وقف بورڈ ایڈوکیٹ عیسیٰ خان سے درخواست کی کہ وہ مجھے مسجد کے تین کمرے دے دیں تاکہ مدرسے کے قیام کے ذریعے مسجد کی آبادی کا سامان مہیا ہو سکے۔عیسیٰ خان نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے اس درخواست کے جواب میں تمسخر کے لہجے میں فرمایا کہ آپ کیسی بات کررہے ہیں یہ ناممکن ہے۔یہ جواب سن کر مولانا محمد سعید خانؒ صاحب نے آہِ سرد بھری اور فرمایا خاں صاحب انشاء اللہ تین نہیں میں آپ سے تمام کمرے لے کر رہوں گا اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس آگئے۔ان دنوں مولانا آزاد کالج کے بانی ڈاکٹر رفیق زکریا حکومت مہاراشٹر میں وزیر امکنہ تھے اور جناب غیاث الدین صاحب وزیر اوقاف تھے۔مولانا مرحوم ڈاکٹر رفیق زکریا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کناں ہوئے کہ جناب وزیر اوقاف اورنگ آباد تشریف لانے والے ہیں۔آپ ان سے صرف دس منٹ کے لئے میری ملاقات کا نظم کروادیں میں آپ کا ممنون کرم رہوں گا۔ڈاکٹر رفیق زکریا نے وعدہ کیا اور وعدہ کے مطابق وزیر اوقاف جناب غیاث الدین صاحب سے نصف گھنٹے کی ملاقات کا نظم کردیا۔نصف گھنٹے کی اس ملاقات میں مولانا محمد سعید خانؒ نے اپنے مدعا کو وزیر موصوف کے سامنے اس درد وسوز اور موثر

طریقے سے پیش کیا کہ اسی مجلسِ ملاقات میں وزیر موصوف نے وقف بورڈ کے صدر جناب ایڈوکیٹ عیسیٰ خان کو (جو وہاں موجود تھے) مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جامع مسجد کے اطراف کے تمام کمرے مولانا محمد سعید خانؒ صاحب کو نزول (لیز) پردے دیے جائیں۔اس طرح جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو یہ کمرے میسر آئے اور علم دین کے ساتھ مسجد کی آبادی کا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک اللہ کے فضل سے جاری ہے۔

حضرات!

تاریخ کا ایک عجوبہ ہے کہ ہر دور میں عظیم الشان کارناموں کی ابتدا عموماً ایک فرد سے ہوتی ہے۔اس کی اولوالعزمی، ثابت قدمی، یقین راسخ، عمل پیہم، آہ سحر گاہی، نالۂ نیم شبی، اور میدانِ عمل کی تگ و دو اور مقصد تک پہنچنے کے لیے جان گسل اور زہرہ گداز محنت کے نتیجہ میں لوگ اس کے ہمنوا بنتے چلے جاتے ہیں اور پھر افراد کارواں کی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔

مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کے سلسلہ میں صرف حضرت ابوبکرؓ کی ذات گرامی نے اولوالعزمی کا ثبوت دیا جبکہ صحابہ کرام کی رائے اس سے مختلف تھی۔اسلام کے جیالوں نے ہر دور میں عزمِ صدیقی کی لوکوضیاء بخشی۔امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ، علامہ عز الدین بن سلام، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ، حضرت اسماعیل شہیدؒ، حضرت سید احمد شہید اور میدانِ عزیمت کے شہسواروں کے محیر العقول واقعات آج بھی اوراق تاریخ کے شہ پارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب کسی صاحب عزیمت نے اپنے سفر کی ابتداء کی ہے تو وہ

تنہا تھالیکن عرصہ نہیں گزرا کہ اس کی خلوت جلوت میں بدل گئی ۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

مخدوم مکرم مولانا الحاج محمد سعید خاں صاحب کے ذہن میں دو چیزوں کا سودا سمایا ہوا تھا۔ ایک کارِ تبلیغ کی توسیع اور دوسرے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس، جامعہ کی تاسیس سے پہلے ایک دینی درسگاہ کے تخیل سے ہم آہنگی اس کی افادیت کا احساس اور اس راہ کی مشکلات سے پامردی کے ساتھ نبرد آزما ہونے کا حوصلہ ان ہی بختاور لوگوں کا نصیبہ ہوتا ہے جو اخلاص وللّٰہیت کی دولت سے مالامال اور جذبۂ عمل سے سرشار ہوتے ہیں۔ چنانچہ جن حضرات نے اس کارِ خیر میں اس مردِ آہن کا ساتھ دیا وہ حضرات تھے جناب حاجی محمد عثمان صاحبؒ سبزی منڈی اورنگ آباد والد بزرگوار حاجی نور محمدؒ صاحب سابق صدر مجلس عاملہ جامعہ۔ اور جناب منشی شیخ چاندؒ صاحب سابق خازن جامعہ۔ جناب حاجی عبدالغنی پٹیل صاحب، جناب عبدالرزاقؒ صاحب لاری بیڑ اور حاجی عبدالرحمٰن چودھریؒ صاحب۔

عام طور پر مدارس کی ابتداء چند طلبہ و اساتذہ سے ہوتی ہے۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس کے وقت جن طلبہ سے جامعہ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا وہ تھے مرحوم مولانا محمد ممتاز الدین فاروقی ندوی برادرِ خرد حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی سابق ناظم جامعہ، مولانا عبدالرحیم صاحب انتر والی، مولانا منظور احمد صاحب، قاضی ابرارالدین صاحب، جناب امان اللہ خاں صاحب لاسوری اور جناب شمیم احمد صاحب لاسوری۔

جب صاحب عزیمت اٹھتا ہے تو وہ زمانہ کا گلہ نہیں کرتا بلکہ اپنی عزیمت و استقلال سے زمانہ کی سرگرانی کو سبک سری میں تبدیل کر دیتا ہے اور وہ آواز جس سے لوگ نتیجہ شکست اخذ کرتے ہیں اس کو صاحب عزیمت فتح وکامرانی کی شاہ کلید تصور کرتا ہے ۔

تفاوت است میان شنیدن من و تو
تو غلق باب ومنم فتح باب می شنوم

اس صاحب عزیمت نے اپنی پوری زندگی اس پودے کو سینچنے میں صرف کر دی اور ایسے افراد تیار کر دیئے جو آج اس گلستانِ علم کی آبیاری میں مصروف ہیں۔ حافظ ذہبی نے علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے۔ وہی بات میں نام کی ترمیم کے ساتھ مولانا مرحوم الحاج محمد سعید خاں صاحبؒ کے لیے مستعار لیتا ہوں۔ ''جو لوگ مرحوم کے مقام ومرتبہ کے جاننے والے ہیں وہ مجھے الزام دیں گے کہ جس قدر مدح کرنی تھی نہ کی اور جو لوگ حالات سے بے خبر اور مخالف ہیں وہ میرے بیان کو غلو اور مبالغہ پر محمول کریں گے۔''

اذا لم تر الهلال فسَلّم
لِاُناسٍ رَأوهُ بالأَبْصَارِ

مولانا محمد سعید خان نے جامعہ کی تاسیس کے جو اغراض و مقاصد طے کیے تھے وہ یہ تھے :

☆ ایسے علماء تیار کرنا جو عصر حاضر کے تقاضوں سے واقفیت کے ساتھ ساتھ دینی تفقہ، بصیرت اور اسلامی مزاج کے حامل ہوں۔

☆ طلباء میں ایثار وقربانی، احساس ذمہ داری اور اتباع کتاب وسنت کا جذبہ پیدا کرنا۔

☆ غیر اسلامی تحریکوں سے طلبہ کو واقف کرانا اور اسلام پر اُن کے اعتراضات کے تشفی بخش جوابات علمی انداز میں دینے کی عملی مشق کروانا۔

☆ درسیات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ میں دعوت وعزیمت کی صحیح اسپرٹ پیدا کرنا۔

☆ طلبہ کی اس طرح تربیت کرنا کہ ان کے ذہن میں آفاقیت پیدا ہو اور وہ احساس کمتری کے شکار ہونے کے بجائے دوسروں پر اثر انداز ہوسکیں۔

☆ طلبہ میں اردو اور عربی زبان کے ساتھ دیگر زبانوں میں تحریر وتقریر کی صلاحیت پیدا کرنا۔

☆ ایسے جید حفاظ اور قرّاء پیدا کرنا جن سے علاقہ کی ضروریات کی تکمیل ہوسکے۔

☆ مسلم معاشرہ کو غیر اسلامی رسوم ورواج، شرک وبدعات اور اوہام وخرافات کی خرابیوں سے روشناس کرانا اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک صالح اور صحت مند معاشرہ کی تشکیل کی راہ ہموار کرنا۔

☆ مسائل حاضرہ پر وقیع اور علمی کتابوں کی تصنیف وتالیف۔

☆ تحریر وتقریر کے ذریعہ عوام کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرنا۔

☆ اسلام کی ابدی تعلیمات کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کے ذریعہ عام کرنا۔

☆ مسلمان بچوں اور لڑکیوں کے لیے دینی تعلیم وتربیت کی خاطر مختلف علاقوں میں جامعہ کے زیر انتظام مکاتب کی تاسیس۔

☆ تعلیم بالغان کے لیے شبینہ مدارس کا قیام۔

☆ اردو، عربی، انگریزی اور دیگر علاقائی زبانوں میں دینی رسائل کا اجراء۔

۱۰؍شوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء کو جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس عمل میں آئی۔ جامعہ کی تاسیس پر کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد جامعہ کے بانی حضرت مولانا الحاج محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جامعہ کے الحاق کا مسئلہ پیش آیا۔

کسی نوخیز ادارہ کے الحاق کا مسئلہ بڑا اہم ہوتا ہے اور اس مسئلے کے حل میں انسان کی بالغ نظری ہی کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ثاقب اور دوررس نتائج کے حامل فکر کی داد دینی پڑتی ہے کہ انھوں نے بلا کسی پس وپیش اور فکر وتردد کے ندوۃ العلماء لکھنؤ سے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے الحاق کا فیصلہ کیا۔ اور ان کا یہ دانشمندانہ فیصلہ ان کے مزاج ومنہاج کے اعتبار سے ایک غیر معمولی اور دوررَس نتائج کا حامل فیصلہ تھا۔ اس طرح جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا ندوۃ العلماء سے ۱۹۷۲ء میں الحاق عمل میں آیا۔

ندوۃ العلماء سے الحاق کے بعد جامعہ نے تعلیمی وتربیتی میدان میں کیا ترقی کی اس سلسلہ میں اس رپورٹ کا اقتباس پیش کرنا کافی ہوگا جس کو ندوۃ العلماء کے سابق ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ندوۃ العلماء کے جلسۂ انتظامی، منعقدہ ۱۲؍اگست ۱۹۹۲ء مطابق ۲۱؍صفر ۱۴۱۳ھ میں پیش کیا تھا۔

''ادھر چند سال سے ندوۃ العلماء سے مدارس کے الحاق، اس کے نصاب ونظام کے مطابق تعلیم اور اس کی سرپرستی ونگرانی کے حصول کی پیشکش ہی نہیں، اس کے لیے اصرار وسعی وکوشش بڑھتی جارہی ہے جس سے بیشتر اوقات انتظامی دقتوں اور ذمہ داری کے احساس کی بنا پر معذرت کی جاتی ہے لیکن اس معذرت کے باوجود جن مدارس کا ندوۃ العلماء

سے الحاق ہوگیا ہے اور وہ ندوۃ العلماء کی شاخ کی حیثیت سے کام کررہے ہیں اس کا نصاب پڑھاتے ہیں اور وہاں کے طلبہ وہاں کی تعلیم ختم کرکے دارالعلوم میں تعلیم کی تکمیل کے لیے آتے ہیں اور وہاں کے آخری درجوں کا امتحان دارالعلوم کے اساتذہ کی نگرانی میں ہوتا ہے ان کی تعداد اس وقت انہتر (۶۹) ہے جن میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کی مجموعی تعداد تیرہ ہزار دوسو اٹھتر (۱۳۲۷۸) ہے اور وہاں کے اساتذہ اور عملہ کی مجموعی تعداد سات سو اٹھارہ (۷۱۸) ہے۔ ان ملحقہ مدارس اور ندوۃ العلماء کی شاخوں میں حسب ذیل تعلیمی مراکز نمایاں اور خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور وہ خود اپنی جگہ پر ایک مرکزی دارالعلوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اہم مرکزی مدارس حسب ذیل ہیں :

☆ جامعہ اسلامیہ بھٹکل، کرناٹک ☆ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم، اورنگ آباد

☆ مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر، رائے بریلی ☆ مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی

☆ مدرسہ نورالاسلام جلپا پور، نیپال ☆=مدرسہ عالیہ عرفانیہ، لکھنؤ

☆ دارالعلوم تاج المساجد، بھوپال ☆ مدرسہ سید احمد شہید، کٹولی، ملیح آباد'

حضرات!

ملک کی تقسیم کے بعد سیکولر نظام تعلیم کی بنا پر مدارس اسلامیہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی چونکہ مسلمان ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت ہیں۔ اس ملک میں ان کی سیاست اور قیادت کی درخشندہ تاریخ ہے۔ بلکہ آج ملک میں تہذیب وتمدن کے جو اعلیٰ نمونے نظر آرہے ہیں یہی ان کے قافلہ سالار رہیں اور وہ تہذیب جس کے اندر اتحاد و مساوات اور علم وفن کی چھاپ ہے، جس نے زندگی کے ہر شعبے میں تابندہ نمونے چھوڑے

ہیں، ان ہی مسلمانوں کے فکر ونظر کی دین ہے۔ اس بنا پر ان طاقتوں کا سب سے زیادہ نشانہ مسلمان بنے اور نشر واشاعت کے ذرائع نے اپنی پوری طاقت اسلام کے نقوش کو مٹانے اور اسلامی تعلیم کے ساتھ عہد اسلامی کے روشن آثار کو مسخ کرنے پر مرکوز کردیا۔

پہلے یہ حملہ محدود پیمانے پر تھا۔ اس میں صحافی اور انتہا پسند تحریکوں کے لیڈر شریک ہوتے تھے۔ خود حکومت بھی یہ واضح کرتی تھی کہ یہ محدود جماعت ہی اس سرگرمی کو جاری رکھتی ہے۔ حکومت تو سیکولر ہے۔ وہ مختلف قوموں اور عقیدوں کے درمیان کوئی خلیج نہیں رکھنا چاہتی۔ وہ تو مختلف زبانوں، تہذیبوں اور عقائد پر مشتمل ایک معاشرہ قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ اس کا دستور ضمانت دیتا ہے کہ ملک میں بسنے والی تمام قوموں کے حقوق محفوظ ہیں ان کی اولاد کے لیے حسب روایات تعلیم کا حق حاصل ہے بلکہ حکومت نے وقتاً فوقتاً ایسی تدبیریں اختیار کی ہیں جن سے اقلیتوں کو سیکولرزم کے بارے میں مطمئن کرسکے۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ تعلیم کا اب ایک نیا راستہ اختیار کیا گیا ہے جسے رائج کرنے کے لیے ٹریننگ بھی شروع کردی گئی ہے۔ اب حالات اس قدر تیزی سے بدلتے جارہے ہیں کہ تہذیبوں، زبانوں اور آثار کے مٹنے کا خطرہ دوسری اقلیتیں بھی محسوس کررہی ہیں۔

ان حالات میں دینی تعلیم کی اہمیت اور دینی مراکز کے قیام کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی ہے۔ کیوں کہ مسلمان بچوں کی دینی تعلیم یوں تو ہر دور میں مسلمانوں کی ایک اہم ذمہ داری رہی ہے لیکن آج کل کے مخصوص حالات میں تو اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اب یہ مسئلہ اس ملک میں مسلمانوں کی موت و زیست کی حیثیت اختیار کرچکا ہے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ یہ مسئلہ اہمیت کا حامل ہے۔ ہم

تھوڑی دیر کے لیے یہ تو برداشت کر سکتے ہیں کہ زندگی کی ان آسانیوں اور راحتوں سے محروم ہو جائیں جن کی خاطر دوسرے لوگ مذہب اور اخلاق کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن اپنے ایمان اور عقل کی سلامتی کے ساتھ ہم یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ہم یا ہماری نسلیں اسلام سے بے بہرہ ہو جائیں۔ ایک مسلمان کی سب سے بڑی آرزو یہ ہونی چاہئے کہ اس کے بعد اس کی اولاد کا رشتہ دین سے منقطع نہ ہونے پائے جس شخص کا دل جس قدر جذبۂ ایمان سے لبریز ہوگا اسی قدر اسے اولاد کے بارے میں یہ فکر دامن گیر ہوگی۔ قرآن میں ارشاد خداوندی ہے :

’’جب (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو انھوں نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا، بچو! میرے بعد تم کس کی بندگی کرو گے؟ ان سب نے جواب دیا: ہم اسی ایک خدا کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے بزرگ ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) نے خدا مانا اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔‘‘

اس آیت سے مومنِ کامل کے اندازِ فکر کا پتہ چلتا ہے کہ اسے اپنے بعد سب سے زیادہ جس بات کی فکر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی اولاد جادۂ مستقیم سے منحرف نہ ہونے پائے اور ہمیشہ اس کی زندگی کا مطمحِ نظر خدا، رسول اور اس کی تعلیمات ہو۔

ہندوستان کے مسلمان اس وقت فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ یہاں ملت اسلامیہ کی بقاء کے لیے ایک پرعزم اور دانشمندانہ جدوجہد کی ضرورت ہے تاکہ ان کی اجتماعی وانفرادی حیثیت باقی رہ سکے اور وہ اس ملک میں اپنی اسلامی خصوصیات کے ساتھ ملک کے حالات و واقعات سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ دینی مراکز ہی وہ مضبوط قلعے ہیں جہاں اسلامی

خصوصیات کی نگہداشت وحفاظت ہوتی ہے۔ آج سے نصف صدی قبل علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ’’معارف‘‘ کے شذرات میں مدارس اسلامیہ کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا تھا: ’’ہم کو یہ صاف کہنا ہے کہ عربی مدرسوں کی جتنی ضرورت آج ہے کل جب ہندوستان کی دوسری شکل ہوگی اس سے بڑھ کر ان کی ضرورت ہوگی۔ ہندوستان میں وہ اسلام کی بنیاد اور مرکز ہوں گے، لوگ آج کی طرح کل بھی عہدوں اور ملازمتوں کے پھیر اور اربابِ اقتدار کی چاپلوسی میں لگے ہوں گے اور یہی دیوانے ملا آج کی طرح کل بھی ہوشیار ہوں گے اور رہیں گے۔ اس لیے یہ مدرسے جہاں بھی ہوں ان کو چلانا اور سنبھالنا مسلمانوں کا سب سے بڑا فرض ہے۔‘‘ (معارف، نومبر ۱۹۳۸ء)

مدارس اسلامیہ کی افادیت، ان کی اثر انگیزی اور ان کے دوررس نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے ملت اسلامیہ کے گل سرسبد، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ رقم طراز ہیں :

’’مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالم اسلام کا بجلی گھر (پاور ہاؤس) ہے، جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے۔ مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب ونگاہ اور ذہن ودماغ ڈھلتے ہیں۔ مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے۔ جہاں کا فرمان پورے عالم پر نافذ ہے، عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں۔ مدرسہ کا تعلق کسی تقویم، کسی تمدن، کسی عہد، کسی کلچر اور زبان وادب سے نہیں کہ اس کی قدامت کا شبہ اور اس

کے زوال کا خطرہ ہو۔اس کا تعلق براہ راست نبوت محمدی سے ہے جو عالمگیر بھی ہے اور زندہ جاوید بھی۔اس کا تعلق اس انسانیت سے ہے جو ہر دم جواں ہے،اس زندگی سے ہے جو ہمہ وقت رواں اور دواں ہے۔مدرسہ درحقیقت قدیم وجدید کی بحثوں سے بالاتر ہے۔وہ تو ایسی جگہ ہے جہاں نبوتِ محمدی کی ابدیت اور زندگی کا نمو اور حرکت دونوں پائے جاتے ہیں۔“ (پا جا سراغِ زندگی)

حکیم احمد شجاع اپنی کتاب ”خوں بہا“ حصہ اول،صفحہ ۴۳۹ پر رقم طراز ہیں کہ لاہور آکر میں نے پاک پٹن شریف (منٹ گمری) کے مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت اور اپنے ان احساسات کی روداد ڈاکٹر محمد اقبال کو سنائی۔وہ پہلے حسب عادت میری باتیں سنتے رہے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں میرے احساسات سے ہمدردی ہے۔پھر آنکھیں بند کر کے سوچنے لگے۔جب میں اپنی کہانی سنا چکا تو فرمایا:”جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی۔میں بھی وہی کچھ چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو۔انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کر دے۔“ پھر علامہ نے فرمایا :

”ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو،غریب مسلمانوں کے بچوں کو ان ہی (مدرسوں) میں پڑھنے دو۔اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے، جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو (۸۰۰) برس حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے

نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو (۸۰۰) سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔“

حضرات!

اورنگ آباد ہندوستان کا ایک مشہور تاریخی شہر ہے۔یہ علاقہ علاء الدین خلجی کے عہدِ حکومت میں سلطنت دہلی کا باجگذار بنا۔۱۳۴۷ء میں یہاں دکن کے بعض حکمراں قابض ہوئے۔پھر نظام شاہیوں کے قلمرو میں شامل ہو کر سلطنت احمد نگر کا حصہ بن گیا۔اکبر نے یہ علاقہ ۱۵۳۶ء میں فتح کیا۔

نظام شاہی سلطنت کے با اقتدار وزیر ملک عنبر نے اس شہر کو آباد کیا،جب اورنگ زیب نے اسے دکن میں اپنا مستقر بنایا تو اس کا نام ان کے نام کی مناسبت سے اورنگ آباد ہو گیا۔جب سلطنت مغلیہ پر ضعف طاری ہوا تو نظام الملک آصف جاہ (بانی ریاست حیدر آباد) نے دکن میں خودمختاری اختیار کر لی،تو پہلے دار الخلافہ برہانپور کو چھوڑ کر اورنگ آباد کو اپنا دار الخلافہ بنایا،اورنگ آباد سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر دولت آباد واقع ہے،یہاں ایک مضبوط قلعہ ہے جو پہاڑ کو تراش کر بنایا گیا ہے اور ناقابل تسخیر سمجھا جاتا ہے۔اس پر علاء الدین خلجی نے چڑھائی کی اور اس قلعہ کو سر کیا۔اس حملہ میں امیر خسرو ان بھی شریک تھے اس کے بعد محمد تغلق نے دہلی کو اجاڑ کر دولت آباد کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔اس مدت میں شمال اور جنوب کا جو رابطہ قائم ہوا،اس کے اثرات زبان وادب اور آدابِ معاشرت وطرزِ زندگی پر آج بھی باقی ہیں۔دولت آباد دار الخلافہ نہیں رہا لیکن اس کے سر بفلک عمارتوں کے

کھنڈرات آج بھی داستانِ عبرت سنا رہے ہیں ۔

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش حقیقت نیوش ہے

دکن کی یہ سرزمین ابتدا ہی سے جہاں بانی اور جہانگیری کے نقطۂ نظر سے مسلم سلاطین کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ جب سلطنت مغلیہ کے عظیم فرماں روا محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کا دور مسعود آیا تو ان کے پچیس سالہ صوبیداری کے ایام اسی شہر کی آغوش میں گزرے۔ اس زمانے میں علمائے کرام، مشائخ عظام اور علوم وفنون کے ماہرین کا یہ شہر گہوارہ بن گیا۔ اسی زمانے میں ملک عنبر کی تعمیر کردہ (ربیع الآخر ۱۰۲۳ھ) جامع مسجد کی توسیع عالمگیر اورنگ زیب کے حکم سے عمل میں آئی اور اس کے اطراف کمرے تعمیر کیے گئے جہاں دکن کی اولین فقہ وحدیث کی تحقیق کا مرکز قائم ہوا۔ اور یہیں فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کے ابتدائی خاکوں کی منصوبہ بندی عمل میں آئی اور ایک مدت تک جامع مسجد اور اس کے کمروں کی فضا قال اللہ اور قال الرسول کی روح پرور صداؤں سے معمور رہی۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد یہ کمرے ان روح پرور صداؤں اور دلکش و دلربا مناظر سے محروم ہو گئے تو اس کے بعد ایک عرصہ تک سلطنت آصفیہ قائم رہی، لیکن علمی اور دینی میدان میں جو انحطاط پیدا ہوا تھا وہ بدستور باقی رہا بلکہ بڑھتا ہی گیا۔ خدا فراموشی و دین بیزاری اور عیش کوشی کی موجیں بڑھتی رہیں، یہاں تک کہ سلطنت آصفیہ کا چراغ بھی گل ہو گیا اور ہندوستان میں مسلمانوں کے دورِ اقتدار کا آفتاب گہن آلود ہو گیا۔ دنیوی وجاہتیں اور مناصب جو مسلمانوں کی توجہ کا مرکز قرار پائے تھے، اس کے حصول کے مواقع بھی جاتے

رہے۔ دل کی دنیا تو مدتوں سے ویران پڑی تھی، اب زندگی کے بھی لالے پڑنے لگے۔ ہر طرف یاس وقنوطیت کی فرماں روائی تھی کہ اس صدی کے وسط میں رحمت الٰہی جوش میں آئی اور مولانا محمد سعید خاںؒ کی دعوتی کوششوں سے دکن کے مسلمانوں میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس سے دینی بیداری اور زندگی کی ایک نئی روح پیدا ہوئی اور اس ادارہ کی برکت سے مسجدیں آباد ہونے لگیں اور دل کی دنیا کی آبادی کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔

حضرات!

اس نوخیز ادارہ کے اہتمام و نظامت کے لیے مؤسس جامعہ کی نظر انتخاب پروفیسر محمد قاسم راز پر پڑی، پروفیسر محمد قاسمؒ دینی جذبہ کے ساتھ ساتھ اردو، فارسی اور انگریزی پر یک گونہ دستگاہ رکھتے تھے۔ شعر وشاعری سے بھی دلچسپی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ موسس جامعہ کی ان سے ذہنی وفکری ہم آہنگی تھی۔ اس ادارہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے اور اس ادارہ کو اس پورے علاقہ کا دینی ودعوتی مرکز بنانے میں پروفیسر محمد قاسمؒ صاحب نے شب و روز غیر معمولی محنت اور بے پایاں جدوجہد کی۔ موجودہ ناظم جامعہ مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی کا اس جامعہ کے اولین استاد کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ اس طرح چند افراد پر مشتمل یہ قافلۂ سخت جاں جانب منزل رواں دواں ہو گیا۔ پروفیسر محمد قاسم کی سبکدوشی کے بعد مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ اس جامعہ کے ناظم مقرر کئے گئے اور تقریباً نصف صدی تک وہ اس ادارہ کی نظامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کے دورِ نظامت میں جامعہ نے ناقابل تصور حد تک ترقی کی منزلیں طے کیں اور ہند گیر پیمانے پر اس کی مخصوص شناخت تسلیم کی جانے لگی۔ مولانا محمد ریاض الدین فاروقی (ولادت: ۱۵/جنوری ۱۹۳۷ء،

وفات ۱۷رستمبر ۲۰۱۵ء) کی وفات کے بعد مولانا محمد معزالدین فاروقی ندوی کا بحیثیت ناظم جامعہ انتخاب عمل میں آیا۔ان کی نظامت کا دورانیہ بہت مختصر رہا۔ان کی سبک دوشی کے بعد اس جامعہ کے سابق استاذ اور معزز رکن مجلس عاملہ مخدوم مکرم حضرت مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی مدظلہ العالی کو جامعہ کی مجلس عاملہ نے بہ اتفاق ۲۰۱۹ء میں جامعہ کا ناظم مقرر کیا اور مقام مسرت ہے کہ جامعہ میں اس وقت امن وسکون کی فضا قائم ہے اور خدا کے فضل وکرم اور ارباب جامعہ کی کاوشوں سے جامعہ تمام بیرونی مداخلت اور چیرہ دستیوں سے محفوظ ہے اور خوداعتمادی وحوصلہ مندی کے ساتھ ترقی وکامرانی کی طرف پیش قدمی کے ساتھ رواں دواں ہے۔حاجی عبدالعزیز حاجی جمال اور حاجی نورمحمد سابق صدور مجلس عاملہ کی سبکدوشی کے بعد آج موجودہ مجلس عاملہ اور اس کے صدر باوقار الحاج عبدالجبار حاجی محمد غوث صاحب، رکن مجلس عاملہ جناب محمد اسلم خان صاحب، جواں سال وجواں عزم جنرل سکریٹری مجلس عاملہ مولانا محمد رضوان خان ندوی صاحب اور اس قافلہ کے سرخیل ناظم جامعہ مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی صاحب اور تمام معزز ارکان عاملہ کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کے طور پر ''مولانا محمد سعید خان: حیات وخدمات'' کے موضوع پر (۲۵-۲۴ردسمبر ۲۰۲۲ء، بروز ہفتہ واتوار) رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیر اہتمام یہ سیمینار منعقد ہو رہا ہے۔جامعہ کے ذمہ یہ ایک قرض تھا جس سے یہ جامعہ بہ دیرسہی آج سبکدوش ہو رہا ہے اور بانیٔ جامعہ کی کاوشوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

جس وقت جامعہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی عجیب بے سروسامانی کی حالت تھی۔طلبہ کی کمی، وسائل کی قلت، ماحول کی ناسازگاری اور دینی تعلیم کے حصول سے یک گونہ بے

رغبتی، ان حالات میں یہ قیاس آرائی مشکل تھی کہ ایسے ناسازگار ماحول میں نشو ونما پانے والا یہ پودا مستقبل میں ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر لے گا۔لیکن خدا کے فضل سے منزل بہ منزل یہ جامعہ ترقی کرتا گیا۔اور زہرہ گداز وصبر آزما حالات کے باوجود اس کی ترقی صحبت تنزل سے کنارہ کش رہی اور آج یہ جامعہ صرف مراٹھواڑہ ہی نہیں بلکہ صوبۂ مہاراشٹر میں ایک عظیم اور مثالی درس گاہ کی حیثیت کا حامل ہے اور اس کی طرف انتساب قدردانوں کے لیے وجہ افتخار اور سامانِ تعارف ہے۔

مولانا محمد سعید خانؒ کے عمل پیہم اور جاں گسل بادیہ پیمائی وصحرا نوردی کے دو ہی میدان تھے۔ایک دینی درسگاہ کی تاسیس اور دوسرے کار تبلیغ ودعوت کی تاسیس وتوسیع۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس اورنگ آباد کا تاریخی پس منظر اور اس وقت کے ناسازگار حالات کی یک گونہ تصویر آپ کے سامنے آ چکی ہے۔

کار دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ کی جاں کاہی دیدنی تھی۔مساجد کی مرثیہ خوانی، عوام کی دینی وفکری زبوں حالی بلکہ دین سے ایک قسم کی بیزاری آپ کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی اور آپ بادلِ بریاں اور باچشم گریاں مرکز نظام الدین دہلی تشریف لے گئے۔وہ زمانہ بانی تبلیغ مولانا محمد الیاسؒ کے فرزند ارجمند امیر جماعت تبلیغ مولانا محمد یوسفؒ کی امارت کا زمانہ تھا۔وہاں آپ کو درد کا درماں اور زہر کا تریاق میسر آیا۔آپ وہاں سے دعوت وتبلیغ کی شمع فروزاں لیے اورنگ آباد لوٹے اور جس طرح ۱۹۵۹ء میں مرکز نظام الدین دہلی کی دینی درسگاہ مدرسہ کاشف العلوم کے نام پر اورنگ آباد میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس عمل میں آئی اسی طرح ۱۹۵۹ء میں ہی آپ کی سعی ناتمام سے اورنگ

آباد میں پہلا تبلیغی اجتماع منعقد ہوا اور پہلی مرتبہ اورنگ آباد سے پیادہ پا جماعت دہلی کے لیے روانہ ہوئی۔ پھر یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ اورنگ آباد اور اطراف میں جماعتیں کثرت سے جانے لگیں۔ دینی جہالت کی شدت کم ہوئی، مسجدیں آباد ہونے لگیں، شراب، جوا اور بدعات وخرافات کی معاشرہ میں پیوست جڑیں کمزور پڑنے لگیں۔ لوگوں کو للّٰہیت وخدا پرستی کی فضا میسر آئی اور فرائض سے پہلو تہی کرنے والے تہجد گذار اور فرش مخمل پر محوِ خواب افراد نالۂ نیم شبی اور آہ سحر گاہی کے متوالے ہوگئے۔

مولانا محمد سعید خاں صاحب نے پورے علاقے کا تبلیغی دورہ کیا اور افراد سازی کے لیے منصوبہ بندی کی۔ ہر بڑے شہر میں تبلیغی مراکز قائم ہوئے۔ اورنگ آباد میں لوٹا کارنجہ کی مسجد میر جنگو میں مرکز قائم ہوا جو اب بھی دلوں کو نور اور آنکھوں کو سرور عطا کرنے میں سرگرم ہے اور اس کے مخلص اور تربیت یافتہ کارکنان شمع دعوت وتبلیغ کی لَو کو خدا سے لو لگانے تک وسعت دینے میں مصروف ہی نہیں بلکہ منہمک اور اس سلسلہ میں دیدہ و دل فرش راہ کیے ہوئے ہیں۔

آپ نے مہاراشٹر، کرناٹک، آندھرا پردیش، یوپی، گجرات اور دہلی کے علاوہ بیرون ملک انگلینڈ، فرانس، آسٹریلیا اور بلجیم کے دینی ودعوتی اسفار کیے اور حصول سعادت حج اور کار دعوت وتبلیغ کی توسیع کی غرض سے آپ نے پہلی بار ۱۹۷۸ء میں حجاز کا سفر کیا پھر دو سال کے وقفہ کے بعد ۱۹۸۱ء میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور پھر ایک سال کے وقفہ کے بعد ۱۹۸۳ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور تقریباً نصف سال تک حجاز کی مقدس سرزمین میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کرتے رہے اور کار دعوت وتبلیغ کی توسیع کے سلسلہ

میں مخلص کارکنان سے صلاح ومشورہ کے بعد اس کو عملی جامہ پہناتے رہے۔

حضرات!

خانوادہ یوسف زئی کے اس درویش صفت مرد مومن کا سب سے بڑا امتیاز اس کا جذبۂ اخلاص تھا۔ اس کمالِ اخلاص کی سرمستی نے اسے فنائیت اور تواضع وکسر نفسی کے بام عروج تک پہنچا دیا تھا۔ اس بے پناہ جذبۂ اخلاص کا سب سے بڑا ثبوت خود جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم ہے۔ انھوں نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی، قرآنی تعلیم اور نبوی تربیت گاہ کی داغ بیل ڈالی، اسے دین اور دعوت دین کی مضبوط پناہ گاہ بنایا اور جہالت وخود فراموشی کی تیرہ وتاریک فضا میں فکر وفن کے چراغ روشن کیے لیکن اپنی ذات کو ہمیشہ پس پردہ رکھا۔ جامعہ کی صدارت کسی اور کے حوالے کی، اس کے اہتمام وانتظام کی ذمہ داری کسی اور شخصیت کے سپرد کی، درس وتدریس کے لیے کسی اور کا انتخاب کیا لیکن خود اس سنگ بنیاد کی طرح مضبوطی کے ساتھ جمے رہے جس پر پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے لیکن نظر نہیں آتی۔

جہاں میں بوئے گل سا کام تو کرنے کو جی چاہے
نگاہوں سے مگر بچ کر گزر جانے کو جی چاہے

ان کا دوسرا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ وہ عزم ویقین کے مرد میدان تھے یا یہ کہیے کہ عزم نے ان کی آغوش میں پرورش پا کر زندگی کے ماہ وسال گزارے تھے۔ انھوں نے حالات کی ناسازگاری کا کبھی گلہ نہیں کیا اور نہ کبھی حالات کے سامنے سرافگندگی کی بلکہ ہمیشہ سینہ سپر رہے وہ علامہ اقبال کے اس اصول پر ہمیشہ عمل پیرا رہے کہ ؎

حدیث بے خبراں تو با زمانہ بساز
زمانہ باتونہ سازد تو با زمانہ ستیز

انسان جب عزم محکم کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے تو سمندر پاٹتا ہے اور سنگ خارا کے سینے سے دریائے بے کراں اور چشمہ حیواں بہاتا ہے۔ وہ حالات کی ناسازگاری پر اشک باری نہیں کرتا بلکہ ناسازگار حالات پر سنگ باری کر کے اسے سازگار بناتا ہے۔ اس کی نظر اپنے ہدف اور منزل مقصود پر ہوتی ہے اور احساس کا بارگراں اسے ہر لمحہ ہر قدم پر سبک دوش رکھتا ہے۔ اگر جشن مقتل برپا ہو تو وہ فرحاں وشاداں پابہ جولاں تختہ دار تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور تختہ دار کو بوسہ دیتا اور اسے گلے لگاتا ہے۔

ان کی شخصیت کا تیسرا نمایاں وصف غیرتِ ایمانی اور حمیت دینی تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں میں خدا فراموشی اور خود فراموشی کی یہی صفت باقی رہی تو آئندہ نسلیں دیومالائی عقائد کے دام میں گرفتار ہو کر اپنے تشخص سے دست بردار ہو سکتی ہیں۔ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ذہنی کشمکش اور فکری ارتداد کا شکار ہے۔ ان حالات میں اگر ان کی دست گیری کی کاوش نہ کی گئی اور امت مسلمہ کو اس گرداب بلاخیز سے نکالنے کی حکیمانہ اور دلیرانہ کوشش نہ کی گئی تو یہ امت اپنے سرمایۂ حیات اور وراثت دینی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائے گی۔

کچھ رہے یا نہ رہے پر یہ تمنا ہے امیر
آخری وقت سلامت میرا ایمان رہے

ان کی حیات مستعار کی چوتھی امتیازی خصوصیت توکل علی اللہ اور خداوندانِ عالم اور بندوں سے شان بے نیازی تھی۔ بے نیاز این وآں نے ان کو زندگی کے ہر موڑ پر کامیاب وبارآور رکھا۔ جامعہ کی بنیاد اور کارِ دعوت وتبلیغ کی توسیع واشاعت کے لیے محض اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے سرکاری ملازمت کو خیرباد کہا کیوں کہ ان کے نزدیک ان

دونوں مقاصد کی تکمیل کے لیے یکسوئی ضروری تھی اور ملازمت اس یکسوئی میں سدّ راہ بنی ہوئی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے اپنی معاشی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے مختلف کاروبار کیے لیکن یہ کار معاش کبھی بھی ان کی زندگی کا مطمح نظر نہیں رہا اور نہ ہی ان کے مقاصد کی راہ میں اس نے درآنے کی کوشش کی۔ ان کی نظر میں توکل اور اسبابِ معیشت کی تلاش میں سرگردانی اور رزق حلال کی طلب میں جانفشانی میں تضاد کی نسبت نہ تھی بلکہ یہ دین ودنیا کا وہ جامع تصور ہے جسے اسلام نے کمالِ وضاحت کے ساتھ اہل دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

دین کے ساتھ دنیا کی وحدت کا تصور ان کے قلب ودماغ میں روز روشن کی طرح بالکل متعین، نمایاں اور واضح تھا اور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ کی بلیغ تعبیر کے مطابق ''نبوت محمدی کا ایک عظیم ناقابل فراموش اور گراں قدر تحفہ دین ودنیا کی وحدت کا انقلاب انگیز تصور ہے۔ اس کے نزدیک نہ کوئی چیز دنیا ہے اور نہ کوئی چیز دین، اس کے نزدیک ایک خدا کی رضا کی طلب، اخلاص اور اس کے حکم کی تعمیل کے جذبہ وارادہ سے بڑے سے بڑا دنیاوی عمل یہاں تک کہ حکومت، جنگ، دنیاوی نعمتوں سے تمتع، نفس کے تقاضوں کی تکمیل، حصول معاش کی جدوجہد، جائز تفریح طبع کا سامان، ازدواجی اور عائلی زندگی سب اعلیٰ درجہ کی عبادت، تقرب الی اللہ کا ذریعہ، اعلیٰ سے اعلیٰ ترین ولایت تک پہنچنے کا وسیلہ اور خالص دین بن جاتی ہے۔ اس کے برخلاف بڑی سے بڑی عبادت اور دینی کام جو رضائے الٰہی کے مقصد اور اطاعت کے جذبہ سے خالی ہو (حتی کہ فرض عبادتیں، ہجرت و

جہاد، قربانی وسرفروشی اور ذکر وتسبیح) خالص دنیا اور ایسا عمل شمار ہوگا جس پر کوئی ثواب واجر نہیں ہے۔'' (تعمیر حیات، شمارہ ۲۵/اکتوبر ۲۰۲۲ء، ندوۃ العلماء لکھنو)

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سارے مخلصین میں بھی اس وقت وحدت دین ودنیا کا تصور دھندلا پڑتا جارہا ہے اور اس میدان کے شہ سوار بعض دفعہ اپنی معاشی اور عائلی زندگی سے اس قدر بے گانگی برتنے لگے ہیں کہ پورا خانوادہ انتشار، پراگندگی، قنوطیت، مایوسی اور غیر یقینی صورتِ حال کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ انھوں نے اپنے جذبۂ سرفروشی، اخلاص، ولولہ، جوش وخروش اور قلب ودماغ میں نہاں غیر مرئی فولادی قوتوں کو اپنے رفقائے کار میں منتقل کیا، بعض دفعہ تڑپنا آسان ہوتا ہے لیکن اس تڑپ کو دوسروں میں منتقل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ ان کے اخلاص، دل سوزی، جاں کاہی اور نفس کشی کی برکت تھی کہ جو کارواں انھوں نے تیار کیا اور جو ہراول دستہ ان کی سرکردگی اور سرپرستی میں پروان چڑھا ، وہ فدائیت کے ساتھ تادم زیست ان کے شانہ بہ شانہ سرگرم عمل رہا۔

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ وخشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

اس عالم آب وگل میں بڑی بڑی شخصیتیں گزری ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی لیکن جب وہ رخصت ہوئیں تو وہ خصوصیات ان کے ساتھ رخصت ہوگئیں لیکن یہ ان کی خوش بختی تھی کہ انھوں نے ایسے رجال کار کو وجود بخشا جن میں سے ہر شخص ان کی فکر نارسا کا امین اور ان کے ولولۂ شرربار کا پرتو بنا ع

شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

رجال کار کو برپا کرنا اور اس کارگہ حیات بلکہ گرد بادشش جہات میں اپنا ہم نوا، ہم سفر اور ہم صفیر بنا کر میدان علم وعمل کے نشیب وفراز اور ناہمواریوں کے سپرد کرنا مشکل ترین امر ہے لیکن اب ان کا یہ کارنامہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے اور اس کی درخشندگی اور تابانی جامع مسجد اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے در وبام سے آشکارا اور ہویدا ہے۔

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

تصنیف وتالیف اور خطابت اظہار کے دو ذرائع ہیں۔ وہ بلاشبہ مصنف ومولف نہ تھے اور نہ روایتی خطیب، لیکن ان کی خطابت کی اثر انگیزی کا منظر دیدنی ہوتا تھا، ان کی درد وسوز میں ڈوبی ہوئی تقریر تار دماغ پر نہیں بلکہ تار دل پر زخمہ زنی کا فریضہ انجام دیتی تھی۔ دعوت وتبلیغ کے مختلف موضوعات پر ان کی موثر اور پرمغز تقریر ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتی تھی۔ ان کی جامع مسجد میں جمعہ کی تقریر ہو یا مرکز لکھنو اور مرکز نظام الدین دہلی اور اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک مختلف مراکز کا خطاب ہو، سننے والا ان کے درد پنہاں کو محسوس کیے بغیر نہ رہتا۔ مجمع پر وارفتگی کی کیفیت طاری ہوجاتی اور پھر درد وسوز میں ڈوبی ہوئی اُن کی دعا زبان حال سے یہ کہتی۔

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

تبلیغ و دعوت میں ان کی خطابت کے دو شہ پر تھے۔ایک حکمت اور دوسرے موعظت حسنہ۔وہ ہر جگہ اور ہر وقت روایتی اصول پرستی کی حد بندیوں کے قائل نہ تھے۔ راوی صادق و امین کا چشم دید بیان ہے کہ مولانا مرحوم نے ایک بار آگرہ کے تبلیغی سفر کے دوران ایک ایسے صاحب جبّہ و دستار خانقاہی بزرگ کی خدمت میں تبلیغ کی غرض سے حاضری کا فیصلہ کیا جو اس کے شدید مخالف تھے اور اہالیان شہر آگرہ نے بہت کم ان کو اپنی خانقاہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔مولانا محمد سعید خاں صاحب مغرب سے کچھ پہلے حاضر خدمت ہوئے اور نذرانۂ سلام پیش کیا۔انھوں نے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔جواب دیا گیا سرزمینِ اورنگ آباد و خلد آباد سے۔وہی خلد آباد جہاں سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین چشتی کے آٹھ سو خلفاء فروکش ہوئے۔یہ سنتے ہی ان بزرگ نے خوش آمدید کہا اور پوچھا کہ کس مقصد سے تشریف آوری ہوئی ہے،فرمایا کہ اسی نسبت کو تقسیم کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔یہ سنتے ہی وہ بزرگ خانقاہ کی بلندی سے شاہ راہ آگرہ کی پستی پر اتر آئے اور عصر تا مغرب مولانا محمد سعید خاں صاحب کے ہمراہ آگرہ کی گلیوں میں نسبت تقسیم کرتے رہے۔پھر خانقاہ تشریف لائے ،مغرب کی نماز کی امامت مولانا محمد سعید خاں صاحب کے حصہ میں آئی پھر اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی للّٰہیت ، خداشناسی اور خداترسی کے دل دوز واقعات کا سلسلہ دراز ہوا، پھر جب دلی کے لیے روانگی اور رخت سفر باندھنے کا وقت آیا تو پھر وہی نسبت اور وراثت تقسیم کرنے کی آرزو کا اظہار اور اس میں شمولیت کی دعوت،اور وقت کے تقاضوں کے لحاظ اور شریعت کے مضمرات کی بالادستی کے ایک حسین مرقع کی پیش کشی۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

انسانی فضل و کمال اور دعوتی حسن و جمال کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔یہ سدا بہار سرچشمے ہی تشنہ لب انسانیت کے درد کا درماں ہیں۔ان سے دوری مہجوری کا سبب اور محرومی کا پیش خیمہ ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا کے رود دیوار کج

ان کی تقریر میں بیانیہ کا تسلسل مضامین کو ایک طلائی زنجیر میں باندھ کر رکھتا تھا۔ مجمع ساکت وصامت ایک صدائے پرسوز پر سراپا گوش اور زیروبم حکایات دل پذیر پر بادل و جاں مدہوش،مجمع کی نفسیات پر قابل رشک گرفت اور حالات کے لحاظ سے موضوع کے انتخاب کی ان کی غیر معمولی فراست و ذہانت عوام تو عوام کبھی مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو متاثر کرتی تو کبھی مناظر اسلام مولانا محمد منظور نعمانی کو مسحور و محصور کرتی اور کبھی امیر اعظم جماعت تبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی کو فجر کے بعد مرکز نظام الدین دہلی میں ان کی نے نوائی،سحر طرازی اور شرر باری پر اکساتی۔

عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے میری
نغمہ ہندی ہے تو کیا لے تو حجازی ہے میری

عام طور پر آپ کی تقریر کا دورانیہ بہت لمبا نہیں ہوتا تھا لیکن اس میں جاں سوزی اور سرمستی کے جذبات کی گلکاری چشم بینا کو خیرہ کرتی تھی۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سلسلۂ

کوہسار سے نرم خرام جوئے سرود آفریں دردل پر دستک دے رہی ہے اور مرغ زار حیات کو اپنے گہوارہ میں لے کر جھولے جھلا رہی ہے، آنکھیں اشک بار اور مزرع حیات کی بے ثباتی کا تصور ہر بنِ مو پر سوار، دورانِ تقریر ذات خداوندی پر توکل کی ایسی تصویر کشی اور اچھوتی تعبیر وتشریح کہ سارا مجمع آہ وفغاں کا پشتارہ اور دنیائے دل وجگر میدان آہوئے آوارہ۔

سروقد، ستواں ناک، کتابی چہرہ، کشادہ سینہ، چوڑی پیشانی، چہرہ طول کے ساتھ قدرے مدور، نظریں حیا کے بوجھ سے جھکی جھکی، گھنی داڑھی، فربہ جسم، شرربار سرمگیں آنکھیں، ہلکی مونچھ، سر پر کلاہ سیاہ، جسم پر کلی دار کرتہ اور پاجامہ جس کے پائینچے نہ زیادہ تنگ اور نہ بہت کشادہ اور کبھی کبھی قدرعنا پر خوبصورت حیدرآبادی شیروانی اور پیروں میں چرمی پاپوش، چہرہ جاذب نظر اور متفکر مگر تبسم ریز، سر کے بال کبھی آراستہ اور کبھی پریشاں، خوش لباس، خوش ذائقہ اور خوش خوراک، شیرینی کے دلدادہ، مہمان نوازی کے شوقین اور دسترخوان کے نوشہ، وقت مسرت زیرلب تبسم، دم گفتگو نرم خرام اور دم جستجو شررانجام، برجستگی کا بابر بازی گر اور عزم وحزم کا اورنگ زیب نکتہ سنج، دن کا مرد شہ سوار اور رات کا قلندر کارزار، قرآن سے بے پناہ عشق اور ہمہ تن اس کی تلاوت وتدبر میں سرشار اور گرفتار، سادگی طرّہ امتیاز اور تواضع نگارِ دل نواز۔ حلقہ یاراں میں نرم وخوش نوا اور بزم اغیار میں برق خوں چکاں، ایثار کی روح مجسم اور اخلاص کی شب تاب کرن، توکل وقناعت کا گل سرسبد اور صبر ورضا کا پیکر صد رشک، خلوت پسند مگر جلوت کا مرد میدان، دورِ زوال میں عروج کی نوید اور فصل خزاں میں بہار کا نقیب، یاس وقنوطیت کے لیے شمشیر براں اور امید وشادکامی کے لیے ابر باراں۔

ہے اپنی کشت ویراں سرسبز اس یقیں سے
آئیں گے اس طرف بھی اک روز ابر باراں

تکوینی طور پر خلقِ خدا کی ہدایت کے لئے ماموراور مخلوقِ خداوندی کی بے سمتی پر محزون ورنجور، دل کی بیباکی وبے تابی کی دولت بے بہا سے مالا مال اور نور بصیرت کے بے مثال لعل وگہر سے گراں دامن۔

وہ مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک اور فکر وعمل میں مثبت سوچ کے حامل تھے اور اس دور انتشار میں کلمہ کی بنیاد پر اتحادِ امت کے علم بردار ہی نہیں بلکہ اس کے ترجمان ونقیب تھے۔ ان کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہی کہ امت متحد ہو اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح یہ امت مضبوط ہو اور وہ اپنی بساط کے مطابق گریبان تارتار کے لیے رفوگری کا جاں گسل فریضہ انجام دیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ کلمہ کی بنیاد پر ہی امت متحد ہو سکتی ہے اس لیے ان کے خطابات ہمیشہ منفی رجحانات اور غیر منطقی علائم ورموز سے یکسر خالی ہوتے تھے۔ ان کی دعوتی زندگی کا یہ پیام ازلی تھا کہ۔

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

ان کی مجلس میں علماء اور اہل علم کا احترام دیدنی تھا، اور وہ اپنے قول وعمل سے ہمیشہ اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ ان کا یہ عمل کل بھی لائقِ تقلید تھا اور آج بھی سزاوارِ اتباع و اقتداء ہے۔ وہ سراپا انجمن تھے اور ان کے چمنستان صد بہار میں پھوٹنے والی کلیاں بھی رشک چمن تھیں۔ ان کی خلوت سدا بہار اور ان کی جلوت سراپا بادبہاری۔

وہ ایک بار یہاں سے گزر گئے مگر اب تک
ہوائے رحمت پروردگار آتی ہے

وہ جو بات بھی کہتے دوٹوک کہتے ،لاگ لپٹ سے کبھی ان کا واسطہ نہ رہا،فلسفیانہ موشگافیوں سے ہمیشہ انھوں نے پہلوتہی کی۔حق اور باطل کا فرق ان کے ذہن ودماغ میں بالکل واضح تھا۔تملق ، غاشیہ برداری، چاپلوسی، منقبت گوئی اور دروغ آمیز ستائش کی سرحدوں سے انھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھا۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں اغیار بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

جن حضرات کی بے لوث عملی جدوجہد سے خوش ہوئے ان کو اپنے قلب ونظر میں جگہ دی،ان کو القاب سے نوازا جس کو ''سرکار'' کا تمغہ دیا لوگ اس کا نام بھول گئے وہ زندگی میں بھی ''سرکار'' ہی رہا، وہی اس کا ذریعہ تعارف ٹھہرا اور موت کے بعد بھی سرکار ہی وجہ تعریف ،کسی کو ''منتری'' کا لقب دیا تو بغیر محکمہ کے وہ زندگی بھر ''منتری'' ہی رہا اور جب اس دنیا سے جارہا تھا تو ''منتری'' ہی تھا اور اب بھی ''منتری'' ہی ہے۔اور اب لوگ منشی شیخ چاند اور عبدالقادر کے نام سے کم اور سرکار اور منتری کے نام سے زیادہ جانتے ہیں۔وہ زبان کیسی زبان تھی کہ جو چیز وہاں سے نکلی دل پر نقش ہوگئی اور وہ کلیم کیسا کلیم تھا کہ جس کلام کا اس کی جنبش لب سے ظہور ہوا وہ زبان زد خلائق ہوگیا۔

اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال کے محرم نہیں پیرانِ طریق

انسانوں کی خوبیاں ہی انھیں حیات جاوید عطا کرتی ہیں اور ان کے کارنامے ہی ان کو بقائے دوام بخشتے ہیں۔اس دنیائے آب وگل میں آنات مستعار کے لمحات گزار لینا ہی مقصد حیات نہیں ہے بلکہ ان لمحات کو کسی عظیم مقصد کی خاطر دارورسن کی دہلیز پر قربان کردینا

کامرانی کی شاہ کلید ہے۔اس آخری منزل پر پہنچ کر انسان طوق وسلاسل کی حد بندیوں سے آزاد ہوجاتا ہے۔مرحوم نے اپنی قدر وقیمت کا اندازہ لگایا اور پوری توانائی اس عظیم مقصد کی خاطر لگادی۔

اعلان حق میں خطرۂ دار و رسن تو ہے
لیکن سوال یہ ہے کہ دار و رسن کے بعد

اب ایسے افراد عنقا ہوتے جارہے ہیں جو اپنی کشتیاں جلا کر ناخدائی کا بھرم باقی رکھیں اور گرداب حیات میں اپنے پائے استقامت میں تزلزل نہ آنے دیں اور تلاطم خیز موجوں میں اس شان سے قدم رکھیں کہ ساحل خود شادمانی کی نوید لے کر آئے۔ورنہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ۔

اس بات کو کہتے ہوئے ڈرتے ہیں سفینے
طوفان کو خود دامن ساحل نے ہوا دی

حضرات!

راہ میں مشکلات آئیں لیکن انہوں نے صبر واستقلال اور پامردی سے اُن کا مقابلہ کیا۔انہوں نے اپنی تعلیمی اور دعوتی سرگرمیوں کے دوران سنت یوسفی بھی ادا کی اور تقریباً تین ماہ پس دیوارِ زندان بھی رہے لیکن صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا بلکہ ہم نفسوں کی ڈھارس بندھائی اور سرخ رو ہوکر نکلے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں

خردمندان عالم جب اپنی عارضی رہائش گاہ کی تعمیر کے لیئے خشت وسنگ کے حصول کی منصوبہ بندی کرتے ہیں تو واقف کارانِ جہانِ رنگ وبو سے رسم وراہ قائم کرتے ہیں۔ دکانوں کے پتے اپنی خاص ڈائری میں ثبت فرماتے ہیں۔ پھر ماہر معمار کی تلاش میں سرگرداں کو بہ کو پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے پھرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ پھر آرائش وزیبائش کا صبر آزما مرحلہ آتا ہے۔ لیکن اس مرحلہ کو بھی صبر وثبات اور خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں کیوں کہ ''دولت کدہ'' کی تعمیر کا خواب انھیں ہمیشہ آتش پا رکھتا ہے۔ اس جنون میں ان کا حسن کرشمہ ساز انھیں جاہ وحشم، فخر ومباہات، کرّ وفر اور دولت وثروت کی کارفرمائی کے وہ سبز باغ دکھاتا ہے کہ ان کے دماغ ہمیشہ جنت شداد کے خیابانوں میں محوخرام نظر آتے ہیں لیکن اس مردقلندر نے اپنی عارضی رہائش گاہ سے ہمیشہ پہلو تہی برتی۔ نہ اسے کبھی درخور اعتنا سمجھا اور نہ اس کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔

گزر اوقات کرلیتا ہے وہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کار آشیاں بندی

ہاں! اس نے اپنی دائمی رہائش گاہ کی تعمیر کی طرف توجہ کی اور اس کے تعمیری ساز و سامان کے لیے صحرا وبیاباں کی خاک چھانی، آہ سحر گاہی کی تلاش میں کبھی مغرب اور نالۂ نیم شبی کی جستجو میں کبھی مشرق کا سفر کیا، چشم نمناک اور دل شب تاب کی خلش اسے دریا بہ دریا اور یم بہ یم جادہ پیمائی پر مجبور کرتی رہی، اخلاص کی دولت بے بہا کی تلاش میں وہ بہت دور تک نکلا اور بامراد واپس آیا۔ لذت مناجات کی جستجو میں اس نے صحرا نوردی کی اور کوہ ودمن کی سنگلاخ راہوں نے اس کا استقبال کیا اور تمغۂ امتیاز وکامرانی سے نوازا۔ یہ تھے اس کے

دولت کدہ کے سنگ وخشت اور اس کے محل کے در و بام اور روزن دل آرام۔ افسوس اب ایسے لوگ کہاں جو اُس دنیا کی آبادی کی خاطر اِس دنیا کو ویران کریں۔ انھوں نے اِس نوری محل کے تعمیری ساز وسامان سے کُشتہ جاں فزا تیار کیا اور کشتگانِ خنجرِ تسلیم کی صفوں میں شامل ہوکر زندہ جاوید ہوگئے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تبلیغی اجتماعات میں ان کے خطاب کا دورانیہ عام طور پر کبھی ایک گھنٹہ، کبھی دو گھنٹے اور کبھی ڈھائی گھنٹوں کا ہوتا تھا اور جامع مسجد میں جمعہ سے پہلے مسلسل تیس سالوں تک ان کے پرمغز خطاب کا وقفہ عموماً بیس سے تیس منٹ کا ہوتا تھا۔ ان کے ہر دو خطاب قرآن و حدیث، اہل اللہ کے دل دوز واقعات اور مسلم حکمرانوں اور خاص طور پر محمد بن قاسم کی جرأت وہمت، اسلام سے ان کی قلبی وابستگی اور اسلام کی ترویج وتوسیع کے لیے ان کی وارفتگی وشیفتگی پر مشتمل ہوتے تھے۔ وہ ان واقعات کے ذریعہ امت مسلمہ کے دل کی انگیٹھی گرم روشن اور شرر بار رکھنا چاہتے تھے۔ خطاب کا انداز والہانہ اور اسلوب خردمندانہ سے زیادہ عاشقانہ ہوتا تھا۔ جب خطاب کرتے تو جسم وجان کو خطاب کی نذر کر دیتے۔ خطاب ان کی روح کی غذا سے پرے ان کی روح کا جزو لاینفک تھا۔

دعوت وتبلیغ میں اُن کے استغراق اور محویت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ایک بار وہ محوخوابِ استراحت تھے اور حالت خواب میں تقریباً چالیس منٹ تک دعوت وتبلیغ کے موضوع پر تقریر کرتے رہے۔ وہ تقریر ٹیپ ریکارڈر میں مقید کرلی گئی لیکن افسوس

صد افسوس کہ وہ کیسٹ محفوظ نہیں رکھی جا سکی اور ہم ایک اہم دستاویز سے محروم ہو گئے۔

مجھے اس عظیم جامعہ میں بیس سالہ تدریسی فرائض کی انجام دہی کے دوران ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۰ء تک (یعنی ان کی وفات تک) ان کی شخصیت کے خط وخال کو قریب سے دیکھنے، ان سے تبادلۂ خیال کرنے، ان کی فکر کو سمجھنے، ان کے خیالات کو پڑھنے اور ان کی شفقت ومحبت کے مسرت آگیں لمحات سے بہرہ مند ہونے کے بارہا مواقع میسر آئے۔ دوران علالت گھاٹی دواخانہ میں عیادت ومزاج پرسی کی سعادت بھی حصہ میں آئی۔ میں نے ہر حال میں ان کو صبر وشکر اور تسلیم ورضا کا پیکر پایا۔ ان کا کالبد خاکی شکر اور اس سے پیدا شدہ دوسری بیماریوں کی آماجگاہ بن چکا تھا اور وہ عمر کے اس حصے میں ماہی بے آب کی طرح دواخانہ کے پلنگ پر دراز مگر پرسکون اپنے رب کے فیصلہ پر مطمئن ہی نہیں بلکہ شاداں و فرحاں تھے۔ ان کی یہ کیفیت ہم عیادت کنندگاں کے لیے وجہ طمانیت، سبب دلبستگی اور دلِ رنجور میں امید کی کرن ہی نہیں بلکہ بجلی کی طرح کوندتی تھی۔ ضعف واضمحلال کے باوجود کبھی کبھی مزاح سے مجلس کو زعفران زار بنا دیتے اور غم اندوہ کی کیفیت کو مسرت وانبساط کی انجمن میں تبدیل کر دیتے۔ یہ تھے میرِ کارواں مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

جب ان کے لگائے ہوئے دونوں پودے لہلہانے لگے اور تخم ہزار ساماں برگ و بار کی منزلیں طے کرنے لگا، دونوں سمتوں کی عطر بیز خوشبو مشام جاں کو معطر کرنے لگی، لوگ جوق در جوق آنے لگے، دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس کی باد بہاری غنچہ کو گل اور گل کو گلستاں

کی دہلیز تک لے آئی، دونوں وادیوں پر ابر گہر بار برسا اور اس قدر برسا کہ اس سے رود جاں فزا نکلے، چشمے پھوٹے، ندیاں اُبلیں، نالے لب ریز ہوئے ساحل جو چھلکے اور خشک کھیتیاں سیراب ہونے لگیں۔ صحرا کی قسمت جاگی اور حد نظر تک سرو سمن اور لالہ وگل نے خار وخس کی جگہ لی۔ تو اَب بہ ظاہر مشیت ایزدی کی تکمیل ہو چکی تھی۔ ہدف پورا ہو چکا تھا۔ سنگہائے میل کی تنصیب عمل میں آچکی تھی، تشنہ کامی سے جھوجھتی تشنہ لبی بلبل ہزار داستاں بن کر نغمہ سرائی اور زمزمہ سنجی میں مصروف تھی۔ چشم یخ بستہ چشمۂ حیواں کو دعوت نظارہ دینے لگی۔ جامعہ اپنی بہار کی اکتیسویں منزل میں قدم رکھ چکا تھا اور میر جنگو میدان دعوت وعمل میں مسلسل صلح وآشتی کے لعل و گہر بکھیر رہا تھا۔ اس کی دعوت وتبلیغ کی نور افشاں کرنیں جویان حق اور رہ روانِ منزل کے لیے منارۂ نور بن کر ضوء افشانی اور گلہ بانی میں بسمل وسرگرداں تھیں کہ دس ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ (۱۰؍ جون ۱۹۲۷ء) کی فصل بہار اٹھائیس ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ (۲۲؍ جولائی ۱۹۹۰ء، بروز یکشنبہ) کو خزاں رسیدہ چمن میں تبدیل ہوگئی۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

جس جامعہ اور جامع مسجد کے لیے انھوں نے اپنی حیات مستعار کو آتشیں بنایا اسی کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے کیوں کہ ان سے ایسا یارانہ تھا کہ آنکھیں موندنے کے بعد بھی ہجر کا یارانہ تھا۔ اب عشق ومستی کی ایسی داستانیں کون رقم کرے گا۔

ایسی سنسان کبھی پہلے نہ تھی ہجر کی رات
دور تک قافلۂ صبح کے آثار نہیں

اے روح سعید تیری ترسٹھ سالہ زندگی استقامت وعزیمت، صبر ورضا، توکل و انابت، خودگری وخودگیری، خداشناسی وخداپرستی، تواضع وانکساری، قیادت وامامت، قلب و دماغ، خلوت وجلوت، ایثار وغم خواری، یقین محکم وعمل پیہم، زمانہ شناسی ومستقبل آفرینی، مردم گری ومردم سازی، عزم وحوصلہ، دُرباری ولعل سازی، متانت وخندہ روئی، بلند حوصلگی و بلند قامتی، قدردانی ورتبہ شناسی، توسع ووسیع مشربی، ہمدردی وانسانیت نوازی، خوداحتسابی و خودآفرینی اور دین ودنیا کی جامعیت کی عملی تعبیر تھی۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
تمنا دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

اے روح سعید تو خوش ہوجا کہ تیرے لگائے ہوئے دونوں پودے (جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور مرکز دعوت وتبلیغ میر جنگو) مسلسل برگ آفرینی اور بارآوری میں مصروف ہیں اور امین ہاتھوں میں ہیں اور تیری روح پرور صداؤں کی بازگشت پر کان دھرے، ہمہمہ خوانی اور زمزمہ سنجی میں ہمہ تن محو نالہ وشیون ہیں۔

میں اس تاریخی اجلاس کے موقعے پر رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم جامع مسجد اورنگ آباد (شاخ رابطۂ ادب اسلامی عالمی ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی) کی جانب سے بحیثیت جنرل سکریٹری (رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ) اپنی طرف سے اور رابطہ کے تمام معزز ارکان کی طرف سے، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم، اس کی مجلس انتظامی، ابنائے قدیم جامعہ، اہالیان شہر اورنگ آباد، ارکان مجلس استقبالیہ اور آپ تمام حضرات مندوبین کا دل کی گہرائیوں سے استقبال کرتا ہوں، خوش آمدید کہتا ہوں اور مخدوم

مکرم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم صدر رابطہ ادب اسلامی عالمی لکھنؤ (یوپی) کا مشکور ہوں کہ حضرت والا نے اجلاس کے سلسلہ میں ہماری رہنمائی اور ہمت افزائی فرمائی، موضوع کے سلسلے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور گوناگوں مصروفیات کی بنا پر عدم شرکت کی تلافی اپنے پیغام اور اپنے نمائندہ حضرت مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی مدظلہ العالی جنرل سکریٹری کل ہند رابطہ ادبِ اسلامی عالمی ندوۃ العلماء لکھنو اور مولانا وثیق احمد ندوی زیدمجدہ استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کو اس سیمینار میں شرکت کے لیے بھیج کر فرمائی، میں حضرت والا کا اور ان دونوں عظیم المرتبت مہمانانِ گرامی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ان سے اظہار ممنونیت کرتا ہوں۔

اسی طرح مخدوم مکرم فقیہ العصر جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی کا عمیق دل سے مشکور ہوں کہ اس مبارک موقع پر آپ کی تشریف آوری اور وہ بھی حیدرآباد سے ہماری جمعیت خاطر کا سبب بنی کیوں کہ مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بھی اسی تاریخی، علمی، تہذیبی اور غرناطۂ ہند حیدرآباد سے تھا، آپ کی تشریف آوری نے اس سیمینار کو رونق بخشی۔ ہم آپ کی خدمت میں دوبارہ ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور اہلاً وسہلاً ومرحباً کہتے ہیں۔

اسی طرح میں جواں سال سراپا عمل عالم دین مولانا محمد الیاس ندوی مدظلہ العالی جنرل سکریٹری رابطہ ادبِ اسلامی جنوبی ہند کو خوش آمدید کہتا ہوں اور ان کی تشریف آوری اور شرکت کو اِس سیمینار کے لیے فالِ نیک تصور کرتا ہوں۔

اور اخیر میں بارگاہِ الٰہی میں دست بہ دعا ہوں کہ یہ سیمینار کامیاب ہو اور پورے

علاقہ کے لیے سنگ میل، مینارۂ نور اور شاہ راہ عمل ثابت ہو اور دونوں گلستاں کے باغبانوں کو اللہ مامون ومحفوظ رکھے اور ان کو صبر واستقامت کی دولت سے نوازے۔

اور اخیر میں اس طویل سمع خراشی کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

محمد صدر الحسن ندوی مدنی

جنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ

اورنگ آباد، مہاراشٹر

تحریر: یکم نومبر ۲۰۲۲ء

●●●

آئینۂ کتاب

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن

من کی دنیا ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دنیا چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

(علامہ اقبالؒ)

خشت چہارم

پیغامات

ملک اور بیرونِ ملک سے دو روزہ قومی سمینار کے موقع پر جو پیغامات موصول ہوئے وہ اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور ان کی حیثیت علمی، دینی، تعلیمی، تربیتی، دعوتی، فکری اور تہذیبی ورثہ کی ہے اور جو قومیں اپنے ورثہ سے واقف ہوتی ہیں اور ان کی حفاظت کرتی ہیں وہی حقیقت میں بامِ عروج تک پہنچنے کی مستحق ہوتی ہیں۔

میں کہ میری نوا میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی سرپرست جامعہ اور سرپرست سمینار نے اپنے پیغام میں بجا طور پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ اصل فائدہ تو براہِ راست صحبت کا ہوتا ہے لیکن شخصیات کے حالات وکمالات سے واقفیت بھی براہِ راست صحبت کے فائدے کے قائم مقام بنتی ہے۔ اِس لئے شخصیتوں کے سوانحوں اور تذکروں سے اچھا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

●●●

پیغام

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی لکھنؤ

الحمدلله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيدالمرسلين و خاتم النبيين محمد و على آله و صحبه أجمعين و بعد :

مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ رابطۂ ادب اسلامی (مراٹھواڑہ) جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے بانی حضرت مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر دو روزہ سمینار منعقد کر رہا ہے جس سے مولانا مرحوم کی دینی، دعوتی، علمی، تربیتی اور اصلاحی خدمات سامنے آئیں گی اور نئی نسل اس سے فائدہ اٹھائے گی۔

حضرات! جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں رابطہ ادب اسلامی کے اس سے قبل پانچ سمینار منعقد ہو چکے ہیں۔ پہلا سمینار ۷۔۹/اکتوبر ۱۹۸۸ء میں ''نعتیہ شاعری: تاریخی وعلمی جائزہ وخصوصیات'' کے عنوان پر ہوا جس میں عالم عربی اور دوسرے ممالک کے ادباء وشعرا شریک ہوئے تھے۔ اس کے بعد ۷۔۹/اپریل ۱۹۹۵ء کو دوسرا سمینار بعنوان ''ادب میں سفرناموں کی اہمیت'' ہوا۔ تیسرا سمینار حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی شخصیت پر ہوا، جو حضرت مولانا کی رحلت کے فوراً بعد ہوا تھا۔ چوتھا سمینار ۷۔۸/جون ۲۰۰۹ء میں بعنوان ''مختلف زبانوں میں کتب سیرت کا ادبی جائزہ'' ہوا۔ پانچواں سمینار ۲۹۔۳۰/نومبر ویکم دسمبر ۲۰۱۳ء کو بعنوان ''ملت اسلامیہ کے مسائل وقضایا

علامہ شبلی اوران کے معاصر شعراء کے کلام میں'' ہوا۔امید ہے کہ یہ چھٹا علاقائی سمینار بھی اسی طرح کامیاب ہوگا جس طرح سابقہ سمینار کامیاب ہوئے۔ان سمیناروں کے انعقاد میں جامعہ کے سابق ناظم مولانا محمد ریاض الدین فاروقی صاحب ندویؒ کا قابل ذکر کردار رہا ہے۔

تاریخی شہر اورنگ آباد اور اہل اورنگ آباد سے جو میرا تعلق ہے اور اس سے پہلے یہاں رابطہ ادب اسلامی کے جو کامیاب سمینار ہو چکے ہیں اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ میں اس دو روزہ پروگرام میں خود حاضر ہو کر شریک ہوتا، لیکن جسمانی کمزوری اور صحت کی خرابی کی وجہ سے میرے لئے سفر اب آسان نہیں، اس لئے اس پیغام پر اکتفا کررہا ہوں۔

حضرات! انسان کی سیرت کی تشکیل میں اس کے سرپرستوں اور قریبی رفقا کی صحبت کا گہرا اثر ہوتا ہے، اس لئے لوگوں کی صحبت کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے اور اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جس کو اچھی صحبت ملتی ہے وہ آسانی سے اچھا انسان بن جاتا ہے۔اس کی صلاحیتوں کو اچھی مدد ملتی ہے۔اصل فائدہ تو براہ راست صحبت کا ہوتا ہے لیکن شخصیات کے حالات وکمالات سے واقفیت بھی براہ راست صحبت کے فائدہ کی قائم مقام بنتی ہے، اس لئے شخصیتوں کی سوانح اور تذکروں سے اچھا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔اس کا ایک ذریعہ سمینار اور علمی وادبی مذاکرہ بھی ہے۔اس طرح اہل فضل وکمال کی زندگیوں اور ان کے کارناموں کو آئندہ نسلوں کے سامنے لایا جاسکتا ہے تاکہ وہ ان کے سیرت وکردار سے واقف ہوں اور اپنی زندگیوں کو صحیح خطوط پر استوار کرسکیں اور آج کے اس مشینی دور میں جب ہر شخص مصروفِ عمل ہے، تذکروں کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔شخصیات کے تذکرہ کا فائدہ

یہ ہوتا ہے کہ اس عہد اور عہد کے مسائل اور تقاضوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، حوصلہ ملتا ہے، ہمت بڑھتی ہے اور کام کی مختلف راہیں سامنے آتی ہیں۔

آج کا یہ سمینار جس شخصیت پر ہو رہا ہے وہ خطہ اورنگ آباد کی مشہور شخصیت مولانا محمد سعید خاںؒ کی ہے۔جن کی زندگی کے مختلف میدانوں میں خدمات قابل قدر ہیں۔ان کا سب سے بڑا کارنامہ جامعہ کاشف العلوم کا قیام ہے جہاں کے فضلاء مختلف میدانوں میں اچھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اس سمینار میں مختلف ذوق ورجحان رکھنے والے شرکاء کو اپنے ذوق کی تسکین اور دلچسپی کا سامان ملے گا۔ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سمینار مفید ثابت ہوگا اور اس سے موجودہ نسل مولانا مرحوم کی خدمات وخصوصیات سے واقفیت حاصل کرے گی۔

آخر میں ہم جامعہ کاشف العلوم کے ناظم اور رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے صدر محبّ گرامی قدر مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی اور سمینار کے دیگر منتظمین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ ایک گمنام لیکن اہم شخصیت سے نئی نسل کو متعارف کرنے کا موقع فراہم کیا۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور کامیاب فرمائے۔

۲۷رجمادی الاولی ۱۴۴۴ھ — مولانا محمد رابع حسنی ندوی

۲۲ردسمبر ۲۰۲۲ء — ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

•••

پیغام

● حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمدللّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم

أما بعد :

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیر اہتمام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے بانی مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات پر ۲۴۔۲۵ر دسمبر ۲۰۲۲ء کو دو روزہ سمینار منعقد ہو رہا ہے، اس میں فکر وفن کے حاملین، ادباء و شعراء اور اہل تعلق اپنے مقالات پیش کریں گے جن سے مولانا محمد سعید خان کی شخصیت کے متعدد پہلو سامنے آئیں گے۔

مولانا محمد سعید خان کا نمایاں کام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا قیام ہے۔ ماشاء اللہ اس ادارہ نے نسل نو کی تربیت وتعلیم میں غیر معمولی حصہ لیا ہے اور ایک عرصہ سے یہ کام پورے اخلاص اور حسن عمل کے ساتھ جاری ہے۔ جامعہ سے تعلیم مکمل کر کے طلباء دارالعلوم ندوۃ العلماء آتے ہیں اور سند فراغت حاصل کر کے دینی خدمت میں مشغول ہوتے ہیں۔ مولانا محمد سعید خان نے ایک مرکزی تعلیمی ادارے کے ساتھ مکاتب پر بھی توجہ کی، جس سے اطراف واکناف میں دینی ماحول اور فضاء قائم ہوئی۔ ان کے بعد اس ادارہ کی قیادت و امارت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ کے ذمہ آئی۔ انہوں نے

جہد مسلسل سے اس ادارہ کے دائرہ کو مزید وسیع کیا اور تعلیم وتربیت پر توجہ دی۔

ہمیں خوشی ہے کہ رابطہ ادب اسلامی کا یہ سمینار مولانا محمد سعید خان کی شخصیت پر منعقد ہو رہا ہے۔ رابطہ ادب اسلامی کی داغ بیل مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ڈالی۔ وہ ایک عالمی، ادبی، اسلامی تنظیم ہے، اس کی شاخیں دنیا کے مختلف ممالک میں ہیں اور ان کے دفاتر سے اس کے ترجمان اور رسالے بھی شائع ہوتے ہیں جن میں علمی، دینی، اسلامی اور ادبی مضامین ہوتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں رابطہ ادب اسلامی کے اس سے پہلے بھی کئی سمینار ہو چکے ہیں جو اپنی معنویت وافادیت کے لحاظ سے کامیاب رہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سمینار کو قبول فرمائے اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔

راقم الحروف

(حضرت مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۴/۵/۱۴۴۴ھ/ ۱۹/۱۲/۲۰۲۲ء

●●●

پیغام

● حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

یہ معلوم کر کے بہت مسرت ہوئی کہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد مہاراشٹر جامعہ کے بانی جناب مولانا محمد سعید خان صاحب علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر منعقد دو روزہ قومی سمینار میں مقالات پر مشتمل مجموعہ مقالات کتابی شکل میں شائع کر رہا ہے۔

اکابر رفتگاں کے نقوش قدم پس آئندگان کے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں اور ان روشن نقوش پا کو علمی، عملی، دینی وسماجی خدمات کے سفر میں رہنما بناتے ہیں۔

جناب مولانا محمد سعید خان صاحب کی علاقہ ہی کے لئے بلکہ تمام واقفین کے لئے نمونہ کی مثالی شخصیت ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس اشاعت کو قبول فرمائے اور ادارہ کی ترقی و نیک نامی کا ذریعہ بنائے۔

(حضرت مولانا) مفتی ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند

۷؍شعبان ۱۴۴۴ھ

●●●

پیغام

● حضرت مولانا سید ارشد مدنی

صدر جمعیۃ علماء ہند

حامداً و مصلیاً اَما بعد! آج مورخہ ۸؍شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ یکم مارچ ۲۰۲۳ھ اورنگ آباد مہاراشٹر سے مفتی محمد نعیم صاحب مفتاحی استاذ جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد اور مولانا عبدالماجد قاسمی کاشف العلوم کی تشریف آوری احقر کے پاس ہوئی۔ ان حضرات نے جامعہ کاشف العلوم کے بانی حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات میرے سامنے بیان کی اور مرحوم کی ذاتِ گرامی پر ۲۴؍۲۵؍دسمبر ۲۰۲۲ء کے دو روزہ قومی سمینار کا تذکرہ بھی کیا۔

مرحوم مولانا محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ سن کر احقر کو یہ بات محسوس ہوئی کہ امت مسلمہ میں جہالت اور بے دینی کو ختم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ جگہ جگہ مکاتب دینیہ قائم کئے جائیں اور امت مسلمہ کو دعوت وتبلیغ سے جوڑ کر ان کے اندر کی بے دینی کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ مرحوم نے دہلی مرکز نظام الدین آکر رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں رہ کر دعوت وتبلیغ کی محنت کو سیکھا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ کے ایماء پر اورنگ آباد مہاراشٹر میں دعوت وتبلیغ کی محنت کو قریہ قریہ عام کر کے مورخہ ۱۰؍شوال المکرّم ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء کو شہر اورنگ آباد میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی، جس جامعہ سے آج تک

ہزاروں علماء وحفاظ اور دین کے داعی ومبلغ پیدا ہوئے جو ہندو بیرون ہند اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔مولانا محمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ عیہ کا یہ لگایا ہوا پودا اب ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرچکا ہے۔احقر بارگاہِ خداوندی میں دعا گو ہے کہ اللہ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو ترقی وعروج کے منازل طے کراتے ہوئے ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرمائے نیز اس کے اراکین واساتذہ کرام کی خدمات کو بے حد قبول فرمائے۔آمین

(حضرت مولانا) سید ارشد مدنی

صدر جمعیۃ علماء ہند

وصدر المدرسین دار العلوم دیو بند

۸؍شعبان ۱۴۴۴ھ

•••

پیغام

● حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی

مہتمم دار العلوم وقف دیو بند

آفتاب و ماہتاب کی ضوفشاں نورانیت کے مثل یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ مذاہب عالم میں دین اسلام ہی وہ منفرد دین ہے جس کو دین فطرت ہونے کا اعزاز حاصل ہے کیونکہ دین فطرت ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ دنیا میں انسان کے لمحۂ نمود و پیدائش سے لے کر اس کے وقت موعود تک اہم یا غیر اہم معمولی یا غیر معمولی کوئی مسئلہ حیات ایسا نہیں ہے جس کے لئے تعلیمات اسلام میں رشد و ہدایت، نصیحت و موعظت اور تلقین و رہنمائی کے پہلو موجود نہ ہوں، خواہ عبد و معبود کے درمیان ربط عبادات کے مسائل ہوں یا بین الانسانیت ہمہ نوع و ہمہ جہت معاملات درپیش ہوں۔حیات انسانی کی حفاظت کا مسئلہ ہو یا پھر انسان کی فطرت کے بنیادی اجزائے لوازمات کے زیر اثر بہر لمحہ ولحظہ ہمہ جہت ترقی کی تلاش وجستجو کے راستے سے نت نئے نتائج تک رسائی حاصل کرتے رہنا ہو، کوئی ایک وقفۂ حیات بھی اسلامی اصول ہدایات اور رہنمائی کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔فرق مقاصد کے ساتھ دینی وعصری درسگاہوں کا قیام انہی ہدایات کے انضباط کے تسلسل ہی کے عنوانات ہیں کیونکہ یہ حقیقت کسی بھی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ حیات انسانی کی ہر ایک حقیقت کی خشت اساس تعلیم پر ہی قائم ہے اور دین اسلام کی حقیقت آغاز کا یہی نقطۂ فکر ہے جس پر اسلام کی ہدایات و رہنمائی کی عمارت استوار ہے **اِقْـرَأْ بِـاسْـمِ رَبِّكَ الَّـذِىْ**

خَــلَــقَ کے عنوان سے اپنی کاملیت کا اعلان کرنے والے دین اسلام اور قرآن کریم کی مطلوب بنیادی ہدایات میں تعلیم کی عظمت و اولیت بعدازاں موقع بہ موقع تعلیم کو بنی نوع انسانی کے لئے فضل رب قرار دے کر انسانی زندگی میں اس کی اہمیت، افادیت اور لازمی ضرورت کے مختلف اسالیب سے تذکرے دراصل اسی ثابت شدہ حقیقت کے واضح اشارات ہیں کہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کی اصل کلید صرف اور صرف تعلیم پر ہی موقوف ہے اور ذات حق جل مجدہ کا انسانیت کے لئے یہی وہ عطا کردہ وصف خاص ہے جس کے سبب انسان کو کائنات میں بلاتفریق مرد وزن اشرف المخلوقات اور افضل الکائنات ہونے کا شرف عظیم حاصل ہے اور جس کے حصول کو فرض کے درجے میں مرد وعورت کے لئے یکساں قرار دیا گیا ہے، اسی لئے تعلیم سے انسانیت کے کسی حصے کو محروم کر دینا دراصل ہدایات ربانی سے انحراف کے مترادف زمرے میں داخل کہلاتا ہے۔

خوشا قسمت و بختاور اور امت کے محسنین ہیں وہ حضرات جن کے قلوب کو حق تعالیٰ نے انسانیت کے اس بلندترین مقصد کے لئے منتخب فرما کر امت کے اس فرض کفایہ کی تکمیل کے وسائل کو فروغ بہم پہونچانے کی خدمت پر مامور فرما کر دین و دنیا کی دائمی سرخروئی کو ان کے نصیب کا حصہ بنا دیا ہے۔ رخشندہ صفت اس فہرست میں جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے بانی محترم ومکرم جناب حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحب رحمہ اللہ کا نام نامی اسم گرامی کو مرہٹواڑہ اور اطراف کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ جن کا قلب مضطرب براہ تعلیم فلاح امت کے لئے دھڑکتا تھا جنھوں نے جد مکرم حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند و بانی آل انڈیا

مسلم پرسنل لا بورڈ کی فیض رساں صحبت وقربت پا کر دانائے راز کے طور پر اس حقیقت تک رسائی پانے کے لئے دینی تعلیم کے قدم بہ قدم معاصر علوم کی اہمیت کا ادراک فرماتے ہوئے بہر دو علم وفن کو دین و دنیا میں کامیابی کے اجزائے ترکیبی مانتے ہوئے نہ صرف اپنی ہی حیات عملی کو استوار کیا بلکہ اس تسلسل کو دراز فرماتے ہوئے قوم وملت کی تعلیم وتربیت اور صلاح وفلاح کے حوالے سے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد قائم فرما کر اپنے اور معاصر رفقائے کار سمیت نیز بااخلاص اخلاف کے لئے بھی بارگاہ رب ذوالفضل میں ان شاء اللہ ابدی مسرتوں کی راہ کو ہموار کیا ہے۔

مرحوم ومغفور کی راہ حق میں بے لوث اور مخلصانہ مساعی کو نئی نسل کی فکری استقامت اور مزاج سازی کے فروغ کی غرض و غایت سے منعقدہ سمینار ایک مستحسن قدم تھا۔ یقین ہے کہ اس کے روشن آثار، نتائج مستقبل میں دور تک ممتد ہوں گے۔ اس تعلق سے برادر محترم جناب مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی صاحب ناظم جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد اور ان کے ساتھ جملہ شرکائے کار مبارکباد کے مستحق ہیں۔ دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ آپ حضرات کی ان اجتماعی جہود کو مقصدی اعتبار سے کامیاب وکامران فرماتے ہوئے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

(حضرت مولانا) محمد سفیان قاسمی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

۸ر شعبان ۱۴۴۴ھ/ یکم مارچ ۲۰۲۳ء

●●●

پیغام

● حضرت مولانا محمود اسعد مدنی

صدر جمعیۃ علماء ہند

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے بانی مولانا محمد سعید خاںؒ کی زندگی کی نمایاں کامیابی یہ ہے کہ انھوں نے اس خطہ میں ایسا تعلیمی ادارہ قائم کیا جو منبع علم وفضل اور حق کے متلاشیوں کے لئے قندیل راہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دین کی خدمت کے مقصد سے جن لوگوں نے قدم اٹھایا اللہ رب العزت نے ان کو دونوں جہانوں میں عزت دی۔ دینی مدارس ربانی ہدایات کے سرچشمے اور اہل ایمان کی روحانی قوت کا ذریعہ ہیں۔ ان کے ذریعہ قرآن مجید، احادیث کریمہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور اشاعت ہوتی ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی ایسا چراغ جلائے گا، بلاشبہ اللہ رب العزت اپنی عنایت سے اس کی دین و دنیا دونوں کو روشن کردیں گے۔

مولانا محمد سعید خاںؒ نے بھی اس راہ کا انتخاب کیا ہے جس کا اجر بھی اللہ کے پاس ہے۔ آپ کا یہ بھی کمالِ وصف تھا کہ آپ اکابر رحمہم اللہ کے مسلک ومشرب پر چلتے ہوئے اصلاح معاشرہ اور جماعت تبلیغ سے پوری جاں نثاری کے ساتھ وابستہ رہے اور اپنی آنے والی نسل میں بھی یہ سوز دروں منتقل کردیا۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ نسل نو اپنے بزرگوں کی وراثت کو آگے بڑھائے گی اور پوری دانشمندی اور فکرمندی کے ساتھ خارِ راہ حق پر چلے گی۔

کسی بھی قوم کی سربلندی کے ستونوں میں اس کے صالح افراد ہی ہوتے ہیں۔ صالح اور فکرمند افراد گوکہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں، لیکن ان کی مخلصانہ اور درویشانہ

خدمات کے اثرات سے انقلاب برپا ہوجاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس میں ایک نہایت اچھوتے انداز میں حضرت ابوعبیدہ الجراحؓ کے کمالات کا تذکرہ کیا۔ پہلے اپنے مصاحبوں سے فرمایا کہ اپنی اپنی خواہش اور تمنا بیان کرو۔ کسی نے کہا میرا دل کرتا ہے کہ سونے چاندی سے بھرا ہوا میرا گھر ہو اور وہ راہ خدا میں صدقہ کردوں۔ کسی نے کچھ اور تمنا کا اظہار کیا۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے ''میرا دل کرتا ہے کہ ایک وسیع گھر ہو، جو ابوعبیدہؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو'' حضرت ابوعبیدہؓ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت کہا تھا۔ آج بھی امت کو ان ہی صفات سے متصف افراد کی ضرورت ہے جو اپنے آئیڈیل کے حصول کے لئے اپنے جذبات کو پس پردہ ڈالتے ہوں اور جن کا اصل مقصد اخلاص کے ساتھ ملت کی فلاح و بہبود اور رضائے الٰہی ہو، باقی تو اللہ رب العالمین کی کرم فرمائی شامل حال ہوتی ہے اور وہ اپنے فضل سے چھوٹے سے چھوٹے کام کو مینارۂ نور بنادیتا ہے۔

یہ جان کر مسرت ہوئی کہ حضرت مولانا مرحوم کی حیات وخدمات پر ادارہ نے ایک قومی سمینار منعقد کیا اور اب مقالات کو یکجا کرکے کتابی شکل دی جارہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اشاعت کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس کے مساعدین و معاونین کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور ہم سب کو اپنے اکابر کی راہ پر چل کر ملک وملت کی خدمت کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ (آمین)

(حضرت مولانا) محمود اسعد مدنی

صدر جمعیۃ علماء ہند

۱۴؍مارچ ۲۰۲۳ء

●●●

پیغام

● حضرت مولانا عبدالخالق (مدراسی)

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

آج مورخہ یکم مارچ ۲۰۲۳ء اورنگ آباد مہاراشٹر سے میرے دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند میں استاذ جامعہ کاشف العلوم مولانا مفتی محمد نعیم مفتاحی اور مولانا عبدالماجد قاسمی تشریف لائے۔ بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر جو دو روزہ سمینار ۲۴/۲۵ر دسمبر ۲۰۲۲ء کو جامعہ کاشف العلوم میں ہوا۔ ان حضرات سے اس سمینار کے احوال اور بانی جامعہ کی حیات وخدمات کو سنا۔ سن کر دل باغ باغ ہوگیا اور دل سے خوب دعائیں نکلیں۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ بانی جامعہ کے اخلاص کی وجہ سے یہ جامعہ پورے ہندوستان اور ان شاء اللہ پورے عالم کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوگا۔ اللہ جامعہ کی تمام ضروریات کا غیب سے تکفل فرما کر اساتذۂ جامعہ واراکین جامعہ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

(حضرت مولانا) عبدالخالق (مدراسی)

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۸ر شعبان ۱۴۴۴ھ

●●●

پیغام

● حضرت مولانا محمد سلمان منصورپوری

استاد دارالعلوم دیوبند

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد خطہ مرہٹواڑہ مہاراشٹر کا مرکزی دینی، تعلیمی اور تربیتی ادارہ ہے جس کا فیض دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اِس مدرسہ میں حفظ وتجوید کے ساتھ ساتھ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب کے مطابق درجہ عالمیت تک تعلیم کا معقول نظم ہے۔

اِس بافیض مدرسہ کی بنیاد داعی الی اللہ جناب الحاج محمد سعید خاں ابن محمد سکندر خاں مرحوم نے اورنگ آباد کی تاریخی عظیم جامع مسجد میں ۱۹۵۹ء میں رکھی۔ حاجی صاحب مرحوم بڑے فکرمند، علم دوست اور باہمت شخص تھے۔ موصوف جماعت دعوت وتبلیغ کے سرگرم رکن اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ حضرات میں تھے۔ آپ نے اِس علمی گلشن کی تاحیات آبیاری فرمائی۔ تا آں کہ یہ ایک تناور درخت کی شکل میں تبدیل ہوگیا اور آج اس کے ثمرات سے امت مستفید ہورہی ہے۔
فالحمدللّٰہ علیٰ ذلك

ضرورت تھی کہ حاجی صاحب موصوف کی دینی اور دعوتی خدمات کو اجاگر کیا جائے تاکہ آنے والی نسل کے لئے اُن کی زندگی کے نقوش رہنما بن سکیں۔ چنانچہ یہ بات معلوم ہوکر مسرت ہوئی کہ مرحوم کی حیات وخدمات پر ایک قومی سمینار دسمبر ۲۰۲۲ء میں جامعہ

کاشف العلوم میں منعقد کیا گیا جس میں جناب بانی جامعہ کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی اب انہیں تحریروں اور بیانات کو جمع کر کے شائع کیا جارہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کاوش کو قبولیت سے نوازے اور ہم سب کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

(حضرت مولانا) محمد سلمان منصور پوری

استاد دارالعلوم دیوبند

۹رشعبان ۱۴۴۴ھ/۲رمارچ ۲۰۲۳ء

•••

پیغام

● حضرت مولانا محمد شکیب قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

تذکرۂ احوال بزرگاں، اخلاف بالخصوص نسل نو کے لئے مشعل راہ اور نشان منزل ثابت ہوتے ہیں۔ان کے اقوال وملفوظات سے استفادہ کیا جاتا ہے۔اسی تناظر میں علاقہ مرہٹواڑہ کی مقبول ومعروف شخصیت مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے بانی ومہتمم حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کی بافیض شخصیت کی زرّیں ولازوال حیات وخدمات پر عظیم الشان سمینار کا انعقاد صحیح معنوں میں ان کی خدمات کا اعتراف اور انھیں خراج عقیدت ہے۔

حضرت مولانا کی دینی، دعوتی، تحریکی وتعلیمی سرگرمیاں ملت اسلامیہ ہندیہ خصوصاً علاقہ مرہٹواڑہ کی تاریخ کا ایک زرّین باب ہے۔اس سمینار میں ان کے تلامذہ منسلکین ومتعلقین کی نگارشات ان کی شخصیت اور ان کی خصوصیات کو زیادہ واضح اور نمایاں کریں گی۔ساتھ ہی زندگی کی سمت متعین کرنے میں مدومعاون ثابت ہوں گی۔اس اہم سمینار کے کامیاب انعقاد پر سمینار کے کنوینر ومرتب کتاب جناب مولانا عبدالوحید حلیمی صاحب (ناظم مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد) کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں اس مجموعۂ مقالات کی مقبولیت کے لئے دست بہ دعا ہوں۔حق تعالیٰ آپ حضرات کی کوششوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے اور حضرت والا کی زندگی بعد والوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔(آمین)

(حضرت مولانا) محمد شکیب قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

۹رشعبان ۱۴۴۴ھ/۲رمارچ ۲۰۲۳ء •••

پیغام

● حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

دکن کا علاقہ یوں تو مالی وسائل کے اعتبار سے اور علمی اعتبار سے بھی ایک زرخیز علاقہ ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس خطہ میں جو حکومتیں رہی ہیں ان پر اہل تشیع کا غلبہ تھا۔ اس کی وجہ سے حکومتیں شیعیت نواز اور اس کی وجہ سے بدعات وخرافات کے زیر اثر تھیں۔ مسجدیں ویران تھیں اور مزارات آباد۔ تعلیمی ہلچل کم تھی اور عرس کے میلوں کی بہتات۔ اورنگ آباد کو اگرچہ یہ سعادت حاصل ہے کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ جیسے درویش صفت حکمراں نے اس کو اپنا مرکز توجہ بنایا، اس کی زلفیں آراستہ کیں اور یہاں علم وفکر کی شمعیں جلائیں، لیکن عوام میں جہالت اور بدعت کا غلبہ پھر بھی قائم رہا اور ۱۹۴۸ء کے بعد تو حالات اور بھی دگرگوں ہو گئے۔ پولس ایکشن کے نام پر جو خونریزی ہوئی اس میں مرہٹواڑہ کا علاقہ سب سے زیادہ متاثر ہوا اور اس نے مسلمانوں کے حوصلے توڑ دیئے۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے دعوت وتبلیغ کے واسطہ سے ایک فعال، حوصلہ مند اور دردمند شخصیت کو جنم دیا اور وہ تھے داعی دین حضرت الحاج محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ جدید وقدیم تعلیم کا حسین امتزاج تھے۔ تقسیم کے دور اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں پر پڑنے والے اثرات کے عینی شاہد تھے اور یہ بھی آپ کے علم میں تھا کہ اگر مسلمانوں کے ریوڑ کی گلہ بانی نہ کی گئی تو برہمنی تہذیب کا بھیڑیا ان کو نگل جائے گا۔ جیسا کہ بدھوں اور جینیوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ ان حالات میں آپ نے جامعہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی، جس کا

مقصد یہ تھا کہ دینی علوم میں مہارت کے ساتھ زمانہ شناس اور عصری تقاضوں سے باخبر علماء تیار ہوں۔ آج ان کا یہ لگایا پودا تناور درخت بن چکا ہے اور اس کی شاخیں پھیل چکی ہیں۔ خدا کرے اس درخت کی شادابی ہمیشہ قائم رہے، علم وعمل کے پھل پھول یہاں لگتے رہیں اور مسلمانان ہند عموماً اور مراٹھواڑہ کے مسلمانوں کو خصوصاً فیض پہنچتا رہے۔

حضرت الحاج محمد سعید خان جیسے بزرگان دین کے حالات زندگی عزم وحوصلہ اور دین کی تڑپ اور ملت کے درد سے عبارت ہیں۔ اس میں بعد والوں کے لئے بڑا سبق ہے کہ ناموافق حالات میں دین کا کام کیسے کیا جائے اور منجدھار میں کشتی کو کیسے پار کیا جائے؟ ضرورت ہے کہ ایسے صاحبان عزم کے حالات زیادہ سے زیادہ سامنے آئیں تا کہ حوصلوں کو مہمیز ملے اور دین وملت کے لئے کچھ کر گزرنے کا عزم بیدار اور جوان ہو۔ مبارکباد کے مستحق ہیں جامعہ کاشف العلوم اور اس کے ذمہ داران۔ جنھوں نے رابطہ ادب اسلامی شاخ مہاراشٹر کے تحت آپ کی شخصیت پر دو روزہ سمینار منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جس میں ان کی شخصیت اور سیرت کے تمام گوشے سامنے آئیں گے۔ اس اہم پروگرام کا کلیدی خطبہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کو صاحب نظر عالم، مقبول مصنف، زمانہ شناس داعی اور زبان وادب کے رمز آشنا اور اسلامی ادیب مولانا محمد صدر الحسن ندوی نے تحریر فرمایا ہے۔ ان شاء اللہ یہ خطبہ صاحب تذکرہ کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سمینار کو اور اس کلیدی خطبہ کو قبولیت سے سرفراز فرمائے۔

۲۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ — (مولانا) خالد سیف اللہ رحمانی
۱۸؍دسمبر ۲۰۲۲ء — (خادم: المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد)

●●●

پیغام

● مولانا ڈاکٹر علی احمد ندوی

کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ۔ سعودی عرب

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد و علی اٰلہ و صحبہ أجمعین

شرکائے سمینار اور سامعین کرام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ مولانا محمد سعید خاںؒ کی حیات وخدمات پر سمینار کا انعقاد ہو رہا ہے۔ مولانا اپنے زمانہ میں دین کے بڑے مخلص اور صاحب عزم داعی تھے۔ انھوں نے زندگی کے اوقات ولمحات کی بڑی قدر کی اور یہ محض اللہ کا فضل تھا۔

اورنگ آباد کے مردم خیز علاقے میں انھوں نے جو حالات اس وقت دیکھے، اس کے پیش نظر تعلیم کی طرف خصوصی توجہ کی اور دعوت کو علم سے مربوط کر دیا اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح بیک وقت وہ تعلیم ودعوت کے علمبردار رہے۔ خوب یاد ہے کہ آج سے تقریباً چالیس سال قبل میری حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب سے مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی کی قیام گاہ پر دو تین دفعہ ملاقات ہوئی اور خوب اندازہ ہوا کہ مولانا علم کے بڑے قدر شناس ہیں اور دعوت الی اللہ کے ساتھ علم وفقہی بصیرت کو ناگزیر سمجھتے تھے۔

اس موقع پر موصوف ملاجیون کا خصوصیت سے ذکر کرتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

اس درسگاہ کا قیام اس کا شاہد عدل ہے۔ مولانا کا حق تھا کہ ان کی خدمات وخصوصیات پر روشنی ڈالی جائے اور لوگوں کو ان کے کارنامے سے روشناس کرایا جائے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے آثار ومآثر میں خیر وبرکت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمدللّٰہ رب العالمین

مولانا ڈاکٹر علی احمد ندوی

کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ

سعودی عرب

۲۰ر دسمبر ۲۰۲۲ء

●●●

پیغام

● مولانا راشد ایوب اصلاحی مدنی

امام فراہی فاؤنڈیشن لندن

مجھے مولانا محمد سعید خان حیات وخدمات کے موضوع پر جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے زیر انتظام دوروزہ سمینار میں شرکت کا دعوت نامہ، مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی کے ذریعہ موصول ہوا۔

اس مجاہد عظیم کی شخصیت اور ان کی تعلیمی، دعوتی اور تبلیغی قربانیوں کے تذکرہ کے لئے اس مبارک سمینار پر میں برطانیہ عظمٰی کے مسلمانوں اور مسلم تنظیموں کی جانب سے مولانا عبدالقدیر قاسمی، مولانا محمد صدر الحسن ندوی، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے محترم اساتذہ اور تمام منتظمین کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ رابطہ ادب اسلامی ندوۃ العلماء لکھنؤ اور شاخ رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ اور اس کے صدر مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی کے لئے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ مولانا محمد سعید خان صاحب کی ہمہ جہت شخصیت پر علماء اور اسلامی دانشور گفتگو کریں۔

مولانا محمد سعید خان صاحب ہندوستان کے مسلم دور حکمرانی کی میراث کا ایک عظیم حصہ تھے۔ جن کے آباء واجداد نے مسلم سلاطین کے ساتھ ہندوستان کے مسلم سماج کی اصلاحی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ یہی وہ تاریخی قومی جذبہ اور اسلام سے قلبی لگاؤ تھا جس کی وجہ سے مولانا نے اس منفرد تاریخی، عالیشان عمارت کو جہاں عہد اسلامی میں فتاوی عالمگیری

کے مصنفین فروکش رہے ہیں۔ اسے ایک تعلیم گاہ، مسلمانان اورنگ آباد کے لئے سماجی خدمات کا سنگم اور دعوت اسلامی کے مرکز میں منتقل کردیا۔

مولانا محمد سعید خان صاحب کا شمار ہندوستان کے ان نفوس قدسیہ میں ہوتا ہے جنھوں نے میوات کی سرزمین سے اٹھنے والی مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے انقلابی مشن یعنی تبلیغی جماعت میں شامل ہوکر دنیا کے ہزاروں انسانوں کے عقیدہ اور عمل کو درست فرمایا۔

چراغ سے چراغ روشن ہوتے ہیں۔ مولانا محمد سعید خان صاحب، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کے شاگرد رہے ہیں اور مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا حمید الدین فراہی کے شاگرد ہیں اور مولانا فراہی سے حضرت گیلانی نے حیدرآباد کے دوران قیام قرآن مجید پڑھا اور تاحیات ان کے علم وتقویٰ کے بارے میں رطب اللسان رہے۔ اس طرح میں امام فراہی فاؤنڈیشن لندن کی جانب سے بھی اس سمینار کے انعقاد پر آپ تمام حاضرین اور سامعین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ اس مبارک سمینار میں شرکت کی سعادت حاصل نہ ہوسکی اور اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے کوئی مقالہ نہ لکھ سکا لیکن ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کے تذکرے میں منعقد اس مجلس نورانی کو قبول فرمائے۔ آمین

(مولانا) راشد ایوب اصلاحی

امام فراہی فاؤنڈیشن لندن

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ

۱۹/ دسمبر ۲۰۲۲ء

●●●

پیغام

● جناب سلیم احمد خان (انور خان)

رکن مجلس عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم

رابطہ ادب اسلامی اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی جانب سے تاریخی شہر اورنگ آباد خجستہ بنیاد کی تاریخی عالمگیری جامع مسجد سے متصل سعید ہال میں منعقدہ دوروزہ سمینار بعنوان ''مولانا محمد سعید خان : حیات وخدمات'' پر جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی مجلس عاملہ کا رکن ہونے کی حیثیت سے میں آپ تمام کا دل کی گہرائیوں سے پرتپاک استقبال کرتا ہوں۔

آج ہم جس شخصیت کا تذکرہ کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں وہ ایک باصفا ، باوفا ، بلند ہمت ، نیک طینت نگاہ بصیرت رکھنے والی شخصیت تھی۔ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب مرحوم نے اورنگ آباد بلکہ مراٹھواڑہ میں دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح وہ مراٹھواڑہ کی عظیم الشان دینی ودعوتی درسگاہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے بانی بھی تھے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہی کی لگائی ہوئی ہے

میں ایک اہم بات آپ تمام کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ دعوت وتبلیغ کی عالمی وعظیم محنت میں تین سعید خان گزرے ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دائرہ میں دعوت وتبلیغ کی

محنت میں اپنی زندگیاں لگادیں۔ ان تینوں حضرات نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ اللہ رب العزت ان کی قبروں کو نور سے منور فرمائے۔ آمین۔ ایک سعید خان پڑوسی ملک سے تعلق رکھتے تھے، اسی طرح ایک سعید خان پڑوسی ریاست مدھیہ پردیش کے بھوپال شہر سے تعلق رکھتے تھے، اورنگ آباد سے تعلق رکھنے والے محمد سعید خان صاحب کی حیات وخدمات سے ہم آپ واقف ہورہے ہیں، جن کی شب وروز کی انتھک دعوتی کوششوں سے ہمارے مرہٹواڑہ کا علاقہ دینی اعتبار سے فیضیاب اور سرسبز وشاداب ہوا۔ آپ نے دعوت وتعلیم دونوں شعبوں کو اپنی محنت کا میدان بنایا۔ مولانا محمد سعید خان مرحوم نے اپنی پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کردی تھی۔ یہاں تک کہ اپنی سرکاری نوکری کو تک خیرباد کہہ دیا تھا۔ اللہ کے راستے میں پوری زندگی لگادینے والے اس مرد مجاہد نے قرآن وحدیث کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی۔

آپ نے مراٹھواڑہ اور اورنگ آباد میں دعوت وتبلیغ کی بنیاد رکھی اور اس کام کو مضبوط کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ اسی کا اثر تھا کہ گذشتہ سال (۲۰۱۸ء) یہاں عالمی تبلیغی اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں لاکھوں بندگان توحید نے شرکت کی اور ہزاروں جماعتیں اللہ کی راہ میں ملک وبیرون ملک روانہ ہوئیں۔ اسی طرح ہر سال یہاں پر اجتماعات ہوتے رہتے ہیں۔ جس کا ثواب جاریہ یقیناً مولانا محمد سعید خان صاحب کو پہنچ رہا ہوگا۔

اسی طرح آپ کا دوسرا کارنامہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس ہے۔ آپ

نے اس ادارے کی ترقی وترویج کے لئے اپنی دوراندیشی وفراست کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو نظامت سونپی، جنھوں نے اس ادارہ کو اپنی قابلیت اور رفقاء کی محنت سے ''ام المدارس'' میں تبدیل کردیا۔ یہاں سے ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام اور حفاظ عظام فارغ ہوکر دنیا کے گوشے گوشے میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔آپ علماء وصلحاء سے محبت کرتے تھے جس کا نتیجہ ہے کہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا فاروق خان قاسمی ہیں تو پوتے مولانا محمد رضوان خان ندوی ہیں۔مولانا محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف داعی تھے بلکہ مردم گر بھی تھے۔آپ کی صحبت میں رہ کر کئی افراد راہِ راست پر آگئے اور کئی گھرانوں تک دین پہنچا۔

خود نہ تھے جو راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔آمین ۔

تمھیں کہتا ہے مردہ کون، تم زندوں کے زندہ ہو
تمہاری خوبیاں زندہ ، تمہاری نیکیاں باقی

سلیم احمد خاں (انور خاں)
رکن مجلس عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم
اورنگ آباد

۱۷؍دسمبر ۲۰۲۲ء

●●●

پیغام

●ڈاکٹر پروفیسر حمید خاں
شکاگو (امریکہ)

مولانا محمد سعید خان صاحب مرحوم ان شخصیات میں سے ایک ہیں جن کی شبیہ، جن کی آواز، اس آواز کی تڑپ، اس آواز کی پُرخلوص شدتیں، اس کی دعوتیں، ہدایتیں، میری سماعتوں اور میرے ذہن ودل میں ہنوز محفوظ ہیں۔ ایسی مثالیں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اپنی ساری زندگی دین کی محنت اور دعوت کے لئے وقف کردی۔ ان کے بیانات علم وآگہی، سیرت پاک ، قرآن وسنت اور حالات حاضرہ کے تناظر میں خوداحتسابی کے اعلیٰ ترین نمونے ہوا کرتے تھے۔ ملت کو ایسے مخلص اور بے ریا مجاہد کی شدید ترین ضرورت ہے لیکن ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے۔

بارگاہ رب العزت میں دست بہ دعا ہوں کہ اس سمت ملت پر خاص نظر کرم فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام پر فائز فرمائے۔آمین یارب العالمین

دعاگو
پروفیسر حمید خان (انتخاب حمید)
شکاگو (امریکہ)

۱۸؍دسمبر ۲۰۲۲ء

●●●

پیغام

● مولانا بابر حسین ندوی مدنی

نائب قاضی شہر بھوپال

مجھے ۲۴/۲۵/۲۲/۲۰۲۲ء کی تاریخ کو منعقد ہونے والے دو روزہ قومی سمینار میں شرکت کا دعوتنامہ موصول ہوا۔ میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں تدریس کے دوران مولانا محمد سعید خاں سے کافی قریب تھا اوران کے اوران کی خدمات سے میں اچھی طرح واقف ہوں انشاء اللہ اس سمینار کے ذریعہ ان کی حیات وخدمات کے پوشیدہ پہلوؤں کو اجاگر کرنے میں مدد ملے گی یہ وقت کی اہم ضرورت تھی۔ رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کا یہ اقدام بروقت اورنہایت مبارک ہے اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد نے اس کی میزبانی کے ذریعہ ایک قابل تحسین اقدام کیا ہے۔

میں اس موقع پر اپنی تحریر ارسال نہ کرسکا لیکن اس پیغام کے ذریعہ اس کی تلافی کرنے کی کوشش کی ہے۔ آئندہ اگر حالات سازگار رہے تو مفصل مضمون بھی تحریر کرنے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور متعلقین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سمینار سے اچھے ثمرات برآمد ہوں گے اور نئی نسل کے لئے یہ مذاکرۂ علمی شاہ راہ عمل ثابت ہوگا۔ **ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم**

۱۹/دسمبر ۲۰۲۲ء (مولانا) بابر حسین ندوی مدنی

نائب قاضی شہر بھوپال (ایم پی)

●●●

پیغام

● مولانا افتخار حسین قاسمی مدنی

شیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی

مجھے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس کے موقع پر جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور میں نے جامعہ میں اپنے قیام کے دوران جامعہ کے نظام اوراس کے بانی مولانا محمد سعید خانؒ کے بارے میں بہت کچھ سنا، جس سے مجھے مسرت بھی ہوئی اور میں کافی متاثر بھی ہوا۔ ابھی چندروز پہلے مجھے مولانا محمد سعید خانؒ حیات وخدمات کے موضوع پر ہونے والے دوروزہ قومی سمینار کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ مجھے اس سمینار کے سلسلے میں لکھنے اور شرکت کی دعوت دی گئی تھی لیکن میں اپنی بعض مصروفیات کی بنا پر سمینار میں شرکت نہ کرسکا، لیکن اس پیغام کے ذریعہ میں رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے ذمہ داروں اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے ارباب حل وعقد کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ ان دونوں اداروں نے اس سمینار کے ذریعہ مولانا محمد سعید خانؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی جو کوشش کی ہے۔ یہ ایک قابل ستائش اقدام ہے اوراس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ بہت کم لوگ تھے جو ان کی حیات وخدمات سے واقف تھے۔ یہ سمینار موجودہ ارباب جامعہ اور نوخیز نسل کے لئے مہمیز ثابت ہوگا اور جس بے بسی اور کسمپرسی کی حالت میں انہوں نے جامعہ اور مرکز دعوت وتبلیغ کی بنیاد ڈالی تھی اس سے نئی نسل کو اور اس میدان میں کام کرنے والے مخلص افراد کو یہ حوصلہ ملے گا کہ نامساعد حالات میں

بھی اللہ کے مخلص بندے جب کسی ادارے کی بنیاد ڈالتے ہیں تو وہ ادارہ ان کے اخلاص اور للّٰہیت کی بنا پر روز افزوں ترقی کرتا ہے اور کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہے اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اس کی زندہ مثال ہے۔

میں دوبارہ رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے ذمہ داروں اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے مجلس عاملہ اور خاص طور پر صدر مجلس عاملہ جناب الحاج عبدالجبار صاحب اور جنرل سکریٹری مجلس عاملہ مولانا محمد رضوان خان ندوی کو مبارکباد دیتا ہوں اور رابطہ کے صدر اور سرپرست حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کی سرپرستی کو دائم و قائم رکھے اور رابطہ اور کاشف العلوم دونوں ادارے ان کی سرپرستی میں پھلتے پھولتے رہیں۔

(مولانا) افتخار حسین قاسمی مدنی
شیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب، دہلی

۲۰؍دسمبر ۲۰۲۲ء

●●●

پیغام

● ڈاکٹر مخدوم فاروقی

پرنسپل ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فار ویمن نوکھنڈہ اورنگ آباد

اَلْعِلْمُ فِی الصِّغَرِ کَالنَّقْشِ فِی الْحَجَرِ بچپن کا علم پتھر پہ لکیر کی مانند ہوتا ہے۔ بچپن کے واقعات، مشاہدات، تعلیمات، ماحول وغیرہ انسان پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ انسان بوڑھا ہوجاتا ہے لیکن اس پر بچپن کی باتیں اپنا گہرا نقش چھوڑ جاتی ہیں اور یہ تو آپ میں سے ہر شخص کو بھی تجربہ ہوگا کہ اسے بچپن کی کوئی بات، واقعہ وغیرہ خوب اچھی طرح یاد ہوگا یا وہ باتیں جو بھلائے نہ بنے بچپن کے دن۔ جامع مسجد کی وہ چند عظیم ہستیاں جو منبر ومحراب، نماز، اذان اور خطبے سے جانی جاتی ہیں ان کی یاد دلوں سے نہیں جاتی۔ جب میں دس بارہ سال کا تھا تو جامع مسجد کے مشرقی جانب رؤف کالونی میں سکونت پذیر تھا جہاں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے معتمد محمد نعیم الدین (اللہ ان کی مغفرت کرے) سکونت پذیر تھے۔ میری ابتدائی تعلیم سینٹ فرانسیس ہائی اسکول (ایس ایف ایس) میں ہوئی۔ اکثر و بیشتر جامع مسجد میں آنا جانا ہوتا تھا۔ اس کالونی کے تمام ہم عمر بچے اذان کی آواز سن کر مسجد کا رخ کرتے۔ خاص طور پر نماز مغرب وعشاء تو بڑی پابندی سے جامع مسجد ہی میں ادا ہوتی۔ اس وقت جامع مسجد کے مؤذن الحاج نور محمد تھے جنھوں نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک اذان کی ذمہ داری نبھائی اور ان ہی کے ساتھ الحاج عبدالستار تھے جنھوں نے قریب قریب نصف صدی تک امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اس موقع پر نماز جمعہ سے قبل مولانا محمد

سعید خاں صاحب جیسی ایک، بھاری بھرکم شخصیت کا وجود نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔ جن کے وعظ و بیان اور تقریر کا انداز ہماری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔ جونہی ہم تمام بچے جامع مسجد میں داخل ہوتے، ہمارے دلوں پر ایک عجیب سا روحانی تاثر قائم ہوجاتا، دلی سکون حاصل ہوتا اور ایک بار مسجد میں داخل ہوجاتے تو گھنٹوں مسجد ہی میں رہنے کو جی چاہتا۔ پھر مدرسہ کے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں بھی شریک ہوجایا کرتے۔ اس وقت طلباء میں فٹبال کا کھیل نہایت محبوب ومقبول ہوا کرتا تھا اور جامع مسجد کے بچوں کا کھیل کسی کلب کی ٹیم کے کھیل سے کم نہ ہوتا۔ خصوصاً مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ جن کے دورِ نظامت کا دور بھی قریب قریب پچاس برس ہی کا ہے اور مولانا مجیب الدین قاسمی جن کا طویل عرصہ تدریسی خدمات میں گزرا ہے، ان حضرات سے بطور خاص ملاقات ہوتی۔ یہ علماء کرام بچوں کے ساتھ بڑا شفقت آمیز رویہ اپناتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ البتہ بانی جامعہ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ جو ایک جلیل القدر رعب ودبدبہ کے مالک تھے۔ کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ان کے سامنے سے گزر جائے۔ انھیں دیکھ کر اللہ کے ولی کا تصور ذہن میں آجاتا۔ زمانہ گزرتا گیا اور اس وقت جامع مسجد اور اس میں قائم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اپنے علاقے میں نہیں بلکہ پوری ریاست میں اپنی مقبولیت کا سکہ جما چکا ہے، اب وہ محتاج تعارف نہیں رہا۔ یہ دراصل مولانا محمد سعید خاںؒ ہی کی رکھی ہوئی بنیاد ہے جس سے اب تک ہزاروں علماء وحفاظ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد علاقے کے اطراف واکناف میں دعوت دین اور اشاعت علم دین کا اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس جامعہ کو مزید دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس

دینی و اسلامی قلعے کی ہر طرف سے حفاظت فرمائے اور یہاں سے کی جانے والی دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے تمام وابستگان جامعہ ومرحومین کے لئے صدقۂ جاریہ کے طور پر قبول فرمائے۔ خصوصاً مولانا محمد سعید خاںؒ، مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ، مولانا مجیب الدین قاسمیؒ وغیرہم کی مغفرت وبخشش کا سامان پیدا کرے، ان کی سیئات کو درگزر فرمائے اور ان سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

میں اس پیغام کے ذریعہ رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے ذمہ داروں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس سمینار کے ذریعہ مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات کو جس طرح خراجِ تحسین پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ ایک قابل ستائش اقدام ہے۔

ڈاکٹر مخدوم فاروقی
پرنسپل ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فار ویمن نوکھنڈہ
اورنگ آباد

۱۵/دسمبر۲۰۲۲ء

•••

درون کتاب

نہ ہووے نغمہ سرا کس طرح سے بلبل زار
کہ آئی ہے نئے سر سے چمن چمن میں بہار

ہر اک کو حسبِ لیاقت بہار دیتی ہے
کسی کو برگ ، کسی کو گل اور کسی کو بار

چمن میں کثرت گل سے رہی نہ گنجائش
پھرے ہے چار طرف بوئے گل ، خدائی خوار

ہوا کو غنچۂ دل بستہ کی ہے دل جوئی
ادھر ہے آب تلک شاخ و برگ سب پہ نثار

(حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی)

خشت پنجم

مولانا محمد سعید خاںؒ : حیات وخدمات

مقالات

میرِ کارواں مولانا محمد سعید خان کی دینی ، تعلیمی ، دعوتی اور اصلاحی خدمات کا دید و شنید کی روشنی میں بزرگوں ، ہم عصروں ، علماء، دانشوروں ، افرادِ خاندان ، محبین ومخلصین اور ابنائے کاشف کی متنوع تحریروں پر مشتمل ایک دلچسپ ، حیرت افزا،فکر پرور،چشم کشا اورتاریخی ودستاویزی مرقع

بانئ جامعہ

تیرے اک چراغ سے ہزار ہا جلے چراغ

● مولانا محمد مجیب الدین قاسمیؒ

سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

اورنگ آباد ہندوستان کا بہت ہی مشہور اور تاریخی شہر ہے جسے ملک عنبر نے آباد کیا اور جب مغل بادشاہ اورنگ زیب نے اسے دکن میں اپنا مستقر بنایا تو اس شہر کا نام اس کی مناسبت سے اورنگ آباد ہوگیا۔ دکن کی یہ سرزمین ہمیشہ ہی سے جہانبانی اور جہانگیری کے اعتبار سے مسلم امراء وسلاطین کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ سلطنت مغلیہ کے عظیم بادشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کا مبارک ومسعود دور آیا تو اپنے ۵۰؍سالہ دورِ حکومت میں سے ۲۵؍سالہ صوبیداری کا زمانہ انھوں نے اسی شہر کی آغوش میں گذارا۔ اس زمانہ میں علماء کرام، مشائخ عظام اور مختلف علوم وفنون کے ماہرین کا یہ شہر مرکز بن گیا۔ اسی دور میں ملک عنبر کی تعمیر کردہ جامع مسجد کی اورنگ زیب کے حکم سے توسیع عمل میں آئی اور اس کے اطراف میں حجرے تعمیر کئے گئے جس میں کئی اہل اللہ اور بزرگانِ دین نے قیام کیا اور قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے اس کو معمور کیا۔ کہتے ہیں انہی حجروں میں فتاویٰ عالمگیری کے تدوین کا ابتدائی خاکہ تیار کیا گیا۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد یہ کمرے ان روح پرور صداؤں سے محروم ہوگئے تھے۔ ان کو پھر سے دلکش اور دلربا مناظر سے آباد کرنے کے لئے مولانا محمد سعید خان صاحب نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی۔ دعوت وتبلیغ

کے عالمی مرکز بستی نظام الدین دہلی میں اسی نام کا ایک دینی ادارہ آج بھی قائم ہے حضرت جب بھی دعوت وتبلیغ کی نسبت سے وہاں تشریف لے جاتے آپ کے دل میں یہ خیال آتا کہ کاش اورنگ آباد میں بھی ایسا ہی ایک دینی ادارہ قائم ہو جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار کئے جائیں۔ آپ نے پختہ ارادہ کیا اور اس نام کا ادارہ یعنی کاشف العلوم ہی کے نام سے شروع فرما دیا جو آج شہرت یافتہ ادارہ بن چکا ہے۔ اور ۶۰؍ کے دہے کے آخری سال میں آپ ہی کے دست مبارک سے اس کی تاسیس عمل میں آئی۔ یہ جامعہ روزِ اول سے ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ کیوں کہ اہل اللہ کی نسبت کا شرف ہمیشہ اس کو حاصل رہا ہے اور ہندوستان بھر کے جید علماء اور اہل اللہ سے کسی نہ کسی طور پر اس ادارہ کا تعلق رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارے ہندوستان اور خصوصاً ندوۃ العلماء لکھنؤ، دارالعلوم دیوبند، امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ اور دیگر مشہور ومعروف دینی اداروں کے اکابرین جامعہ میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اس جامعہ کا الحاق عالم اسلام کی مشہور ومعروف دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ہوا۔ جس کے باعث اس ادارے کو نئی پہچان ملی اور اسی وجہ سے ہندوستان بھر کے طلبہ اس میں جوق در جوق آنے لگے اور اپنے علم کی پیاس بجھانے لگے۔ اسی طرح اس ادارہ کی خدمات کے باعث یہاں کی عوام الناس میں دینی شعور بیدار ہوا۔ جامعہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لئے ندوۃ العلماء جانے لگے اور اس کے بعد اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منور تک میں داخلہ لیا اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد مختلف دینی وعصری علوم میں خدمات انجام دے رہے ہیں یا دے چکے ہیں اور بعض اس کے فرزندان تو ایسے بھی ہوئے ہیں کہ انھوں نے خود اپنے

ادارے قائم کر لئے جو علم دین کی شمع روشن کر کے ''تیرے اک چراغ سے ہزار ہا جلے چراغ'' کا نمونہ پیش کرر ہے ہیں۔ یہ سب فیض ہے بانی جامعہ کے اخلاص اور محنت کا جو انھوں نے اس ادارے کے لئے قربان اور وقف کی تھی۔ اسی جامعہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ بیسویں صدی کے بڑے عالم دین مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تاحیات اس ادارے کی سر پرستی فرماتے رہے اور اب ان کے جانشین محسن ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ اور ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اس کے سر پرست ہیں۔

۴۰ رسال سے زائد بانی جامعہ کا تعلق جامعہ سے رہا، جس میں آپ نے جامعہ کی سر پرستی فرمائی اور جامعہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی کے مراحل طے کرا کے اس کو ملکی درجہ کا ایک دینی ادارہ بنا دیا۔ آپ کی نگرانی میں جامعہ مسلسل ترقی کرتا رہا اور ترقی کی راہوں پر گامزن رہا۔ اللہ تعالیٰ بانی جامعہ کو ان کی خدمات کے لئے اجر عظیم عطا فرمائے۔

•••

مینارۂ فکر و آگہی : مولانا محمد سعید خان

زبانی: مولانا سید سمیع اللہ حسینی ندوی (سابق استاذ جامعہ)

ترجمانی: مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی

اس وقت تک میں زندگی کی اسّی بہاریں دیکھ چکا ہوں اور اگلی بہاروں کے انتظار میں دامن مراد پھیلائے در دولت پر بیٹھا ہوں اور ''انا عند ظن عبدی بی'' کے مژدۂ جاں فزا کے دامن صد بہار میں زندگی کے شب و روز گزار رہا ہوں۔ کل میں معمول کے مطابق اپنے غربت کدہ میں خارش زدہ جسم کی خدمت میں مصروف تھا کہ ایک باریش عالم دین اور متشرع صاحب تصنیف بزرگ تشریف لائے، میری ان سے برسوں کی شناسائی ہے۔ وہ اگر چہ کہ مجھ سے بہت چھوٹے ہیں لیکن میں ان کو پیر اور اپنے آپ کو مرید کی صف میں تصور کرتا ہوں۔ میری گراں گوشی علالت، پیرانہ سالی اور تنگ دامانی کی پروا کئے بغیر مجھ سے فرمانے لگے کہ مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات پر کتاب کی ترتیب وتدوین کا مرحلہ اپنے آخری پڑاؤ کی طرف بڑھ رہا ہے، آپ سے درخواست ہے کہ چند کلمات تحریر فرما دیں تا کہ سند رہے۔

میں نے عرض کیا کہ جناب کیا آپ مجھے اپنی طرح بے بہرہ تصور کرتے ہیں، سن لیجئے۔ میں بہرا ہوں اور پورے شہر سے اس کی داد بھی وصول کرر ہا ہوں۔ آپ نے ستّر کتابیں لکھ ڈالیں، قرآن کریم کے ترجمے سے بھی کو بہ کو انوار پھیلا رہے ہیں، میری خوش و خرم زندگی کو اجیرن نہ بنائیے، تشریف لے جائیے اور عارف کالونی پلاٹ نمبر ۶۳ میں جا کر

معتکف ہو جائیے۔ یہ کیا طریقہ ہے کہ تمام لوگوں کو اپنی روش پر لے جانا چاہتے ہیں۔ میری کڑوی کسیلی بات سن کر وہ فرمانے لگے کہ آپ استاذ الاساتذہ ہیں، آپ کی تحریر درون خانہ کی روداد کی حیثیت رکھتی ہے، آپ کو بانی جامعہ کے ساتھ تیں چالیس سالہ رفاقت کا شرف حاصل رہا ہے، آپ نے خلوت وجلوت میں ان کی دیدہ وری اور سینہ کاوی کا مشاہدہ کیا ہے، آپ کی نظروں کے سامنے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور دعوت وتبلیغ کی تاسیس عمل میں آئی۔ آپ نے ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے گودرہ اور بھوپال کے اجتماعات میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے طلبہ کے ساتھ موٹر گاڑی کے بجائے سائیکل کے ذریعہ شرکت کی اور بانی جامعہ کے دست و بازو بنے رہے۔ آپ مرحوم کے قائم کردہ جامعہ میں اولین اساتذہ کی حیثیت سے تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ اس ادارہ کے رکن رکین اور بانی جامعہ کی تگ ودو اور سرگرمیوں کے امین ہیں۔ یہ سن کر فرمانے لگے کہ مجھ مقرر اعظم کے سامنے آپ طفل مکتب ہیں اور اس وقت اپنی تقریر کے ذریعہ مجھے اپنی ڈگر سے متزلزل کرنا چاہتے ہیں، میں زندگی بھر ثابت قدم رہا اور آج بھی اپنی اس ثابت قدمی میں کوئی رخنہ برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ مورث کی وراثت آپ کے حصہ میں آئی ہے پھر میں اس وراثت کے لئے کس در پر دستک دوں۔ فرمانے لگے کہ اس شہر میں ہزاروں در ہیں اور بڑے بڑے در ہیں، آپ میرے کمزور در کو بار بار دستک زنی کے ذریعہ کیوں توڑ رہے ہیں اور غریبی میں آٹا گیلا کیوں کر رہے ہیں، میں آپ کے دامن فریب میں آنے والا نہیں ہوں، حضرت میں گرگ باراں دیدہ ہوں اور پوری عمر اسی دشت کی سیاحی میں گزری ہے، میں شہر کے ایک ایک فرد سے واقف ہوں اور درون خانہ کا بھیدی ہوں، لیکن

اب نسیان کا شکار ہوں، زبان سلامت ہے لیکن دماغ زبان کا ساتھ دینے سے قاصر ہے، زندگی کا بوجھ اسّی سال سے ڈھو رہا ہوں اور یادوں کا پشتارہ پشت پر اس قدر ہے کہ اب کمر جھکتی جارہی ہے اور کوزہ پشتی کا خطرہ ہے لیکن میں نے اللہ سے طویل عمر مانگی ہے، میری دیوانگی سے آپ واقف نہیں ہیں، میں نے اللہ سے عرض کیا ہے کہ اگر تو نے مجھے حیاتِ خضر عطا کردی تو تجھ سے کون پوچھنے والا ہے، خاکم بدہن میری یہ جرأت دیکھ کر آپ یہ نہیں سمجھ سکے کہ میں عزم کا پکا ہوں، جو طے کرلیا اسی راہ پر گامزن رہتا ہوں، اس لئے سن لیجئے کہ میں آپ کے جھانسے میں نہیں آسکتا۔ کیا آپ مجھے ایرے غیرے سمجھتے ہیں، آپ میرے غریب خانہ میں تشریف لائیے اور بار بار تشریف لائیے، چائے پیجئے، گپ شپ کیجئے اور اپنی راہ لیجئے، ایسی فرمائشیں لے کر نہ آیا کیجئے جس کی تعمیل مابدولت سے نہیں ہوسکتی۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ مجھے وہی شئی مطلوب ہے جو نایاب وکمیاب ہو اور جس کی تعمیل میں جوئے شیر، تیشہ فرہاد اور سنگ گراں اپنی فتنہ سامانیوں کے ساتھ قلب ونظر پر سحر آفرینی میں مصروف ہو۔ میری یہ گفتگو سن کر فرمانے لگے کہ میں نے ایسے بھی بعض فقیر دیکھے ہیں جو بغیر لئے نہیں ٹلتے۔

جناب والا آپ نے مولانا محمد سعید خان کو صرف پانچ سال دیکھا اور کلیدی خطبے کے پچاس صفحے لکھ ڈالے۔ میں نے ان کو چالیس سال دیکھا ہے، آپ مجھ سے کتنے صفحات کی توقع رکھتے ہیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حساب کے لحاظ سے ہر پانچ سال کے پچاس اس طرح چالیس سال کے چار سو صفحات ہوئے۔ میرا منطقی جواب سن کر چیں بہ جبیں ہوئے پھر زیر لب تبسم فرمایا پھر اپنے لختِ جگر مجاہد سے فرمانے لگے کہ کیا تم مولانا کے

شاگرد ہو، مجاہد کہنے لگے کہ میں نے مولانا سے نہ صرف پڑھا ہے بلکہ بہت کچھ سیکھا بھی ہے۔نورِنظر کا جواب سن کر فرمانے لگے کہ ان کو سمجھاؤ، مجھے بہت دیر سے تنگ کر رہے ہیں۔ مجاہد نے پوچھا کہ ابا معاملہ کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ مجھ سے بانیٔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مولانا محمد سعید خان پر مضمون لکھوانا چاہتے ہیں اور میں اس کا متحمل نہیں ہوں۔ یہ سن کر مجاہد نے عرض کیا کہ اتنے بڑے مصنف اور مترجم قرآن بن بلائے آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے ہیں، وہ آپ کا احترام بھی کرتے ہیں اور میں نے ہمیشہ دیکھا کہ آپ مسلسل بولتے رہتے ہیں اور وہ گونگے کی طرح آپ کی تیز وتند گفتگو سنتے رہتے ہیں، ذرا ان کا احترام تو کیجئے، چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں گے تو اورنگ آباد کیا پورے مہاراشٹر میں ان کا ثانی نہیں ملے گا۔ گھر کی مرغی دال برابر سمجھ کر ان کے ساتھ آپ کا رویہ میری نظر میں ہمیشہ کھٹکتا ہے۔میری درخواست ہے کہ آپ دید وشنید کی روشنی میں بانیٔ جامعہ کے بارے میں کچھ لکھوا دیں تا کہ نئی نسل اس سے مستفید ہو۔اب مولانا کا دل پسیجا اور فرمانے لگے کہ مولانا محمد سعید خان مردِ مجاہد تھے۔ان کی پوری زندگی مجاہدانہ تھی۔انھوں نے اپنے آباءواجداد کے پیشۂ سپہ گری کے برعکس مردم گری کا پیشہ اپنایا اور اس راہ پر تادم واپسیں چلتے رہے، راہ میں دشواریاں آئیں لیکن ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ایک سچے سپاہی کی طرح کارزارِ حیات میں سرحد پر ڈٹے رہے اور کامیاب ہوئے۔جن دنوں انہوں نے جامع مسجد میں کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی ان دنوں کا منظر میرے سامنے ہے۔پوری مسجد ویرانیوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ملبہ تھی اور ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے کھنڈر تھی۔مرثیہ خوانی کے لئے بھی کوئی تیار نہ تھا، ہر شخص مست مئے تن آسانی تھا۔خدا اپنے گھر کی ویرانی کیسے دیکھ سکتا تھا۔حکم خداوندی ہوا

کہ اے سعید دکن چھوڑو، اپنے نبی کی سنت پر عمل کرو۔اس آواز غیبی پر عمل کرتے ہوئے ۱۹۵۳ء میں مولانا محمد سعید خان اورنگ آباد کے لئے عازم سفر ہوئے اور آخری دم تک ہجر میں دل وجان سے اپنے مقصد کو لگائے رہے اور جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔میں نے مرحوم کو ہر حال میں دیکھا ہے، اس داستان جنوں کو چھیڑتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، کس زبان سے اس روداد قفس کو الفاظ کا جامہ پہناؤں اور ان نورانی یادوں کو کس طرح قبائے خاکی میں مقید کروں۔اجنبی جگہ پر آکر جس طرح آپ نے صبر وشکر کے ساتھ زندگی کے چالیس سال گذار دیئے اور علمی دنیا سے شاباشی وصول کرتے رہے اور ہم کلیجا مسوس کر رہ گئے۔اسی طرح مولانا محمد سعید خان نے جن حالات میں دعوت وتبلیغ اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی، وہ حالات نہایت صبر آزما اور ہمت شکن تھے لیکن وہ اپنے والد ماجد سے ہمت سکندری لے کر آئے تھے، اس ہمت نے ان کو ہمیشہ سر بلند رکھا اور انہوں نے کبھی پیچھے کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا۔ان کے گھریلو حالات اچھے نہیں تھے لیکن گھر کی نازک معاشی حالت بھی ان کے لئے سدراہ نہ بن سکی۔ان کا جذبۂ اخلاص اور جذبۂ توکل علی اللہ نا قابل تسخیر تھا۔اسی جذبہ نے ہر چیز کو مسخر کر لیا اور وہ خود نا قابل تسخیر رہے۔ان کی بے چینی اپنی ذات کے لئے نہیں تھی بلکہ امت کی اصلاح اور دین سے دوری کے علاج مسلسل کے لئے تھی اور اس میں وہ کامیاب وبامراد رہے۔مسلسل سفر اور مسلسل خطابات ان کے دوش پر تھے، پھر آہستہ آہستہ لوگ ان کے ہم نوا بننے لگے اور ایک کارواں وجود میں آیا۔کاشف العلوم میں موجودہ ناظم جامعہ مولانا عبدالوحید حلیمی اور میں نے بحیثیت استاذ برسوں تک ان کی سرپرستی ونگرانی میں کام کیا۔مولانا عبدالوحید حلیمی چیلی پورہ ہائی اسکول،

جلال آباد اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہمارے ساتھ رہے، ہم دونوں ایک جان دو قالب تھے۔ میں اور مولانا عبدالوحید حلیمی جب جامعہ میں استاذ تھے اس وقت مولانا محمد ریاض الدین فاروقیؒ ندوہ میں طالب علم تھے۔ انہوں نے بی اے کرنے کے بعد ندوہ کے درجہ خصوصی میں داخلہ لیا تھا۔ اس وقت پروفیسر محمد قاسم جامعہ کے مہتمم تھے۔ ان کی سرپرستی میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا ۱۹۵۹ء سے ۱۹۹۰ء تک کا سفر ایسا تدریجی سفر ہے جس میں اہل فکر وقلم کے لئے عبرت کے سیکڑوں سامان موجود ہیں۔ میں نے ان سے یہ سیکھا کہ دنیا کے بڑے بڑے کام بے سروسامانی کی حالت ہی میں انجام دیئے گئے ہیں اور یہ بے سروسامانی براہِ راست عرش سے خراجِ تحسین وصول کرتی ہے۔

مولانا محمد سعید خان جس طرح اپنے آپ کو جوکھم میں ڈال کر آگے بڑھے اور لوگوں کو ان حالات میں آگے بڑھنے کا جو پیغام دیا وہ قابلِ رشک اور سزاوارِ تقلید ہے۔

ہم لوگوں کے ساتھ مولانا کا رویہ بڑا مشفقانہ تھا۔ جامعہ کیا تھا، چند طلبہ چند اساتذہ اور چند کمرے اور ''ہ'' یعنی چند میں ''ہ'' کا اضافہ۔ ہماری زندگی کے یہی چار ستون تھے۔ مالی وسائل کا حال یہ تھا کہ ہم لوگوں کی تنخواہیں ساٹھ ستر روپے تھیں اور امامت کے ذریعہ کسی طرح گھر کے اخراجات پورے ہوتے تھے لیکن تعلیم بہت پختہ تھی۔ پھر مولانا محمد ریاض الدین صاحب ندوی اور مولانا محمد مجیب الدین صاحب حلقۂ تدریس وانتظام میں شامل ہوئے اور اب حلقہ تنگی کا شکار ہونے لگا۔ میری بے لگام زبان مزید اس کا سبب بنی لیکن مولانا محمد سعید خان کے جذبۂ اخلاص کو میں سلام کرتا ہوں، ان کی وفات پر کئی سال گذر گئے اور اس مردِ مجاہد کے حالات کو قلمبند کرنے اور اسے عام کرنے کی ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے ذمہ داروں کو اور آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ حضرات نے دو روزہ قومی سمینار منعقد کیا اور مولانا مرحوم کی زندگی کے احوال وکوائف تحریری طور پر لوگوں کے سامنے آئے اور اب کتاب کی ترتیب کا مرحلہ درپیش ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب لوگوں کے لئے مشعل راہ بنے گی اور نسل نو اس کتاب سے فائدہ اٹھائے گی۔ میں اس کتاب کی اشاعت پر ذمہ داروں کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس سے روح سعید کو مسرت حاصل ہوگی اور ان کی ترقی درجات کا سبب بنے گی۔

میں مولانا محمد سعید خان کا ایک ادنیٰ شاگرد ہوں جس کو نہ قلم پر قدرت ہے اور نہ بیان پر۔ ان کے بارے میں کیا تحریر کروں لیکن میں اپنے اس تاثر کو نہیں چھپا سکتا کہ وہ مردِ آہن تھے اور عزیمت کی دشوار گذار راہ پر تادم واپسیں گامزن رہے۔ ایسا شخص صدیوں میں پیدا ہوتا ہے جو وقت اور زمانہ کے دھارے کے خلاف آہنی پنجہ کے ساتھ آگے بڑھتا ہے اور وقت کے دھارے کو موڑ دیتا ہے۔ اب ایسے افراد عنقا ہوتے جارہے ہیں۔ میں اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھتا تھا اور اپنی زبان پر بڑا ناز اور اپنے بیان پر بڑا غرہ تھا لیکن میں نے کون سا تیر مار لیا۔ میں نے آج تک جو کچھ کیا اس میں منفی رجحانات کا عنصر غالب رہا اور یہی میری ناکامی کی بنیاد بنی۔ میری اسّی سالہ زندگی کا نچوڑ یہ ہے کہ مثبت رجحان اپنائیے، اپنے آپ کو اشتعال سے دور رکھئے، صبر وشکر کو اپنا راہ بر بنائیے، انشاء اللہ شعلے آپ کی راہ کے لئے فرش گل ثابت ہوں گے۔ لوگ گالیاں دیں تو مسکرائیے، طعنہ دیں تو ہونٹوں کو سی لیجئے، دشنام طرازی سے آپ کا استقبال کریں تو تبسم کے لعل وگہر سے ان کا دامن بھر دیجئے۔ جو لوگ دور بھاگیں ان کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کردیجئے۔ نفرت کرنے والوں کو

گلے سے لگائیے، جو لوگ تشنہ لبی کی دکانیں سجائیں ان کی خدمت میں آب حیات پیش کیجئے۔ یہی کچھ میں نے مولانا محمد سعید خاں سے سیکھا۔ وہ کر کے کامیاب رہے اور میں ناکام۔ مولانا محمد سعید خاں کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہے۔ ہر ایک کو مطالعہ کا حق ہے، کوئی اس پر قدغن نہیں لگا سکتا، وہ کسی ایک کے نہیں تھے، وہ ہر ایک کے تھے اس لئے ان پر ہر ایک کا حق ہے اور ہر ایک چھان پھٹک کر ان کو پرکھنے کا حق رکھتا ہے اور اس دو روزہ سمینار نے وہ سب کچھ کر دکھایا جس کی ہم سبھوں کو توقع تھی۔ یہ سمینار توقع سے زیادہ کامیاب رہا، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے اور جن حضرات نے اس میں حصہ لیا ہے ان کی کاوشوں کو قبولیت اور مقبولیت دونوں سے نوازے اور میری اس بات کو گرہ میں باندھ لیں کہ ع

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

عمل انسان کی سب سے بڑی شناخت ہے اور اس کی کامیابی وشہرت کا سب سے بڑا حامی ووکیل۔

جناب والا بات سے بات نکلی ہے تو سنئے اور اسے قرطاس ابیض کے سپرد کر دیجئے کہ مولانا محمد سعید خان مینارۂ نور اور فانوس فکر وآگہی تھے۔ ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ خدمت خلق اور علم ودعوت کی روشنی بکھیرنے میں صرف ہوا۔ وہ کبھی بھی اپنی ذات کے لئے نہیں جیئے بلکہ اپنی پوری متاعِ حیات امت کی سربلندی کے لئے جھونک دی اور ہوا کے جھونکے کی طرح کبھی یہاں تو کبھی وہاں یہ ان کا دعوتی مزاج تھا۔

عالی جناب! میں اورنگ آباد کا نبض شناس ہوں اور میری پوری زندگی اسی شہر میں گزری ہے۔ اگر چہ کہ میں یہاں پرتور سے آیا لیکن پرتوڑ کر یہاں کا ہو کر رہ گیا۔ میں پرتور شریف کا سید زادہ ہوں، میں جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا۔ مولانا محمد سعید خان کو میں نے جامع مسجد میں حوض کے پاس آم کے بہت بڑے درخت کے سایہ میں کاشف العلوم کے طلبہ کو منہاج العربیہ اور دوسری کتابوں کی تدریس کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ بہت انہاک اور ڈوب کر پڑھاتے تھے اور اسی غوطہ زنی میں ان کی پوری زندگی گزری۔

سنا ہے کہ آپ بھی بہار شریف سے یہاں تشریف لائے اور ہم پر مسلط ہو گئے، ایسے مسلط ہوئے کہ اب جانے کا نام تک نہیں لیتے۔ خیر بہار شریف اور پرتور شریف کے دو دیوانے آج ایک ساتھ دیوان خانے میں بیٹھے ہیں، ایک زبان دراز اور دوسرا خاموش مزاج۔ سنا ہے کہ بہار والے فن ساحری میں ماہر ہوتے ہیں جبھی تو میں سحر زدہ قینچی کی طرح زبان چلا رہا ہوں اور ایک انجان راستے پر بے خوف وخطر چل رہا ہوں۔

جناب والا! آپ کو معلوم بھی ہے کہ مولانا محمد سعید خان دیدہ ور مربی بھی تھے، ان کی تربیت کا انداز بڑا نرالا تھا۔ وہ شمشیر زنی کے بجائے حرف زنی پر یقین رکھتے تھے اور سبّ وشتم کے بجائے زیر لب تبسم سے دلوں کو فتح کرنے کے قائل تھے۔ لاکھوں افراد بلاشبہ ان کے تیر نظر کے گھائل بنے اور دعوت وتبلیغ میں ان کے ہم رکاب رہے، ان کی پوری زندگی بے تکلفی کا نمونہ تھی جو اندر وہی باہر، نہ تصنع نہ تکلف، نہ سطوت نہ حشمت، نہ غازہ نہ رنگ و روغن۔ یہی چیزیں انسان کو عظمت سے ہمکنار کرتی ہیں۔ ان کی عظمت کا راز یہ نہیں ہے کہ وہ بہت بڑے عالم تھے اور بخاری ومسلم کے حافظ تھے بلکہ ان کی عظمت ان کی سادگی،

عاجزی، فروتنی، کسرِ نفسی، خاکساری اور خود شناسی میں مضمر ہے۔

جناب والا آپ کو تو بولنا بھی نہیں آتا، تھوڑا بہت لکھنا آ گیا ہے تو اپنے آپ کو کیا کیا سمجھنے لگے ہیں۔ سنئے مولانا محمد سعید خان بہت بڑے خطیب تھے اور قرآن وحدیث کے مطالعہ کی جھلک ان کے ہر خطاب میں محسوس ہوتی تھی۔ بیان اس قدر دل کش کہ پورا مجمع ساکت وصامت، ان کے ایک ایک لفظ پر جان نچھاور کرتا تھا۔

ان کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ خدا اور بندہ کے درمیان انہوں نے کبھی اپنے آپ کو نہیں آنے دیا۔ وہ براہِ راست رابطے کے قائل تھے۔ چور دروازے سے کسی کی پشت پر سوار ہوکر یا دامن پکڑ کر رسائی کے قائل نہ تھے۔ ان کا عقیدۂ توحید بہت مضبوط تھا اور عرش وکرسی کے مالک خدا سے ان کا رابطہ بہت قوی تھا۔ رات کی تاریکی میں وہ گھنٹوں اپنے رب سے مناجات میں مشغول رہتے تھے۔ وہ بہت بڑے ''منگتا'' تھے۔ جناب میں بھی بہت بڑا ''منگتا'' ہوں۔ بس فرق یہ ہے کہ وہ اوپر والے کے سامنے ہاتھ پھیلاتے تھے اور میں نیچے والے کے سامنے پھیلاتا ہوں۔ کامیابی اس کے قدم چومتی ہے جو یہ جانے کہ کس سے مانگنا ہے۔ آج دنیا اس حقیقت سے بے بہرہ ہے۔ بند دروازے پر دستک دیتی ہے اور کھلے دروازے سے آنکھ چراتی ہے، پھر بھی اپنی تمناؤں کے بر آنے کی امید رکھتی ہے۔ جب آنکھ والے اندھے ہو جائیں اور زباں داں بے زبان تو نوحہ گری کے لئے کس کو آواز دیں۔

جناب مترجم قرآن! یہ بھی سنئے کہ معاشی اعتبار سے وہ اس قدر آسودہ نہیں تھے کہ اس طرف سے بے فکر ہوں، لیکن اس کے باوجود جس چیز کا سودا ان کے سر میں سمایا ہوا تھا اس کے لئے سراپا تگ ودو کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے تھے۔ انھوں نے ایک راستہ اپنایا اور

زندگی بھر اسی راستے پر چلتے رہے اور کامیاب ہوئے۔ ہمارا اور آپ کا حال یہ ہے کہ ہر لمحہ راستہ بدلتے ہیں اور نجات وکامیابی کی امید رکھتے ہیں۔

وہ غیبت، عیب جوئی اور لن ترانیوں سے ہمیشہ دور رہے اور جس شخص کے سامنے کوئی مقصد ہو اور وہ بھی طویل المیعاد مقصد، اس کو اتنی فرصت کہاں کہ چپ وراست کی دل فریبیوں سے لطف اندوز ہوسکے۔

جناب والا! ان کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی عزیمت ہے۔ پختہ عزم، غیر متزلزل عزم، ناقابل شکست عزم، اس عزم نے ان کو حالات کا نباض بنایا اور وہ طبیب حاذق کی طرح علاج ومعالجہ میں تاحیات مصروف رہے اور کاشف العلوم کی شاہ کلید دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور میر جنگو سے یہ پیغام دے گئے کہ عوام کی اصلاح میر جنگو سے اور علم دین کی اشاعت اور خواص کی پیداوار کاشف العلوم سے ہوگی۔ یہاں خواص کی تربیت ہوگی اور وہاں عوام کی اور پھر یہ دونوں ایک دوسرے کے دست وبازو بنیں گے اور دین کا بول بالا ہوگا۔

میری گنہگار آنکھوں نے ان کو دیکھا ہے اور بار ہا دیکھا ہے۔ مسجد میں دیکھا ہے، بازار میں دیکھا ہے، گلیوں میں دیکھا ہے، شہر میں دیکھا ہے، دیہات میں دیکھا ہے، انجمن خوباں میں دیکھا ہے اور بزم اغیار میں دیکھا ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ ولی کامل تھا اور میر کارواں تھا۔

جناب والا، پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں جامع مسجد زاغ وزغن کی آماجگاہ تھا۔ کمرے ویران، محرابیں مرثیہ خواں، صفیں خالی، صحن سحر زدہ، حوض گہن آلود اور پوری فضا

تاریکی کی نذر۔ایسے ماحول میں مولانا محمد سعید خان نے اس جامع مسجد کو پُرنور اور پُرکشش بنانے کا فیصلہ کیا اور کامیاب رہے۔وہ فرشتۂ نجات کی طرح حیدرآباد سے اورنگ آباد آئے اور اپنی پوری جسمانی طاقت اور مومنانہ وجاہت جامع مسجد کے لئے جھونک دی اور آج ان کی محنتوں کے طفیل جامع مسجد بقعۂ نور بنا ہوا ہے اور اس کے منبر ومحراب سے ہر آن قال اللہ اور قال الرسول کی صدائے دل نشیں آتی ہے۔یہ ان ہی کا کمال ہے اور ان کے نامۂ اعمال کا زرّیں باب ہے۔

جناب مترجم قرآن!لوگ اپنے کاموں میں لگے رہے اور خالی ہاتھ چلے گئے پر مولانا سعادتوں کے گنج گراں مایہ کے ساتھ اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ہم خردوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جناب اس وقت میں اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اس وقت امین ہاتھوں میں ہے اور یہ اس کی بقا کی ضامن ہے۔میں عبدالجبار صاحب، جناب اسلم صاحب اور برخوردار محمد رضوان ندوی کو اچھی طرح جانتا ہوں، یہ لوگ جامعہ کی شان ہیں اور سود وزیاں سے بے پرواہ ہوکر منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔منزل کی طرف تو میں بھی رواں دواں ہوں اور اس کے لئے منزل بھی پڑھ رہا ہوں لیکن میری منزل عمر رواں ہے اور میں اس سے دستبرداری کے لئے قطعی تیار نہیں ہوں۔

جناب والا!اس امت کا سب سے بڑا مرض حب جاہ ہے اور یہ سب سے آخر میں جاتا ہے اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ چلے جاتے ہیں لیکن یہ جانے کا نام نہیں لیتا۔میں اپنے سلسلہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتا لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ اس وقت جامعہ کا جو

ناظم ہے اس میں حب جاہ بالکل نہیں ہے۔میں نے کرید کرید کر دیکھا لیکن کہیں بھی اس کا اتہ پتہ نہیں ملا۔یہ ناظم صاحب بھی مولانا محمد سعید خان کے زیر تربیت رہے ہیں بلکہ ان کے پروردہ ہیں بلکہ ان کے شکر خور اور نمک خوار ہیں۔میری دعا ہے کہ اللہ ان کو حیات خضر عطا فرمائے۔

جناب آپ کو اورنگ آباد آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے، آپ کو کیا معلوم کہ میں کون ہوں۔آپ اتنی دیر سے مجھے تنگ کر رہے ہیں، جناب میں آپ کی سبک دستی بلکہ چابک دستی کا قائل ہو گیا۔میں نہیں سمجھتا تھا کہ آپ اتنے عقلمند ہیں، میں تو آپ کو بدھو سمجھتا تھا۔ہاں بس تھوڑا لکھنا پڑھنا اور تھوڑا بہت ترجمہ کرنا آتا ہے اور بس۔آپ برا نہ مانئے میں اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں۔آپ جیسے بڑے بڑے علماء یہاں موجود ہیں، آپ کس کھیت کی مولی ہیں۔لیکن کیا کیجئے کہ میں آپ ہی کو ''نا'' کے اضافہ کے ساتھ ''مولانا'' مانتا ہوں۔ بہر حال میں سب کا احترام کرتا ہوں لیکن ایک نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنا سفر جاری رکھئے اور مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات پر زیر تدوین کتاب کو شایان شان شائع کیجئے، میں ان کو اپنے وقت کا مجدّد اور اپنے زمانے کا مرد میدان تصور کرتا ہوں۔آج آپ کو دعوت وتبلیغ اور علم دین کی جہاں جہاں بھی شمع فروزاں نظر آرہی ہے اس میں ان ہی کا خونِ جگر اور اشک چشم شامل ہے۔

اب میں بھی چراغ سحری ہوں، میری آرزو ہے کہ آپ میری حیات وخدمات پر بھی کتاب لکھیں اور میرے خانوادہ کو شاد کام کریں، میں نے حامی بھری اور خرد کی بخیہ گری اور جنوں کی پردہ دری کا سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا۔میں نے مولانا کا شکریہ ادا کیا اور عرض کیا

کہ یادوں کے لعل و گہر سے جس طرح آپ نے خوانِ فکر و آگہی کو زینت بخشی، اللہ آپ کو اس کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے تا کہ ہم لوگوں کے لئے استفادہ کا سلسلہ برقرار رہے اور خدمت میں حاضر ہو کر فکر روشن کے تابناک ذروں سے اپنے آپ کو سنوار سکیں۔ یہ سن کر حضرت والا نے فرمایا کہ فارسی کے مشہور شاعر عرفی کا یہ شعر لکھئے اور اسے اپنی زندگی کا موٹو (مقصد) بنایئے۔ یہ شعر میں نے پہلی دفعہ ڈاکٹر رفیق زکریا کی زبان سے انتخابی ریلی کے دوران سنا تھا جو حافظہ میں محفوظ رہ گیا۔

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں
آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدا را

اس طرح آج کی مجلس ختم ہوئی اور مولانا کی زبانی اور میری ترجمانی کے امتزاج سے مولانا محمد سعید خان کی حیات و خدمات کے بعض درخشاں پہلو قارئین کے سامنے آئے۔

●●●

بانیٔ جامعہ مولانا محمد سعید خانؒ اور ان کے

اولین رفقاء و معاونین

● مولانا محمد نسیم الدین مفتاحی
صدر مدرس جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ جیسی جلیل القدر اور عہد آفرین شخصیتیں مدتوں میں پیدا ہوتی ہیں جو افکار اور تصورات کی دنیا اور قوم و ملت کی زندگی میں ایک صالح انقلاب پیدا کر دیتی ہیں اور تاریخ کا نیا دور شروع کر دیتی ہیں اور دینی دعوت اور علوم نبوت اور قرآن و حدیث کی ہر راہ میں اپنے نقش قدم رہنمائی کے لئے چھوڑ جاتی ہیں۔ میں جب مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی نورانی صورت دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی فرشتہ آسمان سے نازل ہوا ہے۔ ان کی شرافت خاندانی پیشانی سے جھلکتی بلکہ ابلتی تھی۔ ان کی دعوت و تبلیغ کے جذبہ کا نور ان کی ہر ادا اور ہر پہلو سے ظاہر ہوتا تھا۔

دنیا میں جتنی بھی تحریکیں ابھریں اور اپنے بام عروج کو پہونچیں یا دنیا میں کسی بھی قسم کا انقلاب برپا کیا، اس کی ایک وجہ یہ رہی کہ اس کے بانیوں کو مخلص معاونین میسر ہوئے اور انھوں نے اس مشن کو آگے بڑھایا اور ایسا ہی کچھ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے ساتھ بھی ہوا۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد تشریف آوری پر جامعہ کی کتاب الرائے میں لکھا تھا

کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مخلص بندے کو کسی دینی کام کے لئے منتخب فرماتے ہیں تو اس کو مخلصین کی ایک جماعت بھی میسر فرماتے ہیں۔ اللہ کی یہی کرم فرمائی بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے ساتھ ہوئی۔

سقوط حیدر آباد کے بعد دکن کا علاقہ اور خاص طور سے اورنگ آباد اور اس کے اطراف میں جو پولس ایکشن ہوا تھا مسلمانان اورنگ آباد میں ایک مایوسی کی کیفیت تھی۔ اللہ کے نیک بندے اور اہل ایمان کبھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔ ان حالات میں ایک مرد قلندر بے سروسامانی میں جامعہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھتا ہے اور دعوت وتبلیغ کی محنت کو بھی جاری کرتا ہے، اسی مرد مجاہد کا نام مولانا محمد سعید خانؒ ہے۔ ۱۹/اپریل ۱۹۵۹ء کو جیسے ہی آپ نے جامعہ کی بنیاد رکھی ویسے ہی آپ کو ایک مخلص جماعت کا تعاون حاصل رہا۔ ان میں درج ذیل حضرات قابل ذکر اور السابقون الاولون ہیں: (۱) حاجی محمد عثمان صاحب (سبزی منڈی اورنگ آباد) (۲) ماہر تعلیم پروفیسر محمد قاسم راز جو جامعہ کے اولین مہتمم نامزد کئے گئے۔ (۳) الحاج نور محمد ولد حاجی عثمان صاحب (۴) چودھری حاجی عبدالرحمٰن ابن عبدالوہاب صاحب (سبزی منڈی) (۵) الحاج چودھری دادا میاں صاحب (۶) مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندوی (۷) منشی شیخ چاند صاحب (سبزی منڈی) (۸) حاجی عبدالرحمٰن میاں بھائی ولد عبدالرحیم صاحب (کیلے والے) (۹) حاجی عبدالغنی پٹیل (۱۰) حاجی فرید پٹیل (پیرغیب باڑی) (۱۱) الحاج عبدالقادر (منتری) بالانگری (۱۲) حافظ عبدالرزاق صاحب (پیرغیب باڑی) (۱۳) الحاج عبدالعزیز حاجی جمال صاحب (کنٹریکٹر) (۱۴) حاجی مہتاب خان صاحب (بھوکردن) (۱۵) حاجی عبدالعزیز صاحب

بھکن سیٹھ (بھوکردن) (۱۶) حاجی عبدالقادر صاحب (بھوکردن) (۱۷) عبدالعزیز صاحب (میجر) (۱۸) زین العابدین صاحب (۱۹) ڈاکٹر سرتاج صاحب (پرتور) (۲۰) الحاج سالار بیگ صاحب (پرتور) (۲۱) عبدالوہاب صاحب (پرتور) (۲۲) مرزا نذیر بیگ صاحب (جنتور) (۲۳) عبدالرزاق لاری صاحب (بیڑ)

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی صحبت میں جو کوئی بھی رہا، دینی اعتبار سے اس کی زندگی میں ترقی ہوئی اور آپ کے فیض یافتہ کندن بن گے۔ اس موقع پر شیخ سعدیؒ کا مشہور شعر مجھے یاد آرہا ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے   رسید از دست محبوبے بدستم
بد و گفتم کہ مشکے یا عبیری   کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بود   و لیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ترجمہ) ''ایک روز ایک حمام میں محبوب کے ہاتھ سے مجھ تک خوشبودار مٹی پہونچی۔ میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے عبیر ہے کہ تیری خوشبو نے میرا دل جکڑ لیا ہے۔ اس مٹی نے کہا میں تو وہی ناچیز مٹی ہوں لیکن کچھ دن پھولوں کی ہم نشینی اختیار کی۔ ہم نشینی کے جمال نے مجھ پر بھی اثر کر دیا ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو پہلے تھی۔''

ان مخلص رفقاءِ کار میں سے چند کا تذکرہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

(۱) حاجی محمد عثمان ولد محمد بیبن صاحب : اپنی برادری میں بڑے حاجی صاحب کے نام

سے مشہور تھے۔شہر اورنگ آباد کے لوگوں میں مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کا ساتھ دینے والوں میں ان کو سبقت حاصل ہے۔ ناسازگار حالات میں انہوں نے جامعہ کی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھا۔آپ کواللہ نے بڑی طویل عمر دی تھی۔آخرعمر تک وہ صوم وصلوۃ کے پابند رہے۔ساتھ ہی آپ کو خدمت خلق کا بڑا اجذبہ تھا۔آپ کی وجہ سے کئی بیروزگار برسر روزگار ہوئے۔آپ کے خلف اکبر الحاج نور محمد صاحب بھی ایک عرصے تک جامعہ کی مجلس عاملہ کے صدرر ہے۔

(۲) الحاج چودھری عبدالرحمٰن ولد چودھری عبدالوہاب صاحب : اللہ رب العزت نے آپ کو بڑی مالی فراوانی دی تھی اوروہ باربار کہتے تھے کہ اللہ نے جامعہ کی خدمت کے بدلے ہی ہم کوان نعمتوں سے نوازا ہے۔تاسیس جامعہ سے وفات تک وہ جامعہ کے کاموں میں بانی جامعہ اور ذمہ داران کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑے رہے۔جامعہ کی خاطر عطیات وغلہ جات کی وصولی کے لئے دور دراز کے سفر بھی کیا کرتے تھے۔

(۳) مرحوم عبدالرزاق لاری صاحب : آپ بانی جامعہ کے مخلص معاونین میں سے ایک تھے۔آپ پیشے سے گتہ دار (contractor) تھے۔ابتدائی دور میں اساتذۂ جامعہ کے مشاہرہ جات اور اخراجات کی تکمیل فرماتے رہے اور آخر دم تک بانی جامعہ سے منسلک رہے۔

(۴) منشی شیخ چاند صاحب ولد شیخ محمد صاحب (مرحوم) : آپ بڑے کم سخن اوراعلیٰ اخلاق کے پیکر تھے۔ایک لمبے عرصے تک طالبانِ علوم نبوت کے لئے انہوں نے سبزی ترکاری کا انتظام اپنے ذمہ لےلیا تھا۔بانی جامعہ آپ کو محبت سے سرکار کہتے تھے۔

مولانا محمد سعید خانؒ : حیات وخدمات

(۵) مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندویؒ : آپ نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو اپنی پچاس سالہ مسلسل جدوجہد سے ایک باوقار جامعہ کی شکل میں بدل دیا۔جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے گنے چنے منتخب بڑے اسلامی مدارس میں شمار ہونے لگا۔الحاج مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کا لگایا ہوا یہ پودا مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندویؒ کی مساعی جمیلہ سے ایک تناور اور ثمر آور درخت بن چکا ہے۔کاشف العلوم ان کے دورِ نظامت کے آغاز میں جامع مسجد محلّہ بڈی لین کا ایک مدرسہ تھا لیکن انہوں نے رابطۂ ادب اسلامی کے سمینار اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ اور دیگر دینی وملی کانفرنسوں کے ذریعہ اس کو ہندگیر بنادیا۔پورے ہندوستان میں اس ادارے کا وقیع اورمثبت تعارف ان کی زندگی کا ایسا کارنامہ ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری طرف انھوں نے مکاتب اور شاخوں کے قیام کے ذریعہ پورے علاقہ میں دینی شعور اور قرآن وسنت کے تعارف کی راہ ہموار کی اور آج ان مکاتب کے طفیل ہزاروں مسلمان اپنا انتساب صحیح طور پر اسلام کی طرف کرنے کے لائق ہوسکے۔

ان کے طویل زمانۂ نظامت میں کاشف العلوم مکتب سے مدرسہ،مدرسے جامعہ بنا۔اس جامعہ کوانہوں نے کم از کم علاقۂ مرہٹواڑہ کے لئے ایک ایسا چشمۂ حیوان بنادیا جو رگوں میں علم وآگہی، لطافت اور فکر وفن کی ظرافت سے زندگی کو خلعت دوام عطا کرتا رہے گا۔۱۹۵۹ء سے آج کی اس کی پنہائی قابل دید ہے۔یہ کیوں کر ہوا، مولانا مرحوم کی شب و روز کی تگ ودو اس کا خاموش جواب ہے ۔

اللہ ان پہ بارشِ رحمت ہو دم بدم
ان کے لئے کھلیں تیرے رحم وکرم کے باب

(۶) **پروفیسر محمد قاسم صاحب** : آپ جامعہ کی بنیاد ہی سے مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے ساتھ تھے اور مدرسہ کا اہتمام اور تعلیمات کی ذمہ داری بھی پروفیسر صاحب کو ہی دی گئی تھی۔ جس کو انہوں نے وسائل کی کمی کے باوجود بہت اچھی طرح سے نبھایا۔ مدرسہ کے اساتذہ کی پروفیسر صاحب نہ صرف رہنمائی فرماتے بلکہ نمونے کے درس بھی طلباء کے سامنے پیش کرتے اور تعطیلات میں دعوت وتبلیغ کے لئے جو جماعتیں نکلتی، اس میں بھی پروفیسر محمد قاسم صاحب، مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے رفیقِ سفر ہوتے تھے۔ ایک جماعت کی امارت اور تربیت کا کام مولانا محمد سعید خان صاحبؒ فرماتے تو دوسری جماعت کی امارت اور تربیت کی باگ ڈور پروفیسر محمد قاسم صاحب سنبھالتے۔ پروفیسر محمد قاسم صاحب کی گفتگو کا انداز بہت نرم اور دل کو چھو لینے والا ہوتا تھا۔ طلبہ کو سبق وہ اپنے گھنٹے ہی میں نہ صرف سمجھاتے بلکہ یاد بھی کرادیتے تھے۔ مدرسہ کے ساتھ ساتھ آپ مولانا آزاد کالج میں بھی شعبۂ اردو و فارسی کے صدر تھے۔ مگر مصروفیات کے باوجود وہ مدرسے اور دعوت وتبلیغ کے ہر کام میں مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے مشیر ومعاون ہوتے۔ اس کے لئے انہوں نے جامعہ سے قریب ہی رہائش اختیار کی تاکہ آسانی سے مدرسہ اور اہتمام کی ذمہ داریوں کو پوری کرسکیں۔

(۷) مولانا محمد سعید خان صاحبؒ سے جن رفقاء گرامی نے جامعہ کے ابتدائی کام میں رفاقت اور اعانت اور تعاون کا حق ادا کیا ان میں الحاج زین العابدین مرحوم بھی تھے۔ وہ شعبہ برقیات (MSEB) میں اکاونٹنٹ کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے تھے اور اپنا بقیہ وقت جماعت کی گشتوں اور اللہ کے راستوں میں لگاتے تھے۔ یہ وہ شخصیت ہے جو دعوت وتبلیغ کی وجہ سے صوم وصلوۃ اور دین کی پابند ہوگئی۔ جوانی سے سنت رسول ﷺ کا

اہتمام، نماز باجماعت کا اہتمام اور کثرت اولاد کے باوجود مدرسہ کا بھی ہمیشہ مالی تعاون فرماتے تھے۔ آپ نے مولانا کی صحبت سے متاثر ہوکر اپنے بچوں کو عالم دین بنایا۔ جس میں مولانا سعدالدین ندوی اور مولوی نیاز الدین مرحوم قابل ذکر ہیں۔ آپ کو مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے شیر پنجاب کا لقب دیا تھا۔ ان کی مجاہدانہ زندگی دیکھ کر ان کو اس لقب سے پکارتے تھے۔ آخری دم تک وہ نماز، روزوں اور تراویح کا اہتمام کرتے رہے۔ کرفیو کے زمانے میں بھی وہ جامع مسجد میں آکر تراویح کی نماز میں شرکت کرتے اور حافظ صاحب سے قرآن پاک سنتے اور آخری عمر میں بھی کئی امراض کے باوجود جماعت کا اہتمام کرتے تھے۔ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی رفاقت سے اور دعوت وتبلیغ کے نام سے جو دینداری آئی، اس کی وجہ سے انہوں نے بہت سے دینی کام بھی کئے۔ جیسے تعمیر مساجد، بسم اللہ کالونی میں ہاشمی مسجد جو کچی دیواروں پر کھڑی تھی اور ٹین پوش تھی، ملازمت سے سبکدوش ہوتے ہی انہوں نے اس مسجد کی تعمیر آر سی سی میں کروائی۔ اسی طرح مسجد بصرہ ہلال کالونی کی تعمیر میں بھی آپ نے بہت اہم رول ادا کیا۔ اللہ آپ کو تعمیر مساجد کے بدلے جنت کے محلات سے نوازے۔ میں سمجھتا ہوں یہ سب دینی زندگی دعوت وتبلیغ کی برکت اور مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی تربیت ورفاقت کا نتیجہ تھا۔

(۸) **الحاج عبدالقادر صاحب (منتری) ولد شیخ ابراہیم سوداگر** : آپ پٹن تعلقہ کے دیہات میں منتری ماموں کے نام سے جانے جاتے تھے۔ عبدالقادر صاحب نے چوتھی جماعت تک مراٹھی اسکول میں تعلیم حاصل کی اور انھیں مراٹھی زبان پر کافی عبور حاصل تھا۔ عبدالقادر منتری بالانگر کے تقریباً ۲۵؍سالوں تک سرپنچ رہے۔ عبدالقادر صاحب کا پٹن کے

قریہ قریہ میں رعب تھا۔ یہاں تک کہ پولس اسٹیشن میں بھی آپ کا اثرورسوخ تھا۔ وہ سیاست سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے کئی نوجوانوں کو سرکاری نوکری دلائی۔ وہ مہاراشٹر کے سابق وزیر داخلہ کلیان راؤ پاٹل اور وزیر اعلیٰ شنکر راؤ چوہان کے کافی قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ عبدالقادر صاحب نے پٹن اسمبلی حلقہ سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے حصہ لیا تھا لیکن انھیں صرف دوسو ووٹوں سے شکست ہوئی تھی۔ پھر ایک دن بانی جامعہ الحاج مولانا محمد سعید خان صاحبؒ غلہ وصولی اور بچوں کی تعلیم کی غرض سے بالانگر آئے تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ واحد شخص ہے جو جامعہ کے لئے ہر ممکن مدد کرسکتا ہے۔ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے عبدالقادر ماموں سے ملاقات کی اور اپنے چار بیٹے سمیت تقریباً ۵۰؍بچے اور غلہ بھی جمع کر کے روانہ کیا۔ اسی طرح جناب عبدالعزیز صاحب جونا بازار جو عبدالقادر صاحب کے سمدھی تھے دونوں نے مل کر جامعہ میں کئی سالوں تک اپنی خدمت فرائض انجام دیئے۔

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے عبدالقادر منتری کے جذبۂ خدمت کو دیکھتے ہوئے انھیں مجلس عاملہ کا معزز رکن بنایا۔ اس طرح آپ اپنے آخری سفر تک جامعہ کی خدمت کرتے رہے۔ علاوہ ازیں عبدالقادر صاحب کے چارلڑکے شیخ ہارون، شیخ مقصود، شیخ بابر، شیخ اکرم نے جامعہ سے تعلیم حاصل کی۔ حافظ مقصود احمد ندوی نے مکہ میں دس سال سروس کی اور ۱۲؍دسمبر ۲۰۱۳ء کو وفات پائی۔ البتہ مولانا بابر احمد، علی مسجد نیو انصار کالونی میں تقریباً چالیس سال سے امامت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مولانا اکرم بھی مسجد اقصیٰ میں چالیس سال سے امامت کررہے ہیں۔

(۹) حافظ عبدالرزاق صاحب پیرغیب باڑی (پیدائش ۱۹۳۷ء، وفات یکم جنوری ۲۰۲۲ء)

آپ نے شہر کے باشندگان کے ساتھ ساتھ جامعہ کے آغاز ہی سے دیہات اور گاؤں کے مخلص مسلمانوں نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بھرپور مدد کی۔ اس میں سرفہرست حاجی عبدالغنی پٹیل ساکن پیرغیب باڑی تعلقہ گھن ساونگی ضلع جالنہ ہیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنی بستی سے جامعہ کی غلہ کی شکل میں امداد کی بلکہ اپنے دوفرزندوں حافظ عبدالرزاق صاحب اور عبدالحمید صاحب کو مدرسہ کے آغاز ہی میں جامعہ میں شریک کروایا۔ یوں حافظ عبدالرزاق صاحب جامعہ کے ریکارڈ کے مطابق پہلے طالب علم اور پہلے حافظ ہیں۔ ان کے ساتھیوں میں حافظ نذیر صاحب پربھنی جو ملا مسجد پربھنی اور عیدگاہ پربھنی میں چالیس سال سے امامت کررہے ہیں۔ حافظ عبدالرزاق نے قرآن حفظ کیا، اس کے بعد عالمیت کے پہلے سال میں داخلہ لیا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ وہ عالمیت میں میرے ہم جماعت رہے۔ فراغت کے بعد انہوں نے اپنی بستی میں اور ساتونہ تعلقہ پرتور ضلع جالنہ میں امامت اور تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پوری جوانی جامعہ کاشف العلوم کے لئے گاؤں گاؤں قریہ قریہ جاکر کسان مسلمانوں سے غلہ وصول کرتے اور جامعہ پہونچاتے رہے۔

ان کے ہمراہ الحاج عبدالقادر منتری اور الحاج عبدالعزیز صاحب ساکن بیگم جانی جونا بازار ہوتے۔ تقریباً ۲۵؍سال تک تینوں نے غلہ وصولی کا کام بڑی جاں فشانی سے کیا۔ اللہ تینوں کو جزائے خیر دے۔

اورنگ آباد میں ۵۴-۱۹۵۳ء سے تبلیغی تحریک مولانا محمد سعید خان صاحب نے شروع کی۔ یہ ابتدائی دورتھا۔ چندنوجوانوں کے ساتھ مولانا محلوں کا گشت کرتے اور گھر گھر

جا کر لوگوں کو دین کی دعوت دیتے۔ ابتدائی دور میں ایک یا دو دن کے لئے جماعت نکلتی۔ مرحوم نظیر احمد کے برادرِ خرد جمیل احمد صاحب کی خوش نصیبی تھی کہ مولانا محمد سعید خان کے ساتھ ان کو پہلے رہنے اور جماعت میں جانے کا موقع ملا۔ اِس دوران ایک دن یہ جماعت جمیل احمد صاحب کے گھر پر آئی۔ اُن کے بھائی نظیر احمد گھر پر موجود تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ مولانا سے مل لیں، انھوں نے پہلے تو ٹال دیا پھر اصرار پر وہ مولانا سے ملے اور مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی باتوں اور تقریر سے متاثر ہوکر جماعت میں چلے گئے۔ جماعت سے واپسی پر اُن میں بڑی دینی تبدیلی آئی اور ان کی کایا پلٹ ہوئی۔ رات دین دعوت وتبلیغ کو اپنا مقصد بنالیا۔

محلّہ محلّہ، قریہ قریہ گشت کرتے اور چونکہ وہ سرکاری اسکول میں مدرس تھے، اپنے شاگردوں کو بھی دینی تعلیم دیتے۔ اُن کے شاگردوں کا حلقہ کافی وسیع اور بڑا تھا اور وہ اُن میں کافی مقبول تھے۔ مولانا نظیر احمد کی سرگرمیاں بڑھتی گئیں اور آہستہ آہستہ وہ مولانا محمد سعید خان صاحب کے دست راست بن گئے۔ وہ زیادہ تر مولانا کی صحبت میں رہتے۔ تبلیغی دائرہ بڑھتا گیا اور انھوں نے پورے مہاراشٹر کو تبلیغی مرکز بنادیا اور دہلی میں مرکز نظام الدین سے تعلق جوڑا اور کئی جماعتیں چلّہ کی دہلی مرکز بھیجیں اور خود بھی نظیر احمد صاحب دلّی مرکز تشریف لے گئے۔

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی ابتداء مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے کی اور نظیر احمد اُن کے شانہ بشانہ رہے۔ ابتداء میں چند طلباء سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ مرحوم نظیر بھائی کے ساتھ ایک نوجوان ہمیشہ رہتے تھے جن کا نام محمد ریاض الدین فاروقی تھا، انھیں اعلیٰ تعلیم

کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جانے کی ترغیب دی اور الحمدللہ انھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں پچاس سال ناظم کے اہم عہدے پر فائز رہے اور ان کے دور میں کاشف العلوم جو ایک ننھا پودا تھا تناور درخت بن گیا اور پورے مہاراشٹر میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو متعارف کروایا۔

مولانا نظیر احمد کا دائرہ صرف مہاراشٹر ہی نہیں تھا بلکہ دہلی میں بھی وہ بہت معروف ومقبول تھے۔ ۱۹۵۷ء میں جمیل احمد صاحب اور مولانا ریاض الدین فاروقی اور ڈاکٹر جلیل صدیقی صاحب کے ساتھ جماعت میں ایک چلّہ کے لئے دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ جب جماعت مرکز نظام الدین دہلی پہنچی تو مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندوی نے ہم سب کا تعارف مولانا یوسف صاحب حضرت جی جو مرکز کے امیر جماعت تھے سے کروایا حضرت جی بہت خوش ہوئے اور کہا ماسٹر نظیر میرے پاس آؤ اور گلے لگا کر دعائیں دیں۔ اِس سے نظیر بھائی کی مولانا سے قربت کا اندازہ ہوتا ہے۔

نظیر بھائی کی زندگی کا مقصد صرف تبلیغ تھا اور تادم آخر وہ تن من دھن سے تبلیغ اور مولانا محمد سعید خان صاحب سے جڑے رہے۔ ۱۹۷۵ء میں ایک حادثہ میں ان کا انتقال ہوا۔ اُس وقت اُن کی عمر ۴۵ سال تھی۔ انھوں نے ۱۹۵۴ء سے آخری وقت تک تقریباً ۲۲ سال تبلیغ میں گذارے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ آمین

مولانا محمد سعید خانؒ کے معاونین اور فیض یافتگان میں ایک نام ڈاکٹر سرتاج صاحب مرحوم کا بھی ہے۔ ان کا اصل نام سید ثناء اللہ حسینی تھا۔ اُن کا پیشہ طب تھا، وہ اپنے والد ڈاکٹر سید عظمت اللہ حسینی کے ساتھ پرتور کے ایک کلینک میں طبی خدمات انجام دیتے تھے۔

ابتدا میں ڈاکٹر سرتاج صاحب دعوت وتبلیغ کے کام سے منسلک نہ تھے لیکن مولانا محمد سعید خان کی نظر عنایت سے جب وہ اس مشن پر لگے تو اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ مولانا محمد سعید خانؒ کو انہوں نے اپنا مربی اور استاذ تسلیم کرلیا تھا۔ جب بھی اُن کو آواز دی گئی وہ نکل پڑے۔ یہاں تک کہ اپنی طبی مصروفیات کو بھی پس پشت ڈال دیا، جس کی وجہ سے بسا اوقات گھر میں فاقے کی نوبت آئی۔ وہ نہایت ہی پاکباز، مجاہدانہ زندگی گذارنے والے اور علماء سے حد درجہ محبت کرنے والے تھے۔ انہوں نے دعوت وتبلیغ کی غرض سے ملک کے طول وعرض میں کئی اسفار کئے بلکہ جب بھی کوئی گھر پر اُن کے بارے میں پوچھنے آتا تو اُس کو یہی جواب ملتا کہ وہ اللہ کے راستے میں ہیں۔

مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان نظر تھا اور اخلاص تھا کہ جو بھی دعوت و تبلیغ میں ان کا شاگرد بنتا وہ مستقل مزاج ہوتا اور مستقل مزاجی سے آخری سانس تک اس دعوت کی محنت میں مشغول رہتا۔ ڈاکٹر صاحب کے برادر خرد معروف عالم اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے سابق استاذ مولانا سید سمیع اللہ حسینی ندوی مدظلہ ہیں۔ اُن کے والد مرحوم ڈاکٹر عظمت اللہ حسینی اور ڈاکٹر سرتاج مرحوم نے مولانا محمد سعید خانؒ کی خدمت، تربیت، محنت اور تشکیل سے متاثر ہوکر مولانا سید سمیع اللہ حسینی ندوی کو مفتاح العلوم جلال آباد عالمیت کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ اُس کے بعد مولانا محترم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا عبدالحفیظ بلیاوی صاحب مصباح اللغات سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

ڈاکٹر سرتاج نے بھی اپنے فرزندوں کو بھی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں داخلہ

دلوایا۔ جس میں خلف اکبر مولانا سید رحمت اللہ حسینی عرف اظہر بھائی جو دعوت تبلیغ کے اپنے حلقہ کے ذمہ دار ہیں اور مولانا سید نصر اللہ حسینی ندوی جو دارالعلوم زکریا کے ناظم ہیں۔ مولانا سید احسان اللہ کاشفی جو دارالعلوم زکریا کے استاذ ہیں، یہ سب فیض مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

مولانا محمد سعید خانؒ کے دیرینہ رفیق اور معاون الحاج عبدالعزیز حاجی جمال کنٹریکٹر تھے جو کاشف العلوم کے مجلس عاملہ کے بیس سال صدر رہے۔ بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور دعوت وتبلیغ کے اولین سپاہی مولانا محمد سعید خانؒ نے شروع ہی سے مدرسہ اور تبلیغ کے کام کو بڑی قربانیوں سے جاری وساری رکھا۔ ۱۹۶۵ء میں جب مولانا سعید خانؒ کو سنت یوسفی ادا کرنی پڑی اور جیل کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، مدرسہ میں اس وجہ سے بڑے برے حالات آئے۔ خاص طور سے معاشی حالات، اللہ رب العزت نے حاجی عبدالعزیز حاجی جمال راجستھانی کنٹریکٹر کو ایک عظیم مددگار کی شکل میں جامعہ اور مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کو عطا فرمایا۔ مجلس عاملہ جامعہ کے صدر کی حیثیت سے ۱۹۶۸ء میں ان کا انتخاب عمل میں آیا۔ ۱۹۸۸ء تک آپ جامعہ کی مجلس عاملہ کے صدر رہے۔ انھوں نے پہلا یہ کام کیا کہ جامعہ پر جو قرض تھا اس کو ادا کیا تاکہ جامعہ کے ارکان، اساتذہ کرام اطمینان سے علوم نبوت کی خدمت میں مشغول رہیں۔ مرکز نظام الدین دلّی کے مشورہ کے بعد ۱۹۷۰ء میں جامع مسجد میں عالمی تبلیغی اجتماع کی تیاریاں ہورہی تھیں کہ اچانک ملک کے حالات کی وجہ سے اجتماع کی تیاریوں کو اور اجتماع کو حکومت کی جانب سے روک دیا گیا۔ مرحوم الحاج عبدالعزیز نے اُس کے وزیر حکومت مہاراشٹر اور کلکٹر سے ملاقات کی اور ان کو

تحریری تیقن دیا جس کے نتیجہ میں یہ بہت بڑا تبلیغی اجتماع کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ اُس اجتماع سے معززین شہر کی ایک جماعت چالیس دن کے لئے اللہ کے راستے میں نکلی جو مرکز ہوتے ہوئے دارالعلوم دیوبند اور مفتاح العلوم جلال آباد اور مظاہر العلوم سہارنپور بھی پہنچی۔ اُس وقت یہ راقم مفتاح العلوم جلال آباد میں زیر تعلیم تھا۔ جماعت نے حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ، خلیفہ اجل مولانا اشرف علی تھانوی سے بھی ملاقات کی اور ان کی مجلس میں بیٹھے۔ حضرت نے ایسی نصیحتیں فرمائیں جن سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

الحاج عبدالعزیز حاجی جمال کنٹرکٹر، حضرت قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند خلیفہ حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور ان کے مریدین اور خاص متوسلین میں ان کا شمار ہوا۔ حضرت قاری طیب صاحب جب اورنگ آباد تشریف لاتے تو عبدالعزیز صاحب کے مکان پر ہی کئی دن قیام ہوتا۔ بعد عصر دعوتی، تربیتی مجلسیں ہوتی، جس میں مرہٹواڑہ کے علمائے کرام اور عوام اُن سے مستفید ہوتے اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں بھی کئی اجلاس اور نشستیں اور احادیث کے اسباق ہوتے۔ جس میں اہلیانِ شہر بھی شریک ہوتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مدرسے کے غلہ جمع کرنے کے لئے کوئی موٹر گاڑی نہیں تھی سب سے پہلے عزیز صاحب نے ایک جیپ نما موٹر گاڑی مدرسہ کو دی جس سے کئی سالوں تک اطراف واکناف کے گاؤں سے غلہ جمع کیا جاتا۔ اللہ نے مدرسہ کی خدمت کی برکت سے کاروبار میں بھی بہت برکت دی، مال اور اولاد میں بھی برکت دی اور سیاسی اعتبار سے وہ اورنگ آباد شہر کے صدر بلدیہ بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔

●●●

والد ماجد مولانا محمد سعید خانؒ کی

زندگی کے خدوخال

● مولانا محمد فاروق خان قاسمی ابن مولانا محمد سعید خان صاحبؒ
بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

بیٹے اور باپ کا رشتہ بڑا ہی نازک اور اٹوٹ ہوتا ہے۔ بیٹا اپنے باپ کی خلوت و جلوت اور شب و روز کی سرگرمیوں سے جس قدر واقف ہوتا ہے اتنا شاید ہی کوئی اور ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے والد بزرگوار مولانا محمد سعید خانؒ کو بہت قریب سے دیکھا ہے کہ اللہ پاک نے ان پر اپنے انعامات کی بارش فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں صفات اور متنوع اوصاف سے متصف فرما کر سعید وخوش بخت بنا دیا تھا۔

دو روزہ سمینار کے اس مبارک موقع پر میں ذیل کی سطروں میں والد مرحوم کی حیاتِ مبارکہ کے چند نمایاں پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کروں گا۔

جہاں تک والد مرحوم کے کسب فیض کا تعلق ہے تو آپ نے دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے رفیق درس مولانا عبدالغفور موصلیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان کی علمی، تربیتی اور روحانی چشمہ سے فیضیاب ہوئے اور دینی علوم وفنون کی اکثر کتابیں ان ہی سے پڑھیں۔ مولانا موصلی اپنے دور کے بڑے جید عالم تھے۔ طلبہ سے بڑی محبت فرماتے، نیز طلباء کی اصلاح وتربیت کا بھی خیال رکھتے تھے۔ مولانا موصلی سے والد صاحب کا ایک رشتہ شاگرد وتلمیذ کا تھا تو دوسری طرف مولانا موصوف والد

مرحوم کے برادر اصغر اور میرے عم محترم کے خسر بھی تھے۔ اسی طرح آپ نے علامہ زماں مولانا مناظر احسن گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ سے بھی کسبِ فیض کیا۔

عبادات کے سلسلے میں آپ بڑے حساس واقع ہوئے تھے۔ خاص طور پر نماز کے معاملہ میں کسی طرح کی کوتاہی نا قابل برداشت تھی۔ ہر وقت نماز ادا کرتے، جہاں کہیں ہوتے پہلی ترجیح نماز کو دیتے، چاہے سفر ہو یا حضر، سردی ہو یا بارش، خوشی ہو یا غم، بہرصورت نماز کا اہتمام فرماتے۔ جب آپ کو پس دیوار زنداں کیا گیا تو اس دوران آپ نے تقریباً نوے دن مسلم قیدیوں کی امامت فرمائی جو آپ کے نماز کے تعلق اور اس کی بے انتہا پابندی کی غماز ہے اور اسی طرح جب آپ ایک سفر میں تھے اور نماز کا وقت آ گیا اس وقت ٹرین رکی ہوئی تھی تو آپ نے پلیٹ فارم پر مصلی بچھایا اور نماز میں مشغول و منہمک ہو گئے۔ انہماک اس قدر تھا کہ ٹرین نے ہارن دی اور پلیٹ فارم سے روانہ ہوگئی اور مولانا نماز میں مشغول رہے۔

دعوت وتبلیغ سے منسلک ہونے کے بعد آپ کو اپنے دور کے مشہور علماء اور مبلغین کی معیت و رفاقت میسر آئی، جن میں سرفہرست بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے جانشین رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کا نام نمایاں ہے۔ والدمرحوم حضرت جیؒ کے بڑے مداح تھے اور ان سے والد ماجد کے گہرے مراسم اور تعلقات تھے اور والدمرحوم نے حضرت جیؒ کی رہبری میں بیشتر دینی اور دعوتی تقاضے پورے فرمائے اور آپؒ کے فرمودہ خطوط ونقوش کو حرزِ جاں بنایا، جس کی وجہ سے حضرت جیؒ کو بھی والدمرحوم پر بڑا اعتماد تھا، اس لئے والدمرحوم جب دہلی مرکز نظام الدین تشریف لے جاتے

اور وہاں قیام ہوتا تو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ والدمرحوم کا بعد نماز فجر بیان رکھتے اور والدمرحوم حضرت جیؒ کے حکم کی تعمیل میں خطاب کرتے۔

اِسی طرح دوسرے شخص جن کے ساتھ آپ کے مراسم اور دعوتی اسفار رہے وہ صوبۂ گجرات سے تعلق رکھنے والے معروف مبلغ بھائی فضل کریم صاحب مرحوم بھی تھے جن کی زندگی بڑی قابلِ رشک تھی اور جنھوں نے تادم مرگ لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح والدمرحوم کی یہ سعادت رہی کہ ان کو بانی دیوبند کے قابل فخر پوتے اور دارالعلوم کے سابق مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھ رفاقت کے مواقع میسر آئے اور اس طرح ان کو حکیم الاسلام کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، چنانچہ والدمرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں قاری محمد طیب صاحبؒ جیسا صاحب علم وفضل، تحریر وخطابت کا بے تاج بادشاہ اور صاحب نسبت بزرگ نہیں دیکھا۔

والدمرحوم کی زندگی قرآنی مومن کا عملی نمونہ تھی اور موقع بہ موقع اس کے آثار بھی مشاہدہ میں آتے تھے۔ اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

دعوت الی اللہ کے میدان میں آپ کی فعالیت وسرگرمی اور اس سلسلے میں ملامت گروں کی ملامت سے بے پرواہ ہو کر اپنے کام میں مشغول ومصروف رہنا، ولا یخافون لومة لائم کا مصداق ہے کہ اللہ کے نیک بندے ہمیشہ اپنے فریضہ کی انجام دہی میں منہمک ومصروف رہتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت پر توجہ نہیں دیتے، نیز اللہ اور اس

کے رسول کے حکم کو ترجیح دیتے ہیں۔

جہاں تک آپ کے اخلاص وللّٰہیت کا تعلق ہے تو آپ میں یہ صفت بھی بدرجہ اتم موجود تھی اور آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ دنیا میں جو بھی کام کیا جائے اس کے اجر کے لئے صرف اللہ ہی سے امید لگانی چاہئے اور یہ انبیاء کی خاص صفت رہی ہے جس کو قرآن نے اس طرح ذکر کیا ہے ما أسألكم عليه من أجر ، ان أجري الا على رب العٰلمين کہ دعوت دین کی محنت کا معاوضہ اور انعام صرف اللہ کے ذمہ ہے۔

یہی وجہ تھی کہ نام ونمود، عزت وشہرت اور اقتدار ومنصب کا لالچ کبھی بھی آپ کے حاشیہ خیال میں نہیں آیا بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ اشاعت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر آپ ملازمت سے بھی دستبردار ہو گئے لیکن بڑے انہماک اور توجہ کے ساتھ دینی کاموں میں مشغول رہے کیونکہ دین کی خدمت آپ کی اولین ترجیح تھی۔

اسی طرح و أمرهم شورىٰ بينهم پر بھی آپ کا ہمیشہ عمل رہا اور تاحیات آپ خدا کے بتائے ہوئے اس زریں اصول پر کاربند رہے، اس لئے آپ کو اپنی نجی اور خانگی زندگی سے متعلق کوئی مشورہ درکار ہوتا تو اپنے زمانے کے شہر اورنگ آباد کے امیر جناب خواجہ یوسف الدین صاحب مرحوم سے مشورہ طلب کرتے اور پھر ان کے مفید مشوروں پر عمل کر کے اپنے کاموں کو انجام تک پہنچاتے، آپسی مشورہ بڑی اہم چیز ہے جس سے زندگی پر بڑے اچھے نتائج مرتب ہوتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں کیا خوب بات کہی گئی ہے کہ جو استخارہ کر کے اپنا کام شروع کرتا ہے، وہ خسارہ اور نقصان سے محفوظ رہتا ہے اور جو آپسی مشورہ کے ساتھ کسی کام کی ابتداء کرتا ہے تو وہ ندامت وشرمندگی کا منہ دیکھنے سے بچ جاتا ہے۔

والد مرحوم کی ایک قابل ذکر صفت یہ بھی تھی کہ آپ کے اندر عفو ودرگذر اور تسامح کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اسی لئے مزاج کے خلاف ہونے کے باوجود بعض امور پر صبر کرتے اور ان لوگوں کو اپنے دامنِ عفو میں جگہ دیتے تھے اور ان سے پرسش نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کی اصلاح کرتے اور تربیت فرماتے تھے، گویا صبر وعفو کے آپ حسین مرقع تھے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو اللہ کے مخلص اور نیک بندے ہوتے ہیں اور جن کا مقصدِ زندگی احکام الٰہی اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہوتا ہے، وہ کبھی دنیا اور اس کی عارضی آرائش وزیبائش سے متاثر نہیں ہوتے اور نہ کبھی اس کے دام محبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

چنانچہ والد مرحوم نے بھی دنیا اور متاع دنیا پر کبھی نظر نہیں ڈالی اور کبھی اس کی محبت کا شائبہ بھی اپنے اندر آنے نہیں دیا، اسی لئے جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ نے میراث میں کچھ بھی نہیں چھوڑا، حتی کہ جس مکان میں آپ سکونت پذیر تھے، وہ بھی آپ کا ذاتی نہیں تھا بلکہ آپ کی خوش دامن صاحبہ کی ملکیت تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کا عنصر آپ کی ذات والا صفات میں کس درجہ موجود تھا۔

اللہ تعالیٰ ایسے افراد کا تجدید دین کی خاطر انتخاب فرماتا ہے اور اس میں ایسی قوت ودیعت فرماتا ہے جس کے ذریعہ اس کے لئے کارِ دعوت کی انجام دہی آسان ہوجاتی ہے۔ والد صاحب کی کن کن خوبیوں کا تذکرہ کروں۔ بہرحال جو کچھ میرے ذہن میں تھا میں نے قلمبند کرنے کی کوشش کی۔ ان شاء اللہ آئندہ مزید تفصیل سے لکھنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ والد صاحب کو غریق رحمت کرے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین یارب العالمین)

•••

مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ

خصوصیات وامتیازات

● مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی

کل ہند جنرل سکریٹری رابطۂ ادب اسلامی عالمی لکھنؤ

الحمدللّٰہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین و خاتم النبیین محمد ، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین أمّا بعد :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا بلکہ ایک عظیم مقصد کے تحت اس کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ارشادخداوندی ہے افحسبتم أنما خلقناکم عبثا و أنکم إلینا لاترجعون اس آیت میں اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کومخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو یوں ہی پیدا کر دیا اور یہ کہ تم کو ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف یہ بتا دیا ہے کہ اس نے انسان کو بے مقصد نہیں پیدا کیا اور یہ کہ اس کولوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے اور پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا تھا، جس مقصد کے لئے تمھیں زندگی دی گئی تھی، بینائی دی گئی تھی، سماعت دی گئی تھی، گویائی دی گئی تھی، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی تھی، خیر وشر میں تمیز کرنے کا سلیقہ دیا گیا تھا اور زندگی گزارنے کے لئے وہ تمام وسائل اور سہولیات فراہم کی گئی تھیں، جن کی کسی بھی انسان کو ضرورت پڑتی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ مقصد جس کے لئے یہ دنیا آباد کی گئی، آسمان سے کتابوں کو نازل کیا گیا، انبیاء علیہم السلام کو

مبعوث فرمایا گیا، وہ مقصد کیا ہے؟ وہ مقصد ہمیں قرآن کریم کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما خلقت الجن و الانس اِلا لیعبدون ''میں نے تمام انس وجن کوصرف اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔'' جولوگ اس مقصد حیات کی بجا آوری کرتے ہیں اور اِن رازہائے سربستہ کا ادراک کر لیتے ہیں کہ حیات ابدی اور فلاح کلی عبادت الٰہی میں پنہاں ہے، ان پر خدا کی طرف سے ایک اور ذمہ داری ڈالی جاتی ہے وہ ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ارشاد خداوندی ہے کنتم خیر أمۃ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللّٰہ ''جوامتیں لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں تم ان سب میں سب سے بہتر امت ہو تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔'' خوش نصیب ہیں وہ نفوس جو نہ صرف اس مقصد حیات کی ادائیگی کو اپنی کامیابی کی شاہ کلید سمجھتے ہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے کر خیر امت کا لقب بھی حاصل کر لیتے ہیں۔

مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کا شمار انہی خوش قسمت افراد میں ہوتا ہے۔آپ کی ولادت بتاریخ ۱۰؍جون ۱۹۲۷ء بروز جمعہ، حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم آپ نے اسلامیہ ہائی اسکول سکندرآباد میں حاصل کی۔اس کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے انگریزی میڈیم سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔آپ نے عصری تعلیم کے ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ اور منطق کا علم اس وقت کے نامور علماء سے حاصل کیا جن میں ایک بڑا نام مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا ہے۔۱۹۵۳ء کو آپ بغرض ملازمت اورنگ آباد تشریف لائے۔یہاں چند برسوں تک میڈیکل ہاسپٹل میں اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ میں خدمت انجام

دی، لیکن آپ کو علماء اور مشائخ سے بڑی قربت تھی، ان کی مجالس میں حاضری دیتے، ان کی صحبت میں وقت گزارتے، ان سے روحانی غذا حاصل کرتے اور اپنے دل کی انگیٹھی گرم کرتے۔ دوسری طرف آپ مسلم معاشرہ کی بے راہ روی، فرائض میں کوتاہی، مساجد کی ویرانی، مغربی کلچر سے مرعوبیت اور اس کی اندھی تقلید کا مشاہدہ بھی کررہے تھے۔ امت کی زبوں حالی پر فکرمند بھی تھے۔ یہیں سے آپ کے اندر شدت سے احساس پیدا ہوا کہ ہر انسان سے دوسرے انسان کے بارے میں، اس کے خاندان کے بارے میں، اس کے سماج کے بارے میں، اس کی بستی کے بارے میں، یہ پوچھا جائے گا کہ اس نے ان کے لئے کیا کیا؟ حدیث شریف آتا ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے'' اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں اور متعلقین کے بارے میں پوچھا بھی جائے گا کہ تمہارے ہوتے ہوئے ان کا عقیدہ کیوں بگڑا؟ مشرکانہ رسم ورواج میں وہ کیسے مبتلا ہوئے؟ خدا سے بغاوت اور سرکشی کی ہمت ان میں کیسے پڑی؟ اس احساس اور خیال نے آپ کو ملازمت کو خیرباد کہنے اور کلی طور پر دعوت وتبلیغ کے لئے وقف ہوجانے پر آمادہ کیا۔ آپ نے عوام کو دین سے جوڑنے کے لئے، ان میں دینی روح پھونکنے کے لئے، اسلام سے ان کا رشتہ مضبوط کرنے، خدا کی معرفت ان میں پیدا کرنے کے لئے اور با مقصد حیات سے ان کو باخبر کرنے کے لئے دعوت وتبلیغ کے راستہ کو اختیار کیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی صحبت میں وقت گزارا، ان کے اندر کی کڑھن، فکرمندی اور دردمندی کو اپنے اندر جذب کیا اور دعوت وتبلیغ کے لئے فنا ہوگئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ان پر اتنا اعتماد کرتے تھے کہ فجر کی نماز کے بعد انہی سے بیان کرواتے اور خود بھی اہتمام

مولانا محمد سعید خانؒ : حیات وخدمات

سے اس میں شریک ہوتے۔ ایک طرف آپ نے عوام سے رابطہ کیا۔ شہر اورنگ آباد جہاں رسومات و بدعات کو اسلامی تعلیمات کا حصہ سمجھا جارہا تھا نہ صرف ان رسومات و بدعات کی آپ نے بیخ کنی کی بلکہ آپ نے ایک طریقہ یہ اپنایا کہ لوگوں کے گھر جاتے، ان کو قریب کرتے، مثبت طریقہ پر گفتگو کرتے اور آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر گھر سے دو لڑکوں کا انتخاب ہو، ایک جماعت میں جائے دوسرا دینی تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل ہو۔ اس طرح آپ نے دعوت اور تعلیم دونوں کو جوڑ کر ایک ایسا راستہ دکھایا جس پر چلنے والا غلطی کرنے اور ٹھوکر کھانے سے محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کو جہاں ایک طرف داعی بنا کر، مبلغ بنا کر، بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا، وہیں آپ نے دوسری طرف اپنے بارے میں یہ فرمایا بعثت معلما کہ ''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے'' دعوت اگر علم کی روشنی میں ہو اور علم کے ساتھ دعوت جڑی ہوئی ہو تبھی ایک داعی کو پوری کامیابی ملتی ہے۔

شاید یہی وہ چیز تھی جس نے مولانا محمد سعید خانؒ کو دعوت وتبلیغ سے پوری طرح وابستہ ہوتے ہوئے اور داعیانہ مزاج رکھتے ہوئے کاشف العلوم کے قیام پر آمادہ کیا۔ یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے، سقوطِ حیدرآباد سے قبل شہر اورنگ آباد علماء، ادباء اور شعراء کا مسکن تھا۔ یہاں کے علماء پورے خطہ کو علم کی روشنی سے سیراب کررہے تھے لیکن سقوطِ حیدرآباد کا اثر شہر اورنگ آباد پر بھی پڑا۔ اس کی مرکزیت باقی نہ رہی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں رک گئیں، علم کی شمعیں بجھ گئیں۔ چنانچہ اس نازک اور پُرفتن دور میں مولانا محمد سعید خانؒ کی شکل میں ایک مرد درویش کھڑا ہوا اور خالص اللہ کے بھروسہ پر اور نسل نو کی دینی تربیت کے لئے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد

ایک طرف بچوں اور نوجوانوں میں دینی روح پھونکنا اور ان میں دینی اسپرٹ پیدا کرنا تھا تو دوسری طرف ایک ایسی نسل کی آبیاری کرنا تھا جو قدیم صالح اور جدید نافع کا سنگم ہو۔ جو نہ صرف منجدھار میں پھنسی کشتی کو ساحل تک پہنچانے کا کام کرے، بلکہ جدید چیلنجوں اور اسلام کے خلاف کئے جارہے پروپگنڈے کا دندان شکن جواب بھی دے سکے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب کی اگرچہ تحریری یادگاریں نہیں ملتیں لیکن ان کے منہ سے نکلنے والے جملے کسی ادبی شہ پارہ سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے الفاظ میں جو طاقت اور تاثیر رکھی تھی، وہ بڑے بڑے ادباء کی تحریروں میں اور بڑے بڑے شعراء کے اشعار میں نہیں ملتی۔ اس سمینار میں اس پہلو پر بھی اظہارِ خیال کی ضرورت ہے اور ان کی تقریروں، مواعظ اور نصیحتوں سے وہ ٹکڑے لینے کی ضرورت ہے جو ادبی سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين

●●●

مردِ قلندر مولانا محمد سعید خانؒ کی

حیات کے چند درخشاں پہلو

● مولانا مفتی محمد نعیم مفتاحی

(صدر شعبۂ افتاء وقضاء جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم)

جب میں نے کاغذ وقلم تھام کر ماضی کے دریچوں میں جھانک کر مولانا محمد سعید خان کی مبارک یادوں کو قلمبند کرنے کا عمل شروع کیا تو ایک مجذوب کی یاد تازہ ہوگئی، جس نے مولانا محمد سعید خاں کے بارے میں عہد طفلی میں کہا تھا کہ یہ بچہ بکریاں چرائے گا۔ تیر بالکل نشانہ پر لگا۔ محمد سعید خان نے امت کی رہبری اور دین ودعوت کے لئے اپنی زندگی وقف کردی۔ شادی خانہ آبادی کے بعد مولانا محمد سعید خان نے اورنگ آباد کو آباد کیا اور مستقل سکونت اختیار کرلی۔ یہاں اورنگ آباد میں دو کام کئے۔ ایک علمی و دینی درسگاہ کاشف العلوم کی بنیاد، دوسرا دین و دعوت اور تبلیغ کا آغاز۔ ان دونوں کام کا سہرا مولانا محمد سعید خاں کے سر جاتا ہے ع

لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

مولانا محمد سعید خان کی پہلودار اور ہمہ جہت شخصیت اور مقناطیسی کیفیت کا اندازہ تو ان ہی لوگوں کو ہے جنھوں نے انھیں قریب سے دیکھا تھا۔ کبھی صداقت، رفاقت کا تجربہ ہوا تھا، ان کی قد وقامت، سراپا، گفتگو، بیان وخطابت سب ہی میں بلا کی کشش اور جاذبیت تھی۔ اپنے دعوتی اسفار میں کئی ملنے والوں کو اپنا گرویدہ اور اچھا دوست بنالیا کرتے تھے۔

ہندو پاک کے بیشتر اکابر سے نسبت وشناسائی تھی۔کئی اکابرین سے استفادہ بھی کیا۔تبلیغی حلقوں میں کافی اثر ورسوخ تھا، اکابر علماء نے اپنی محبت وشفقت سے نوازا اور حلقۂ ارادت میں شامل کیا اور یہی مولانا محمد سعید خان کا طرۂ امتیاز ہے۔اورنگ آباد شہر سے والہانہ تعلق تھا اور اکثر اوقات اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے تھے۔حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ اور مولانا علی میاں ندویؒ سے خاص نسبت تھی۔دونوں کی یہاں تشریف آوری کا ذریعہ بھی مولانا محمد سعید خان ہی تھے جنھوں نے اورنگ آباد کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور بار بار آمد سے اس شہر کی قسمت کو جگایا اور تبلیغ ودعوت اور کاشف العلوم اورنگ آباد کی رہبری وسرپرستی سے ذمہ داران کی ہمت افزائی فرمائی ع

تیرے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں

مولانا محمد سعید خان کی خدمت دین اور ابتدائی دعوت وتبلیغ کا زمانہ اور اس کا آغاز بڑی استقامت اور آبلہ پائی کا دور تھا۔گرچہ حالات حوصلہ شکن تھے مگر اس مردِ قلندر نے تمام تر حالات کا مقابلہ کیا اور طوفانِ بلاخیز اور تاریکیوں میں علم نبوت کی شمع جلائی اور روشنی پھیلائی۔

مولانا محمد سعید خان کی دینی وتبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔مراٹھواڑہ کے تمام اضلاع آپ کی محنتوں کی آماجگاہ تھے۔آج بھی آغاز کار کے ساتھی،شیدائی اور متوالے مل جاتے ہیں جو مولانا محمد سعید خاں کی قربانیوں اور کاوشوں کا اور صبر واستقامت کا تذکرہ کرتے ہیں۔خصوصی طور پر پیدل جماعتوں کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

اذیت ، مصیبت ، ملامت بلائیں
ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

مولانا محمد سعید خان کی زندگی کا وصف خاص بے سروسامانی تھا۔ان کی یہ قلندرانہ صفت پوری زندگی پر حاوی رہی۔وہ بے سروسامانی کے ساتھ بیرونی اسفار پر گئے اور اپنی زندگی میں کئی مرتبہ دعوتی سفر کئے۔

انھوں نے اپنے بیانات اور خطبات سے امت کو مستفید کیا۔بیان وخطاب میں ساحرانہ کیفیت تھی۔جوش خطابت دیدنی تھا۔تاریخ اسلام پر گہری نظر تھی۔واقعات صحابہؓ سے ایمان میں تازگی پیدا کرتے اور ان کے مجاہدوں اور قربانیوں کے تذکروں سے دلوں کو گرماتے۔

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

مولانا محمد سعید خان کی ابتدائی تعلیم کے بعد کالج تک کی تعلیم عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں ہوئی۔اسی دوران دینیات اور اسلامیات میں بھی ایک بڑے ماہر عالم استاد سے استفادہ کیا۔

اردو ادب اور شاعری کا بھی بڑا اچھا ذوق رکھتے تھے۔غالبؔ و اقبالؔ کے اشعار سے بڑا تعلق تھا۔اپنے بیان وخطاب میں اچھی زبان اور نادر مضامین کا انتخاب کرتے تھے۔جملوں کی ادائیگی میں ٹھہراؤ ایسا کہ سامع آئندہ کا منتظر وشائق ہوتا کہ اب کیا کہیں گے۔

اکثر تاریخِ اسلام کے واقعات سے قلوب کو گرماتے۔بزرگوں کے احوال، ان کی

دینی خدمات اور خانقاہی نظام اور ان کی عوامی محبوبیت کا تذکرہ کرتے۔

تبلیغی اجتماعات کی شرکت اور عوامی بیانات کا ایک طویل سلسلہ ہے، جن میں تفصیلی بیانات ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنی دعوتی اور دینی خدمات کے لئے جامع مسجد اورنگ آباد کو مرکز بنایا۔ جامع مسجد کی بازآبادی کا سہرا بھی ان ہی کے سر جاتا ہے۔

ایک واقعہ جو مولانا عبدالوحید حلیمی نے گذشتہ چند دنوں پہلے مولانا محمد صدرالحسن ندوی مدنی اور مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی کی موجودگی میں بیان کیا کہ سعید بھائی کے آگرہ کے سفر میں ایک دعوتی گشت کے دوران ایک مخالف ذمہ دار شخص سے ملاقات ہوئی۔ سعید بھائی نے اس شخص سے ایسا پیرایۂ گفتگو اختیار کیا کہ باوجود اپنی شدت، مخالفت کے وہ مولانا محمد سعید خان کا گرویدہ ہوگیا۔ بالکل ولی حمیم کی طرح اس گشت کے موقع پر حلیمی صاحب بذاتِ خود ساتھ تھے۔ تقریباً ایسا کئی مرتبہ ہوا کہ مخالف سے گفتگو کی اور وہ تھوڑی دیر میں سعید بھائی کا گرویدہ ہوگیا یا پھر نرمی کا معاملہ کرنے لگا۔

حیدرآباد سے آتے ہوئے ایک شخص سے ٹرین میں ملاقات ہوئی جو اورنگ آباد کے تعلقہ بھوکردن سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے اپنا تعارف کروایا اور سعید بھائی کا تذکرہ کیا تو کہنے لگا کہ وہ تو ہمارے گاؤں آتے تھے۔ وہ زمانہ ابتدائی تبلیغی اسفار کا تھا جن میں انھوں نے پیدل بھی سفر کیا اور بڑی مشکلات کا سامنا کیا اور بڑی عقیدت ومحبت کا ذکر کرتے رہے۔ آج مولانا محمد سعید خان کے چاہنے والے ان کو یاد کرتے ہیں اور والہانہ تذکرہ کرتے ہیں۔

اکابرامت سے عقیدت ومحبت اور ان کی آمد پر ان کی ضیافت مولانا محمد سعید خان

کا معمول تھا۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کا نزول اجلال ہو یا علی میاںؒ کا ورود مسعود، دونوں کا استقبال کیا۔ انھوں نے بھی مولانا محمد سعید خان کو چاہا، دل لگایا۔ اپنے وقت کے سبھی اکابر مولانا محمد سعید خان کو چاہتے تھے اور بیحد سراہتے تھے۔

مولانا محمد سعید خان کو اللہ تعالی نے کمالِ وجاہت، جمال اور خوبصورتی سے بھی نوازا تھا۔ وجیہ چہرہ اور سراپا ایسا کہ لوگ دیکھ کر متاثر ہوتے۔ چہرہ کی بشاشت، لبوں کی مسکراہٹ سے دلوں کو جیت لیتے۔ صاف گوئی اور صداقت وسچائی کا وہ پیکر تنقید وتبصرہ میں راہ اعتدال سے نہ ہٹنا یقیناً وہ لایخافون لومة لائم کے مصداق تھے۔ معاشرتی زندگی انتہائی سادہ، سیرت واخلاق میں سنتوں کا دلدادہ، شادی بیاہ میں رسوم ورواج سے دور، اپنی صاحبزادیوں کی شادیوں کو بھی نمونۂ سلف بنایا اور صرف چائے پر اکتفا کیا ع

اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

جس دعوت کے لئے حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب نے جان دے دی، وہ ان کی زندگی میں دل کی آواز بن گئی۔ وہ دعوت میں اتنے مستغرق ہوگئے کہ اس کے علاوہ کوئی اور چیز یاد نہ رہی۔ ان کے شب وروز اور سارے اوقات بس دعوتِ دین میں گھر کر رہ گئے۔ آرام وراحت یا گھر میں سکون وطمانیت سے ایک گھڑی گزارنے کا بھی وقت نہیں ملتا تھا۔ تبلیغی دعوت سے اتنا عشق ہوگیا تھا کہ اس کے علاوہ نہ کسی کی بات کو سننا گوارہ کرتے تھے اور نہ کسی اور مشغلہ میں منہمک ہونا پسند کرتے تھے۔

اضطراب وبے قراری نے مولانا کی زندگی کے سارے گوشوں کو گھیر لیا تھا۔ ان کی زبان کھلتی تو دینی دعوت، مسلمانوں کی زبوں حالی پر کھلتی۔ ان کی آنکھیں ان افراد کو تلاش

کرتیں جو اپنا عزیز وقت دین کے لئے دینے آئے ہوں۔ اسی فکر میں سوتے اور جاگتے تھے۔ کوئی مہمان آتا تو یہی فکر تڑپاتی۔ چائے کے بعد کی گفتگو گھنٹوں چلتی۔ آدھی آدھی رات تک اسی میں غلطاں و پیچاں رہتے۔ کسی کی بات سنتے تو ایک سرد آہ بھر کر اپنی بات کہنے لگتے۔ اکثر بے چین ہو کر ارشاد فرماتے ''ہائے اللہ میں کیا کروں''، کبھی فرماتے ''کاش دنیا کا کوئی حصہ ایسا مل جاتا جہاں اسلام اپنے صحیح خدوخال کے ساتھ نظر آتا''

کبھی لبوں پر مسکراہٹ آجاتی، مگر دل اضطراب و بے کلی سے چور چور ہو جاتا۔ معلوم ہوتا کہ دل میں ایک آگ سی لگی ہے، جس نے مولانا کے سارے جذبات و احساسات کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے ایسے ہی مردانِ خدا کے لئے کہا ہوگا۔

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو
کہ بینی خندہ بر لب ہا و آتش پارہ دردلہا

بات کرتے کرتے آستین چڑھا لیتے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آہ بھرتے جو درد میں ڈوبی ہوئی ہوتی۔ اضطراب و بے چینی نے ایک سیمابی کیفیت پیدا کر دی تھی، جنھوں نے قریب سے نہیں دیکھا ان کو سمجھانا مشکل ہے۔ مولانا اس دور میں اللہ کی ایک زبردست نشانی تھے۔ انھیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام کے دردوفکر کو سمجھنا آسان ہو جاتا تھا۔ موسم گرما ہو یا سرما، مولانا سفر میں تشریف لے جاتے۔ اجتماعات سے خطاب کرتے، شہر شہر، قریہ قریہ تقریریں کرتے اور اضطراب و بے کلی میں ڈوب جاتے۔ آواز بیٹھ جاتی، زبان جواب دے جاتی، لوگ مولانا کی اس محنت، اس اضطراب و بے چینی کو دیکھ کر ترس کھاتے

اور چاہتے کہ مولانا خاموش ہو جائیں تو اچھا ہو، مگر مولانا پر ایک جذب کی کیفیت طاری ہوتی۔ جوش و ولولہ پورے شباب پر ہوتا، گھنٹوں تقریر کرتے، طویل دعا کرتے، پھر مجلسی گفتگو شروع ہو جاتی اور اسی جوش و جذبہ واضطراب و بے چینی سے بولتے رہتے۔ کانّہ منذر جیش یقول صبحکم و مساکم (معلوم ہوتا تھا کہ کسی لشکر کے خطرہ کا اعلان کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ صبح شام سر پر آیا ہی چاہتا ہے۔)

مولانا کی سب سے ممتاز اور سب سے بڑی صفت ایمان و یقین اور خدا کے وعدوں پر اعتماد کی تھی۔ اس اعتماد اور یقین و ایمان باللہ نے درحقیقت اس دینی دعوت میں جان ڈالی۔ مولانا نہ تو کوئی بات بغیر اس کے کہتے تھے، نہ کوئی قدم اس کے بغیر اٹھاتے تھے۔ جب بھی گفتگو فرماتے تو پورے عزم و یقین اور اعتماد علی اللہ سے فرماتے۔ سننے والا چاہے کتنے ہی تذبذب اور تشکیک کا شکار ہو، تھوڑی دیر کے لئے اپنے اندر ایمان کی چنگاری محسوس کرنے لگتا۔ جو لوگ توجہ اور طلب سے بات کو سنتے وہ اپنے اندر ایمان و یقین کی بجلی دوڑتی ہوئی محسوس کرتے۔ مولانا اس طرح جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے، آخرت کے عیش و راحت اور عذاب و تکلیف کو اس طرح بیان کرتے کہ جیسے سارے مناظر ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں۔ کانہ رائ عین، دلائل اور مثالوں سے ان کی حقیقت بیان کرتے کہ سننے والوں کی نگاہوں میں دنیا وہم و طلسم کے سوا کچھ نظر نہ آتی۔ یہی وہ یقین کی طاقت تھی، جس نے بے شمار لوگوں کے دلوں کی دنیا بدل دی اور لاکھوں دل ایمان کے جذبہ سے معمور اور قربانی و ایثار کی لذت سے مخمور ہو گئے اور یہ صرف مولانا کی خطابت تک محدود نہ تھا بلکہ خود مولانا کی زندگی بھی اسی یقین و ایمان کا پیکر تھی۔

مولانا میں خوداعتمادی بہت زیادہ تھی۔ وہ کسی بڑی سے بڑی طاقت سے نہ گھبراتے، نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے مرعوب ہوتے۔ وہ جب اپنی بات کہتے تو کامل اعتماد ویقین سے کہتے۔ معلوم ہوتا کہ دنیا کی نہ کسی طاقت سے ان کو خوف ہے نہ کسی طاقت یا دولت، عزت وجاہ کا خیال۔ ساری دنیا ایک حقیر چیز معلوم ہوتی اور سارے انسان بونوں کی طرح معلوم ہوتے۔ کوئی بھی اس عظیم نگاہ میں نہ جچتا۔ اقبالؔ کی زبان ان الفاظ میں جس مومن کی تعریف کرتی ہے وہ مولانا کے لئے پوری طرح صادق آتی ؎

جچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

مولانا محمد سعید خان دین کو کسی قلعہ میں محصور نہیں سمجھتے تھے، نہ دینی دعوت کو کسی خاص مقام یا کسی خاص طبقہ میں منحصر سمجھتے تھے۔ انھوں نے شروع ہی سے ہمہ گیر دعوت دینا شروع کی۔ وہ پوری ایمانی قوت سے اور اعتماد ویقین سے دعوت دیتے ع

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

مولانا محمد سعید خان سارے عالم کو دعوت کا میدان سمجھتے اور ہر ہر خطہ میں داعیوں کو جانے اور دعوت کا کام کرنے پر پوری طرح آمادہ کرتے تھے ؎

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحر بے کراں کے لئے

وہ دنیا کے ہر خطہ کو مسلمان کی میراث سمجھتے تھے اور ہر خطہ سے فائدہ اٹھانے اور فائدہ پہونچانے کو داعی کی ذمہ داری سمجھتے تھے ع

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی

شروع شروع میں جب مولانا محمد سعید خان نے لوگوں کو راہِ خدا میں نکلنے کی دعوت دی تو مخلصین ومحبین اور تعلق رکھنے والے ایسے حضرات جن کا اس دینی دعوت سے گہرا تعلق تھا۔ خود حسرت میں پڑ گئے کہ ایسے دور میں جب مقامی کام بھی پوری طرح نہیں ہو پا رہا ہے مولانا دور دراز اور بیرونِ ہند کی کیسی دعوت دے رہے ہیں۔

مولانا کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے گونا گوں اوصاف وخصوصیات کے ساتھ جوشِ تقریر اور زورِ خطابت اور ذوقِ دعا سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

مولانا ہر خطاب کے بعد دعا فرمایا کرتے تھے۔ دعا بھی کیسی؟ اتنی مؤثر کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ سب سے پہلے خدا کی صفات بیان فرماتے۔ اس کے بعد قرآن و حدیث کی دعائیں پڑھ کر اپنے ضعف وناتوانی کا اظہار فرماتے اور اسلام اور مسلمانوں کی عافیت اور ان پر رحمت وشفقت کی درخواست فرماتے اور فساد کے مٹنے اور مفسدین کی ہدایت یا ہلاکت کی التجا کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ خدا کا ایک برگزیدہ بندہ دل کی گہرائی اور اعتماد ویقین کے ساتھ دعا کر رہا ہے۔ ہزاروں کا مجمع ہر ہر جملہ پر آمین کہتا، ساری فضا آمین کی آواز سے گونج اٹھتی، در ودیوار تھرا اٹھتے، راہ گزرنے والا بھی مبہوت کھڑا رہ جاتا، سوائے مولاناؒ کی دعا کے اور حاضرین کی آمین کے کوئی آواز دور دور تک نہ سنائی دیتی، آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگتیں اور انسانوں کی چیخیں نکل پڑتیں۔ ہر سننے والا جوش ونشاط اور کیف وسرور میں ڈوب جاتا اور یہ یقین ہوجاتا کہ سینکڑوں فرشتے آمین کہنے والوں کے ساتھ آمین کہہ رہے ہیں۔ دعا ختم ہوتی اور مجمع اسی طرح ساکت وصامت رہتا اور گھنٹوں دلوں پر اثر رہتا۔

موت تو اٹل حقیقت ہے۔ ایک دن تو ہر کسی کو اس کا مزہ چکھنا ہے، چاہے انسان

کہیں بھی پناہ لے لے، جب وقت پورا ہوجائے گا تو ایک سیکنڈ کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ روزِ اول سے ہی دنیا کا یہی نظام چلتا آرہا ہے۔ ہر نکھرتی صبح اور ہر ڈھلتی شام کسی نہ کسی کے لئے منتہائے زیست کا پیغام لاتی ہے۔ گردش شام وسحر کے باوجود موت کا رقص ہر سمت جاری ہے۔ ہر روز لاتعداد افراد لقمۂ اجل بنتے ہیں اور منوں مٹی کے نیچے سما جاتے ہیں اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

حضرت کی ذات سے کون واقف نہیں۔ آپ کی ذات میں مومنانہ جمال، زاہدانہ جلال، درویشانہ سادگی اور عارفانہ نور بیک وقت موجود رہتا تھا۔ حضرت کی شخصیت جہاں ایک طرف سادہ لوح اور درویش صفت کی مالک تھی تو وہیں دوسری طرف علماء کے رئیس اور عوام کے پیر تھے، جس کے سائے تلے حق کے مسافر کو آرام اور اس کی ڈالیوں پر بلندیوں میں پرواز کرنے والے پرندوں کے لئے پناہ تھی اور راہ نجات کے سیکڑوں راہ گیروں نے ان کے دریائے علم وعرفان سے اپنی علمی تشنگی بجھائی اور آفتاب وماہتاب بن کر دنیا میں چمک رہے ہیں۔ آج انھیں آفتاب وماہتاب کی زبانیں غموں سے نڈھال ہوئے، آنکھوں میں اشک لئے، ٹوٹے ہوئے دلوں کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ؎

کڑے سفر کا تھا مسافر، تھکا ہے ایسا کہ سوگیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کرلیں، ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

اس دنیا میں آنے کو تو بہت آتے ہیں مگر کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی وفات پر صدیاں اور زمانے اشکبار ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگ بہت کمیاب اور نادر الوقوع ہوتے ہیں۔ حضرت بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔

آتی ہی رہے گی ترے انفاس کی خوشبو
گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

میدان دعوت وتبلیغ میں مولانا محمد سعید خان صاحب اور امیر جماعت تبلیغ خواجہ یوسف الدین صاحب کی رفاقت دیدنی تھی۔ دونوں دو جان ایک قالب تھے۔ ان کی فکری ہم آہنگی اور ذہنی یکسانیت کار تبلیغ کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ دونوں حضرات ہمیشہ یکسوئی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے موضوع پر گھنٹوں گفتگو فرماتے اور غور وفکر کے بعد مشورہ میں اس کی توثیق ہوتی۔ میں نے بارہا ان دونوں حضرات کو گوشۂ عافیت میں یکسوئی کے ساتھ محو کلام دیکھا اور رشک بھی ہوا کہ دین کی تبلیغ کی خاطر کس طرح یہ حضرات اس میدان میں کام کرنے والوں کے لئے راہِ عمل متعین کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ آج نہ سعید بھائی ہیں اور نہ خواجہ بھائی، لیکن ان کی یادیں آج بھی ہمارے دلوں پر دستک دے رہی ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ فکری ہم آہنگی اور جذبۂ اخلاص کے بغیر کوئی کام بار آور نہیں ہوسکتا اور نہ کامیابی کی شاہراہ پر اپنے نقوش چھوڑ سکتا ہے۔

آج اس دو روزہ سمینار کے موقع پر ان کی حیات وخدمات کے تذکرے کرکے ہم ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کی کوشش کر رہے ہیں جو ہمیں ایک مدت سے تڑپا رہی تھیں۔ آج پورا خطہ ان کے تذکرہ سے شادماں اور ان کے لگائے ہوئے پودے سے مستفید ہو رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ ان کی حیاتِ مستعار کے قیمتی لمحات کی سرگرمیوں کو اسوہ اور نمونہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ سمینار ہر طرح سے کامیاب ہو۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ

بحیثیت داعی الی اللہ

● مولانا حافظ محمد ندیم صدیقی
(صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر)

مشہور ادیب وشاعر وامیر دعوت وتبلیغ پٹنہ بہار پروفیسر کلیم عاجز نے کیا خوب کہا ہے۔

مجھے اس کا کوئی گلہ نہیں کہ بہار نے مجھے کیا دیا
تری آرزو تو نکال دی ترا حوصلہ تو بڑھا دیا
گو ستم نے تیرے ہر اک طرح مجھے ناامید بنا دیا
یہ مری وفا کا کمال ہے کہ نباہ کر کے دکھا دیا
کوئی بزم ہو کوئی انجمن ، یہ شعار اپنا قدیم ہے
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلا دیا

اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر زمانے میں دین کا سچا درد رکھنے والے ایسے باوقار علماء پیدا فرمائے جنھوں نے امت مسلمہ کی قیادت کا فریضہ انجام دیا ہے اور امت کی ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کی کوشش کی ہے۔ اسلامی تاریخ ایسے افراد سے روشن ہے جنھوں نے حالات کو سمجھا اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے اور ان کو صحیح رخ پر لانے کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دیں جو اسلامی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کا

شمار بھی انہی نفوس قدسیہ میں ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت علمی، دینی، اصلاحی ودعوتی خدمات کا جلی عنوان تھی۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو روشن اور ہر گوشہ منور تھا۔ حضرت مولانا کی علمی ودینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ وہ جہاں ایک باکمال عالم دین، بہترین منتظم اور عظیم مدبر تھے وہیں ایک دردمند وفکرمند داعی الی اللہ بھی تھے۔ دعوت وتبلیغ کے کام سے ان کی وابستگی دیوانگی کی حد تک تھی۔ انھوں نے ایسے زمانے میں دعوت کا کام کیا جس زمانے میں لوگ دین اور علم دین سے ناواقف تھے۔ جہالت وضلالت کی وادیوں میں بھٹک رہے تھے۔ بدعات وخرافات اور غیر شرعی رسومات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ دعوت وتبلیغ کی مروجہ محنت کا شروع کا دور تھا۔ لوگ اس ایمانی ودعوتی تحریک اور فکر الیاسی سے ناآشنا تھے۔ بعض مقامات پر لوگ اپنی بے دینی وجہالت کی وجہ سے دین کی محنت کے لئے آنے والے لوگوں کا بستر بھی مسجد سے اٹھا کر باہر پھینک دیا کرتے تھے۔ ایسے ناسازگار حالات میں مفلسی وتنگدستی اور غربت کے زمانے میں آپ نے ہمت وجرأت اور صبر واستقلال کے ساتھ اشاعت دین وحفاظت دین کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ انہوں نے اپنی اصلاحی اور دعوتی سرگرمیوں کا آغاز اورنگ آباد کی تاریخی اور روحانی سرزمین سے کیا۔ یہ سرزمین سینکڑوں بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کا مسکن رہی اور آج بھی اس علاقے اور خطہ میں سینکڑوں اولیاء اللہ وخاصان خدا آرام فرما ہیں۔ آپ ایک سرگرم ومتحرک داعی دین تھے۔ قریہ قریہ، دیہات دیہات جاجا کر آپ نے بندگان خدا وفرزندان توحید کو اللہ کی وحدانیت وربوبیت، سرور کائنات ﷺ کی رسالت اور فکر آخرت سے روشناس کرایا۔ ان کے دلوں میں ایمان واسلام کی روح پھونک دی۔

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خواب ناز میں

وہ نرے داعی دین نہیں تھے۔ داعیانہ اوصاف وصفات سے بھی متصف تھے۔
داعی کی زندگی اوصاف سے متصف ہو، صفات سے معمور ہو، دعائے نیم شبی وآہ سحر گاہی کے رنگ میں رنگی ہوئی ہوتو وہ دلوں کو موہ لیتی ہے۔ پتھر دل کو بھی موم بنا دیتی ہے۔ اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی زندگی ان اوصاف و کمالات کی جامع تھی۔ آپ قول کے سچے اور عمل کے پکے تھے۔ گفتار کے غازی نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے۔ ایک داعی دین کا اپنے مشن میں دردمند وفکرمند ہونا ضروری ہوتا ہے۔ داعی کی دردمندی وفکرمندی اس کے اندر ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرتی ہے۔ جب تک یہ جذبہ کارگر رہتا ہے تو دینی کام ہوتا رہتا ہے اور جب یہ جذبہ سرد پڑ جاتا ہے تو کاموں پر فرق پڑتا ہے۔ موصوف کی زندگی دردمندی وفکرمندی اور احساس ذمہ داری سے معمور تھی۔

حسن عمل، حسن اخلاق، ملنساری وقدردانی وتواضع وانکساری، ضیافت وظرافت اور حکمت ومصلحت، دعوت واصلاح کی راہ میں داعی کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ وہ آخرت میں اجر وثواب پاتا ہے اور دنیا میں اپنے مشن میں کامیاب بھی ہوتا ہے۔ حضرت مولانا کی شخصیت کا دامن اس سے لبریز تھا۔

زبان کی نرمی، اخلاق کی عمدگی اور حکمت ومصلحت کی روشنی میں انہوں نے دعوت واصلاح کا کام انجام دیا۔ ان کو جاننے والے اور ان کے مشن میں ان کے ساتھ چلنے والے افراد سے معلوم ہوا کہ مومن آباد (انبہ جوگائی) ان کی جماعت گئی تھی۔ انہوں نے ساتھیوں کو آگے مسجد میں روانہ کر دیا اور پیچھے کھانے کی چیزیں لینے کے لئے رک گئے۔ مسجد کے قریب

پہونچے تو دیکھا کہ جماعت کے تمام ساتھی باہر کھڑے ہیں۔ مسجد کے موذن صاحب نے ان کا سامان باہر پھینک دیا ہے۔ آپ نے دیکھا تو سمجھ گئے معاملہ کیا ہے۔ اپنے ہی ساتھیوں کو مؤذن صاحب کے سامنے خوب ڈانٹا اور مؤذن صاحب کے سامنے ساتھیوں کو متوجہ کر کے کہا کہ مؤذن کا مقام ومرتبہ بہت اونچا ہے۔ مؤذن اللہ کے گھر کا منادی ہوتا ہے۔ قیامت کے دن مؤذن کی گردن سب سے اونچی رہے گی۔ مؤذن کی خدمت کرنا چاہئے، ان کا خیال رکھنا چاہئے۔ یہ کہہ کر جو کھانے کی چیزیں لے کر آئے تھے وہ مؤذن صاحب کو دے دی۔ بس تھوڑی دیر کے بعد مؤذن صاحب نے مسجد کھول دی اور سامان اندر رکھ دیا۔ سلام ہو ان کی فکر وبصیرت اور حکمت ومصلحت کو۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی دعوتی سرگرمیاں پورے علاقہ دکن میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اورنگ آباد سے لے کر حیدرآباد تک ان کی محنت کا میدان تھا۔ اورنگ آباد میں سب سے پہلا تبلیغی اجتماع ۱۹۵۹ء میں ہوا تھا جو انہی کی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ تھا اور صرف دکن ہی نہیں دعوت وتبلیغ کی اس محنت کے لئے انھوں نے ملک کے طول وعرض میں سفر کیا، بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات میں قدردانی کے ساتھ ان کے بیانات کو سنا گیا۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحبؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد منظور صاحبؒ نعمانی جیسی عظیم المرتبت شخصیات نے بھی ان کی قابل قدر دعوتی خدمات کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھا اور وعظ ونصیحت کی مجالس میں بیٹھ کر استفادہ کیا۔ حضرت مولانا کی وفات کو بتیس سال کا عرصہ بیت گیا لیکن آج بھی ان کی یاد تازہ ہے۔ ان کی خدمات اور کارناموں نے ان کو جسمانی اعتبار سے نہ سہی روحانی اعتبار سے زندہ اور تابندہ رکھا ہے۔

زندگی کہتے ہیں جس کو چار دن کی بات ہے
بس ہمیشہ رہنے والی ایک خدا کی ذات ہے

حفاظت دین واشاعت دین کے سلسلے میں انھیں مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ جیل کی سلاخوں کے پیچھے قید وبند کی صعوبتیں جھیلنا پڑی،مگر اس راہِ عزیمت میں انہوں نے سب کچھ خندہ جبینی سے برداشت کیا۔

زمانہ معترف ہے ہماری استقامت کا
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے رہنما بدلا
رہ الفت میں گو ہم پر بڑے مشکل مقام آئے
نہ ہم نے شاخ گل چھوڑی نہ ہم نے قافلہ بدلا

۱۹۴۸ء میں پورے علاقہ دکن میں پولس ایکشن ہوا تھا۔پولس ایکشن کیا تھا،اس کا نام سنتے ہی سن رسیدہ افراد کے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔آج سے ستر سال قبل دکن کا منظر مسلمانوں کے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہیں تھا۔ہر طرف قتل وغارت گری اور تباہی وبربادی کا بھیانک راج تھا۔ہر طرف لاشوں کے ڈھیر تھے۔مسلم دشمنی کا ناپاک جنون لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو تباہ وبرباد کررہا تھا۔اس وقت آواز حق بلند کرنا گویا موت سے پنجہ آزمائی کے مترادف تھا۔صرف گلبرگہ اور اس کے اطراف واکناف میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا۔پولس ایکشن کے دوران شر پسندوں نے مسلمانوں کا صرف جانی نقصان ہی نہیں کیا تھا بلکہ مسلمانوں کی اقتصادیات کو بھی پوری طرح سے برباد کردیا تھا،بس اس خوفناک وخونریز داستان سنانے کے لئے پنڈت سندرلال کمیٹی کی رپورٹ ہی کافی ہے۔

پولس ایکشن ’’آپریشن پولو‘‘ کے بعد ۱۹۶۸ء میں حالات نازک وکشیدہ ہونے کی صورت میں جو لوگ حالات پر اثر انداز ہوسکتے تھے حکومت نے انھیں گرفتار کرلیا تھا۔ان گرفتار ہونے والوں میں حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ بھی تھے۔تقریباً تین ماہ آپ نے اورنگ آباد کی مشہور ہرسول جیل میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔علمائے امت، اہل اللہ اور نیک بندوں کی گرفتاریوں سے ہرسول کا قید خانہ خانقاہ بن گیا تھا۔شیخ الاسلام حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز قطب دکن حضرت مولانا عبدالغفور قریشی قاسمی صاحبؒ،حضرت مولانا مقیم الدین صاحبؒ،مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحبؒ (دیگلور)،صفدر علی دیشمکھ صاحبؒ (بیڑ)،لیاقت علی دیشمکھ (بیڑ)،مشہور شاعر مجاہد آزادی جناب قاضی تنویر صاحبؒ (دیگلور ضلع ناندیڑ) اور میرے حقیقی دادا جان مشہور شاعر جناب نعیم صدیقی صاحب پاتوڑ شریف ہرسول جیل میں بند تھے۔مرحوم کٹھولا لہ خادم کی حیثیت سے ان اکابرین کی خدمت کرتے تھے۔روزانہ بعد نماز فجر ہرسول جیل میں قطب دکن قرآن کی تفسیر بیان کرتے تھے۔اردو زبان کی بقاء وتحفظ کے لئے علمی وادبی مشاعرہ بھی ہوتا تھا اور روزانہ پابندی سے حضرت قطب دکن ذکر بالجہر کی مجلس بھی کرواتے تھے۔حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب ان بزرگوں کے ساتھ مل کر جیل کے قیدیوں میں دعوت کا کام کرتے تھے۔اسی طرح جب ۱۹۴۷ء میں ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا اور بدقسمتی سے ملک دو حصوں میں تقسیم ہوا تو فسادات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے۔خوف ودہشت کے بادل چھانے لگے۔مسلمانوں کی حالت انتہائی قابل رحم ہوگئی۔مسلمانوں کی جان ومال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ دین اسلام پر بھی خطرات کے بادل منڈلانے لگے۔اس وقت

دین اسلام کی حفاظت وصیانت کا بندوبست کرنا نہایت ضروری تھا۔ ایسی نازک صورتحال اور بے سروسامانی کے عالم میں یہ مردمجاہد اور فقیر بے نوا اٹھا اور اورنگ آباد کی تاریخی جامع مسجد کے دوحجروں میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے نام سے ایک علمی درسگاہ وروحانی تربیت گاہ کی بنیاد رکھی۔

خدا جب فیصلہ کرتا ہے اپنے دیں کی سرفرازی کا
اذانوں کی صدا اٹھتی ہے صحرا اور بیاباں سے

حضرت مولانا محمد سعید خان کی ایک اور خوبی یہ تھی کہ وہ اہل علم اور اکابر علماء کرام کے بڑے قدرداں تھے۔ علماء کی قدردانی ان کے رگ وریشہ میں پیوست تھی۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب، حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوری اور فدائے ملت حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی صاحب سے ان کا خصوصی تعلق اور گہرا ربط تھا اور ان اکابرین کی وہ بے حد قدر کرتے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی کو وہ علاقہ دکن کی کارگزاری بھیجا کرتے تھے اور حضرت مدنی بڑے اہتمام اور توجہ کے ساتھ ان کی ارسال کردہ کارگزاریوں کو پڑھتے سنتے اور مفید مشوروں سے نوازتے تھے۔ اسی طرح چھوٹوں کو آگے بڑھانا، کام کے لئے کام والے افراد تیار کرنا، ان کا ہنر تھا۔ جامعہ کاشف العلوم کے سابق ناظم حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندوی کی شخصیت سازی میں ان کا اہم کردار اور رول رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں اور ان گنت نعمتوں اور صفتوں سے نوازا تھا۔ میرے ذہن ودماغ میں ان کی زندگی کے بہت سے واقعات اور ان کی حیات مستعار کے بہت سے روشن کمالات نقش ہیں۔ ان سب کے احاطہ کے لئے اور انھیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کے لئے فرصت کا وقت درکار ہے۔ ان سطور کو لکھنا اور قلمبند کرنا بھی میرے لئے انتہائی مشکل تھا، لیکن حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب مدنی اور حضرت مولانا ڈاکٹر محمد صدرالحسن صاحب ندوی مدنی کی فہمائش اور مخلصانہ اصرار پر چند صفحات لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ دونوں صاحبان جو اس سمینار کے کنوینر بھی ہیں اور روح رواں بھی، میں انھیں دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں نیز جامعہ کاشف العلوم کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد رضوان خان صاحب ندوی کا بھی ممنون ومشکور ہوں۔

اسی طرح جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کی مجلس عاملہ کے تمام ارکنان و عہدیداران قدیم وجدید اساتذۂ کرام اور رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے تمام ذمہ داران کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس بات پر صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب ''حیات وخدمات'' کے موضوع پر دوروزہ قومی سمینار کا انعقاد کیا ہے۔ مجھے اللہ کی ذات عالی سے امید قوی اور یقین کامل ہے کہ ان شاء اللہ یہ دوروزہ قومی سمینار عموماً ہم سبھوں کے لئے اور خصوصاً نوجوان نسل کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا اور حضرت مولانا کی حیات وخدمات کے روشن نقوش اور ان کی علمی، دینی، اصلاحی ودعوتی خدمات ملت اسلامیہ کے لئے قابل عمل ہی نہیں قابل تقلید بھی ثابت ہوں گی۔

اٹھاؤ تیشۂ ادراک اہل فکر ذرا
نئے دماغ تراشو نئی صدی کے لئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت مولانا کے درجات کو بلند فرمائے اوران کی جملہ دینی خدمات کوقبول فرمائے اوراس سمینار کا انعقاد کرنے والے تمام احباب کی کوششوں اورکاوشوں کوقبول فرماتے ہوئے تمام کواجرعظیم واجرجزیل عطافرمائے۔

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

•••

حضرت مولانا الحاج محمد سعید خاںؒ

ایک عہد ساز شخصیت

● مولانا محمد رضوان خان ندوی (حفید مولانا محمد سعید خاںؒ)
جنرل سکریٹری جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد (مہاراشٹر)

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ہر دور میں عظیم تحریکوں کی ابتداء عموماً ایک ہی فرد سے ہوتی ہے۔اس فرد کی اولوالعزمی، ثابت قدمی، یقین محکم، عمل پیہم، آہ سحر گاہی، نالۂ نیم شبی اور میدان عمل کی تگ ودو نیز منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے جاں گسل اور زہرہ گداز محنت اس کو اس مقام تک پہنچاتی ہے کہ افراد اس کے ہم نوا بنتے چلے جاتے ہیں، پھر وہ فرد کارواں میں تبدیل ہوجاتا ہے۔میری مراد جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد (جو علاقۂ مراٹھواڑہ کی عظیم دینی درسگاہ ہے) کے بانی اور میرے جدامجد حضرت مولانا محمد سعید خان ابن محمد سکندر خان صاحبؒ سے ہے ؏

نگہ بلند ، سخن دل نواز ، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

آپ کی ولادت بتاریخ ۱۰رذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۰رجون ۱۹۲۷ء بروز جمعہ حیدرآباد (دکن) میں ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسب افغان کے مشہور قبیلہ یوسف زئی سے جاملتا ہے۔۱۸۵۷ء کے بعد آپؒ کے جداعلیٰ حیدرآباد (گنٹور) منتقل ہوگئے اورفوج کے اعلیٰ عہدے پر فائز

ہوئے۔آبائی پیشہ سپہ گری تھا اس لئے جدّ امجد بھی دینی وعصری تعلیم کے بعد فوج کے ایک بڑے منصب پر فائز ہوئے آپؒ کی ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی اسکول سکندرآباد میں ہوئی۔ اس کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے انگریزی میڈیم سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔آپؒ نے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ اور منطق کا اس وقت کے نامور علماء سے اکتساب کیا، جن میں قابل ذکر مولانا عبدالغفور صاحب موصلیؒ جو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھیوں میں تھے، جنھوں نے ساری زندگی ملک پیٹھ کی مسجد میں بلا معاوضہ امامت کی اور ہر رمضان میں تراویح میں قرآن سناتے رہے اور مولانا مناظر احسن گیلانی بھی ہیں۔اسی طرح حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ نے ابدی کتابِ الٰہی قرآن مجید سے ۲۳؍ پارے بھی حفظ فرمائے۔آپؒ دینی وعصری علوم کے جامع تھے۔ علاقہ کے ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر علوم دینیہ سے آپ کی دلچسپی فزوں تر ہوتی گئی اور وہ تڑپ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس کی شکل میں جلوہ گر ہوئی۔

۱۹۵۳ء میں اورنگ آباد (دکن) تشریف لائے اور چند برسوں تک میڈیکل ہاسپٹل جالنہ میں اپنی خدمات انجام دیں۔یہ دور دینی اعتبار سے مسلمانوں کا دورِ انحطاط تھا۔مسلمانوں کی دین سے ناواقفیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں مسلمان غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت کے ساتھ ان کے تمام رسوم بھی انجام دیتے تھے۔شرک اور قبر پرستی نے تقریباً سارے معاشرے کو گھیر رکھا تھا۔آپ کی دوررس نگاہیں یہ محسوس کررہی تھیں کہ ان مسلمانوں کی دینی رہبری انتہائی ضروری ہے، چنانچہ آپ بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعوت سے وابستہ ہوگئے اور اصلاح معاشرہ اور

بدعات وخرافات کی بیخ کنی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔علاقہ کے مسلمانوں کی دینی زبوں حالی آپؒ کے لئے ناقابل برداشت تھی، اس لئے اصلاح معاشرہ کی خاطر اپنی ملازمت کو خیرباد کہہ کر جماعت کے ساتھ تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی تشریف لے گئے۔امیر جماعت تبلیغ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ نے تبلیغی مرکز میں فجر کے بعد کی تقریر کے لئے حضرت مولانا سعید خان صاحبؒ کا انتخاب کیا۔فجر کے بعد کے ان خطابات میں آپ بہ نفس نفیس شریک رہتے۔اسی طرح لکھنؤ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ، مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے خطاب کی سماعت کو دوسرے امور پر ترجیح دیتے تھے۔۱۹۵۹ء میں شہر اورنگ آباد میں آپ ہی کی کوششوں سے پہلا تبلیغی اجتماع منعقد ہوا اور پہلی مرتبہ پاپیادہ جماعت دہلی بھیجی گئی۔

سقوطِ حیدرآباد کے بعد علاقہ مراٹھواڑہ کی دینی زبوں حالی اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی تھی۔علم وفن کا گہوارہ اور آماجگاہ سونی پڑ گئی۔رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ثقافتی وادبی سرگرمیاں تو کجا دینی تعلیم کے لئے بھی اس علاقے کی سرزمین صدائیں العطش العطش بلند کرنے لگی۔نہ مساجد میں اس کا کما حقہ نظم تھا اور نہ مکاتب میں۔چنانچہ ایسے ماحول میں مورخہ ۱۰؍شوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء کو حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد جامع مسجد اورنگ آباد اور اس کے اطراف بنے ہوئے حجروں میں رکھی، اس طرح دینی تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔یہ جامع مسجد عہد عنبری کی یادگار ہے، جس میں حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ نے توسیع فرمائی۔یہ جامع مسجد مسقّف حصہ میں نمازیوں کی گنجائش کے اعتبار سے ہندوستان کی بڑی مسجدوں میں سے

ایک ہے۔ یہ مسجد اپنی سادگی کے باوجود پُرشکوہ اور لائق دید ہے۔ علامہ اقبالؒ نے مسجد قرطبہ کے بارے میں جو کہا تھا میں وہی شعر جامع مسجد اورنگ آباد کے لئے مستعار لیتا ہوں ۔

تیرا جلال و جمال مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل

جامع مسجد کے شمال وجنوب اور مشرق میں تعمیر شدہ سینتالیس کمرے عہد عالمگیری کی یادگار ہیں۔فتاوی عالمگیری کے ابتدائی خاکے یہیں تیار ہوئے تھے اور اسی منصوبے کے نتیجے میں آٹھ سال کی محنت شاقہ اور دیدہ ریزی کے بعد ''فتاوی عالمگیری'' تین ہزار دوسوتیرہ صفحات پر مشتمل چھ ضخیم جلدوں میں منصۂ شہود پر آئی۔

خیر القرون اور اس کے بعد کے ادوار میں مساجد کا ثقافتی کردار بہت نمایاں رہا ہے۔ درس وتدریس اور تعلیم وتعلم سے اس کا ایک خاص ربط تھا بلکہ مساجد کی سرگرمیوں کا جزلاینفک تھا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے الفاظ وتعبیر میں مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے جو آدم گری اور مردم سازی کا بجلی گھر (پاور ہاؤس) ہے جہاں سے اسلامی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے۔ مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب ونگاہ اور ذہن و دماغ ڈھلتے ہیں۔ مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں تشریف آوری کے ایک موقع پر جامعہ کی کتاب الرائے میں تحریر فرمایا کہ

جب اللہ رب العزت اپنے کسی مخلص بندے سے دین متین کی خدمت لینا چاہتے ہیں تو اس کے تعاون کے لئے مخلصین کی ایک جماعت تیار فرمادیتے ہیں۔ بانی جامعہ حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

چنانچہ جامعہ کی بنیاد کے موقع پر جن حضرات نے حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کی نصرت کی اور اپنا تعاون پیش کیا۔ان حضرات میں حاجی محمد عثمان صاحب پیش پیش تھے جو اپنی برادری میں بڑے حاجی صاحب کے نام سے معروف تھے۔ شہر اورنگ آباد کی وہ پہلی شخصیت تھی جنھوں نے ناسازگار ونامساعد حالات میں جامعہ کی تعمیر وترقی میں ابتداء ہی سے بانی جامعہ کا ساتھ دیا اور جامعہ کی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کی تکمیل کو اپنی سعادت سمجھتے رہے اور اسی طرح ان کے خلف اکبر الحاج نور محمد صاحب ''اگر پدر نتواند پسر تمام کند'' کے مصداق تھے اور اسی طرح منشی شیخ چاند صاحب، مولانا محمد علی جوہر کے اس شعر کے پرتو تھے۔

ہر رنگ میں راضی برضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کا مزا دیکھ

بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ محبت سے انھیں 'سرکار' کہا کرتے تھے۔
بانی جامعہ کے معاونین میں کئی اہم شخصیات تھیں جن میں حاجی عبدالعزیز صاحب کنٹراکٹر، حاجی عبدالغنی پٹیل صاحب، شیخ عبدالحبیب صاحب، عبدالقادر منتری، عبدالرزاق لاری اور

امام الدین صاحب کا کلی قابل ذکر ہیں۔ یہ حضرات بانی جامعہ کی تبلیغی سرگرمیوں میں برابر کے شریک وسہیم تھے۔ اللہ پاک ان سب کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

از ہر ہند دار العلوم دیوبند کے سابق مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولاناؒ ہی کی دعوت پر اورنگ آباد مع اہلیہ تشریف لائے تھے۔ ان کی اہلیہ نے حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے مکان پر قیام کیا اور خود قاری صاحب کمرہ نمبر ۳۰ رجامع مسجد میں مقیم رہے۔ ۱۹۶۸ء میں حالات کی نزاکت کے پیش نظر حکومت نے ایسے افراد کو گرفتار کرلیا تھا جو حالات پر اثر انداز ہوسکتے تھے، ان میں حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ بھی تھے۔ آپؒ نے حضرت یوسفؑ کی سنت ادا فرمائی اور اورنگ آباد کی مشہور ہرسول جیل میں تقریباً تین ماہ رہ کر وہاں کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کیں اور وہاں بھی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ بغرض مزاج پرسی ہرسول جیل تشریف لے گئے اور بانی جامعہ سے ملاقات فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ دوسرے شخص ہیں جن سے ملاقات کے لئے میں جیل آیا ہوں۔ پہلی بار شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے ملنے کے لئے مالٹا جیل گیا تھا۔

حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ ۱۹۷۸ء، ۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۳ء میں حج بیت اللہ وزیارت حرمین شریفین سے شرف یاب ہوئے اور تقریباً چھ ماہ حجاز مقدس میں دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کی غرض سے مقیم بھی رہے۔ سفر حجاز مقدس کے علاوہ حضرت مولاناؒ نے انگلینڈ، فرانس، آسٹریلیا اور بلجیم وغیرہ کے علمی، دینی، تبلیغی ودعوتی اسفار و دورے کئے۔

جہاں تک خطابت کا تعلق ہے عام طور پر حضرت مولاناؒ جمعہ سے قبل جامع مسجد

اورنگ آباد میں خطاب فرماتے تھے۔ اسی طرح ہفتہ واری تبلیغی اجتماعات میں آپ کے عمومی بیانات ہوتے تھے۔ آپ اپنے ایمان افروز خطابات و بیانات سے مسلمانان عالم کو بالعموم اور مسلمانان ہند کو بالخصوص خواب غفلت سے جگا کر دعوتِ دین کی طرف گامزن کرتے۔ کبھی اصلاح معاشرہ کا پیغام دیتے، کبھی اسلاف کے کارناموں کو یاد دلا کر مسلمانوں کے لہو کو گرماتے، کبھی افلاک پر کمند ڈالنے کی ترغیب دیتے ہوئے نوجوانانِ اسلام کو دعوت عمل دیتے اور عقاب وشاہین کی تمثیل سے نوجوانوں کو بلند خیالی اور بلند پروازی کا درس دیتے تھے۔ آپؒ سچے عاشق رسولؐ تھے۔ حضورﷺ کے عشق میں ان کی آنکھیں ہمیشہ نم رہتی تھیں۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ آپ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں شامل ہوسکیں اور عملی وذہنی طور پر اللہ تعالیٰ کے اس قدر مقرب بندے بن جائیں کہ اس کی رحمتیں آپ پر برسنے پر مجبور ہوجائیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت مولاناؒ کا جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے مقاصد اور اس عہد میں اس کی شدید ضرورت پر غیر متزلزل یقین تھا، دین ودنیا کی جامعیت پر کامل شرح صدر، قدیم صالح اور جدید نافع کے خوشگوار امتزاج کی ضرورت پر مستحکم عقیدہ، علماء کے منصبِ قیادت سے دست کشی یا معزول ہوجانے اور دین وسیاست کی تفریق کو زوالِ امت کا اصل سبب قرار دینے پر پورا وثوق اور اس صورتحال کو تبدیل کرنے کی خواہش، اصلاح انقلاب کے لئے دینی علوم اور عصری علوم کے عمیق تحقیقی مطالعہ کے ذریعہ علماء کو ان کے منصب یاد دلانے کی

کوشش پر مرکوز تھا۔ یہ تمام وہ افکار و احساسات ہیں جن سے حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ زندگی بھر وابستہ رہ کر ان کے پُر جوش داعی رہے جو حضرت مولاناؒ کے عقیدہ کا جزو بن گئے تھے جس نے کسی مشکل دور میں بھی ان کو کاشف العلوم اور دعوت وتبلیغ سے بے تعلق ہونے نہیں دیا۔ آج وہ دنیا میں نہیں ہیں لیکن انھوں نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس اور دعوت وتبلیغ کی داغ بیل ڈال کر سینکڑوں انسانوں کے دلوں میں علم ودعوت کی شمع جلائی جو صدقۂ جاریہ کا ذریعہ ہے۔ مجھے ان سطور کے لکھنے اور اس کے اعلان واعتراف میں ذرا بھی تامل نہیں بلکہ انتہائی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ میں حضرت مولانا الحاج مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کا پوتا ہوں۔

آپ کی وفات ۲۸ رذی الحجہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۹۰ء بروز اتوار اورنگ آباد میڈیکل کالج میں ہوئی اور اسی روز بعد نماز ظہر جامع مسجد میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور متصل قبرستان میں پیوند خاک ہوئے۔ مولائے کریم سے التجا ہے کہ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور اخروی نعمتوں سے انھیں سرفراز فرمائے۔

متاع جاں لٹا دی جس نے ایثار و اخوت پر
الٰہی! رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

بانی جامعہ کے اخلاص کی برکت ہے کہ آج اس درسگاہ کا شمار نہ صرف مہاراشٹر بلکہ ہندوستان کی عظیم دینی درسگاہوں میں ہوتا ہے۔

افرادِ خاندان : آپ کی والدہ کا نام حیات بی زوجہ سکندر خان۔ دو بھائی: (۱) محمد صدیق خان (مرحوم) (۲) محمد عمر خان (حیدرآباد)

زوجہ : عابدہ بیگم۔ اولاد: ۷ر بیٹیاں اور ایک بیٹا (مولانا محمد فاروق خان قاسمی)

داماد : (۱) مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی (مرحوم) (سابق ناظم جامعہ) (۲) مولوی سید عارف الدین (مدرس جامعہ) (۳) مولانا اجلال احمد (سابق امام جامع مسجد) (۴) شیخ اسرار احمد (جے ڈی آفس اورنگ آباد) (۵) شفیع منیار (پیشہ تجارت، تبلیغی جماعت شولا پور سے وابستہ ہیں) (۶) شبیر حسن (مرحوم) (سابق اکاؤنٹنٹ مولانا آزاد کالج اورنگ آباد) (۷) معین الدین اورنگ آباد (سابق انجینئر MSEB)

•••

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ

کچھ یادیں کچھ باتیں

الأ إن أولياء الله لاخوف عليهم ولاهم يحزنون (الآیۃ)

● مفتی محمد معز الدین قاسمی
مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم اورنگ آباد

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب دعوتِ دین وخدماتِ دین کے لئے مخلصانہ مساعی اور بے لوث خدمات کے اعتبار سے اپنا ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب جن کو عام طور پر لوگ سعید بھائی کے نام سے یاد کرتے تھے،اللہ نے انھیں گوناگوں صفات سے متصف فرمایا تھا۔طبیعت میں نفاست،مزاج میں شرافت اور نفس میں سخاوت کا عنصر غالب تھا۔مخاطبت ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے۔لباس سادہ لیکن ہمیشہ صاف ستھرا زیب تن کرتے۔دو پلی ٹوپی ہمیشہ سر پر رہتی۔گھنگریالے بال، بیچ میں سے مانگ ہوتی۔اکثر بال کانوں کی لو تک اور بسا اوقات اس سے زائد بھی ہوتے۔خوبصورت چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں، کشادہ پیشانی، گورا رنگ اور بھرے بھرے رخسار، نکلتا ہوا قد، آواز بارعب تھی۔جب کوئی آپ سے بات کرنا چاہتا ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہوکر بغور اس کی بات سنتے اور نرم لہجہ میں اس کا جواب دیتے۔تملّق آپ بالکل پسند نہ کرتے تھے۔صاف گوئی آپ کا وصف خاص تھا۔اپنی بات کو بڑے اچھے اور مؤثر انداز میں ذکر کرتے، انداز داعیانہ ہوتا۔مخاطب کے رتبے ومقام کو پیش نظر رکھتے ہوئے بات کرتے۔بزرگانِ دین

کے واقعات واحوال کو اپنے منفرد انداز میں مزے لیتے ہوئے بیان کرتے۔صاحبِ قلب تھے اس وجہ سے جو بھی بات کرتے ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہونے کی وجہ سے اثر انداز ہوتی۔ہمیشہ مجمع کا خیال رکھتے ہوئے بات کرتے۔مالدار اور اہل اقتدار کو ہمیشہ قرآن وحدیث اور واقعات صحابہ واہل اللہ سنا سنا کر کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے پر ابھارتے اور بے باکانہ انداز میں ان کو ایسا نہ کرنے پر جو وعیدیں احادیث میں ذکر کی گئی ہیں وہ صاف صاف سناتے۔سامعین پر آپ کے اس انداز سے مخاطب پر مثبت اثرات مرتب ہوتے۔موقع شناسی ومردم سازی کے آپ شہنشاہ تھے۔منٹوں میں آپ مخاطب کو اپنا گرویدہ بنا لیتے۔آپ کسی سے مرعوب نہ ہوتے بلکہ سامع پر آپ کی وجاہت (جو آپ کو منجانب اللہ حاصل تھی) کا غیر شعوری طور پر رعب طاری ہوتا اور وہ آپ کی باتوں کی طرف متوجہ ہوتا اور بغور سنتا۔اس کے بعد آپ نہایت مخلصانہ انداز میں نرمی کے ساتھ اپنی بات رکھتے جو اس کے دل میں اُتر جاتی اور دوران گفتگو اپنائیت کا ایسا انداز اختیار کرتے کہ وہ شخص ذاتی طور پر آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔

آپ کے بے تکلف دوست احباب کا اچھا خاصا حلقہ تھا جن میں سے اکثر آپ کے مجلسی احباب تھے۔جامع مسجد میں ۲۹ نمبر کمرے کے سامنے اکثر مجلس بعد نماز عصر اور اتوار کے دن کسی اور وقت میں ہوا کرتی۔یہ مجلس اکثر قہقہہ زار ہوا کرتی۔اس میں دینی، ملی اور سیاسی ہر قسم کے مسائل موضوع بحث ہوتے۔چائے کا دور چلتا اور ہفتہ عشرہ میں ان میں سے کسی نہ کسی کے گھر دعوت طعام کا بھی نظم ہوتا۔سعید بھائی کا مزاج کھانے اور کھلانے کا تھا اور بچپن ہی سے حیدرآبادی دعوتوں اور ہمہ قسم کے کھانوں میں زندگی کا ایک طویل عرصہ بیتا

تھا۔ ویسے ہی سعید بھائی ماکولات و مشروبات میں اپنا ایک منفرد ذوق رکھتے تھے۔ سعید بھائی اپنے ان بے تکلف ساتھیوں کو بسا اوقات مختلف القاب سے بھی نوازتے تھے۔ کبھی کسی کو شیر پنجاب کا لقب دے دیا تو کبھی کسی کو سرکار کے نام سے موسوم کر دیا۔

سعید بھائی کی زندگی میں سادگی اور بے تکلفی تھی۔ تصنع نام کو نہیں تھا۔ عام مجمع میں آپ کا خطاب عام فہم مگر عالمانہ ہوتا۔ تفسیر قرآن سے آپ کو قلبی لگاؤ تھا۔ مفسرین کے مختلف اقوال اپنی تقریروں میں ذکر کرتے۔ صحابہ، تابعین اور اولیاء اللہ کے واقعات کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کرتے۔ مجمع کا لحاظ کرتے ہوئے حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں آپ ہمیشہ خطاب کرتے۔ حاضرین بھی آپ کی بات کو بغور سماعت فرماتے۔ آپ کا زیادہ وقت اس وقت کے اکابر اللہ والوں کے ساتھ گذرتا تھا اس لئے ان کی مجاہدانہ کارگذاریاں اور دعوت کے راستہ کی قربانیاں خاص طور پر حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ اور ان کے معاصرین کے واقعات اپنے مخصوص انداز میں مؤثر طریقہ پر ذکر کرتے، جس سے حاضرین کے قلوب متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ آپ کے اکثر بیانات اللہ کے راستے میں ہر قسم کی قربانی دینے اور مجاہدہ کرنے پر ہوتے، **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین** پر آپ گھنٹوں بات کرتے۔

آپ بیان کے آخر میں جو تشکیل فرماتے وہ بڑی جاندار ہوا کرتی تھی۔ حاضرین میں سے جن حضرات سے آپ ذاتی طور پر واقف ہوتے ان کو نام لے لے کر کھڑے کرواتے اور تمام حاضرین کے سامنے ان کا اچھے انداز میں تعارف فرماتے اور ان سے اللہ کے راستے میں نکلنے کے لئے کہتے۔ ظاہر ہے کہ سعید بھائی کے کہنے اور پورے مجمع کے اس

کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے وہ شخص اپنا نام لکھوا دیتا اور اللہ کے راستے میں نکلنے کے لئے تیار ہو جاتا، چنانچہ اس طرح آپ کی تشکیل پر کئی کئی جماعتیں تیار ہو جاتیں۔

اب آخر میں نمبر آتا ہے دعا کا، آپ کی دعا بڑی اثر انداز، رلا دینے والی ہوتی۔ آپ رقیق القلب تھے۔ شروع ہی سے دعا میں رو رو کر اور گڑگڑا کر دعا کا آغاز فرماتے اور مجمع بھی دہاڑے مار کر رونا شروع کر دیتا۔ خود آپ کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی۔

ویسے تو آپ کی شخصیت علمی، دعوتی، اصلاحی اور عظیم دینی خدمات کی حامل تھی لیکن آپ کا علمی، دعوتی اور اصلاحی عظیم انقلاب جو علاقہ مہاراشٹر میں آپ نے اپنی شب و روز کی مخلصانہ محنتوں اور کاوشوں سے انجام دیا۔ اس کے ثمرات اور اثرات آج ہم دینی مکاتب و مدارس اور دعوت و تبلیغ نیز بے شمار دینی و علمی شخصیات کی شکل میں اپنے پورے علاقہ میں دیکھ رہے ہیں۔

یہ عظیم ادارہ جسے ہم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے نام سے یاد کرتے ہیں یہ آپ ہی کا لگایا ہوا پودا ہے جس کی شاخیں پورے علاقے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پورے علاقہ میں جتنے مدارس عربیہ و مکاتب قرآنیہ اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے علاقہ میں آج مصروف خدمت نظر آرہے ہیں ان کے چلانے والے یا ان کو وجود بخشنے والے بالواسطہ یا بلاواسطہ جامعہ ہی سے فیض حاصل کرنے والے فضلاء ہیں۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم**

یہاں ایک اور بات بھی اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت مولانا محمد سعید

خان صاحبؒ میں جس طرح مردم شناسی کا وصف خاص تھا اسی طرح مردم سازی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ چنانچہ پورے علاقہ میں آپ ہی کے متعلقین ومحبین، معتقدین و منتسبین کا ایک سلسلہ ہے۔ جتنی دینی، علمی تنظیمیں اور ادارے پورے علاقہ میں نظر آرہے ہیں یہ آپ ہی سے تعلق رکھنے والے افراد کی مخلصانہ کاوشوں ومحنتوں کے ثمرات ہیں۔

اسی طرح آپ کے کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے علاقۂ مہاراشٹر اور اس میں خاص طور پر مرہٹواڑہ کے علاقہ کو جو دینی وعلمی اعتبار سے کافی پچھڑا ہوا علاقہ تھا شمالی ہند جو ہر اعتبار سے ملک میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے، سے جوڑ دیا۔ چنانچہ آپ نے دعوت وتبلیغ کے عنوان سے بہت سی عظیم شخصیات کو یہاں مدعو کیا، عوام سے ان کو متعارف کروایا اور عوام کو ان سے جوڑ دیا۔ اسی طرح علماء کرام میں سے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کو کئی مرتبہ مدعو کیا، ان کے بیانات کروائے، ان سے مخصوص اہل خیر حضرات کو بیعت کروایا اور **یا ایہا الذین امنو اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین** کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ چنانچہ الحاج عبدالعزیز کنٹریکٹر صاحب جو ایک عرصہ تک جامعہ کاشف العلوم کی مسند صدارت پر فائز رہے حضرت قاری صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور انھوں نے اپنے گھر کے اکثر مردوں اور بعض عورتوں کو حضرت سے بیعت کروایا۔ الحاج شیخ چاند صاحب موظف تحصیلدار جو آپ سے پہلے ہی سے بیعت تھے انھوں نے بھی اپنے خاندان کے اکثر مردوں اور عورتوں کو حضرت قاری صاحبؒ سے بیعت کروائی۔ اس طرح الحاج عبدالستار سیٹھ صاحب میمن، ریلوے اسٹیشن اور عبدالقادر بھائی چھاؤنی، جناب عمر علی صاحب مل کارنر اور ہمارے شہر کی نامی گرامی شخصیت جناب عبدالبصیر (بابو بھائی)،

ہیڈ پوسٹ آفس جونا بازار یہ سب حضرات قاری صاحبؒ سے بیعت تھے۔

ایک مرتبہ حضرت قاری صاحبؒ اورنگ آباد تشریف لائے۔ ہمارے پھوپھا الحاج شیخ چاند صاحب کے گھر پر دعوت تھی، اس وقت میں جامعہ کاشف العلوم کی پنجم عربی کا طالب علم تھا اور مجھے دارالعلوم دیوبند جانا تھا۔ بعد نماز عصر ایک نشست میں جناب محمد سعید خان صاحب نے قاری صاحب سے میرا تعارف کرایا اور مجھے قاری صاحب سے ملا دیا۔ تعارف اس انداز سے کرایا کہ ہمارے کاشف العلوم سے یہ بچہ آپ کے دارالعلوم دیوبند میں شوال المکرّم میں داخلہ کی غرض سے حاضر ہو رہا ہے، اس پر قاری صاحب نے فرمایا ان شاء اللہ اس بچہ کا ہم ضرور داخلہ کرلیں گے۔

سعید بھائی کا اہل خیر حضرات کے ساتھ ساتھ اہل سیاست سے بھی تعلق تھا جو آپ کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ طبیعت میں استغناء تھا، کبھی بھی ہم نے ان کو کسی کے سامنے جھکتے ہوئے اور جی حضوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا، البتہ اہل علم کے سامنے جھک جاتے اور ان سے ہر وقت کسب فیض استفسار کی شکل میں کرتے رہتے۔

سعید بھائی کا اکابر امت سے تعلق وعقیدت کا سلسلہ بڑا دراز تھا، ایک طرف اکابر ندوہ سے تعلق تو دوسری طرف اکابر دارالعلوم دیوبند سے بھی عقیدت تھی۔ دونوں نسبتوں کے حامل سعید خان نے جامعہ کاشف کی بنیاد اور دعوت وتبلیغ کی شروعات ساتھ ساتھ فرمائی۔

آپ کی دعوتی تقاریر اور خطاب کا انداز بڑا امتیازی تھا۔ لوگ آج بھی آپ کی تشکیل کے انداز کو یاد کرتے ہیں۔ آپ کے خطاب و بیان جامع مسجد میں ہوا کرتے تھے اور بڑے جامع اور مانع ہوتے۔ اپنی سحر البیانی سے مجمع کو مسحور کرتے، تاریخ اسلام کے

واقعات، اسلامی فتوحات اور دعوت وعزیمت کی شخصیات پر بڑی گہری نظر تھی۔

وہ فکر و نظر کا مالک تھا
وہ راہ جنوں کا سالک تھا
وہ داعی کتاب و سنت کا
وہ قاری کتاب ذلک تھا

جہاں سعید بھائی کو خداوند کریم نے عوامی مقبولیت ومحبوبیت سے نوازا تھا وہیں اکابر امت کی نظر میں بھی محبت وشفقت سے سرفراز کیا تھا۔ اگر وہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ (حضرت جی) کی نظر میں چاہ دیدہ یوسف تھے تو حضرت مولانا علی میاںؒ کی آنکھوں کا تارہ تھے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیبؒ کی نگاہ کیمیا اثر میں اگر داعیانہ صفات کے حامل تھے تو حضرت رائپوری کی نظر میں لائق صد احترام تھے۔

حکیم الاسلام سے ملاقات میں ایک مرتبہ سعید بھائی نے فرمایا کہ حضرت والا ابناء وطن کو دعوت دین دینے میں خصوصی التفات فرمائیں کہ اِس کام پر ایک عرصہ ہوا پردہ پڑا ہوا ہے اور آج اس کی شدید ضرورت ہے۔ جامع مسجد کے جمعہ کے خطاب اور نورانی راتوں کی تقاریر کا ایک طویل مبارک سلسلہ تاریخ کا ایک زرین باب ہے۔ مختلف عناوین وموضوعات پر پُرمغز بیانات ہوتے۔ سعید خان صاحب کی تجدیدی خدمات کو تادم زندگی سراہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو ذخیرۂ آخرت فرمائے اور ان کی زندگی کو نمونۂ عمل بنانے کی توفیق عطا فرمائے، ان کی حیات وخدمات میں ان کی زندگی کی سادگی کا پہلو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی زندگی عموماً بے سروسامانی میں گذری اور یہی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ایک

داعی کا کردار اور اس کی دعوت کی قربانیاں نبیؐ کی قربانیوں اور مجاہدوں کے مماثل ہوتی ہیں۔ دین ودعوت کے مجاہدے اور تکالیف کے مناظر ان کی مجموعی زندگی میں بدرجہ اتم نظر آتے ہیں۔ انھیں اپنی زندگی میں مال ومنال کا خیال تک نہ آیا اور اس بے سروسامانی میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس عظیم شخصیت کی مغفرت فرمائے اور زندگی کے ان عظیم کارناموں اور دینی وعلمی خدمات کو جوانھوں نے بطور صدقہ جاریہ چھوڑا ہے۔ ہمیں ان سے بھرپور استفادہ کرنے اور ان کو اسی نہج پر چلانے کی توفیق خاص عطا فرمائے۔ (آمین)

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أُنیب

•••

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

مولانا محمد سعید خان: حیات وخدمات

● مولانا اجلال احمد

سابق امام جامع مسجد اورنگ آباد

ہجومِ بلبل ہوا چمن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں قدر داں کی اکبر کرے جو کوئی کمال پیدا

بانی جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد جنھیں سارے احباب، متعلقین، سعید بھائی کہا کرتے تھے، میرے خسر محترم تھے۔ میں نے انھیں ۱۹۷۳ء سے بہت قریب سے دیکھا تھا۔ جب میں اورنگ آباد آیا تو رہائشی مکان ملنے تک اپنی سسرال میں کئی ماہ گذارے اور ساتھ ہی اُن کی کپڑوں کی دکان پر جو جونا بازار میں تاج کلاتھ کے نام سے تھی بیٹھا اور تقریباً ایک سال دکان سنبھالی، پھر فوراً بعد ہی کاشف العلوم کی تدریس کے لئے تقرر عمل میں آیا۔

سعید بھائی کا وطن مالوف حیدرآباد تھا۔ شادی کے بعد اورنگ آباد آ گئے اور یہیں کے ہو رہے۔ یہاں کئی ملازمتیں اور معاشی ذرائع اختیار کئے۔ اس دوران ایک تبلیغی شخصیت مالیگاؤں سے اورنگ آباد آئی۔ غالبًا ان کا نام مولانا محمود تھا۔ سعید بھائی کی شخصیت اور سراپے پر ان کی نظر انتخاب پڑی اور ان کی دعوت وتبلیغ کے لئے تشکیل فرمائی۔ یہ تشکیل کیا تھی ایک بہت بڑے انقلابی عمل کا آغاز تھا اور ایک مجذوب کی پیشین گوئی کی عملی تعبیر تھی۔ واقعہ کچھ یوں ہے جیسا کہ خود سعید بھائی نے بیان کیا کہ میں اور میرے چھوٹے برادر صدیق

خان اپنے بچپن میں ایک مجذوب کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے وہ مجذوب دونوں کو پاس بیٹھا دیکھ کر کہتے کہ یہ تو (یعنی صدیق) دنیادار ہوگا اور یہ (یعنی سعید)، بکریاں چرائے گا۔ اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوا۔ زندگی نے عجب موڑ لیا اور ایک کالج کا پروردہ عثمانیہ یونیورسٹی کا گریجویٹ دین ودعوت کا داعی ثابت ہوا۔ حیدرآباد کے شروع کے تفصیلی احوال سے صرف نظر کرتے ہوئے اورنگ آباد کے احوال واقعی کا بیان جو میرے اپنے تاثرات پر مشتمل اور میرے مشاہدات وتجربات پر مبنی ہے شروع کرتا ہوں۔

سعید بھائی کی بے سروسامانی تا حیات ساتھ ساتھ رہی اور وہ اسی قلندرانہ صفت کے ساتھ ہمیشہ زندگی کے بنیادی مسائل سے نبرد آزما رہے۔ معاش ومعیشت کے لئے مختلف اسباب معیشت سے وابستہ ہوتے رہے۔ اورنگ آباد میں رہتے ہوئے آغاز میں سرکاری دواخانہ سے بھی وابستہ رہے اور خانگی طور پر بھی آمدنی کے مختلف اسباب سے جڑے رہے۔

۱۹۵۹ء میں کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی، جبکہ پورے علاقہ میں دور دور تک کوئی دینی ادارہ قائم نہ تھا۔ دکن کی جہالت اور بدعات کے ماحول کو دیکھ کر ایک دینی ادارہ کا خیال آیا اور جامع مسجد اورنگ آباد کی اس ادارہ کے محل وقوع کے طور پر تجویز منجانب اللہ دل میں آئی لیکن جامع مسجد کی حصولیابی کوئی آسان بات نہ تھی۔ اہل بدعت نے اس پر اپنا سکہ جما رکھا تھا۔ مصلیوں کی آبادی سے جامع مسجد محروم تھی۔ پوری مسجد ایک ویرانہ نظر آتی تھی۔ ۱۹۷۰ء میں پہلی مرتبہ جب اورنگ آباد آیا تو بچشم خود مسجد کی حالت زار دیکھی تھی۔

۱۹۶۰ء سے پہلے وقف بورڈ کے وقف منسٹر غیاث الدین نامی اورنگ آباد آئے۔

جیسا کہ سعید بھائی نے بتایا کہ انھوں نے اُن سے اورنگ آباد گیسٹ ہاؤس میں ملاقات کی اور اپنی خواہش ظاہر کی۔اپنی گفتگو سے سعید بھائی نے اُن کو کافی متاثر کیا۔اور وقف منسٹر نے جامع مسجد کے حجروں کو نزول پر دینا منظور کرلیا۔

اس تجویز کے عمل پر غیاث صاحب نے کہا تھا کہ سعید بھائی یہ میری مغفرت کا سامان ہوجائے۔دعا فرمایئے۔سعید بھائی نے کہا تھا کہ مغفرت کے لئے آپ کو فرائض پر آنا پڑے گا،فقط اتنا کافی نہیں۔

دھولیہ کی ایک ملاقات جو سعید بھائی اور مولانا ابرار احمد صاحب کے درمیان میرے آبائی مکان پر ہوئی تھی۔والد محترم نے دونوں کو گھر پر بلایا تھا۔بات چلی حکیم الاسلام قاری طیب صاحبؒ کی۔ان کی تعریف وتوصیف میں مولانا ابرار صاحبؒ نے کہا کہ ایسی شخصیت پورے ہندوستان میں نہیں۔سعید بھائی نے کہا آپ انڈیا کی بات کرتے ہیں پورے عالم میں ایسی شخصیت نہیں۔واقعی فخر الاماثل حکیم الاسلام جیسی شخصیت عالمی سطح پر عدیم المثال تھی۔ایک طویل عرصہ تک دارالعلوم دیو بند کے اہتمام ونظام کی زمام سنبھالی اور حضرت تھانویؒ کی خلافت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔تقریر وخطاب بھی بے مثال تھا۔کئی علمی وتحقیقی کتابوں کے مصنف رہے ہیں۔باہر کی دنیا میں دین ودعوت کی ضرورت پر سفر سے واپسی کے موقع پر سعید بھائی کہنے لگے کہ آسٹریلیا اور مغرب کی دنیا میں آج علماء کی ضرورت ہے کیونکہ عربوں کا ایک بڑا طبقہ مغرب کی دنیا میں آباد آپ کی دعوت کا منتظر ہے۔ بے دینی اور الحاد کے شکار انسانوں کی ہدایت کا سامان کرنا علماء کی ذمہ داری ہے۔لندن اور اطراف میں بیانات کا سلسلہ رہا۔لندن کی بڑی مسجد ڈیوز بری (میں جس میں دس ہزار سے

زیادہ مصلیان کی گنجائش ہے) بیان ہوا۔

آغاز میں کاشف العلوم کی بے سروسامانی کی حالت میں کافی مشکلات کا سامنا تھا۔آپ نے قریہ قریہ، دیہات دیہات طلبہ کی وصولیابی کے لئے سفر کئے اور مالی وسائل کے لئے عوامی تعاون کی کوششیں کیں۔ایک مرد قلندر حاجی عبدالرزاق بیڑ والے،سعید بھائی کے زبردست معاون ومددگار ثابت ہوئے اور کافی دست تعاون بڑھایا۔

سعید بھائی کہا کرتے تھے کہ حاجی عبدالرزاق صاحب کشف شخص تھے اور صوم و صلوۃ کے انتہائی پابند آدمی تھے۔چندہ وصولی کے لئے انہوں نے اپنی جیپ کار کا استعمال کیا اور کاشف العلوم کے اولین مددگاروں میں شامل ہوگئے۔جامع مسجد میں کاشف العلوم کی بنیاد پڑنے پر پرانے مصلیان نے کافی مزاحمت کی۔مسلسل مزاحمتوں کے باوجود مدرسہ کی بنیادی کوششوں کو جاری رکھا اور ساری مخالفتوں کا سامنا کیا۔

۱۹۷۳ء میں بندہ کا کاشف العلوم میں بحیثیت استاذ تقرر ہوا اور تدریس کے ساتھ ساتھ نورانی مسجد کی امامت کا سلسلہ بھی۔سعید بھائی اکثر میری امامت میں نماز پڑھتے تھے اور کبھی کبھی صبح کی نماز کی امامت کرتے تھے۔انھیں بڑی بڑی سورتیں یاد تھیں اور اپنے خاص لہجہ میں قرأت کرتے تھے۔تلاوت کا خاص اہتمام تھا۔گھر میں اکثر اوقات تلاوت کرنے کا عمل جاری رہتا۔میں جب بھی گھر میں ملنے جاتا تو تلاوت کرتے پاتا۔میں نے اتنا تلاوت کرنے والا اور کلام اللہ سے ایسا شغف رکھنے والا شخص نہیں دیکھا۔

تبلیغ ودعوت کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی (حضرت جی) سے خصوصی تعلق ہونے کی بناء پر بار بار دلّی کا سفر ہوتا اور آپ جماعتوں کو

لے کر دہلی جاتے اور قیام کرتے۔ حضرت والا سعید بھائی کی صلاحیتوں سے خوب متاثر ہوئے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ منبر پر سعید بھائی کو بٹھایا اور کہا کہ سعید بیان کرو۔ اور سعید بھائی نے تفصیلی بیان فرمایا۔ حضرت جی کا یہ برتاؤ سعید بھائی کے مقام ومرتبہ کے لئے کافی اہمیت رکھتا ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست، تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

آپ کا اکابر امت سے تعلق وارادت کا بھی سلسلہ رہا۔ خصوصی طور پر حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے عقیدت واحترام کا، پہلی مرتبہ حضرت علیہ الرحمہ کی اورنگ آباد آمد سعید بھائی کی دعوت پر ہوئی تھی۔ حضرت والا کا قیام سعید بھائی کے مکان پر ہوا اور یہ قیام مسلسل پانچ دنوں تک رہا۔ حضرت کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ اس واقعہ کا میری اہلیہ نے بھی مجھ سے تذکرہ کیا کہ مجھے یاد ہے کہ حضرت کی اہلیہ نے ہمارے ساتھ ہی ایک کمرہ میں قیام کیا تھا۔

دوسری مرتبہ حکیم الاسلام اورنگ آباد تشریف لائے تو سعید بھائی سے ملاقات کی خاطر جیل تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے اس سے قبل شیخ الہند سے جیل جا کر ملاقات کی تھی اور آج دوسری مرتبہ سعید بھائی سے جیل میں ملنے آیا ہوں۔

سعید بھائی نے سنت یوسفی ادا کرتے ہوئے جیل میں نماز اور دین کا ماحول پیدا کیا اور نماز باجماعت پڑھنے کا بھی اہتمام کیا۔ تقریباً چار ماہ میں ایک اچھا خاصہ دینی ماحول بن گیا تھا۔ جیل سے نکلنے کے وقت عام قیدیوں کا وزن کیا جاتا ہے جیسا کہ جیل میں داخل کرنے کے وقت ہوتا ہے۔ سعید بھائی کا وزن شروع کے مقابلہ میں جیل سے نکلتے وقت چند کلو بڑھ گیا تھا جو عام طور پر نہیں ہوتا۔ جیلر کے سوال پر سعید بھائی نے کہا کہ ہمارے لئے

جیل اور گھر برابر ہیں۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ سے عقیدت اور علمی استفادہ کے تناظر میں ایک مرتبہ سعید بھائی نے حکیم الاسلام سے عرض کیا کہ حضرت مجھ پر غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ و دعوت کا بڑا غلبہ ہے اور اگر آپ اس کے لئے تیار ہیں تو ہم دونوں اس کام کو انجام دیں گے۔ حضرت والا نے باقاعدہ ایک تحریر میں سعید بھائی کو دعوت اغیار کے لئے اجازت نامہ دیا جو ایک خلافت کی صورت تھی۔ اس کے بعد سعید بھائی نے باقاعدہ ابنائے وطن کے درمیان جا کر دعوتِ دین کا آغاز کر دیا۔ بمبئی کی ایک مجلس میں حکیم الاسلام سے ملاقات کر کے کہا کہ نو مسلم حضرات کی اصلاح وتربیت کے لئے مرکز قائم کیا جائے اور اصلاح کے لئے تبلیغی اسفار میں نو مسلم حضرات کو بھجوایا جائے اور ان کے معاشی مسائل کے نظم کے لئے اغنیاء ملت سے مالیہ کا نظم کیا جائے اور اُس کے لئے حکیم الاسلام کی سرپرستی میں اغنیاءِ بمبئی کو جمع کیا۔ حضرت والا نے سعید بھائی سے کہا کہ آپ اس عنوان پر کچھ بات کریں۔ سعید بھائی نے تفصیلی طور پر ابناء وطن میں کام کرنے کے آداب واصول اور کام کی نزاکتیں بیان کیا۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، وہ مجلس اور اہل مجلس کی باتیں روبکار نہ ہوسکیں اور وہ تحریک نقش برآب ثابت ہوئی۔

سعید بھائی نے اپنے کام کی ابتداء جامع مسجد سے کی تھی۔ خطبہ جمعہ سے پہلے جامع مسجد میں بیان کا سلسلہ تیس (۳۰) سال سے زیادہ مدت تک دراز رہا۔ جس میں مختلف قسم کے عناوین ومضامین پر کھل کر بولتے تھے۔ ان کی خطابت میں بلا کی کشش و جاذبیت تھی۔ ایک سماں بندھ جاتا تھا۔ ادب وزبان کی سحر آفرینی تاثیر وتاثر میں اضافہ

خیز ہوتی تھی۔

میری امامت وخطابت کے دور میں امام خمینی کا فتنہ بڑی شد ومد کے ساتھ اٹھا تھا اور پورے ملک و بیرون ملک پر چھا رہا تھا۔سعید بھائی نے اپنی خطابت میں شدید طور پر شیعیت کی مخالفت کی اور ایرانی انقلاب کی مذمت کی اور بڑے سخت الفاظ میں فتنۂ ایران پر تبصرہ کیا۔ یہ غالباً ۸۷۔۱۹۸۸ء کا زمانہ تھا۔ میری امامت وخطابت کا سلسلہ تھا، مجھے بھی پابند کیا کہ اس وقت ایران کے عزائم اچھے نہیں ہیں۔ان کے عقائد صحیح نہیں ہیں۔ضروری ہے کہ اس وقت اس کی مخالفت کی جائے۔آئندہ ہمارے بعد بھی بیان وتقریر میں عوام کو حقائق سے واقف کیا جائے اور ملت اسلامیہ کو فتنۂ خمینی سے بچایا جائے۔

اسی دوران مولانا منظور نعمانی کی کتاب جو شیعیت کے خلاف لکھی گئی تھی سعید بھائی کے زیر مطالعہ آئی۔انھوں نے مطالعہ کے بعد مجھے پڑھنے کے لئے دی جس میں امام خمینی کی کتابوں کے حوالوں سے شیعیت کا چہرہ بے نقاب کیا گیا تھا اور امت مسلمہ کو اس شر مستطیر سے بچنے کا بڑا ذریعہ فراہم کیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ مولانا منظور نعمانیؒ کی اُس کتاب کو ان کے لئے ذریعہ مغفرت اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

کوئی مسلمان ہونے کے لئے آتا تو اسے آپ بیعت اسلام لیتے، اس دوران کوئی سرکاری سطح پر دارو گیر بھی ہوتی تو آپ اسے بڑی آسانی سے حل فرماتے۔ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد (سرکاری آدمی) آیا اور گھر میں (دیوان خانہ) بیٹھ کر کہنے لگا کہ آپ اسلام کی تبلیغ نہ کیجئے اور آپ نے ابھی ایک نومسلم کو حلقہ بگوش اسلام کیا ہے۔سعید بھائی نے جواب دیا کہ صاحب یہ تو ہماری زندگی کا مشن ہے اور زندگی کا مقصد ہے۔ہم تو آپ سے

بھی کہتے ہیں مسلمان ہوجائیے۔کچھ وقت آپ دیں میں آپ کو اسلام سمجھاؤں یا پھر آپ مجھے ہندوازم سمجھا دیجئے۔وہ بیچارہ پریشان ہوکر واپس چلا گیا۔

دکن کے دور دراز علاقوں میں جماعتوں میں جانا خاص طور پر پیدل جانا سعید بھائی کی اولین کارکردگی میں عموماً رہا ہے۔اُس وقت کے ساتھ رہنے والے ساتھی اب تک مل جاتے ہیں۔حیدرآباد بھی آپ کی دعوتوں کا مرکز رہا۔آج بھی وہاں سعید بھائی کے تذکرے عام ہے۔وہاں سعید بھائی کے احباب میں مرکز تبلیغ پر قادر بھائی مرحوم تھے جن سے میری ملاقات ۱۹۷۵ء میں ہوئی تھی۔حیدرآباد میں اور رمضان المبارک کے مہینہ میں سعید بھائی کا ایک سفارشی لیٹر جو اُن کے نام تھا اُن کو دیا تھا جو کاشف العلوم کے چندہ کے سلسلہ میں اور مرکز پر قیام کی خاطر سعید بھائی نے مجھے دیا تھا۔

دعوت وتبلیغ کی خاطر اسفار کا سلسلہ کافی رہا۔زندگی ان کی اسفار سے تعبیر تھی۔گھر پر بہت کم رہتے۔شروع میں اورنگ آباد شہر اور اکناف واطراف کے دیہاتوں میں دعوتی سفر کئے۔آج بھی اتنی طویل مدت کے بعد لوگ سعید بھائی کو یاد کرتے ہیں۔شروع دعوت میں بے سروسامانی اور پریشانی اور سخت مجاہدات کا سامنا رہا۔پیدل جماعتوں کا بھی معمول رہا۔جمعہ کا معمول اور اس کی تیاری دیدنی تھی۔میں اپنے گھر سے سعید بھائی کے گھر آتا اور ان کے تیار ہونے کا انتظار کرتا۔اس زمانے میں ہم دونوں سائیکل سے جامع مسجد آتے اور خطبہ سے پہلے اُن کا بیان ہوتا۔یہ سلسلہ میرے زمانۂ امامت میں تقریباً سات سال جاری رہا۔ویسے تو خطبہ سے پہلے کے بیانات کا معمول ۳۰ سال سے زیادہ پر محیط ہے۔اکثر دعوتی سفر سے واپسی ہوتی اور علی الصبح جمعہ کی نماز کی تیاری فرما کر گھر سے نکلتے۔بیان فرماتے۔

بیان کی کیفیت دیدنی ہوتی۔ چہرہ تازہ انوار دعوت سے کھلکھلا اٹھتا۔ دعوتی اسفار میں واپسی تلک کوئی خیر خیریت نہ ہوتی۔ کبھی چار چار مہینوں کا سفر ہوتا اور نہ کوئی خط نہ کوئی خبر۔ اپنے احباب میں بے تکلف دوستوں کے نام الگ الگ رکھے تھے کسی کو شیخ الاسلام ، عبدالوحید ندوی کو مدنی ،عزیز بھائی ڈرائیور کو میجر ، جیسے ناموں سے بلاتے تھے۔ عارف الدین صاحب کو سید اور زین العابدین کو شیر پنجاب کہتے تھے۔

سعید خان صاحب کو جامع مسجد سے بڑا لگاؤ تھا۔ وہ روزانہ بعد نماز عصر جامع مسجد آتے اور کمرہ ۲۹ کے سامنے کرسیاں لگوا کر بیٹھ جاتے۔ لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھتے اور مجلس کی شکل ہو جاتی۔ اس دوران بعض دفعہ کاشف العلوم کے صدر الحاج عبدالعزیز کنٹر کٹر بھی آجاتے اور ساتھ بیٹھ کر باتیں ہوتیں۔ سعید بھائی کے احباب کے اعداد وشمار کافی ہیں۔ شہر کے عمائدین میں بابو بھائی ، اسٹیٹ واچ کمپنی ،عزیز بھائی شولینڈ ، الحاج عبدالعزیز کنٹر کٹر ،خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اکثر صبح کا ناشتہ گھر پر کسی دوست واحباب کے ساتھ ہوتا۔ احقر کے ساتھ خصوصی تعلق تھا۔ اکثر میرا آنا جانا تھا اور گھر کے کام بھی کچھ کر دیا کرتا تھا۔ اس دوران کچھ علمی مباحث بھی ہوا کرتی تھیں۔ قرآن اور تفسیر سے خاص شغف تھا۔ شعر وادب سے کافی لگاؤ تھا۔ اردو اور فارسی کے کافی اشعار یاد تھے اور غالبؔ واقبال فہمی سے گہرا تعلق تھا۔ میرے والد محترم کے ساتھ شاعر ہونے کی وجہ سے شعر وسخن کی مجلس ہوتی اور اقبالؔ اور غالبؔ کے اشعار کے تحلیل وتجزیہ اور دقت نظر کا تذکرہ ہوتا اور کافی دیر تک دونوں محو گفتگو رہتے۔ غالبؔ کے اشعار کے کئی معنی ومفہوم نکالے جاتے اور دقت نظر اور دقت فہمی کے مفاہیم ومحامل دونوں

کا ایک دوسرے سے تبادلہ کرتے۔

دعوت کے سفر پر سعودیہ عربیہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی جانا ہوا۔ وہاں مقابر صحابہ کی زیارت بھی کی۔ سعید بھائی کہتے تھے کہ احد و بدر کے شہداء کی قبروں کی زیارت کے وقت ایسا لگتا تھا جیسے زندہ اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں۔ کہتے تھے کہ مجھے صحابہ سے جو تعلق ہے میں بتا نہیں سکتا۔ یہ شیعہ صحابہ کو مطعون کرتے ہیں۔ صحابہ کے مقام وعظمت کا ان کو پتہ نہیں۔ میں نے ایک مرتبہ سعید بھائی سے اپنی فضل کریم مرحوم کی عقیدت کا تذکرہ کیا تو کہنے لگے کہ اجلال میاں اُن کے مجاہدوں کی کیفیت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ یہ ایک ہم عصر کا تبصرہ اپنے ہمعصر کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

واقعی فضل کریم احمد آباد والے ایسے ہی تھے۔ مرکز تبلیغ کی اہم شخصیت تھی اور اُن کا حضرت جی، مولانا محمد یوسف کے خاص لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ سعید بھائی ایک دفعہ کہنے لگے کہ میرے اگر سو فرزند ہوتے تو میں سب کو عالم بناتا۔ ایک کالج کے پروردہ کی یہ خواہش ہم علماء کے لئے عبرت ونصیحت ہے کہ دنیوی منفعت کی خاطر ہم نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے محروم کر دیا حتی کہ اردو زبان سے بھی۔ **فالی اللہ المشتکی و بہ المستعان**

۸۷۔۱۹۸۸ء کا زمانہ تھا۔ سعید بھائی نے مدراس کی ایک کارپیٹ ایجنسی سے کارپیٹ منگوائے جس میں گھر میں بچھانے کے قالین اور مسجد کے لئے جانمازیں آرڈر پر بنائی جاتی تھیں۔ جس کے سیل کرنے کے لئے سعید بھائی نے سفر بھی کئے۔ ایک سفر جو گجرات کی طرف ہوا، اس میں بندہ رفیق سفر تھا۔ سامان اٹھانے میں بندہ پیش پیش تھا۔ درمیان سفر دھولیہ ہوتے ہوئے سورت پہنچے اور مرکز تبلیغ پر قیام ہوا۔ شہر سورت اور اطراف

شہر رکشہ سے جاتے تھے اور مال کے نمونے ساتھ لے جاتے تھے۔ مسجد و مدرسہ سے آرڈر کی خاطر ڈابھیل بھی جانا ہوا اور مہتمم جامعہ ڈابھیل سے ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے اور اپنا مال اور کارپیٹ کے نمونے بتلائے۔

اِس پورے سفر میں بیانات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ دھولیہ میں کسی بڑی مسجد میں جماعت والوں نے بیان کروایا، جو لوگوں کو بہت پسند آیا۔ پھر آگے بڑھے۔ سورت میں بھی مرکز کی مسجد میں بیان ہوا۔ تقریباً ایک ہفتہ کا سفر تھا اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا جس میں سحر وافطار کے ساتھ سفر تجارت بھی جاری رہا۔ ہندوستان سے باہر کے سفر جس میں سعودیہ کا سفر برائے حج اور دعوتی سفر بھی رہا۔ کہتے تھے کہ اہلیہ کی خاطر واپس آنا پڑا ورنہ خواہش تھی کہ دعوت کا سفر طول طویل ہوتا۔ واپسی کا ارادہ نہ تھا مگر اہلیہ کی طبیعت کی خرابی کی بنا پر آنا پڑا۔

سعید بھائی نے کہا کہ سعودیہ کے سفر کے دوران پیسے ختم ہوگئے۔ ہمارے ساتھی اور رفقاءِ جماعت صاحب مال تھے۔ ہمارے ایک دوست جو ایران میں تھے انھوں نے ہمارے لئے ایران سے ایک رقم بھیجی۔ ہم جدہ میں مرکز پر قیام پذیر تھے۔ رقم لانے والا ہم کو تلاش کرتے کرتے پہنچا۔ انڈیا سے آئے ہوئے سعید بھائی کون ہیں۔ بہرحال اب ہمارے پاس سب سے زیادہ پیسے تھے۔ من حیث لایحتسب کی صورت تھی۔ شہر اورنگ آباد خجستہ بنیاد کو اکابر کی آماجگاہ بنانے اور بزرگانِ دین کی تشریف آوری کے مواقع فراہم کروانے میں سعید بھائی سرخیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولانا علی میاں ندوی کی اورنگ آباد تشریف آوری، جبکہ وہ شاہ بانو والے کیس کے موقع پر آئے اور پھر پیام انسانیت کے پروگرام کی خاطر اورنگ آباد دوبارہ تشریف

لائے۔ سعید بھائی سے حضرت والا نے کہا کہ ہم پیام انسانیت کی مناسبت سے آئے ہیں۔ سعید بھائی نے کہا کہ حضرت آپ کسی عنوان سے آئیں، ہم آپ کو قبول کریں گے۔ چنانچہ پیام انسانیت کے مختلف پروگرام ہوئے جس میں اسحاق جلیس صاحب اور مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کے بھی بیانات ہوئے۔

علی میاںؒ کا بھی اورنگ آباد سے خاص تعلق تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اس شہر کے ذرہ ذرہ میں نور محسوس ہوتا ہے اور اس کا محل وقوع شہر غرناطہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ جیسے وہ محاط بالجبال ہے۔ یہ بھی آس پاس سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔

سعید بھائی کا حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ جہاں جہاں اسفار ہوتے وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ ہو جاتے اور بعض مرتبہ انھیں اورنگ آباد لے آتے اور کاشف العلوم اور جامع مسجد کا تعارف کرواتے۔

حیدرآباد کی ایک نامور شخصیت شاعر جنھوں نے قصیدۂ بردہ کا منظوم ترجمہ کیا تھا حرمین کے آرکیٹیکٹ تھے جن کا نام نامی فیاض الدین صاحب نظامی تھا جو ۱۹۸۰ء کے آس پاس اورنگ آباد آئے اور سعید بھائی کی دعوت پر کاشف العلوم کا معائنہ کیا اور ایک مجلس بھی ان کی سرپرستی میں اساتذہ اور طلبہ پر مشتمل انعقاد پذیر ہوئی۔

سعید بھائی کے دوستوں میں بارکس حیدرآباد سے چاؤش شیخ صالح اورنگ آباد آئے اور کاشف العلوم کا معائنہ کیا اور انتظامیہ کو ایک خاص مشورہ دیا کہ جامع مسجد کے وسیع احاطہ کو بلڈنگوں سے گھیر دیجئے یعنی استعمال میں لے لیجئے۔ ان کے جامعہ کاشف العلوم کی تعمیری توسیع کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے آج جامعہ اپنی نئی عمارت میں نظر جو آرہا ہے وہ

شیخ صالح کے مشورہ کی عملی تعبیر ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

سعید بھائی اپنی دعوتی سرگرمیوں میں جامعہ کو نہیں بھولے۔ وہ برابر اُسے ترقی دینے اور آگے بڑھانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ پڑے گاؤں کی دس ایکڑ زمین کے لئے وہ سامنے آئے اور اس کی خریدی کے لئے جی جان سے کوشش کی۔ بمبئی جا کر انھوں نے رقم جمع کی اور آخرش زمین جامعہ کے لئے خرید ڈالی۔

سعید بھائی کی طبیعت میں مزاح کا عنصر بھی کافی تھا۔ وہ اپنے احباب میں اور متعلقین میں بڑی بے تکلفی سے ایک دوسرے سے مذاق کرتے تھے۔ جامعہ کے ڈرائیور عزیز بھائی میجر سے بطور شکایت کہا کرتے: میجر! عاشقی ہم نے سکھائی اور دوسروں کے ساتھ چلے گئے۔

سعید بھائی کے بے تکلف احباب میں عبدالعزیز کنٹرکٹر، حاجی عبدالبصیر مالک اسٹیٹ واچ کمپنی، عزیز شولینڈ وغیرہ تھے۔ اور زندگی میں دو خادمین بھی شامل ہیں جو سفر و حضر میں سعید بھائی کی خدمت کیا کرتے تھے اور آج بھی اُن کی خدمت کے تذکرے کرتے ہیں۔ خصوصیت سے چاند پٹیل صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ جنھوں نے اپنے شباب کے زمانے میں سعید بھائی کے سفر و حضر میں خدمت انجام دی ہیں۔ اُن کے کام اور دینی خدمات، دعوتی اسفار اور بیان وخطاب کی باتیں کرتے ہیں۔ آج بے شمار قدیم احباب ہیں جو ان کے سفر وحضر کے ساتھی اور شریک کار تھے۔ وہ انھیں تعریف وتوصیف سے یاد کرتے ہیں اور اُن کی اولین کارکردگی اور قربانیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے بیان وخطاب اور تقاریر کی تاثیر وتاثر کا ایک دوسرے سے تذکرہ آج بھی کرتے ہیں۔

ثم انقضت تلك السنون وأهلها

فكأنها وكأنهم أحلام

سعید بھائی بڑے خوش خوراک تھے۔ دستر خوان پر ہاتھ قابو میں نہ رہتا۔ شوگر کے مرض کے ساتھ بد پرہیزی بڑھ جاتی۔ غالباً ۱۹۷۶ء کا زمانہ تھا۔ حیدرآباد کے سفر سے واپسی پر شوگر بڑھ گئی اور مرض شدید ہوگیا۔ کسی ڈاکٹر سے فائدہ نہ ہوا اور چکر کی کیفیت بڑھ گئی۔ ایک دوا کا نام جو میرے ذہن میں تھا جو میرے استاد کے خاندان سے ملی تھی میں نے تذکرہ کیا تو کہنے لگے جلدی لاؤ، وہ دوا میں نے میڈیکل سے لا کر دی، اس کے کھانے کے دو گھنٹے بعد چکر غائب ہوگئے۔ کہنے لگے کہ اجلال میاں بہت دیر کے بعد بتلائی۔ میں نے کہا آپ اتنے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے رجوع ہو چکے ہیں، میری ہمت نہیں ہوئی کہ کوئی دوا بتلاتا۔

میرے والد محترم سے بڑا لگاؤ تھا۔ کہتے تھے کہ اجلال میاں تمہارے والد کی طرح انسان نہیں دیکھا۔ جیسا وہ اپنی اولاد سے اتنی محبت کرنے والا اور ان کی خدمت و شفقت کرنے والا ہے۔ سفر وحضر میں نماز باجماعت کا اہتمام کرتے اور نماز باجماعت کی اہمیت کا تذکرہ کرتے فرماتے کہ ۳۰ سال ہوئے کبھی نماز قضا نہیں ہوئی۔ کہتے تھے کوئی ہفتہ میں قضا کرتا ہے کوئی مہینہ میں، کوئی سال میں قضا کرتا ہے۔ غرض ایسا کرنا قضا ہی کہلائے گا آدمی اُس کو اہمیت نہیں دیتا۔ میں نے کہا تھا کہ پھر سفر کیسے ہوتا تھا۔ تو کہنے لگے کہ نماز پڑھنے کے لئے راستہ میں بس چھوڑ دی۔ ٹرین میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی اور کبھی جماعت کے ساتھی زیادہ ہوتے تو اسٹیشن پر جماعت کرتے اور اگر ٹرین چل پڑتی تو زنجیر کھینچنے کے لئے آدمی مقرر کرتے اور ٹرین کو روک دیتے مگر نماز نہ چھوڑی۔

سعید بھائی کا ایک سفر دعوت غالباً ۸۷-۱۹۸۸ء میں ہوا۔ غالباً وہ لندن اور مغربی ممالک کا سفر تھا۔ دوران سفر لندن میں اُن پر فالج کا حملہ ہوا۔ جس گھر میں قیام تھا اس علاقہ کے ڈاکٹروں سے رجوع کیا گیا۔ ڈاکٹر کی ٹیم آئی اور چیک اپ کیا۔ ایک انجکشن دیا گیا اور پھر کہا کہ اگر افاقہ نہ ہوا تو دوبارہ فون کیا جائے۔ مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ فوری افاقہ ہوگیا اور صحت یاب ہوگئے۔ میڈیکل کی دنیا میں اہل مغرب کی پیش رفت کا اندازہ ہوا کہ اُس زمانہ میں فالج کا مریض دو گھنٹے میں وہاں روبصحت ہو جاتا تھا۔

سعید بھائی کاشف کی بنیاد کے بعد متلاشی تھے کہ کسی کو کاشف العلوم کی انتظامی ذمہ داری دی جائے۔ اِس لئے اپنے کسی سفر دعوت میں مولانا محمد ریاض الدین فاروقی کو مع اپنے خاندان کے اورنگ آباد لے آئے اور پورے خاندان کی کفالت بھی کرنے لگے۔ مولانا ریاض الدین صاحب کو پڑھایا اور عصری تعلیم کے بعد ندوہ بھجوایا۔ وہاں مولانا موصوف نے فراغت تک اپنی تعلیم مکمل کی۔ بعدازاں سعید بھائی نے مولانا موصوف کو کاشف العلوم اورنگ آباد کا ناظم بنا دیا اور تادم حیات وہ نظامت کے عہدہ پر فائز رہے۔ سعید بھائی کے ایک چھوٹے بھائی جو حیدرآباد میں تھے صدیق خان جو سنٹرل گورنمنٹ اکسائز انسپکٹر تھے۔ اُن کا تقرری لیٹر سعید بھائی کے نام آیا تھا مگر سعید بھائی نے اپنے چھوٹے بھائی کی خاطر اِس سروس کے لئے اُن کو بھجوادیا۔

ایک مرتبہ سعید بھائی نے تذکرہ کیا کہ حضرت جی مولانا یوسف صاحب دعوتی سفر میں جب پاکستان کے لئے جانے لگے تو مجھ سے بھی ساتھ چلنے کو کہا۔ میرے پاس پاسپورٹ نہیں تھا جس کی وجہ سے پاکستان نہ جاسکا۔ حضرت جی نے فرمایا کہ پاکستان سے

آنے کے بعد ساؤتھ افریقہ کا سفر درپیش ہے، سعید تم ساتھ چلو گے۔ مگر مقدرات کا کرنا ایسا ہوا کہ پاکستان میں حضرت جی کی وفات حسرت آیات پیش آئی اور لاہور سے ہوائی جہاز سے جنازہ ہندوستان لایا گیا اور دہلی مرکز میں مسجد سے متصل تدفین عمل میں آئی۔ غفر اللّٰہ له و أسكنه فسيح جناته

۹۱-۱۹۹۰ء کا زمانہ تھا غالباً دکن کے سفر دعوت میں طبیعت خراب ہوئی، ساتھیوں میں سے کسی کے ہمراہ اورنگ آباد واپسی ہوئی۔ علاج و معالجہ کا سلسلہ جاری رہا۔ گھر میں رہتے ہوئے اچانک توازن بگڑنے پر گر پڑے اور کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی اور ٹریکشن پر آگئے۔ اور یہ کیفیت آخری دم تک جاری رہی۔ گھر میں آنے جانے والوں کا سلسلہ رہتا۔ اکثر میں گھر جاتا آتا رہتا اور خیر خیریت معلوم کرتا رہتا۔

ایک مرد مخلص جنھیں سب غازی صاحب کہا کرتے تھے ان کی خدمت کے لئے چلے آئے۔ ایسا لگتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے سعید بھائی کے لئے ایک فرشتہ صفت انسان کو ان کی خدمت کے لئے تجویز فرمایا ہو۔ تادم آخر وہ سایہ کی طرح ساتھ رہے اور دواخانوں میں بھی ساری خدمتوں کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اپنی رحمت کاملہ سے انھیں عطا فرمائے۔ آمین

ایک عجیب وغریب واقعہ جو اہل خانہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آخری ایام میں رات نیند میں کچھ کہنا شروع کیا۔ صاحبزادہ نے دیکھا کہ سعید بھائی کچھ نیند میں بیان وتقریر کی طرح بول رہے ہیں۔ انہوں نے قریب رکھا ٹیپ ریکارڈر آن کردیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے سے زیادہ تک بولتے رہے۔ جاگنے پر بتلایا کہ ایک مجمع تھا جہاں بیان کے لئے مجھے لے جایا

گیا۔شاید اُس بیان کی ریکارڈنگ صاحبزادے کے پاس موجود ہو۔

سعید بھائی کا مطالعہ کتب دینی کا وسیع تھا۔وہ علمی و مذہبی کتابوں سے کافی لگاؤ رکھتے تھے۔ایسے ہی اکابرامت سے بھرپور استفادہ کے مواقع سے بہرہ ور ہوئے۔مسائل فقہیہ پر گہری نظر تھی۔کثرت سفر کی وجہ سے نمازوں کے اہتمام میں جمع بین الصلوتین پر انشراح تھا۔میں نے ناقدانہ اس عمل پر بات کی تو کہا کہ اجلال میاں تم نے ابھی سفر کیا نہیں ہے، جب سفر کروگے تو جمع بین الصلاتیں پر عمل کی سہولت کا پتہ چلے گا۔

اہلیہ کی وفات آپ کی حین حیات ہوئی۔اِس حادثہ فاجعہ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا مشکل ہوگیا۔گھر میں ایک جانب سے دوسری جانب آتے جاتے اور روتے بلکتے اور یوں کہتے ہوئے سنا کہ دور تک اک سناٹا ہے دنیا اک وحشت کدہ ہے۔اپنی آخری علالت کے زمانے میں ٹین پوش مکان میں گرمی کی شدت سے اکثر کپڑا گیلا کر کے جسم پر ڈال لیتے اور دوپہر اسی طرح گذر جاتی۔وفات سے چند دنوں پہلے میں حاضر تھا کہنے لگے اجلال میاں فلاں آیت کی تفسیر میں علماءِ تفسیر نے کیا لکھا ہے۔غرض کہ علمی جستجو آخری حد تک تھی۔میں نے اورنگ آباد شہر میں ایسے شب وروز کا انسان نہیں دیکھا جس نے اپنی آخرت کی خاطر دنیاداری کے نقشوں کو نہیں اپنایا اور بے سروسامانی اور بے اسبابی کے ساتھ زندگی گذار کر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت و مغفرت سے نوازے اور اپنے خاص بندوں میں شامل فرمائے۔آمین

سعید بھائی کے ملنے والوں کی فہرست طویل ہے۔کاشف العلوم کے حوالہ سے ایک شخصیت حاجی عثمان مرحوم سبزی منڈی والے جو سابق صدر مجلس عاملہ حاجی نور محمد مرحوم

کے والد بزرگوار تھے اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے اولین وآغاز سے معاون ومددگار تھے، انتہائی صوم وصلوۃ کے پابند اور نیک انسان تھے، میں نے بھی انھیں دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی بال بال مغفرت فرمائے۔ان کے بعد حاجی نور محمد مرحوم طویل عرصہ تک صدر مجلس عاملہ رہے اور جامعہ کا بحسن وخوبی انتظام وانصرام سنبھالتے رہے۔

آپ کے دعوتی سفر کے ساتھیوں میں ایک خواجہ یوسف الدین عرف خواجہ بھائی مرحوم اور انہی کے ہم نام قاضی یوسف الدین مرحوم تھے۔پھر معین بھائی مسعود بھائی دونوں برادران بھی آپ کے مخلصین اور خیر خواہوں میں شامل ہوگئے۔

ان کے علاوہ بھی دعوتی سرگرمیوں میں ساتھ کام کرنے والوں کی تعداد انگنت و بے شمار ہے۔آج جامعہ اور جامع مسجد پر جو بہار آئی ہے وہ یقیناً سعید بھائی کی محنت اور قربانیوں کے نتیجہ میں آئی ہے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

آخرزمانے میں سعید بھائی نے ذوقِ شعروسخن میں اشعار بھی کہے۔ویسے پہلے ہی اقبالؔ اور غالبؔ فہمی کا ذوق تھا مگر شعر گوئی نہ تھی۔اپنے اشعار کا مجموعہ ایک کاپی میں لکھتے تھے اور اہل ذوق کو سناتے بھی تھے۔ایک مرتبہ میں نے اکبرالہ آبادی کی رباعی سنائی۔

اک ہی کام سب کو کرنا ہے
یعنی جینا ہے اور مرنا ہے
رہی بحث رنج و راحت کی
وہ فقط وقت کا گزرنا ہے

اِس کو سنتے ہی سعید بھائی بہت خوش ہوئے۔ اکبرؔ نے راحت ورنج کا فلسفہ بہت سہل ممتنع انداز میں بیان کردیا ہے۔فوری رباعی سے متاثر ہوکر جمعہ کے بیان کو اِسی رباعی سے شروع کیا۔

نورانی مسجد کی امامت کے زمانہ میں میری رہائش مسجد کے قریب ہی سامنے تھی۔ اکثر گھر کے سامنے سے ہی نماز کے لئے سعید بھائی کی آمدورفت تھی۔کبھی صبح سویرے بازار نکل جاتے اور گوشت،ترکاری وغیرہ لے کرمیرے گھر آجاتے اوراپنی بیٹی کو سوداسلف دے دیتے۔

جمعرات کومغرب کے بعد معمولاً مرکز کے اجتماع کے لئے تشریف لے جاتے۔ کبھی کبھی مجھ سے کہتے اجلال میاں مرکز چلو۔ میں کہتا کہ ابا ہم نے تو عالمیت کی ہے۔قرآن وحدیث پڑھا ہے،ہم آئیں گےتو بیان کریں گے۔

حیدرآباد کے ایک مستند عالم مولانا مقیم الدین جو کچھ مجذوب سے ہوگئے تھے ۔ نام مقیم تھا مگر ہروقت سفر میں رہتے تھے۔ان کا واقعہ دلچسپ ہے۔غالباً یہ واقعہ ۱۹۷۰ء سے پہلے کا ہے۔شہر کی سرائے مسجد میں اجتماع تھا۔مغرب کی اذان ہوئی،مولانا مقیم داخل مسجد ہوئے چونکہ انھیں نماز پڑھانے کا بڑا شوق تھا اِس لئے وہ سیدھے مصلیٰ پر پہنچ گئے۔نماز ختم ہونے پر سعید بھائی نے پیچھے سے پوچھا: شیخ !وضو کیا تھا؟ مولانا مقیم نے کہا کہ ان لوگوں نے موقع ہی نہیں دیا۔اذان کے بعد فوری نماز شروع کردی۔سعید بھائی نے لوگوں سے کہا کہ بھائی اِن سے امامت نہ کرواؤ وہ ذہنی طور پر معذور ہیں۔ پھر نماز دہرائی گئی۔

ایک جگہ جہاں آپ نے کچھ دنوں سروس کی تھی وہ وقارآباد تھی جہاں سینوٹوریم،

صحت افزاءمقام تھا جہاں مریضوں کورکھ کرعلاج کیاجاتا تھا۔سعید بھائی نے وہاں دواخانہ کے احاطہ میں ایک مسجد تعمیر کروائی تھی۔اِسی طرح نورانی مسجد پنچ کنواں جہاں میں نے تقریباً آٹھ سال امامت کی تھی۔وہ مسجد ٹین پوش تھی۔اس کوازسرنو تعمیر کامنصوبہ سعید بھائی نے بنایا اوراس کی تعمیر کے لئے لوگوں کومتوجہ کیااوراسے دومنزلہ تعمیر کروایااورآج وہ ماشاءاللہ آباد ہے۔

ایک رمضان المبارک میں نے اُن کے ساتھ گذارا ہے۔ وہ سحر و افطار میں حیدرآباد کی تجویز کردہ تقویم پرعمل کرتے تھے اورآخر کے بیس منٹ جو برائے احتیاط تھے اس میں ہی سحری کرتے تھے۔

وفات سے کچھ سال قبل حفظ قرآن شروع کیا تھا اورتقریباً بائیس پارے حفظ بھی کرلئے تھے اور کہتے تھے کہ اگر حفظ قرآن زندگی میں مکمل نہ ہوا تو قبر میں مابقی حفظ فرشتے یادکرواتے ہیں۔

گھر میں آرام کرسی کا استعمال تھا۔ بیٹھے بیٹھے باہر کے سفر کے پروگرام بناتے۔ ہم سوچتے کہ اتنی بے سروسامانی میں باہر کا سفر کیسے ہوگا۔مگر سعید بھائی کی بےفکری اوراعتماد علی اللہ کی کیفیت بڑھی ہوئی تھی۔غالباً تین سفر سفرِ دعوت میں لندن،آسٹریلیا،سعودی عرب گئے جو بڑے بڑے اخراجات کے متقاضی تھے۔

چھوٹے بھائی صدیق چچا حیدرآباد سے آتے تو اُن کے بیانات کرواتے،دونوں ساتھ ساتھ گھومتے۔ان دونوں کی صحت، جسامت دیکھ کرلوگ دنگ رہ جاتے۔ ماشاءاللہ دونوں کی قدوقامت اورخوبصورتی بھی بےمثال تھی ع

''اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخ زیبا لے کر''

ان کے برادر خرد عمر خان جو آج بھی بقید حیات ہیں بعض اوقات تینوں ساتھ ہوتے۔مجلس میں تینوں کی گفتگو شنیدنی تھی۔اُن کی تیز گفتگو، بحثیں، الجھاؤ، دیدنی تھا۔مگر مجلس کے ختم تلک سب ختم ہو جاتا اور خوش خوش باتیں کرتے ہوئے لوٹ جاتے۔میں نے اپنی عمر میں کئی اکابر دیکھے ہیں۔الحمدللہ ان کی مجلسوں میں بیٹھا ہوں۔شیخ الحدیث کو دیکھا ہے، ان کی مجلس دیکھی ہے۔حکیم الاسلام کی تقریریں، بیانات، سنے ہیں اور ان کی مجلسوں میں شرکت کی ہے۔شیوخ حدیث اور اساتذہ کی خدمت کی ہے۔مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ ،مولانا عبدالستار اعظمیؒ ،مولانا ایوب اعظمیؒ سے استفادہ کیا ہے جو فن حدیث میں اپنے زمانے کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

سعید بھائی میں بھی میں نے اُن اکابر کی جھلک دیکھی تھی۔وہ اپنے احوال واعمال میں سلف کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

۱۹۸۰ء کا زمانہ تھا اور تدریسی سلسلہ جاری تھا۔میری تین لڑکیوں کے بعد مجھے لڑکا تولد ہوا تھا۔چند ماہ کا تھا، ایک ہی بستر پر ہم سوتے تھے۔میں نے خواب دیکھا کہ میں اُسے ذبح کر رہا ہوں اور یہ امر خداوندی ہے کہ میں اپنی محبوب چیز ذبح کر دوں۔میں نے اُسے خلافِ معمول گلے سے نہیں سر سے ذبح کیا اور نصف تک ذبح کے بعد خیال آیا کہ اس کی ماں پر کیا گذرے گی۔مگر مامور کی ادائیگی میں مکمل ذبح کر ڈالا اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر قریب کھڑی ہوئی بیوی کے ہاتھوں میں دے دیا اور آنکھ کھل گئی۔

یہ خواب میں نے سعید بھائی خسر محترم سے ذکر کیا۔انہوں نے فوری طور پر صاحبزادے کا عقیقہ کروایا۔اس خواب کو میں نے اپنے دوست اور ہم عصر مولانا ابرار دھولیوی مجاز بیعت مولانا شاہ وصی اللہؒ سے تذکرہ کیا جو تعبیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور اکثر

خوابوں کی تعبیر کہتے تھے۔انہوں نے کہا کہ خواب بہت اچھا ہے اور تمہارے ذمہ دین کا ایک اہم کام ہونے والا ہے اور وہ مکمل ہوگا۔

میں نے خواب کی تعبیر سے سعید بھائی کو مطلع کیا۔انہوں نے کہا کہ اجلال میاں تم سے کیا کام ہونے والا ہے۔میں نے کہا کہ ابھی ابھی آپ نے جامع مسجد کی امامت سے متعلق کہا تھا کہ حافظ عبدالستار جامع مسجد کے امام صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں چل رہی ہے، یہ خواب اُسی کی طرف اشارہ ہے کہ امامت کی خدمت میرے ذمہ ہونے والی ہے۔ایک بار کہنے لگے کہ تین حج کے سلسلہ میں میں نے سنا ہے مغفرت کا ذریعہ ہو جاتے ہیں۔میرے تین حج ہو چکے ہیں۔اللہ سے امید ہے کہ مغفرت و رحمت کا سامان ہوگا۔

آج سے پچاس سال پہلے شاکر دہلوی نے حضرت مولانا یوسف صاحب کے سانحۂ ارتحال پر اک نظم لکھی تھی، میں اس نظم کے کچھ اشعار ترمیم واضافہ کے ساتھ سعید بھائی کی یاد میں نذر کرتا ہوں ۔

یہ کس نے جادۂ منزل دِکھا کے چھوڑ دیا
ادھورا قصہ ہستی سنا کے چھوڑ دیا
قسم ہے گریۂ یعقوبؑ ضبطِ یوسفؑ کی
ترے فراق نے سب کو رلا کے چھوڑ دیا
ترے ہی سوز نے مرہٹواڑہ کی فضاؤں میں
چراغِ رشد و ہدایت جلا کے چھوڑ دیا
لگا کے دین کا پودا زمینِ کاشف میں
فنائے ہستی کو گلشن بنا کے چھوڑ دیا

کچھ مختصر ملفوظات :

(۱) ایک مرتبہ مرض الموت میں کہنے لگے، اجلال میاں، شیطان میرے عقیدہ پر حملہ کر رہا ہے اور آخرت میں شک پیدا کر رہا ہے۔

(۲) روٹی تو یہودیوں کا نعرہ ہے امت اسلام کا نہیں۔

(۳) رزق بقدر مقدر اور دین بقدر محنت خدا کا ضابطہ ہے۔

(۴) اگر سو کی تعداد میں میری اولاد ہوتی تو بھی میں سب کو عالم دین بناتا۔

(۵) میجر عاشق ہم نے سکھلائی اور دوسروں کے پیچھے چلے گئے۔

(۶) آپ دو گھنٹے گفتگو کے لئے دیجئے میں آپ کو اسلام سمجھا دوں یا پھر مجھ کو اپنا مذہب سمجھا دیجئے۔

(۷) ہمارے لئے جیل اور گھر برابر ہے۔

(۸) میں بتا نہیں سکتا کہ مجھے صحابہ سے تعلق کس قدر ہے۔

(۹) شہداء بدر واحد لگتا ہے کہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(۱۰) اجلال میاں ہمارے بعد بھی اسی طرح بیان کرنا جیسے ہم بیان کرتے ہیں۔ فرق باطلہ کے تردید میں کہیں کمزوری اور لچک نہ ہو۔

(۱۱) تین حج کئے ہیں سنا ہے کہ مغفرت کا ذریعہ ہوجاتے ہیں۔ اللہ سے امید ہے کہ مغفرت اور رحمت کا سامان ہوجائے۔

●●●

دکن میں وہ سرمایۂ ملت کا نگہبان

● مولانا ڈاکٹر عبدالرشید ندوی مدنی
سابق پروفیسر سر سید کالج اورنگ آباد

۱۹/اپریل ۱۹۵۹ء کو مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد مولانا محمد سعید خان صاحب نے رکھی۔ میرے حیز الوجود میں آنے سے ٹھیک چار ماہ بعد؛ جنوری ۱۹۶۹ء کو مجھے اس مدرسہ میں داخل کرایا گیا۔ مجھ سے قبل ۴۴۲ طلباء درج رجسٹر داخلہ ہو چکے تھے۔ جس وقت کاشف العلوم میں داخلہ لیا، شعور و ادراک کی قندیل نہ اس وقت روشن تھی اور ۵۴ سال بیت جانے کے بعد بھی شعور کی کیفیت لاشعوری کے مدفن میں کسی وقت کی منتظر رہی۔ البتہ تحت الشعور کے دریچوں میں اتنا ضرور محفوظ رہا کہ کاشف العلوم کے در و بام، علم و آگہی، تقوی و حکمت، سلوک و طہارت اور معرفت الٰہی کے زمزموں سے گونج رہے ہیں اور تشنگان علم و معرفت اپنی تشنگی کو کم یا ختم کرنے کی کوششوں میں سرگرداں ہیں۔ اس چہار دیواری میں علماء و حفاظ، اساتذہ کی جماعت، شراب معرفت کے جام وسبو، نشۂ وحدت کے بادہ وساغر لنڈھانے میں مصروف ہیں۔ میں نے اپنی اس علمی آغوش میں عربی اول سے ہشتم عربی آٹھ سال گذارے۔ اس بام و در میں تن تناور ہوا، عقل کو مہمیز ملتی رہی، فکر جلا پاتی رہی، نظریہ بنتا گیا، روح کو بالیدگی حاصل ہوتی رہی اور علماء و حفاظ کی قدردانی کا عنصر پروان چڑھتا رہا اور کلمح بالبصر آٹھ سال بیت گئے۔ لیکن اس کی یاد اور اس کی شخصیات کے اوصاف صفحۂ دل و دماغ پر مرتسم ہوتے رہے۔ ان ہی میں مدرسہ کے بانی الحاج حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب

ہیں،جن کے کارناموں کی بدولت نہ جانے کتنے ناکارے اپنے مقاصد کو پانے اور منزل کو چھو لینے میں کامیاب رہے اور نامعلوم کتنے بنجر وشوریدہ قلوب کشت زار وزعفران زار بن گئے اور انسانی مرجھائی ہوئی کھیتیاں اعمال واقدار اور اخلاق وکردار سے لہلہا اٹھیں۔

بانیٔ جامعہ کی تعلیم خاندانی روایات کے مطابق ہوتی رہی۔ساتھ ہی ساتھ عصری تعلیم کا ایک وافر حصہ آپ نے حاصل کر کے ہیلتھ ڈپارٹمنٹ میں ملازمت اپنالی۔لیکن ملت کی زبوں حالی، دین سے مہجوری، اسلام سے بیگانگی، تہذیب وثقافت سے عاری، اقدار و اخلاق کی پامالی، بدعات وخرافات کی خوگر، مسلمانوں کے آپسی تعلقات اور رشتہ داروں میں رسہ کشی جیسے حالات نے آپ کے دل کو ٹھیس پہونچائی۔چنانچہ آپ نے اپنے تمام اسباب و وسائل کو یک لخت ختم کر کے متوکلانہ زندگی کو اختیار کرتے ہوئے دعوت وتبلیغ کی راہ پر گامزن ہو گئے اور آخری سانس تک نہایت پامردی سے اس فریضہ دعوت کی ادائیگی میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

خالق کائنات نے آپ کو بلا کا ذہن عطا کیا۔حاضر جوابی وحاضر دماغی آپ کا خاص وصف رہا ہے۔مسائل کو سلجھانے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔مزاج آپ نے نرم و نازک اور دماغ گرم پایا تھا۔نرم اس قدر کہ کسی کو تکلیف میں دیکھنا، آپ کو گوارہ نہ تھا اور گرم اتنا کہ دین وشریعت کے معاملہ میں کسی قسم کی توجیہ وتاویل ناقابل برداشت۔عہدہ ومنصب سے بے غرض، شہرت وناموری سے کوسوں دور۔اہم شخصیات سے تعارف کی نہ کوئی خواہش اور نہ ہی متعلقہ احباب وسیع کرنے کی آرزو، صاحب مروت، صبر کا پیکر، خطرات کو مول لینے کا مزاج، شجاعت وبہادری کا پرتو، نہ کسی سے مرعوب، نہ کسی پر رعب طاری کرنے کی فکر، دل

کے صاف، زبان کے سچے، اخلاص کے پیکر، عمل پر کاربند، تواضع وانکساری کرنے والوں پر برہم، ظرف میں اعلیٰ، صفات میں اولیٰ، سلامت طبع وسلامت فکر کے حامل، انجام وعواقب سے بے پرواہ، ذہنِ رسا کے مالک، کم گو، کم آمیز، کم خواب، کم خور، بے نیاز، شب بیدار، قلندر صفات انسان تھے۔ایمان بالغیب کی دعوت، دعوت سے شغف اور انہماک وتاثیر کی وسعت وقوت میں اس عاجز نے اپنی ہوشمندی میں مولانا محمد سعید خان صاحب کا اس علاقہ میں کوئی ہمسر ومقابل نہیں پایا۔ان کی نابغۂ روزگار شخصیت بہت سے کمالات کی آئینہ دار تھی۔علم میں ان کا قد بہت بلند تھا۔ان کا جذبۂ ایمان اور اعتقاد وتوکل، ہمت وجرأت، حوصلہ وبے باکی کے ساتھ انابت ورجوع الی اللہ، دعا ونماز صحابہ کی زندگی کا عکس جمال، حیاۃ صحابہ کا استحضار کے ساتھ اتباع سنت کا اہتمام، تلاوت قرآن اور واقعات انبیاء سے عظیم نتائج استخراج ان کا خاصہ رہا ہے۔جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کی قدرت کن فیکون، اس کی وحدانیت اور پورے نظام عالم کو چلانے، اسباب کی بے ثباتی، انسانی تجربات کی بے اعتباری، محسوس ومشاہدات کا نفی، احکام الوہی اور نظام تشریعی کے سامنے نظام تکوینی کی سپر اندازی ومغلوبیت، ایمانی صفات واخلاق اور اطاعت وعبودیت کے سامنے وسائل وذخائر کی بے وقعتی، حاملین نبوت واہل ایمان ودعوت کا ارباب اقتدار اہل حکومت وسرمایہ داروں کے مقابلے میں فتح وغلبہ، خدا کے وعدوں کی ابدی صداقت اور سنت اللہ کی عالمگیریت جیسے مضامین اپنے بیانات کے موضوعات بناتے رہے اور اپنی پوری ایمانی قوت اور اپنے والہانہ اندازِ بیان میں وہ اس حواس ومادہ پرستی کی دنیا سے منتقل ہو کر ایمان بالغیب کی دنیا میں مخاطبین کو لے چلتے، مادیت کے اس نگارخانے میں آپ کے بیانات

سینکڑوں سامعین کے دلوں کو ایمان کے جذبے سے معمور اور قربانی کی لذت سے مخمور کرتے رہے۔

بندۂ مومن کی زندگی میں بیت اللہ کے دیدار کی آرزو اور مسجد نبوی کی زیارت کا اشتیاق ہمیشہ رہا ہے۔ چنانچہ بارہویں صدی کے مجدد اور دین و شریعت کے رمز شناس حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں بڑے پتہ کی بات کہی ہے :

''کہ کبھی کبھی انسان کو اپنے رب کی طرف غایت درجہ اشتیاق ہوتا ہے اور محبت جوش مارتی ہے اور وہ شوق کی تسکین کے لئے اپنے چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سامان سفر حج ہے۔ انسان کی فطرت میں حق تعالیٰ نے عشق و محبت کا عنصر ودیعت فرمایا ہے اس لئے انسان اپنے جذبۂ عشق کی تسکین کے لئے شوق و محبت کو مہمیز لگاتا ہے، پھر یہی محبت کی فرماروائی اور شوق کی حکمرانی اس کی پیاسی روح کو بے چین کردیتی ہے۔ وہ اپنی ان کیفیات و واردات کو بروئے کار لانے کے لئے خلوت و جلوت میں آہ و زاری کرتا ہے، لیکن اس کیفیت اور عشق کی اس آشفتہ سری کو حج کے مقامات پر ہی تسکین ملتی ہے کیونکہ محبت کا سامان وہاں وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے۔'' چنانچہ انہوں نے ۱۹۸۳ء میں سفر حج کا ارادہ کیا جو آپ کا تیسرا اور آخری حج ثابت ہوا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حج موہبت الٰہی اور عطیہ خداوندی ہے۔ اس لئے کہ حج صدائے ابراہیمی کا جواب ہے جو عشق و شیفتگی ، جنون و شوریدہ سری اور صحراء کی وسعتوں میں یقین کی لازوال سچائی کے ساتھ مولائے کریم ہی کے اشارہ پر اس کے دوست خلیل اللہ علیہ السلام نے لگائی تھی اور اپنے

دوست کو یہ واضح اشارہ بھی دے دیا تھا کہ میرے دوست تیری پکار پر اس گھر کے دیوانے پروانہ وار امڈ کر آئیں گے۔ راہ کی صعوبتیں، سنگلاخ وادیاں، گرم لو کے تھپیڑے، موسم کے تغیرات اور خوفناک حالات و ماحول بھی ان کے عزم محکم اور استقلال میں رکاوٹیں پیدا نہیں کرسکیں گے۔ واذن فی الناس بالحج الآیہ اس اعلان کی بناء پر حجاج فضا کو مسخر کر کے ہوا کے دوش پر سوار ہوکر اور سمندروں کی تہوں کو چیرتے ہوئے بھی فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے جاتے ہیں اور اپنی عبودیت و بندگی اور غایت درجہ تعلق، تسلیم و رضا اور خودسپردگی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

ان سعادت مندوں میں بانی جامعہ ان حجاج میں ایک تھے۔ حج کے تمام مناسک وارکان کی ادائیگی کے بعد ان سے محبت و تعلق رکھنے والوں میں اورنگ آباد و حیدرآباد کے بہت سے افراد سعودی عرب اور بالخصوص جدہ، ریاض، مکہ، مدینہ میں برسرروزگار کئی برسوں سے رہ رہے تھے۔ سعید بھائی کو اپنے لگائے پودے کی آبیاری و سیرابی کی فکر ہمیشہ سے ہی دامن گیر رہی۔ چنانچہ انہوں نے حج سے فراغت کے بعد حیدرآباد کے اپنے ایک مرید کے گھر قیام پذیر رہے لیکن اچانک ان کی طبیعت غیر معتدل ہوگئی اور تقریباً ایک عشرہ سے زیادہ ان ہی کے گھر فریش رہے۔ میں بھی ادائیگی حج سے فارغ ہو چکا تھا۔ مجھے اطلاع ملی کہ سعید بھائی کی طبیعت ناساز ہے تو میں ان کی خدمت کی نیت سے جدہ چلا آیا اور مکمل ایک عشرہ ان کی خدمت میں گذرا۔ یہاں بہت قریب سے میں نے انھیں کاشف العلوم کے سلسلہ میں فکرمند پایا۔ چنانچہ وہ فرداً فرداً اپنے میزبان اور مشفق بھائی اور موجودہ ناظم صاحب مولانا عبدالوحید صاحب حلیمی ندوی جو جدہ ہی میں ڈھائی دہائیوں سے زیادہ مقیم

تھے ان حضرات کے ذریعہ مختلف بہی خواہوں سے فون پر رابطہ قائم کرتے رہے۔فون پر جواب دینے والوں میں اردو،عربی اور انگریزی بولنے والے سبھی حضرات تھے،فون پر رابطہ کار کا فریضہ میں ہی انجام دے رہا تھا،کبھی کوئی انگریزی میں بولتا تو میں فون سعید بھائی کو دے دیتا تو اس پر آپ نے کہا کہ اگر کوئی اردو،عربی میں بات کرے تو تو کر اور انگریزی میں بول رہا ہو تو مجھ کو دے دیا کر۔یہ وہ پہلا قدم تھا جس نے ذمہ داران کاشف العلوم کو اس سمت میں متوجہ کیا۔چنانچہ دو سال بعد اس طرح کی راہ نکل آئی کہ جس سے کسی قدر کاشف العلوم کو مستحکم کرنے میں مدد ملی۔اُن کے صاحبزادہ مولانا فاروق صاحب قاسمی سے میرے دیرینہ تعلقات رہے ہیں اور ہیں چنانچہ ان کے گھر بھی آنا جانا ہوتا رہا ہے۔آپ کی بیماری کے زمانے میں بغرض عیادت میں گھر گیا۔برادر فاروق خان نے تواضعاً مجھے ڈبل کا میٹھا پیش کیا تو سعید بھائی فوراً بول اٹھے'میرے لئے بھی لاؤ' صاحبزادہ گویا ہوا'ابا آپ کی شوگر بہت بڑھی ہوئی ہے'جواباً فرمایا'بسم اللّٰہ الذی لایضر مع اسمہ شئی 'اور مجھ سے مخاطب یوں ہوئے'حلال کو کیوں حرام کیا جائے'ان کی جولانی طبیعت اور بروقت قوتِ فیصلہ یہ دو صفات ان کی نمایاں رہی ہیں۔

کاشف العلوم کی تاسیس میں جہاں معاشرہ وملت کی زبوں حالی،کج فہمی وکج خلقی کے مناظر آپ کے پیش نظر رہے وہیں دعوت وتبلیغ میں روح پیدا کرنے اور اس راہ کے مسافروں کو قرآن وحدیث،فقہ وتاریخ اور عالم اسلام کی آگہی کی خاطر ادارہ کے قیام کو از حد ضروری جانا،اسی لئے دعوت وتبلیغ کی راہ نے کاشف العلوم دہلی کو تاریخی شہر اورنگ آباد کی جامع مسجد میں کاشف العلوم ہی کے نام سے لے آئی۔اس سے یہ بات متشرح ہوتی ہے کہ

کسی دینی ادارہ کا دعوت وتبلیغ سے جوڑ از حد ضروری ہے تا کہ کہیں بے راہ روی اور مبادیات واساسیات سے کٹ کر بات ہونے لگے تو دینی ادارہ کے اہل بصیرت اور تفقہ فی الدین رکھنے والے علماء ان نادانستہ طور پر در آئی خامیوں کا تدارک کر سکیں۔یہ دوراندیشی،ژرف نگاہی،قوتِ فیصلہ اور کم مائیگی کے باوجود کر گذرنے کا عزم محکم اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے بڑے بڑے ارادوں کو سرانجام دینے کا ہنر،قسام ازل نے ان میں خوب ودیعت کر رکھا تھا، ان کی دعوتی زندگی میں تبلیغ کے بزرگان میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی،مولانا منظور صاحب،حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب،مولانا عمر صاحب پالنپوری،میاں جی محراب رحمۃ اللہ علیہم کے مشورے شامل رہے۔

آج ۳۲ رسال بعد بھی بانی جامعہ کو میں،دراز قد،بھاری بدن،سرخی آمیز گورا رنگ،کتابی چہرہ،بڑی بڑی آنکھیں،ستواں ناک،پُر گوش رخسار،کشادہ پیشانی،گھنی ڈاڑھی،متوسط زلفیں،سیاہ بال،عمر کے آخری حصے تک سفیدی مغلوب کانوں کی لوئیں کن پٹیوں سے جدا جدا،آواز بھاری،لہجہ نرم،رفتار باوقار،نہ دھیمی نہ بہت تیز،سرتا پا مردانہ خوبصورتی کے پیکر میں دیکھ رہا ہوں۔ تغمده الله بواسع رحمته و يُسكنه فسيح جناته ، واكرم نزله ووسع مدخله يا أرحم الراحمين

•••

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت داعی الی اللہ

● مولانا مختار احمد سعید قاسمی مدنی

شیخ الحدیث مدرسہ سراج العلوم دھولیہ

اَلحمدُللّٰہ وَحدَہ والصلوۃُ والسلامُ علی مَن لانَبیَّ بعدہ

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی شخصیت کے کئی روشن گوشے ہیں۔ میری نگاہ حضرت مولاناؒ کی مبارک زندگی کے اس روشن گوشے پر پڑی جس میں ان کی داعیانہ شان نمایاں ہے کیونکہ دعوت الی اللہ کی نسبت کنکر کو گہر، لوہے کو سونا اور ذرے کو آفتاب بنا دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی جنگ میں جہاد سے پہلے دعوت الی اللہ ہی کے فریضے کی انجام دہی کی تلقین فرمائی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا: لَانْ یَھْدِیَ اللّٰہ بِکَ رَجُلًا وَاحِداً خَیرٌ لَکَ مِنْ حُمُرِ النَعَم ''اے علی! اگر اللہ پاک تیرے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ قیمتی دولت ہے۔''

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ سے میری پہلی ملاقات دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں اس وقت ہوئی جب وہ عمرہ ادا فرما کر معمولی سامانِ سفر لئے ہوئے دارالعلوم دیوبند میں اس طرح سادگی کی تصویر بنے، تشریف لائے گویا چلّا لگا کر آئے ہوں۔ میں اپنے ایک بجنور کے ساتھی کے ساتھ دارِ جدید کے چمن میں بیٹھا ہوا تھا۔

حضرت مولانا کو دیکھا کہ وہ صدیق مکرم مولانا محمد فاروق قاسمی سے عجیب والہانہ انداز میں بغل گیر ہوئے۔ میرے بجنور کے ساتھی اس نورانی منظر کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ ملاقات کا انداز بتا رہا ہے کہ باپ اپنے بیٹے سے مل رہا ہے۔

دارِ جدید کے کمرہ ۹۶ میں حضرت مولانا ایک چارپائی پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے مولانا محمد فاروق صاحب سے دریافت کیا کہ کون بزرگ ہیں؟ وہ کہنے لگے: ابا حضور ہیں۔ میں ملاقات کے لئے حاضرِ خدمت ہوا تو بندہ سے بڑی شفقت سے مصافحہ فرمایا اور خالص زمزم کا آبِ مبارک زندگی میں پہلی مرتبہ حضرت مولاناؒ ہی کے ذریعہ بڑے سے گلاس میں بھر کر پینے کا موقع ملا۔

اس پہلی ملاقات میں حضرت مولاناؒ کی داعیانہ شان کا یہ مشاہدہ ہوا کہ پیرانہ سالی کے باوجود طویل سفر سے واپسی کی تکان کے باوجود اسی دن چند گھنٹوں کے بعد طلبۂ دارالعلوم کو دعوت الی اللہ کا زرین پیغام دینے کے لئے دارالعلوم کی قدیم مسجد میں وعظ فرمایا، جس کی منظوری بحمد للہ دارالعلوم کے شعبۂ اہتمام کی جانب سے بخوشی مل گئی۔

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ داعی الی اللہ کی داعیانہ شان ہر عمل سے جھلکنے لگتی ہے۔ بیع وشراء، نکاح وزواج، خوشی وغمی، معاشرت واخلاق، تہذیب وتمدن، لباس وپوشاک، نشست وبرخاست، سفر وحضر اور تکلف وگفتگو، غرض ہر حال میں داعی کی داعیانہ شان ظاہر ہوجاتی ہے اور وہ ہر حالت میں دعوت کا موقع تلاش کر لیتا ہے اور اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔

حضرت مولانا ایک مرتبہ دھولیہ تشریف لائے تھے۔ مقصد تھا دھولیہ کے صاحب نسبت بزرگ بانی مدرسہ سراج العلوم دھولیہ حضرت حافظ صدیقؒ سے بیعت ہونا، پھر انہی

کے ہمراہ مدرسہ سراج العلوم میں میرے حجرۂ درس میں تشریف لائے۔ یہ میری ان سے دوسری ملاقات تھی۔موقع پاتے ہی ماشاءاللہ طلبۂ سراج العلوم کے سامنے دعوت الی اللہ کے فضائل وفوائد بیان فرمانے لگے میں خود دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت سے وابستہ ہونے سے پہلے بھی یومیہ کئی پارے تلاوت کر لیتا تھا۔فرائض کے ساتھ سنن ونوافل کا بھی اہتمام رہتا تھا۔اوراد و وظائف کی بھی پابندی ہوتی رہتی تھی مگر دعوت وتبلیغ سے وابستگی کے بعد مجھے اتنا زبردست فائدہ ہوا کہ میری اپنی ذاتی انفرادی اصلاح کی کوشش، عالمی اصلاح کی تحریک میں تبدیل ہوگئی۔

اور واقعتاً حضرت مولاناؒ کی اس وسیع دعوتی سرگرمیوں کے پس منظر میں اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ حضرت مولاناؒ نے علاقۂ مراٹھواڑہ میں دعوت وتبلیغ کے نہ صرف پودے لگائے بلکہ پھلدار وسایہ دار درختوں کی ایسی شاداب اور بارونق شجرکاری فرمائی کہ پورا علاقۂ مراٹھواڑہ دعوت وتبلیغ میں ممتاز ہوگیا۔بندہ خود مراٹھواڑہ کے ایک ضلع میں دھولیہ جماعت کی نصرت کے لئے حاضر ہوا تو ضلع کے اجتماع میں چارسو جماعتیں اللہ کی راہ میں بھیجنے کا ایسا مثالی عزم ظاہر کیا گیا جس سے پورے صوبۂ مہاراشٹر میں ایک نیا ریکارڈ قائم ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی ہوشمند داعیانہ سرگرمیوں کے سلسلۃ الذہب کی یہ انتہائی روشن وتابناک کڑی ہے جسے ہم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔اس جامعہ کو حضرت مولاناؒ نے محض مدرسہ برائے مدرسہ قائم نہیں فرمایا تھا بلکہ اس کا نام ''کاشف العلوم'' رکھ کر ذہنوں کو مرکز نظام الدین میں جاری مدرسہ کی طرف متوجہ فرمایا تھا کہ جس طرح مرکز نظام الدین میں دعوت وتعلیم کا حسین سنگم کاشف

العلوم کے نام سے موجود ہے، اسی طرح اورنگ آباد میں بھی تبلیغ وتعلیم کا ایک خوشنما مجمع البحرین جامعہ کاشف العلوم کی شکل میں جاری رہے گا۔

حضرت مولانا نے دعوت وتبلیغ کو مدارسِ اسلامیہ سے مربوط کرنے کا یہ مبارک اقدام بحمد للہ اس وقت فرمایا جب دور دور تک دونوں میں رابطے کی کوئی شکل علاقے میں نظر نہیں آتی تھی۔صورتحال یہ تھی کہ دعوت وتبلیغ کے احباب، دینی مدارس کی افادیت واہمیت سے ناآشنا تھے اور اہل مدارس علماء کرام، دعوت وتبلیغ کی نقل وحرکت کو تعلیمی سرگرمیوں کے خلاف سمجھتے تھے۔خود مجھ سے جامعہ ہذا کاشف العلوم کے ایک مؤقر استاد نے یہ کہا تھا کہ میں حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ سے الجھ گیا تھا کہ آپ خوامخواہ دعوت وتبلیغ کو جامعہ میں داخل کر کے تعلیمی سرگرمیوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔مگر حضرت مولاناؒ نے اپنی داعیانہ شفقتوں سے انھیں مطمئن کر دیا۔ایسے حالات میں حضرت مولاناؒ نے دونوں کاموں کی افادیت کو یکجا کرنے کی کوشش فرمائی اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے کہ دونوں کاموں کی درمیانی خلیجوں میں فاصلے کم ہوئے اور الحمد للہ اسی کی برکت سے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں دعوت وتبلیغ کا عظیم ماہانہ ہفتہ واری اجتماع بھی ہوتا ہے اور درسگاہوں میں تعلیم وتعلم کے ساتھ مقامی اور عالمی پیمانے پر رابطۂ ادب اسلامی کے مثالی سمینار بھی ہوتے ہیں۔

اللہ پاک حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ اور ان کے ساتھ دعوت وتعلیم کے میدان میں کام کرنے والے تمام بزرگوں کو اپنی شان کے مطابق دونوں جہاں میں بہترین اجر وثواب عطا فرمائے۔

●●●

مولانا محمد سعید خاںؒ : ایک ہمہ جہت شخصیت

● مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی

صدر شعبۂ ادب عربی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

آج جس ذاتِ گرامی پر چند سطریں لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، وہ ذات ہمہ جہت اور دینی وجاہت کی حامل تھی۔ یہ ایک خدائی نظام ہے کہ جب دینی و دعوتی لحاظ سے کسی خطہ اور علاقہ کی فضا خدا بیزار اور خود فراموش ہونے لگتی ہے اور دور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی اور مایوسی اور ناامیدی برق و باراں کی طرح ہر شئے کو زمین بوس کر دیتی ہے۔ اس وقت ربِ کائنات ایسی ہستیوں کو کارگاہِ حیات میں روئے زمین پر نمودار کرتا ہے کہ پھر یادِ خداوندی اور خداشناسی کی بادِ بہاری چلنے لگتی ہے۔ دکن اور خاص طور پر سرزمین مراٹھواڑہ ان ہی حالات سے گذر رہی تھی کہ یکا یک رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور مولانا محمد سعید خاںؒ (پیدائش ۱۰ر جون ۱۹۲۷ء) نے حیدرآباد سے اورنگ آباد کے لئے رختِ سفر باندھا اور نامساعد حالات اور صبر شکن آزمائشوں کے باوجود اس پورے خطہ کو بقعۂ نور بنانے کا تہیہ کیا۔ بے سروسامانی کی کیفیت میں صرف نصرتِ خداوندی اور چند مخلص دوستوں کی مدد سے شہر کی تاریخی جامع مسجد میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد (اپریل ۱۹۵۹ء) رکھی۔ حالات ایسے تھے کہ بڑے سے بڑا مستقبل شناس بھی اس نوخیز ادارہ کے سلسلہ میں کوئی بڑی پیشن گوئی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن ان کا جذبۂ اخلاص کام کرتا رہا اور آج یہ ادارہ پورے صوبۂ مہاراشٹر کے لئے منبعِ نور اور مرکزِ ہدایت بن چکا ہے۔ آج جس دوروزہ

قومی سمینار کے ذریعہ ہم ان کی یادوں کی محفل سجا رہے ہیں۔ ''دیر آید درست آید'' کا مصداق ہے۔ بارہا ذہن میں یہ تحریک آتی رہی لیکن ہم ان کی حیات اور ان کے درخشندہ کارناموں کو پیش نہ کر سکے اور آج ہمارے دل مسرور ہیں کہ ان کی فکر، ان کے ولولہ اور جذبۂ اخلاص کی چند الفاظ میں ترجمانی کی سعادت ہمارے حصہ میں آئی۔

ان کا جذبۂ اخلاص ان کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف تھا۔ وہ نمائش اور نام ونمود سے پرے ہر کام کو اخلاص کے ساتھ انجام دینے کا حوصلہ رکھتے تھے اور اسی حوصلہ نے زندگی کے تمام میدانوں میں ان کی ڈھارس بندھائی اور اُن کو جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رکھا اور ہر ہر قدم پر اللہ کی مدد ان کی شامل حال رہی۔ انھوں نے کبھی بھی اسباب پر اپنے جذبۂ عمل کی بنیاد نہیں رکھی اور اسباب کی نایابی کا کبھی شکوہ اور گلہ نہیں کیا بلکہ آگے بڑھتے رہے اور منجانب اللہ اسباب فراہم ہوتے گئے۔ انھوں نے بے غرض ہو کر جامعہ کو اپنے خونِ جگر سے سینچا اور اپنے گھر کے ساز وسامان کو فروخت کر کے جامعہ کے طلباء کی خوراک اور ان کی رہائش کا نظم کیا کیونکہ ان کو یقین تھا کہ یہی طالبانِ علومِ نبوت مستقبل کے داعی، معلم، محدث اور مفسر بنیں گے اور وہی طلباء اس جامعہ کی آبادی کا سامان مہیا کریں گے۔

ان کے عمل کا دوسرا میدان دعوت وتبلیغ تھا۔ انھوں نے دعوت وتبلیغ کے مرکز نظام الدین دہلی سے رابطہ استوار کیا، خود تشریف لے گئے۔ وہاں کے اکابر اور خاص طور پر امیر دعوت وتبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی سے ملاقات کی اور ان کی ہدایت کے مطابق اورنگ آباد سے دینی دعوت کا آغاز کیا۔ ملک اور بیرون ملک کے لمبے لمبے سفر کئے اور اسی تڑپ کو لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی رہے۔ ایک

مرتبہ سعودی عربیہ کے عرب باشندگان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات یہ کہہ کر اس عظیم کام کا استقبال کریں کہ **هٰذه بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا** اور پھر یہ دولت پوری دنیا میں اسی طرح تقسیم ہو جس طرح ماضی میں آپ کے آباء واجداد کے ہاتھوں یہ دولت تقسیم ہوئی۔

ان کے خطاب میں بلا کی جاذبیت ہوتی تھی۔ خطاب مختصر ہو یا لمبا' دل کو چھوتا تھا۔ بزرگوں کے واقعات اور قرآن وحدیث کی تمثیلوں کے ذریعہ دلوں کو اس طرح گرماتے تھے کہ لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے اور کارِ تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے کی پیشکش کرتے تھے اور عملاً ہزاروں بندگانِ خدا دعوت وتبلیغ کی اس محنت میں ان کے ہمراہ ہی ہو گئے اور دلّی تک پیادہ پا جماعتیں بھی نکلنے لگیں۔ یہ وہ دور تھا جب اس علاقہ کے لئے یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ لیکن یہ تجربہ بھی کامیاب رہا اور آئندہ بھی اس کے اچھے نتائج برآمد ہوتے رہے۔

مولانا محمد سعید خاںؒ جس کام کا آغاز کرتے، اس کی ابتداء خود اپنی ذات سے کرتے۔ کبھی بھی انھوں نے ساحل کا تماشائی بن کر اپنے دوستوں کو سمندر کی تلاطم خیز موجوں کے حوالہ نہیں کیا، انھوں نے زندگی کے نشیب وفراز دیکھے۔ معاشی تنگیوں نے بھی ان کا استقبال کیا۔ گھریلو حالات نے ان کے پائے استقامت میں لرزش پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن یہ صبر واستقامت کا پہاڑ بن کر کھڑے رہے۔ ان کی زندگی خداترس بزرگوں کی طرح قلندرانہ اور درویشانہ تھی۔ گھر کے اندر اور گھر کے باہر دونوں جگہ سادگی اور بے تکلفی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ۶۳ سال کی زندگی عطا کی لیکن اس مختصر زندگی میں انھوں نے ایسے

نمایاں کارنامے انجام دیئے کہ آج بھی عقل حیران ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے جذبۂ اخلاص اور توکل علی اللہ کی برکت تھی ورنہ بڑے بڑے انسانوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ وہ ان حالات میں ثابت قدم نہ رہ سکے۔

آج کے اس سمینار کے ذریعہ کارکنانِ جامعہ نے ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کا ایک ذریعہ فراہم کیا ہے۔ مختلف قلمکار حضرات ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے اور ہماری کوشش ہوگی کہ ہم ان پہلوؤں کو اپنی زندگی کا محور بنائیں اور جس مقصد کی خاطر جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور مرکز دعوت وتبلیغ کی بنیاد ڈالی تھی اس مقصد کی مکمل طور پر حصولیابی کے لئے تگ ودو اور کوشش کریں۔ یہی ہماری طرف سے ان کے لئے بہترین خراجِ عقیدت ہے۔

اس جامعہ کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے پھلتا اور پھیلتا دیکھا اور جو پودا انھوں نے لگایا تھا خود ان کی نظروں کے سامنے برگ وبار لاتا رہا اور خود ان کی زندگی میں ''نعتیہ شاعری'' کے موقع پر ۱۹۸۸ء میں بین الاقوامی سمینار منعقد ہوا جس میں ملک اور بیرون ملک سے ادباء اور اہل قلم شریک ہوئے۔ عرب وفود بھی آئے اور ان تمام مہمانوں کی میزبانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے حصہ میں آئی۔ ان کو اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ آج یہ جامعہ بین الاقوامی شخصیتوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اور علم نبوت کی ترویج واشاعت کے لئے جس جامعہ کا وجود عمل میں آیا تھا۔ اس جامعہ میں اسی ذاتِ گرامی پر مذاکرہ علمی منعقد ہو رہا ہے۔ آج ان کی وفات پر تقریباً ۳۲ سال کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن ہمارے دل مسرت و انبساط کی کیفیت سے لبریز ہیں کہ ہم ان کی شمع علم کو نہ صرف باقی رکھنے بلکہ اس کی لو

کو بڑھانے میں ہمہ تن مصروف ہیں اور آج اس سمینار نے اس جامعہ کے وقار کو مزید بلند کر دیا ہے کہ آج ہم جامعہ اور بانی جامعہ کا ایک ساتھ تذکرہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ آج کے اس دو روزہ قومی سمینار میں دیگر مقالہ نگار حضرات ان افراد کی خدمات پر بھی روشنی ڈالیں گے جنھوں نے ان نامساعد حالات میں جامعہ اور دعوت وتبلیغ کی تاسیس میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ مولانا محمد سعید خاںؒ کا ساتھ دیا اور ان کی وفات کے بعد بھی جامعہ کے مخلص کارکنان کی طرح اپنی خدمات پیش کرتے رہے۔ اللہ نے ان کی ان کوششوں کو ثمر آور کیا اور آج آپ حضرات جو کچھ دیکھ رہے ہیں انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وہ ہم سے رخصت ہو گئے لیکن ان کا قائم کردہ جامعہ ہر سو علم و عمل کی روشنی بکھیر رہا ہے اور قلب وجان کو منور کر رہا ہے۔

قدیم ابناء کاشف کی ایک بڑی تعداد بھی جو اس وقت یہاں موجود ہے انہی کی قائم کردہ درسگاہ سے کسبِ فیض کیا ہے اور آج اپنے اپنے علاقوں میں قرآن وحدیث، فقہ و تفسیر اور دعوت وتبلیغ کی توسیع واشاعت میں مصروف ہیں۔ یہ سب مولانا محمد سعید خاںؒ کے نامۂ اعمال میں لکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک یہ ساری نیکیاں صدقۂ جاریہ کے طور پر ان کے عمل کا حصہ بنتی رہیں گی۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اخلاص وللّٰہیت کی دولت سے سرفراز فرمائے اور اس جامعہ کو سلامت رکھے اور اس وقت مخلصین کی جو جماعت جامعہ کی خدمت کر رہی ہے ان کو اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔

●●●

مولانا محمد سعید خانؒ صاحب کی

حیات کے تابندہ نقوش

● مولانا شیخ علیم الدین ندوی
معتمد تعلیمات جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

۱۹۶۷ء کا دور ہوگا، نہایت ہی ایک چھوٹے سے قصبہ بابرہ تعلقہ پھول امرائی سے میرے والد مرحوم الحاج شفیع الدین نے میرا داخلہ درجہ اطفال جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں کرایا۔ وقت گذرتا گیا، زندگی آگے بڑھتی گئی اور میں جامعہ کی چہار دیواری میں اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتا رہا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا جامعہ ایک خاندان کی مانند ہے اور بانی جامعہ الحاج محمد سعید خاںؒ، ناظم جامعہ حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی اور اس وقت موجود اساتذہ کرام بالخصوص جناب پروفیسر قاسم راز، حضرت مولانا محمد مجیب الدین قاسمیؒ اپنی حقیقی اولاد کی طرح نونہالان جامعہ کی پرورش وتربیت کر رہے ہیں۔

بانی جامعہ دعوت وتبلیغ اور فراہمی غلہ کے اسفار کے بعد اپنا زیادہ تر وقت ہم نونہالوں کے درمیان گزارتے۔ دن کے اوقات تو حفظ قرآن پاک، تفاسیر، احادیث اور فقہ کی کتابوں کے مطالعہ یا پھر آئے ہوئے مہمانوں سے گفت وشنید میں گذرتے لیکن راتیں جامع مسجد میں نیم شبی آہ سحر گاہی اور نونہالوں کی نگرانی میں گذرتیں۔ بانی جامعہ کا بستر جامع مسجد کی درمیانی کمان میں لگا رہتا، کبھی سعادت سمجھ کر بانی جامعہ کی غیر موجودگی میں بستر کی سلوٹیں درست کرنے اور اسے ٹھیک ٹھاک کرنے کے لئے قریب جاتا تو دلکش بھینی بھینی

خوشبو محسوس ہوتی۔ موصوف کا رعب و جلال اس قدر تھا کہ اکثر دور ہی سے پُرنور باکمال شخصیت کا مشاہدہ کرتے رہتے، لیکن اکثر و بیشتر ذکر اور دعاؤں کے لمحات میں ہم طلباء موصوف سے قریب ہوجاتے، جلد سو جانے کی وجہ سے اکثر ایسا ہوتا کہ آخر شب میں آنکھ کھلتی تو اس مردِ مجاہد اور مردِ قلندر کو ذات باری سے مناجات اور سرگوشی میں پاتے۔

۱۹۶۸ء کے فسادات کے دوران طلباء جامعہ پر انتہائی مایوسی اور یاس و خوف کا عالم چھایا ہوا تھا۔ ان دنوں جنوبی و مشرقی بڑے دروازے، مسجد کی گیارہ کمانوں کے جالی والے دروازے بند کردیئے جاتے اور بانی جامعہ کا ہمارے درمیان مسلسل وجود ہم نونہالوں کو اطمینان دلاتا کہ ہماری حفاظت ونگہبانی کے لئے یہ مردِ قلندر جاگ رہا ہے اور کسی طرح کی بھی کمی پیدا ہونے نہیں دے رہا ہے۔

ایک سنگین گھڑی اور دشوار گذار مرحلہ اس وقت آیا، جب ان فسادات کے بعد شہر کے چند سر برآوردہ افراد کو خاص مصلحت کے پیش نظر سنت یوسفی کو زندہ کرنے کے لئے ہرسول جیل لے جایا گیا۔ نماز عشاء کے بعد کا وقت تھا کہ پولس وین جامع مسجد میں داخل ہوئی۔ مردِ قلندر تسبیح اور قرآن پاک ہاتھ میں تھامے ہوئے مستانہ وار اس سنت یوسفی کو زندہ کرنے کے لئے تیار ہوگیا اور ہم نونہالان چمن نے اپنی نمدیدہ ونمناک آنکھوں سے اس شیر خدا کو رخصت کیا۔

زمانہ گزرتا گیا اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مسلسل اپنی ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ طلباء جامعہ کے خورد ونوش کا زیادہ تر انتظام دیہاتوں سے غلہ کی وصولی کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ سہ رکنی قافلہ (بانی جامعہ، ناظم جامعہ اور ڈرائیور عبدالعزیز رحمہم اللہ) جس

گاؤں اور دیہات میں پہونچ جاتے تو گویا ان کی قسمت جاگ جاتی اور وہاں نورانی ماحول پیدا ہوجاتا۔ ایسے ہی اسفار میں مجھ جیسا ننھا طالب علم اپنے گاؤں روانگی کے وقت ان بزرگوں کے ساتھ ہوجاتا۔ اپنے گاؤں پہونچنے سے پہلے یہ قافلہ پھول امرائی میں میرے خسر امیر جماعت تبلیغ الحاج معین الدین چشتی صاحب کا مہمان بنتا۔ میرے خسر بانی جامعہ کے سچے عاشق و بڑے عقیدت مند تھے۔ ہمہ اقسام کے کھانوں سے ضیافت فرماتے اور بسا اوقات یہی پکوان اور دودھ، گھی موصوف کے گھر بھی لے کر پہونچتے۔ ان کی صاحبزادی سے میرا پیام رشتہ بھی حضرت والا کی پُرزور تائید کے بعد قبول کیا گیا جبکہ میرے خسر مرحوم نے مجھے دیکھا بھی نہیں تھا اور پہلی ملاقات میں اس بات کا ذکر کیا کہ سعید بھائی کی سفارش پر مجھے مکمل اطمینان ہوگیا ہے۔ یہ قافلہ جب میرے گاؤں پہونچتا تو ایسا سماں ہوتا کہ گویا گاؤں والوں کے لئے عید کا دن ہو، لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے گیس بتیاں روشن کی جاتیں، مسجد میں بستر لگائے جاتے اور ہر نماز کے بعد وعظ وارشاد کی محفل آراستہ ہوجاتی، گاؤں کا ہر بوڑھا، جوان اور بچہ بچہ مسجد میں حاضر رہتا، گاؤں والوں کی خواہش ہوتی کہ یہ پُرنور شب و روز اور دراز ہوجائے۔ والدمحترم کے ساتھ ساتھ میرے تایا الحاج تمیز الدین صاحب (والد بزرگوار مفتی محمد معز الدین قاسمی) بھی ضیافت میں انواع واقسام کے کھانوں کا اہتمام کرتے۔ والدمحترم گاؤں کے غلہ کے ساتھ ساتھ اطراف واکناف کے دیہاتوں کا بھی غلہ جمع کرتے اور ان بزرگوں سے برملا اظہار کرتے کہ جامعہ کو تعاون کرنے کی وجہ سے اللہ ہمارے لئے برکتوں کی راہیں کھول رہا ہے۔ کئی دنوں قیام کے بعد اس قافلہ کو گاؤں والے آبدیدہ رخصت کرتے۔ اس طرح ان بزرگ ہستیوں کا ہماری بستی میں طویل قیام ہوتا۔

زمانہ گذرتا گیا اور مردِ سعید کا ۱۰رشوال ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۹راپریل ۱۹۵۹ء یوم سعید کا لگایا ہوا یہ پودا پروان چڑھتا رہا اور اس علمی قافلہ میں الحاج محمد عثمان باغبان، الحاج عبدالرحمٰن چودھری باغبان، الحاج منشی شیخ چاند باغبان، الحاج امین الدین پٹیل، الحاج عبدالغنی، الحاج عبدالعزیز کنٹریکٹر بھی شریک ہوگئے۔ اس جامعہ کی نسبت کو مرکز دعوت وتبلیغ نظام الدینؒ دہلی سے برقرار رکھنے کے لئے وہیں کے ادارہ کاشف العلوم کے نام پر اس کا نام بھی کاشف العلوم ہی رکھا اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بے حد متاثر ہو کر اس مدرسہ کا تعلیمی الحاق عالم اسلام کی مایۂ ناز درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے کیا۔

سعید بھائی کی شخصیت ہمہ گیر افکار کی حامل تھی۔ از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سے بڑی عقیدت تھی اور جامعہ کے سالانہ جلسوں میں صدارت وخطابت کے لئے اکثر و بیشتر حضرت والا کو مدعو فرماتے۔ ان دونوں بزرگوں کے درمیان قلبی تعلق ولگاؤ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ جامعہ کے ایک سالانہ جلسہ کے موقع پر الحاج مولانا قاری محمد طیبؒ مع اہلیہ اورنگ آباد تشریف لائے اور سعید بھائی کے گھر میں مقیم رہے۔

ایام طالب علمی میں اپنے بچپن اور کمسنی کے دوران اکثر میری آمدورفت سعید بھائی کے گھر کسی ضرورت کے تحت ہوتی تو گھر کی بے سروسامانی کے باوجود گھر میں نورانی وروحانی سکون محسوس ہوتا۔ یہ کیفیت صرف دعوت وتبلیغ کے اسفار اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے قربانیوں کے نتیجہ میں تھی۔

۱۹۷۰ء سے قبل شہر اورنگ آباد میں مقامی علماء، واعظین وخطباء بہت کم تھے۔ اہم

مواقع جن میں جمعہ اور عیدین کے مواقع ہیں موصوف انتہائی بلیغانہ اور حکیمانہ انداز میں جامع مسجد کے منبر ومحراب سے خطاب فرماتے۔ یہ ایمان افروز خطاب دعوت وتبلیغ کی نسبت پر پُرمغز قرآنی آیات، بزرگوں کے واقعات، صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کی وجہ سے انتہائی مؤثر ہوتا۔

سعید بھائی کی شخصیت دراز قد، افغانی وجاہت ومشابہت، پُرنور باجمال رعب دار چہرہ، متاثر کن آواز اور مؤثر انداز گفتگو لئے ہوئے تھی لیکن تلاوت قرآن پاک اور نمازوں کی امامت میں آواز میں رقت اور اثر انگیزی تھی۔ مزاج قلندرانہ اور جرأت ایمانی لئے ہوئے تھا۔ قوت فیصلہ پختہ طور پر موجود تھی۔ اپنی رائے کے اظہار یا غلط کو غلط کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتے۔

الحاج سعید خان صاحبؒ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش ۱۰رذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۰رجون ۱۹۲۷ء۔ والد محترم کا نام محمد سکندر خان تھا۔ والد محترم کا مشغلہ سپہ گری تھا۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی اسکول سکندرآباد سے حاصل کی۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان کامیاب کیا۔ اورنگ آباد منتقلی پر ابتدائی ایام میں گورنمنٹ میڈیکل کالج جالنہ کے شعبہ صحت عامہ میں خدمات انجام دیں، لیکن جلد ہی اپنے آپ کو اس شعبہ سے علیحدہ کرلیا اور روحانی ماحول میں خود کو ڈھالنے کے لئے اپنے آپ کو دینی وتبلیغی دعوت سے منسلک کرلیا پھر مدرسہ کاشف العلوم کی داغ بیل ڈالی اور آخر عمر تک یہ فکر دامن گیر رہتی کہ کاشف العلوم کی مالی حالت کس طرح مزید مستحکم کی جائے۔ اس لئے اکثر اس کے لئے پلاننگ بھی کرتے لیکن دعوتی اسفار کی کثرت کی وجہ سے یہ پلاننگ عملی

جامہ نہ پہن پائی۔ پھر بھی اپنی حیات طیبہ ہی میں تگ ودواور محنت ولگن سے پڑے گاؤں میں بارہ ایکر زمین جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے لئے خریدی۔ آپ ۲۲؍جولائی ۱۹۹۰ء کو اورنگ آباد میڈیکل کالج میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے اور اسی روز بعد نماز ظہر جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم جامع مسجد سے متصل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ اس مردِقلندر نے اپنے پیچھے کوئی دنیاوی مال ومتاع اپنے ورثاء کے لئے نہیں چھوڑا۔ اولاد میں ایک نیک سیرت سپوت مولانا فاروق قاسمی اور سات بیٹیاں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خاندان کو اپنی موروثہ صفات ستودہ پر قائم ودائم رکھے۔

بانی جامعہ کے جواں سال پوتے مولانا محمد رضوان خان ندوی اس وقت بحیثیت جنرل سکریٹری اپنے جدامجد کے لگائے ہوئے اس پودے کی آبیاری میں پوری تندہی کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔ بانی کے اخلاص، معاونین کے تعاون اور اساتذہ کرام کی سعی پیہم کی وجہ سے جامعہ روزافزوں عروج وترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ دعا ہے کہ اللہ بانی جامعہ کے درجات کو بلند فرمائے اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم خوب سے خوب ترقی کرتا رہے جو مرحوم اور ان کی نسل کے لئے بطورِ صدقۂ جاریہ جاری وساری رہے۔ (آمین)

●●●

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ

دعوت دین کا مخلص سپاہی

● ڈاکٹر مولانا محمد عبدالسمیع ندوی
استاذ مولانا آزاد کالج اورنگ آباد

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں ریاست مہاراشٹر کی ایک عظیم وقدیم دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا پروردہ ہوں جہاں سے میں نے از ابتداء تا انتہا اکتساب فیض کیا اور فراغت کے بعد ابتدائی سالوں میں میری خدمت درس وتدریس کا مرکز بھی یہی جامعہ رہا۔ جب میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے سند عالمیت وسند فضیلت حاصل کرنے کے بعد اورنگ آباد آیا تو حضرت مولانا محمد سعید خاںؒ سے قربت وانسیت اور قلبی تعلق دل میں بسا ہوا تھا اور یہ تعلق میرے والد عالیجناب عبدالعزیزؒ صاحب اور جامعہ کے قدیم ترین استاذ مولانا سید سمیع اللہ حسینی ندوی کے برادر کلاں ڈاکٹر ثناء اللہ حسینی عرف ڈاکٹر سرتاج صاحب کی ثمرآور محنت کے نتیجہ میں تھا کیونکہ یہ دونوں حضرات شروع ہی سے دعوت دین کے کاموں میں مکمل طور پر ان کے شانہ بشانہ تھے۔ فراغت کے بعد جب میں اپنے وطن آیا تو حضرت مولانا محمد سعید خاںؒ صاحب مجھے محبت بھرے لہجے میں 'مولوی' کہہ کر آواز دیتے اور آٹو رکشہ میں سوار کر کے اپنے ساتھ لے جاتے اور جہاں کہیں دعوتی بیان کا تقاضہ ہوتا وہ مجھے خطاب کا موقع دیتے اور میرا بیان سن کر میری ہمت افزائی فرماتے اور داد تحسین دیتے۔ ان کی موجودگی میں وعظ وبیان کرنے سے میرے اندر الحمدللہ جو خوداعتمادی پیدا ہوئی اس پر

میں اللہ کا شکر ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر و بیشتر میں نے ان کے بیانات کو بڑے غور و فکر سے سنا ہے۔ جب وہ بیان کے لئے کھڑے ہوتے جبکہ عام طور پر وہ بیٹھ کر ہی بیان دیتے تھے۔ سامعین انھیں دیکھ کر محوِ حیرت ہو جاتے، کیونکہ وہ ایک پُرکشش نورانی چہرہ، طویل القامت شخصیت تھی جو رعب وجلال اور حسن و جمال کا حسین مجموعہ تھی۔ آواز بلند و گرجدار، اندازِ بیان مدلل مؤثر اور دلنشین ہوتا جو سامعین پر اپنا اثر چھوڑے بغیر نہیں رہتا۔ واقعی حضرت مولانا الحاج محمد سعید خانؒ صاحب ایک متوازن، سراپا دعوت وعزیمت اور نمونہ سلف شخصیت کا نام تھا۔ دینی وعصری تعلیم سے آراستہ، حفظ و عالمیت دونوں شعبوں سے اکتساب فیض کرنے والی شخصیت، دین وشریعت کے کامل پیروکار، دعوت دین کے اہم فریضہ کو دل و جان سے انجام دینے والے، حج بیت اللہ کی سعادت سے بارہا سرفراز ہونے والی شخصیت، دعوت دین کی فعال ومتحرک شخصیت، ایک عظیم دینی ادارے کے بانی و مؤسس حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کی شخصیت نئی نسل کے لئے یقیناً محتاجِ تعارف ہوگی لیکن یہ عبقری شخصیت اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے زمرے میں آتی ہے کیونکہ دورِ جہالت، شرک وبدعت، رسوم ورواج اور بے جا خرافات کے دور میں دعوت دین، تبلیغ و ارشاد کا کام جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا۔ محلّہ محلّہ، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر جا کر شرک وبدعت کے خلاف بات کرنا توحید وسنت کے پیغام کو عام کرنا، غیروں سے نہیں اپنوں ہی سے محاذ آرائی کرنے کے مترادف تھا۔ اس وقت دعوت وتبلیغ کا کام گویا اپنی جان جوکھم میں ڈالنے کا پیش خیمہ تھا۔ عموماً لوگوں کے عقائدِ مشرکانہ، وضع قطع ہندوانہ، اعمال کافرانہ، مسجدیں نہایت خستہ اور ویران، جبکہ دیگر مقامات نہایت پختہ وآباد مخصوص مہینوں کی مروجہ

بدعات جن میں صرف کھانے کھلانے، پینے پلانے کی رسمیں اپنے شباب پر تھیں اور صرف نورانی راتوں میں جاگنے ہی کو عبادت تصور کر کے اسی کو شان اسلام اور اپنے آپ کو حقیقی مسلمان سمجھنے کا رجحان تھا۔ نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے والوں کو اپنا دشمن سمجھا جاتا تھا اور ان کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں، ایسے پُرآشوب دور میں جس شخصیت کی مجاہدانہ زندگی رہی ہو، اس شخصیت کے ہمہ جہت پہلوؤں کو اجاگر کرنا اور اس عظیم شخصیت کے سوانحی گوشوں کو منظر عام پر لانا ہی اس تحریر کا اہم مقصد ہے تاکہ نئی نسل اس داعی اسلام اور مجاہد فی سبیل اللہ کی سیرت وسوانح سے واقف ہو سکے اور ان کی زندگی کے تابندہ نقوش تحریری طور پر محفوظ ہوں کیونکہ حالات اگر سازگار ہوں، ماحول موافق ہو تو کوئی بھی تعمیری، اصلاحی، دعوتی کام کرنا آسان ہوتا ہے مگر حالات جب ناموافق اور ماحول ناسازگار ہو تو ایسے حالات میں کام کرنا اور حق پر ڈٹے رہنا، حق کی تلقین کرنا اور اس راہ میں جو مسائل سدراہ ہوں ان پر صبر کرنا، اولوالعزم شخصیات ہی کا کام ہو سکتا ہے اور ایسی دعوت وعزیمت کی حامل شخصیت کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا الحاج محمد سعید خانؒ صاحب علم وعمل کے جامع، مخلص داعی دین، مصلح بے مثال، شمائل نورانی کے پیکر ودعوت دین کے علمبردار اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ سنن نبوی کا عملی پیکر، خلق خدا پر شفقت و مہربانی کرنے والے، تربیت اور اصلاح میں خیرخواہانہ جذبات، بدعت سے شدید نفرت، توحید میں ڈوبے ہوئے اسلوب، دعوت میں ندرت وجدت کی اپنی مثال آپ تھے۔ نجی زندگی میں قناعت پسند، دنیا سے بے رغبتی اور مال ومتاع سے بے نیازی آپ کا جوہر تھی۔ اخلاصِ کامل نے آپ کو کاملین کی صف میں کھڑا

کردیا تھا۔یہی وہ اخلاص کی دولت تھی جس کی وجہ سے وہ آنے والے فتنوں کو بھانپ لیتے اوران کی سرکوبی کی فکر کرتے تھے۔شاید اسی کیفیت کو بزبان رسالت مآب ﷺ یوں ادا کیا جاسکتا ہے طُوبٰی لِلْمُخْلِصِيْنَ أُوْلٰئِكَ مَصَابِيْحُ الدُّجٰى ، تَنْجَلِيْ مِنْهُمْ كُلُّ فِتْنَةٍ ظَلْمَاءُ اہل اخلاص کے لئے خوشخبری ہے کہ وہ تاریکی میں چراغ کی مانند ہوتے ہیں اوران سے تاریکیوں کے فتنے چھٹ جاتے ہیں۔یہی وہ اخلاص تھا جس کی وجہ سے مخلوق خدا کی اصلاح وہدایت کی فکر آپ کو سیماب پا رکھتی تھی۔بنی نوع انسان کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل نجات تک پہنچانے کی جو فکر انھیں لاحق تھی وہ بے مثال تھی۔آپ دین کے داعی اور اسلام کے ایک طاقتور سپاہی تھے۔تقوی وللّٰہیت، اخلاص وانابت الی اللہ کے آپ مجسم پیکر تھے۔سادگی، قناعت پسندی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں آپ حکمت وموعظت حسنہ کے ساتھ ہمیشہ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ کے اصول کو سامنے رکھتے تھے۔دوسروں کو قائل کرلینا اورانھیں اچھی طرح سمجھا دینا بلکہ مخاطب کے دل میں اتار دینا آپ کا امتیازی وصف تھا۔ایسے ممتاز اوصاف کسی ممتاز واعلیٰ شخصیت ہی میں جمع ہوتے ہیں۔

دردمند دل رکھنے والے حضرت مولانا محمد سعید خانؒ صاحب کے اندر امت کا درد بھرا ہوا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ امت کی فکر اور اس کے لئے درد و بے قراری ایک عظیم سنت ہے لیکن صد افسوس کہ آج بہت سارے لوگ اس عظیم سنت سے غافل ہیں۔امت کے درد کا یہی احساس انھیں تضرع اور الحاح وزاری پر مجبور کرتا تھا۔جامع مسجد کا کمرہ نمبر ۳۰؍ ان کی عبادت کے لئے مخصوص تھا، جہاں وہ نمازِ اشراق ، اوابین اور قیام کی صورت میں تہجد اور

مخصوص اوراد و وظائف کا اہتمام کرتے تھے۔بلا مبالغہ مولانا محمد سعید خانؒ صاحب کے اندر دینی حمیت اور ایمانی غیرت بدرجہ اتم موجود تھی۔دین کی خاطر خود کو کلفت ومشقت میں ڈالنا، مولانا کے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔مولانا کی غیرت ایمانی کا اندازہ ان کے صرف اس ایک جملے سے لگایا جاسکتا ہے۔وہ فرمایا کرتے کہ ایک ہوتی ہے دل شکنی اور ایک ہوتی ہے حق شکنی۔میں ہمیشہ دل شکنی کو حق شکنی پر ترجیح دیتا ہوں۔یعنی کسی کا دل ٹوٹے تو ٹوٹے مگر دین میں رخنہ نہ پڑے، یعنی حق کے لئے وہ ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔وہ اپنے اکثر وبیشتر دعوت وتبلیغ کے بیانات میں کہا کرتے کہ باطل اور شر پسند قوتوں سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔یہ لوگ بظاہر بڑے وسائل والے ہیں لیکن اللہ کی طاقت سب سے بلند وبرتر ہے۔مسلمان' مسلمان بن کر رہیں، ایمان وتقویٰ پر قائم رہیں، اجتماعیت کو ختم نہ کریں، انشاء اللہ کوئی بھی ان کا بال بیکا نہ کرسکے گا۔اللہ کی مدد ہر حال میں شامل حال رہے گی اور نتیجتاً وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (تم ہی غالب وسربلند رہوگے اگر تم واقعتاً مومن ہو۔) کے انعام سرمدی کے مستحق ہوگے۔

اللہ تعالیٰ جنھیں اپنا محبوب رکھتا ہے اور جن سے خوش ہوتا ہے انھیں بیٹیوں سے نوازتا ہے۔حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا تھا۔اولاد نرینہ میں مولانا محمد فاروق خان قاسمی ہیں جن کی ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے وہ دارالعلوم دیوبند گئے جہاں سے انہوں نے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔اس کے بعد اپنی تجارت اور کاروبار میں بے پناہ مصروف ہونے کی وجہ سے درس وتدریس وامامت وخطابت سے منسلک نہ ہوسکے مگر اپنی

اولاد کو دینی و دنیوی دونوں تعلیم سے آراستہ کیا۔ان کے فرزند اکبر مولانا محمد رضوان خان ندوی ہیں جنھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے سند عالمیت حاصل کی اور اردو میں ایم فل کیا۔اس وقت وہ مجلس عاملہ میں جنرل سکریٹری کے طور پر عمل پیہم، جہد مسلسل اور اپنی مخلصانہ خدمات کے ذریعہ جامعہ کے عروج وترقی اور عظمت رفتہ کے حصول کے لئے کوشاں ہیں۔

آج یہ عظیم داعی دین، مفکر اسلام اور مصلح عظیم ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کی فکر، ان کا طریق دعوت اور اسلوب عمل ہمارے سامنے موجود ہے اور ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اسی فکر کو لے کر چلیں اور ان کاموں کو آگے بڑھائیں۔اس سے مولانا کی روح کو سرور حاصل ہوگا اور یہ چیز ان کی بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہوگی۔جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ان کا ایک عظیم دینی شاہکار ہے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ دینی مدارس ہی اسلام کے مضبوط قلعے ہیں جہاں سے مذہب اسلام کی نشر واشاعت اور دعوت وارشاد اور تبلیغ وترویج کا کام انجام دیا جاسکتا ہے۔مسلمانوں کی دینی واسلامی رہبری ورہنمائی ہو اور دینی تعلیمات کی فضا عام ہو، اس غرض وغایت کے پیش نظر خلوص وللّٰہیت اور نیک نیتی سے انھوں نے اس عظیم ادارے کا ۱۰رشوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹راپریل ۱۹۵۹ء کو سنگ بنیاد رکھا۔

بانی جامعہ حضرت مولانا محمد سعید خانؒ صاحب نے مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی اور پھر ناظم بنا کر اس کی تمام تر ذمہ داری اپنے ہونہار ولائق وفائق گریجویٹ اور عالم ندوہ حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی نوراللہ مرقدہ کے سپرد کردی، جنھوں نے اپنی فہم و فراست، دوراندیشی اور مدبرانہ صلاحیتوں کی بدولت اپنی پچاس سالہ طویل خدمات جلیلہ کے ذریعہ مدرسہ کو جامعہ کا درجہ دلایا اور پوری ریاست میں اس جامعہ نے ایک منفرد مقام بنایا اور ندوۃ العلماء کی تمام شاخوں میں ایک عظیم شاخ کی شناخت بنائی۔

ریاست مہاراشٹر کا یہ عظیم وقدیم ادارہ اب نہ صرف ایک تناور اور پھلدار درخواست کی شکل میں کھڑا ہے بلکہ اس عظیم ادارے سے ہزاروں علماء وحفاظ ریاست بھر میں اپنی دینی شناخت اور عالمانہ تشخص کے ساتھ تعلیم وتدریس، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور دیگر شعبہ ہائے حیات میں سرگرم عمل ہیں۔موجودہ دور میں معاندین اور مخالفین کے بغض وعناد اور مخالفت کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ان دشمنان اسلام کی نظریں دینی مدارس کی طرف لگی ہوئی ہیں جو اپنی ناپاک سازشوں کے ذریعہ ان مدارس کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ان سازشوں کے تناظر میں تمام ہی اہل مدارس، کارکنان و ذمہ داران ومنتظمین کی ذمہ داری ہے کہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھا جائے بلکہ کامل ہوشیاری، ہوشمندی اور عقل وحواس کو قابو میں رکھتے ہوئے مثبت انداز میں اقدامات کئے جائیں۔موجودہ ہوش ربا اور پُرفتن حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہر معاملے میں بانی جامعہ کی جو عظیم صفت اخلاص اور نیک نیتی رہی ہے اس اخلاص کو بروئے کار لایا جائے، کیونکہ اخلاص ہی وہ عظیم صفت ہے جس سے اعتماد پیدا ہوتا ہے اور اعتماد کے بعد ہی اتحاد کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔بالفاظ دیگر اتحاد کے لئے اعتماد اور اعتماد کے لئے اخلاص اور نیک نیتی ضروری ہے۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ منبر ومحراب اور دینی و اسلامی، اصلاحی وسیاسی اسٹیجوں سے اتحاد واتفاق کے قیام اور اس کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا جاتا ہے مگر اس کی بنیادوں کو مضبوط نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ سے کسی بھی ادارے، تحریک یا تنظیم میں ان چیزوں کا فقدان نظر آتا ہے۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ جذبۂ انتقام سے ہر شخص کو دور رہنا چاہئے کیونکہ انتقام کے جذبہ سے انتشار کی کیفیت ظہور پذیر ہوتی ہے اور اسی انتشار سے انحطاط وزوال کا وجود عمل میں آتا ہے۔اس لئے اخلاص واعتماد اور اتحاد کو بروئے کار لانا آج کا اہم تقاضا ہے جبکہ انتقام، انتشار اور انحطاط سے اپنے آپ کو بچانا فرض عین ہے۔دینی

ادارہ مجموعہ ہوتا ہے علماء، حفاظ اور طالبانِ علوم نبوت کا، نہ کہ بلند و بالا عمارتوں اور چہار دیواری کا۔ علماء و حفاظ لائق تعظیم و تکریم ہوتے ہیں اور طالبانِ علوم نبوت کا نہایت اونچا مقام ہے۔ ان کی ذہنی یکسوئی اور معاشی حالت اور ان کے گھریلو حالات کی جانکاری، ان کی فکر اور ان کی خبر گیری تمام ہی ذمہ داران و منتظمین جامعہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ ان کے لئے آسانیاں پیدا کرنا اور مشکلات دور کرنا اہم اخلاقی ذمہ داری ہے۔ چونکہ انہوں نے زندگی کے قیمتی لمحات اور عمر عزیز کا طویل قیمتی سرمایہ اس دانش کدہ کے لئے وقف کر دیا ہے، اس لئے ان کا حد درجہ خیال رکھنا ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کا لگایا ہوا پودا جو تناور اور پھلدار درخت کی شکل اختیار کر گیا ہے ان کے لئے صدقۂ جاریہ کا کام کرے گا، جہاں سے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علماء اور حفاظ اپنی دینی خدمات، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ کے ذریعہ جہالت کے اندھیروں کو چاک کرنے اور امامت و خطابت کے ذریعہ بھٹکتی انسانیت کو راہ حق دکھانے کے لئے سرگرم عمل ہیں اور یہ تمام علماء وصلحاء یعنی فرزندان جامعہ وابنائے کاشف حضرت مولانا محمد سعید خانؒ صاحب کے لئے نجات اخروی اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔ اس وقت ان کی حیات وخدمات پر سمینار کا انعقاد وقت کی ایک اہم ضرورت تھی جسے رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے تعاون سے انجام دیا گیا ہے۔ یہ سمینار اس ادارہ اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں کام کرنے والوں کے لئے فالِ نیک ہے۔ انشاء اللہ اس سمینار کے مثبت اور طویل المیعاد نتائج سامنے آئیں گے اور مولانا محمد سعید خاں صاحب کی دینی و دعوتی جد وجہد کے مختلف پہلو آشکارا ہوں گے۔

●●●

دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے

رجحان ساز مولانا محمد سعید خان

● پروفیسر مجید بیدار
(سابق صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد)

اورنگ آباد کی سرزمین کو آباد کرنے اور اس کی رونق میں اضافہ کرنے کے سلسلہ میں جہاں ملک عنبر اور اس کی تعمیر شدہ عمارتوں کو تاریخی حیثیت سے اہمیت حاصل ہے وہیں اس علاقہ کو مرکز کا درجہ عطا کرنے شمالی ہند اور جنوبی ہند کے علماء اور بزرگانِ دین کی جانب سے شریعت کی تدوین کے معاملے میں مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی خدمات کسی اعتبار سے بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔ اورنگ آباد کو مغلیہ سلطنت کے مرکز کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ اس علاقہ کو علم وادب، دین واسلام اور شریعت کے مرکز کا درجہ دینے کے سلسلے میں مغل شہنشاہ کی جستجو کو خراج عقیدت پیش کیا جانا چاہئے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے جامع مسجد اورنگ آباد کو اسلامی مرکز کی حیثیت دیتے ہوئے ۱۰۷۸ھ م ۱۶۶۸ء تا ۱۰۸۶ھ م ۱۶۷۵ء کے دوران ''فتاویٔ عالمگیری'' کی تدوین کا تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا اور اسلامی تاریخ میں شریعت کے مراجع کا کارنامہ انجام دیا۔ اسی بادشاہ کے عہد سے تعلق رکھنے والے شہر اورنگ آباد کے مایۂ ناز شاعر ولیؔ اورنگ آبادی اور پھر اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد سراجؔ اورنگ آبادی کے شعری رویہ کی نمائندگی کی وجہ سے شہر اورنگ آباد کے اردو ادب کو ملک گیر شہرت حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ بی بی کا مقبرہ بھی اسی دور کی یادگار ہے جو تاج محل کی نقل کہلاتا

ہے۔اگر چہ اورنگ آباد کی سرزمین کو اورنگ زیب عالمگیر کی رحلت کے بعد آصف جاہی خاندان کے حکمرانوں کے دور میں بھی علمی و ادبی حیثیت کا موقف حاصل ہوا اور بے شمار شاعر اور ادیب اور مختلف فنکار اس علاقہ کی وجہ سے شہرت کے حامل قرار دیئے گئے۔اِس علاقہ کی مرکزی حیثیت میں اضافہ اس وقت ہوا جبکہ ہندوستان کی آزادی اور ریاست حیدرآباد کے انضمام کی وجہ سے جنوبی ہند کے اہم تاریخی مرکز میں مذہبی توازن بگڑنے کے آثار کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔اگر چہ ریاست حیدرآباد کے چھٹے فرمانروا نواب میر محبوب علی خاں کے عہد میں مشہور دینی درسگاہ ''جامعہ نظامیہ'' کا قیام بلاشبہ جنوبی ہند کی مذہبی ضرورتوں کی تکمیل کر رہا تھا۔۱۹۲۴ء میں جدید تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے اورنگ آباد میں ''انٹرمیڈیٹ کالج'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے سربراہ بابائے اردو مولوی عبدالحق قرار دیئے گئے۔اس طرح شہر اورنگ آباد میں جدید علوم کی تعلیم کا انتظام ضرور ہو گیا لیکن مذہبی تعلیم کی روایت کا فروغ برقرار نہیں رہا۔جنوبی ہند کے اس علاقہ میں مذہبی سرگرمیوں اور دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے کسی اہم مرکز کے قیام کی طرف روایت کا فروغ برقرار نہیں رہا۔اس کم مائیگی کے خاتمہ پر توجہ دیتے ہوئے اورنگ آباد کی سرزمین کو بزرگانِ دین اور صوفیاء کرام کے مرکز کے ساتھ ہی مذہبی ،شرعی اور روحانی علوم کے مرکز کا درجہ دینے کی جدوجہد کرنے والی اہم شخصیت کی حیثیت سے مولانا محمد سعید خان صاحب کا نام لیا جاتا ہے جنھوں نے ۱۹۵۹ء میں ایک اہم دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اس مدرسہ کی نورانی حیثیت کو فروغ دینے کے لئے ''کاشف العلوم'' کی ہمہ گیر معنویت کی تکمیل کا ارادہ کیا،جس کا سلسلہ آج تک بھی جاری ہے اور دینی فیض عام کا سلسلہ دراز ہے جس کے نتیجہ میں ہزارہا طلبہ اِس

دینی جامعہ سے فارغ ہو کر مرہٹواڑہ ہی نہیں بلکہ اطراف و اکناف کے علاقوں میں مذہبی تعلیم و تربیت اور روحانی ماحول تیار کرنے میں مصروف ہیں جو ہر لحاظ سے جامعہ کاشف العلوم کی عمدہ کارکردگی کا عملی ثبوت و جواز ہے۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ نمائندہ سرگرمیوں اور عمدہ صلاحیتوں کا فروغ ہر علاقے کے مرکز کی جستجو کی دین ہوتا ہے۔مولانا محمد سعید خان صاحبؒ خاندانی اعتبار سے افغانی پٹھان اور یوسف زئی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جن کی پیدائش ۱۰؍جون ۱۹۲۷ء کو حیدرآباد میں ہوئی۔ان کی پیدائش سے تین سال قبل اورنگ آباد میں جامعہ عثمانیہ کے دنیاوی علوم کے مرکز یعنی عثمانیہ انٹرمیڈیٹ کالج کا قیام عمل میں لایا گیا۔جامعہ عثمانیہ میں مذہبی تعلیم کے فروغ کے لئے شعبہ دینیات قائم کیا گیا اس دور میں جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات سے وابستہ بحر العلوم حضرت مولانا محمد عبدالقدیر حسرت مرحوم کی نگرانی میں ''رسالہ دینیات'' کی اجراء عمل میں لائی گئی جس کے توسط سے دین کی فکر عام ہونے لگی۔اس روایت کو حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے شعبۂ دینیات کے پروفیسر قرار دیئے جانے کے بعد عقلی علوم کے ساتھ دینیات اور روحانیات کے فروغ میں حصہ لیا،کتابوں اور رسالوں کی کثیر تعداد خود اس بات کی دلیل ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ دینیات کے توسط سے سارے دکن میں مذہبی علوم و تربیت کی ترقی اور اشاعت کا سلسلہ جاری رہا۔جامعہ نظامیہ حیدرآباد سے وابستہ مختلف مراکز مرہٹواڑہ کے شہر اورنگ آباد میں قائم ہو چکے تھے اس ڈویژن کے مسلم معاشرے کے مذہبی اور دینی تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے کسی متحرک اور با اعتماد ادارہ کی ضرورت بہر حال محسوس کی جا رہی تھی جس کے ذریعہ تعلیم و تربیت کے اخلاقی اور مذہبی مواقع فراہم کرنے کا

ماحول تیار کیا جائے۔ یہ بھی اہم حقیقت ہے کہ ہر دور میں فلاحی خدمات کی انجام دہی کا سلسلہ مرکزی مقام پر موجود لوگوں کی توجہ کی مرہون منت ہوتا ہے۔شہر اورنگ آباد میں مدرسہ ’’کاشف العلوم‘‘ کی بنیاد رکھنے کے لئے شہر حیدرآباد کے باشندے مولانا محمد سعید خان کی ذات کو خدا نے سعادت بخشی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وطن عزیز یعنی حیدرآباد سے ترک تعلق کر کے شہر اورنگ آباد میں قیام کی سبیل نکالی اور پھر ایسا کارنامہ انجام دیا کہ جس کی وجہ ۱۹۵۹ء میں کاشف العلوم جیسے اسلامی تعلیمی مرکز کے قیام کے ذریعے مرہٹواڑہ کے باشندوں کی مذہبی تعلیم وتدریس کو نئی سمت پر گامزن ہونے کا موقع نصیب ہوگیا۔

تاریخی شہادتوں سے یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ مولانا محمد سعید خان حیدرآباد سے اورنگ آباد کتنی بار تشریف لائے اور کب تک قیام فرمایا، کیونکہ ان کے سوانحی حالات دستیاب نہیں ہیں۔ دوسری حقیقت یہ بھی ہے کہ خدا ترس لوگوں کی خصوصیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات اور کارناموں سے زیادہ خدا کے بندوں اور ان کی خدمت کے ذریعے خوشیاں حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور خدا کے قرب کے متلاشی رہتے ہیں۔ اگرچہ ایک اہم دینی ادارہ کی بنیاد مستحکم کر کے محمد سعید خان نے سارے مرہٹواڑہ کے مسلم طبقہ کی مذہبی ضرورتوں کی تکمیل کی جانب توجہ صرف کردی لیکن ان کی ذات اور کارناموں کے بارے میں بیشتر حقائق پردۂ خفا میں ہیں۔ اللہ کے ایسے مقرب ترین بندے جو خدا کی خوشنودی کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں ان کی ذات اور شخصیت میں اس قسم کا استغناء پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ وہ اپنے کارناموں کو نمایاں کرنے سے ہمیشہ پرہیز برتتے رہے۔ ایسی ہی مایہ ناز شخصیتوں میں مولانا محمد سعید خان کا شمار ہوتا ہے جنھوں نے ساری زندگی اسلام کے حقائق کی تبلیغ اور اسلامی

علوم کی ترقی وترویج کے لئے وقف کردی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی ذات کا انعکاس کر کے کارناموں کو نمائندگی دینے کی جذبہ سے ہمیشہ بے نیاز رہے۔ جس کا عملی نتیجہ یہی رہا ہے کہ ان کی ذات اور خاندان کے بارے میں معلومات کا دائرہ محدود سے محدود دائرے میں قید رہا۔ رابطۂ ادب اسلامی کے کارکنوں اور شہر اورنگ آباد کے مذہب دوست ہی نہیں بلکہ اسلام پسند باشندوں کو مبارکباد دی جاتی ہے کہ ایک دینی تعلیمی ادارہ کے روح رواں کہ جن کی جدوجہد سے ’’کاشف العلوم‘‘ کی بنیاد مستحکم ہوئی اور جنھوں نے ۲ر جولائی ۱۹۹۰ء کو شہر اورنگ آباد کی سرزمین سے آخرت کا سفر اختیار کیا تو کاشف العلوم کے بانی مبانی کی رحلت کے بعد ان کی خدمات اور کارناموں کو خراج پیش کرنے کے لئے ایک بامقصد سمینار کا انعقاد عمل میں لایا جارہا ہے جس کے لئے مرہٹواڑہ کے دینی مزاج رکھنے اور قوم کی خدمت کے جذبہ سے سرشار بندگانِ خدا کو دل کی گہرائی سے مبارکباد دی جاتی ہے۔ انھوں نے مرہٹواڑہ کے باشندوں پر موجود ایک اہم قرض کو چکانے کی کوشش کے سلسلے میں پیش قدمی انجام دی ہے۔

اس حقیقت کا علم نہیں ہوتا کہ مولانا محمد سعید خان صاحب نے دین ودنیا کی تعلیم کن مقامات سے حاصل کی۔ ان کی پیدائش حیدرآباد کے جڑواں شہر یعنی سکندرآباد سے ضرور علاقہ رکھتی ہے، لازمی ہے کہ ۱۹۲۷ء سے قبل ہی ۱۹۱۸ء میں شہر حیدرآباد کے اس علاقہ کو جدید تعلیم کی یونیورسٹی ’’جامعہ عثمانیہ‘‘ سے الحاق کا موقف حاصل ہو چکا تھا۔ اس دور میں سکندرآباد کے علاقہ کو اس لئے بھی اہمیت حاصل تھی کہ اس علاقہ میں سب سے پہلے شہر اورنگ آباد کی دو عظیم ہستیوں نے حیدرآباد منتقل ہو کر اپنے علم وفن کے کارناموں کو پیش کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے بھائی حضرت ابوالخیر مودودی نے

حیدرآباد کی مذہبی اور علمی خدمات میں اہم کارنامے انجام دیئے تھے۔مولانا مودودی کا قیام اس دور میں ٹینک بینڈ کے اختتام پر واقع مسجد میں ہوا کرتا تھا جہاں انھوں نے حضرت ابومحمد مصلح سے استفادہ کیا تھا۔چونکہ مولانا مودودی صاحب نے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی تھی اسی لئے وہ ملک گیر ہی نہیں بلکہ عالمگیر شہرت کے حامل قرار پائے۔اسی سکندرآباد کے علاقہ اڈکمیٹ کے باغ ماہ لقابائی چندا کو خرید کر ساتویں نظام میر عثمان علی خاں نے ۱۹۳۵ء کے بعد جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں اور آرٹس کالج کی عمارت کی یادگاروں سے آراستہ کردیا تھا۔اگرچہ اس دور تک حیدرآباد کی تعلیمی صورتحال قابل اعتبار نہیں تھی لیکن حیدرآباد میں دینی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ اور جدید علم کی یونیورسٹی جامعہ عثمانیہ کے قیام کی وجہ سے حیدرآباد کو جنوبی ہند کے مرکزی حیثیت سے مقبولیت حاصل ہوچکی تھی۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام اور جامعہ نظامیہ کی موجودگی کے نتیجہ میں اس علاقہ کے باشندوں کی مذہبی اور دنیاوی علوم سے توازن برقرار رکھنے کی شروعات ہوچکی تھی۔ چونکہ مولانا محمد سعید خان کے سوانحی حالات دستیاب نہیں ہیں اس لئے انھوں نے کس حیثیت سے جامعہ عثمانیہ اور جامعہ نظامیہ سے استفادہ کیا اس سلسلہ میں کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ایسی شہادتوں کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ انہوں نے کس سن میں حیدرآباد سے ترکِ وطن کرکے اورنگ آباد کی سرزمین میں قیام کو ممکن بنایا۔ان کے خاندانی حالات کے توسط سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ان کے خاندان کے افراد مرہٹواڑہ میں آباد تھے یا پھر انہوں نے سماجی اور معاشی یا پھر مذہبی ضرورت کے پس منظر میں حیدرآباد کو خیرباد کہہ کر اورنگ آباد کی سرزمین کو آباد کرنے پر توجہ کو مرکوز کی۔ اس پس منظر میں یہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مولانا محمد سعید خان کا مزاج دین اور اسلام کی نشرواشاعت سے مربوط رہا۔

چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی گذارنے کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ ایسی جماعت سے وابستگی اختیار کی جائے جو عملی اقدامات اور دینی مزاج کے ذریعے بندگانِ خدا کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔اس خصوص میں ہندوستان کی آبادی اور حیدرآباد میں پولس ایکشن کے بعد مسلم طبقہ کی بڑھتی ہوئی مغرب پرستی اور مذہب سے دوری کے نتیجہ میں بے شمار خاندانوں نے مذہب دوستی کا حق ادا کرنے کی خاطر ایسے راستے اپنانے پر توجہ دی جو دین سے دوری اختیار کرنے سے وابستہ تھے۔اشتراکیت اور آزاد پسندی کے عالمی محرکات نے ہندوستانیوں کو دین سے دور کردیا تھا۔اس دور میں سارے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں فرقہ وارانہ فسادات پھیلے ہوئے تھے اور ملک کی آزادی میں سب سے اہم کردار نبھانے والی اقلیت کو پریشان کرنے اور ان کی جائیدادوں کی تباہی کا سلسلہ جاری تھا۔اس کے ساتھ ہی فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے ملک کی اقلیت پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے۔ غرض ایسے حالات میں مولانا محمد سعید خان صاحب نے تبلیغی جماعت سے وابستگی کا فیصلہ کیا اور عملی طور پر مختلف علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے اقامتِ دین اور مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے اپنی ذات کو وقف کردیا جس کا نتیجہ یہ رہا کہ انھیں تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن کی حیثیت سے حیدرآباد اور مرہٹواڑہ کے علاقوں میں اپنی عملی جستجو جاری رکھنے کا موقع ملا، جسے نظام کے دورِ حکومت میں ریاست حیدرآباد کا اہم علاقہ قرار دیا جاتا تھا۔تاہم ان علاقوں پر خصوصی توجہ دی اور ان علاقوں کے مسلمانوں کو دینی تربیت اور اسلامی زندگی کے طریقوں پر مکمل عمل آوری پر توجہ دی۔غرض یہ ثبوت ضرور ملتا ہے کہ مولانا محمد سعید خان صاحب نے مرہٹواڑہ کی سرزمین میں قصاب کھیڑا کے قریبی علاقہ ورجھڑی میں اسلامی اور دینی جدوجہد کا

آغاز کیا۔وہیں پر مدرسہ کی بنیاد رکھی اور تبلیغ دین کی خدمت کا آغاز کیا۔اس سلسلہ میں تاریخ اور سن کے اندراج کی تفصیل دستیاب نہیں۔تبلیغی جماعت سے وابستہ کارکنوں کی خصوصیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے نام اور شخصیت کے لئے خدمات انجام نہیں دیتے بلکہ خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے پیش نظر اسلام کی تبلیغ کا کام جاری رکھتے ہیں۔اورنگ آباد میں اقامت پذیر قدیم افراد سے یہ ثبوت ضرور فراہم کیا جاسکتا ہے کہ ان کی ذات مرہٹواڑہ کی سرزمین میں کس دور سے وابستہ رہی۔انھوں نے سب سے پہلے قصاب کھیڑے میں تبلیغ کا کام انجام دیا اور روجھڑی کے مقام کو بھی اسلامی خدمات کے فروغ کا مرکز بنادیا۔یہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ اس مقام سے اورنگ آباد کب منتقل ہوئے البتہ کاشف العلوم جیسے دینی مدرسہ کی بنیاد ۱۹۵۹ء میں رکھی گئی۔اس مدرسہ کی بنیاد کے موقع پر حاضر تمام علماء اور دین کے ماہرین کی تفصیلات اس مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ سے حاصل ہوسکتی ہیں۔غرض ملت اسلامیہ کی تربیت اور مسلمانوں کو اسلامی شعار سے جوڑے رکھنے کی غرض سے مولانا محمد سعید خان صاحب نے تبلیغی جماعت کے کام کو فروغ دیا جس کا سلسلہ آج تک بھی ہندوستان جیسے اہم ملک ہی نہیں بلکہ دنیا کے خطہ خطہ میں جاری ہے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب کی عملی خدمات یہی ہیں کہ انھوں نے اسلام اور سیرتؐ کے کارناموں کو پھیلانے کے لئے بے لوث خدمات انجام دیں اور اسلام کی اجتماعی زندگی کے فیوض سے آگاہی کے لئے جدوجہد جاری رکھی۔اسی جدوجہد کا ثمرہ ہے کہ ساری زندگی کا سفر عملی انداز سے تبلیغی جماعت سے وابستگی میں گذر گیا۔انھیں تبلیغی جماعت کے عملی کاموں سے بڑی دلچسپی رہی۔اس مرحلہ کی تکمیل اور مرہٹواڑہ کے مسلمانوں کے دینی مزاج کی آبیاری

کی خاطر انھوں نے رہائشی مدرسہ کے قیام کا ارادہ فرمایا۔چنانچہ خدا نے ان کے اس جذبے کو قبول کرتے ہوئے شہر اورنگ آباد کو حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب مرحوم کی خدمت کا عملی نمونہ دینی درسگاہ کی حیثیت سے مرہٹواڑہ کی شان کا درجہ رکھتا ہے۔اس مدرسہ کی دینی تعلیم و تدریس کا اعلیٰ مقام و مرتبہ اس اعتبار سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کے اساتذہ کو مدینہ یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور اپنی خدمات پیش کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔دنیا میں قدم رکھنے والے خدا کے ہر بندے کو مرضی الٰہ اور رسولؐ کے ارشاد کے مطابق سفر آخرت اختیار کرنے کا موقع ہی اہم وصف ہے۔اورنگ آباد کی سرزمین میں طویل عرصہ گزارنے اور مدرسہ کاشف العلوم کے توسط سے دینی تعلیم کے نظم کی برقراری کا کام انجام دیتے ہوئے مولانا محمد سعید خان صاحب نے ۲۲ر جولائی ۱۹۹۰ء میں اس دارِفانی سے کوچ کیا۔ان کی وضعداری کے ساتھ سیرت اور دین کی اشاعت سے دلچسپی اور دینی تعلیم کے فروغ کا جذبہ ہی ایسا رویہ ہے کہ جس کے نتیجہ میں حضرت والا صفات کی رحلت کے بتیس (۳۲) سال بعد بھی انھیں خراج پیش کرنے کے لئے کاشف العلوم جیسے مدرسہ سے وابستہ اساتذہ اور رابطۂ ادب اسلامی کے کارکنان کا اہتمام جاری ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب مرحوم کی خدمات کے اعتراف کے ذریعہ قیامت تک اجر حاصل کرنے والی اس خداپرست شخصیت کی جدوجہد اور کارناموں کے سلسلے کو اجتماعی حیثیت سے یادگار بنایا جارہا ہے۔

●●●

مراٹھواڑہ کے مشہور داعی ومبلغ اسلام

حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کا تاریخی کارنامہ

● مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی
(رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاءبورڈ، اورنگ آباد)

وہ مقدس ہستیاں جو لوگوں کو تاریکی سے نور کی طرف، گمراہی سے ہدایت کی طرف، تنگی سے کشادگی کی طرف، ظلم وزیادتی سے عدل وانصاف اور حیوانیت وشیطانیت سے ہٹا کر انسانیت کی طرف نکالنے کے لئے پیدا کی گئیں۔ان کا دعوتی مشن، فکری کڑھن اور اصلاحی لگن وہی ہے جس کو ہم آج دعوت وتبلیغ کے عنوان سے موسوم کرتے ہیں۔ یقیناً یہ دعوت وتبلیغ تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور پھر انسانی، طبعی، عقلی اور شرعی جملہ حیثیتوں سے بھی یہ ضروری ہے کہ عام خلائق کی اصلاح اور اس کی دنیاوی واخروی فلاح وبہبود کے لئے فکر کی جائے اور اس بہبودی وہمدردی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں کسی طرح کی جاہ طلبی اور عہدہ مقصود نہ ہو تو اس میں اسی قدر نفع عام ہوگا، خیر وہدایت بڑھے گی اور نہ جانے کس قدر پروردگار عالم کے یہاں انعام واکرام میں اضافہ ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب ومقبول بندوں کو بعض اوقات ایسی توفیق عطا فرماتے ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کی یادیں تازہ رہتی ہیں اور ان کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ علاقۂ مراٹھواڑہ کی ایک عظیم ہستی جن کے دل میں قوم وملت کی خدمت کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر بھرا تھا اور وہ ہمیشہ فرزندانِ اسلام اور دخترانِ اسلام کے لئے فکرمند رہتے

تھے۔ایک طرف قوم کی دین سے دوری اور دوسری طرف نونہالانِ قوم کی جہالت۔اب وقت کا تقاضا تھا کہ کوئی بڑا اقدام اٹھایا جائے **فاذا عزمت فتوکل علی اللہ** ”پس جب تو ارادہ کرلے تو اللہ پر بھروسہ کر۔“ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کو یہ شرف ملا کہ انہوں نے دعوت وتبلیغ کی بنیادی محنت کا بیڑہ اٹھایا اور پورے علاقہ مراٹھواڑہ میں جان ومال کی قربانی کے ساتھ دیہاتوں میں مسلسل چلّوں پر چلّے لگا کر دینی ماحول بنایا اور ایسی ایسی قربانیاں پیش کیں کہ آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔موصوف فرمایا کرتے تھے:

”مسلمان کی حیثیت داعی کی ہے، اسی وجہ سے وہ خیر امت ہے، وسط امت ہے، دوسری امتوں کے لئے قیامت میں شاہد ہے، یہ امت اجابت ہے یعنی اس نے ایمان کی دعوت کو قبول کرلیا ہے اور ان احکامات پر کاربند ہونے کا عہد کیا ہے جو قرآن واحادیث میں مذکور ہیں، پھر جو لوگ ایمان کے باوجود اسلام سے دور ہیں، دینی تقاضوں سے انھیں نفور ہے، ان کے درمیان خدائی احکامات اور نبوی ہدایات کی تذکیر بھی اس کی ذمہ داری ہے، کیونکہ معاشرہ کی اصلاح اور سماج کو صالح قدروں کی طرف متوجہ کئے بغیر ہم اسلامی معاشرہ کی تشکیل نہیں کرسکتے۔تذکیر کا کام عالمی سطح پر تبلیغی جماعت کے ذریعہ ہو رہا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ بڑوں کے اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے اللہ نے اس سے بڑا کام لیا ہے اور پوری دنیا میں اس کی تذکیر کے اثرات تبلیغ کے حوالے سے محسوس کئے جارہے ہیں۔روز کی تعلیم، ہفتے کا گشت، دن کے مخصوص ومتعین اوقات میں خصوصی ملاقات، مہینہ کے تین دن، سال کے چلّے اور زندگی کے چار چلّے زندگی کو عموماً صالح اسلامی رخ پر ڈال دیتے ہیں۔کمی کوتاہی کے باوجود اس سے اصلاح کا بڑا کام ہو رہا ہے۔

تذکیر وتبلیغ کے بعد دوسرا بڑا کام دعوت الی اللہ کا ہے۔ ان لوگوں تک پیغام پہونچانے کا ہے جن تک اللہ کا کلمہ نہیں پہنچا اور وہ ایمان سے دور ہیں۔ یہ امت دعوت ہیں جن تک اللہ کے پیغام کو پہونچانا ضروری ہے۔ کل قیامت میں اگر اللہ نے پوچھ لیا اور دیگر مذاہب کے لوگوں نے اللہ سے فریاد کی کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ رہتے تھے، کھاتے تھے، کاروبار کرتے تھے لیکن انھوں نے آپ کا پیغام ہم تک نہیں پہنچایا، تو ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ اس لئے ہماری ذمہ داری یہ بھی بنتی ہے کہ پوری حکمت عملی کے ساتھ دوسروں تک اسلام کے پیغامات، تعلیمات، احکامات اور ہدایات کو پہنچائیں۔ اسلام کی صحیح تعلیمات سے آشنائی کے نتیجے میں غلط فہمیاں دور ہوں گی، ایک دوسرے کو سمجھنے اور جاننے کا مزاج بنے گا۔

دوسری طرف شہر اورنگ آباد کی تاریخی جامع مسجد میں مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈال کر طلباء کی تعلیم وتربیت کا نظم کیا اور مسجد کو آباد کرنے کا بھی ذریعہ بنے۔ اس وقت مسجد کا یہ حال تھا کہ دو تین نمازی اور مسجد کے پورے کمروں میں جانوروں، جاہلوں اور غیر مہذب لوگوں کا بسیرا تھا۔ ذرا سوچیے کہ کس قدر محنت کرنی پڑی ہوگی، جاہلوں اور قبضہ داروں سے کیسا مقابلہ کرنا پڑا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مردِ مجاہد داعی الی اللہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ سے جو کام لیا وہ کسی جماعت اور تنظیم کے لئے بھی مشکل بلکہ محال تھا۔ میرے والد محترم قاری عبدالستار رحمانیؒ فرماتے تھے کہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے ساتھ میں نے تبلیغ میں کافی چلّے لگائے۔ ان کی دینی حمیت وغیرت کو میں نے بہت قریب سے دیکھا۔ وہ جس کام میں لگ جاتے تھے تو اس کو پورے اخلاص کے ساتھ اور رجوع الی اللہ کی کیفیت کے ساتھ انجام

دیتے تھے۔ میرے والد محترم سے ان کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ میری دارالعلوم اشرفیہ راندیر گجرات سے فراغت کے بعد انہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور مفید مشوروں سے نوازا اور اپنے علاقۂ مراٹھواڑہ میں دینی خدمت پر اصرار کیا، لیکن حالات کے مدنظر مجھے گجرات ہجرت کرنا پڑا، جہاں کے بوڈھان اور کوساڑی مقام پر صدر مدرس اور امام وخطیب کی حیثیت سے خدمت کرنے کا موقع ملا۔ لیکن چھ سال بعد میں اپنے وطن پربھنی لوٹ آیا اور وہاں میں نے ایک دینی مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ کی بنیاد ڈالی۔ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ میری واپسی پر بہت خوش تھے اور فرماتے تھے کہ تم نے ہمارے مشورہ پر تاخیر سے عمل کیا لیکن یہ 'دیر آید درست آید' کا مصداق ہے اور خوب دعائیں دیتے تھے۔ اس طرح ہمارے گھر کا تعلق بھی مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے گھرانے سے تھا۔ والد مرحوم قاری عبدالستار رحمانیؒ نے موصوف کے کافی تبلیغی واقعات سنائے تھے اور ہم نے ان کے لگائے ہوئے پودے جامعہ کاشف العلوم کو عالمی شہرت کے مقام پر دیکھا ہے۔ جب میں ساؤتھ افریقہ کے ڈربن شہر میں ۱۹۹۲ء میں تراویح سنانے گیا، اس وقت جب بھی تبلیغی حلقہ میں اورنگ آباد کا نام آتا تو مولانا محمد سعید خان صاحبؒ اور جامعہ کاشف العلوم کا تذکرہ ضرور ہوتا اور بعض علماء جو انڈیا سے وہاں گئے وہ بھی اس بات کا تذکرہ کرتے تھے اور بطورِ خاص مولانا نسیم مفتاحی صاحب کی خیریت ان کے ساتھ پوچھا کرتے تھے۔ جب انڈیا کے علاوہ بیرون ملک میں کوئی یاد تازہ کرنے والا ملتا، کوئی واقف کار ملتا تو بہت خوشی ہوتی اور فخر ہوتا کہ ہمارے اکابر کا فیض دور دور تک پہنچا ہے۔

بہر حال مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے قوم وملت کے لئے جو خدمت انجام دی

ہے وہ رہتی دنیا تک یاد کی جائے گی۔اس لئے کہ وہ اپنی اولاد و داماد کو عالم بنا کر اس ادارہ کاشف العلوم کی حفاظت و بقاء کا فریضہ انجام دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔آپ کے داماد حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی نے اس کو پروان چڑھایا اور اب موصوف کے صاحبزادے مولانا محمد فاروق کی علمی وفکری کاوشوں نے اور ان کی تڑپ نے مولانا محمد رضوان ندوی کو کاشف العلوم میں اپنے دادا کے خواب کی تعبیر کے لئے قبول کیا اور ان شاءاللہ وہ اپنی علمی قابلیت وصلاحیت سے اس ادارہ کو بامِ عروج تک پہنچائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے خاندان کو دنیا وآخرت کی بہترین نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے۔آمین

●●●

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ اور

میرے تاثرات

● ڈاکٹر محمد عبدالماجد
(ایم ڈی، نیورولوجسٹ)
اپیکس ہاسپٹل، اورنگ آباد

پہلا تاثر : انگریزی میں ایک کہاوت ہے :

First impression is the best impression

شاید اُس وقت میں دسویں کلاس میں پڑھتا تھا۔احمد پور تعلقہ کے قصبہ میں ایک اجتماع تھا۔میرے لئے پہلا اجتماع اور پہلا بیان تھا۔سامنے ایک بہت خوبصورت مولانا دلفریب کپڑے، بارعب چہرہ، کالی ٹوپی اور موتیوں جیسے ٹپکتے بول۔وہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ ہی تھے۔بیان کیا تھا وہ یاد نہ رہا، مگر ایک ایسا تصور چھوڑا جو ابھی تک محسوس ہوتا ہے۔پہلے تاثر ہی سے کم عمری میں میں دین کی طرف راغب ہوا اور اللہ والوں اور دینداروں سے محبت ہونے لگی۔ملنے کی بہت خواہش رہی مگر ممکن نہ ہو سکا۔کیونکہ میں ایک نوعمر لڑکا تھا اور میری جماعت میں روانگی بھی نہ تھی، دل میں ایک تمنا، حسرت اور تشنگی باقی رہ گئی۔

دوسرا تاثر : میڈیکل کالج میں داخلے کے بعد ایک روز نورانی مسجد میں وہی مولانا نظر آئے جن سے ملنے کے لئے میں بیتاب تھا۔میری خوش قسمتی تھی کہ نہ صرف مصافحہ ہوا بلکہ اکثر صحبت بھی ملی۔مولانا کئی بار اس مسجد میں آیا کرتے تھے، مجھے انھیں قریب سے دیکھنے کا موقع

ملا۔ ان کے رہن سہن میں، چلت پھرت میں، ان کے بیان کی عکاسی نظر آتی تھی۔ ''دل برائے فروخت قیمت ایک میٹھا بول'' کے مصداق مولانا کے بیان پُراثر ہوتے۔ باضابطہ مکمل عالم نہ ہونے کے باوجود وہ ایک عالم تھے۔ وہ مکمل حافظ قرآن نہ ہونے کے باوجود بھی قرآن پر عبور رکھتے تھے۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، جواُن کی بات سنتا تھا انہی کا ہوکر رہ جاتا تھا اور ان کے بیانات کا منتظر رہتا۔ دعوت وتبلیغ کے وہ مداح تھے لیکن وہ بیک وقت دعوت، تعلیم، درس وتدریس اور تزکیہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے۔

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

مولانا کی حیثیت شمع محفل کی نہیں بلکہ انجمن کی تھی۔ وہ اپنے دوستوں، ہمدموں اور محبین کے لئے ابرکرم تھے۔ ہر شخص بقدر ظرف اُن سے فیضیاب ہوا۔ وہ ایک پرسنلٹی نہیں بلکہ انسٹی ٹیوشن تھے۔ تو میرا دوسرا تاثر یہ تھا کہ اللہ والوں کی خلوت وجلوت یکساں ہوتی ہے اور ان کی کہنی وکرنی میں تضاد نہیں ہوتا۔ دین پر چلنا کوئی مشکل کام نہیں اور دین کی محنت کو ہم اپنی زندگی کا مقصد بنا سکتے ہیں۔

تیسرا تاثر : دینی سفر میں ہی مولانا علیل ہوئے۔ فریکچر کی وجہ سے صاحبِ فراش ہوئے۔ بارہا عیادت کا موقع ملا اور اسی میں اِس دارِفانی کو الوداع کہا۔ مجھے نماز جنازہ پڑھنے کا موقع ملا اور کندھا دینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اتنا بڑا جنازہ میں نے اُس وقت تک نہ دیکھا تھا۔ وہ چشمۂ فیض جس سے ہم نہال تھے، وہ ظاہری طور پر اللہ نے بند کردیا۔

ہدایت کا دینے والا تو صرف اللہ ہی ہے، کوئی استاذ، کوئی بڑا اور کوئی شیخ کسی کو خود سے کچھ عطا نہیں کرسکتا، لیکن عطا کے لئے اللہ کسی کو واسطہ بنا دیتے ہیں۔ زندگی میں بنا دیا تو کیا بعید ہے کہ موت کے بعد بھی وہ سلسلہ جاری رکھے۔ بزرگوں کی کتابوں، تالیفات اور ان کی سوانح حیات سے فیض جاری ہے اور جاری رہے گا۔ یہ سیمینار بھی اسی کی ایک مثال ہے۔

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے اپنی دعوتی مصروفیت کے باوجود جو غیر معمولی کام کیا وہ کاشف العلوم کی بنیاد ہے۔ انھوں نے جو ایک پودا لگایا آج وہ ایک تناور درخت بن کر ہمارے سامنے ہے۔ اس کی آغوش میں ہزاروں کی تعداد میں دین کے محافظ پروان چڑھے اور پوری دنیا میں پھیلے ہیں۔ مولانا نے اپنی فراست اور دوراندیشی سے ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر ناممکن ہے۔ ہزاروں مبلغین، نیک سیرت اولاد اور یہ مدرسہ ان کے ثواب جاریہ کی بہترین مثال ہے۔

آیئے ہم سب اس مردِ قلندر کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں۔

آمین

●●●

میرے ابو جان

● ناہید سلطانہ دختر مولانا محمد سعید خانؒ

آج میری یہ تحریر میرے والد محترم مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی حیات و خدمات کی چند یادداشت پر مبنی ہے۔اس عنوان کے ذہن میں آتے ہی میری تمام یادیں اور والد صاحب کی زندگی کی گوناگوں ہمہ جہت پہلوؤں نے ذہن میں ایک تلاطم برپا کردیا۔ خیالوں اور سوچ کی رفتار اتنی تیز ہوگئی کہ قلم اور اس میں پنہاں ذخیرۂ الفاظ کی رفتار دھیمی پڑگئی، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کہاں سے افسانہ چھیڑوں اور کہاں ختم کروں۔ویسے حقیقت یہ ہے کہ۔

خورشید کو کچھ حاجت زیور نہیں زنہار
پھولوں پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اعلیٰ ہے اگر جنس تو کیا حاجت اظہار
خود مشک ہو خوشبو نہ خوشبو کہے عطار

والد محترم مولانا محمد سعید خانؒ کے خاندان اور حسب ونسب کا آپ سے تعارف کروادوں۔ان کی پیدائش حیدرآباد میں ۱۹۲۷ء میں ہوئی۔بچپن وہیں پر گذرا۔ان کے والد محترم جو ہمارے داداجان تھے ان کا اسم گرامی محمد سکندر خان تھا۔وہ فوج (آرمی) میں فوجی سپہ سالار تھے۔والد محترم کے دو اور چھوٹے بھائی تھے محمد صدیق خان (مرحوم) کسٹم شعبہ میں افسر تھے اور محمد عمر خان صاحب سب سے چھوٹے تھے جو BHL کمپنی میں ملازم

تھے اور سبکدوش ہونے کے بعد حیدرآباد میں مقیم ہیں۔

والد محترم مولانا محمد سعید خانؒ مسلم ہائی اسکول سکندرآباد سے میٹرک کے امتحان میں کامیابی کے بعد جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے انٹرمیڈیٹ کی ڈگری مکمل کی۔اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا عبدالغفور موصلی قاسمی (جو عراق کے ایک قدیم شہر موصل سے تعلق رکھتے تھے) سے والد صاحب نے سات سال کا عالمیت کا کورس مکمل کیا اور ساتھ ہی ساتھ حیدرآباد کے ایک شہر وقارآباد کے Sonitoriam Hospital میں اکاؤنٹس شعبہ میں ملازمت کی۔اس کے بعد ان کا نکاح حیدرآباد میں ہی ہوا۔وہاں سے کچھ سالوں بعد ان کا ٹرانسفر جالنہ ضلع میں ۱۹۵۲ء میں ہوا۔اس طرح مراٹھواڑہ میں تشریف لائے۔دل و ماغ میں دینی تعلیم، قرآن وحدیث اور دعوت وتبلیغ کا جنون تھا اس لئے استعفیٰ دے کر اورنگ آباد میں مقیم ہوگئے۔یہاں آنے کے بعد انہوں نے تبلیغ قرآن وحدیث کی تعلیم پہلے اپنے گھر سے شروع کی اور جب وہ مطمئن ہوگئے تو انہوں نے تبلیغ قرآن وحدیث کے مشن کا رخ عوام الناس کی طرف موڑ دیا اور ۱۹۵۹ء میں تاریخی جامع مسجد میں مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی۔تبلیغ ودعوت کا کام جو نہایت دقت طلب، وقت طلب اور صبر آزما تھا اس میں دھن کے پکے ثابت ہوئے۔

اورنگ آباد ایک قدیم شہر ہونے کے ساتھ ساتھ صوفیوں اور اولیاء کا شہر مانا جاتا ہے یہاں کی تہذیب وتمدن، اردو، عربی، ہندی، مراٹھی لٹریچر، اردو شاعری اور زبان و ادب میں اپنی مثال آپ ہے۔اس کے باوجود عربی مدرسہ کی ضرورت کو سمجھنا اور تبلیغ کے ذریعہ عوام الناس اور اہل خیر حضرات کو اکٹھا کرنا اور طالب علموں کو شہر اور اس کے اطراف و

اکناف سے لاکران کے قیام وطعام کانظم کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا، کیونکہ وہ وقت اورمرحلہ انتہائی صبر آزما اور بہت ہی دشوار گذار تھا۔

ہمارے مکان میں جو تربیت ہوئی تھی اس میں حدیث وقرآن کی تعلیم ، گفتگو کرنے ، اٹھنے بیٹھنے کے آداب، بزرگوں کا اکرام، آپسی سلوک، پڑوسیوں اورمہمانوں کے ساتھ حسن سلوک، ہر ایک کے ساتھ صلہ رحمی یہ تمام باتیں ہم نے والدصاحب اور والدہ صاحبہ کی زیرسرپرستی سیکھیں، انہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ ہم سات بہنوں اورایک بھائی نے ان کی تربیت کے اصول سے کبھی روگردانی نہیں کی اور ہمیشہ ان کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔

والدمحترم نے اپنی زندگی میں تین حج کئے۔ پہلا حج ۱۹۷۷ء میں جو بحری جہاز سے تھا، دوسرا سفر حج ہوائی جہاز سے ۱۹۸۰ء میں لندن کے سفر کے دوران ہی وہیں سے چار ماہ کی تبلیغ جماعت میں نکل کر کیا۔ اس کے بعد ۱۹۸۲ء میں تیسرا حج کیا۔

۱۹۶۸ء میں مولانا محمد سعید خانؒ جیل گئے اور بہت سارے سیاسی، سماجی تحریک چلانے والے اورمشہور ومعروف مقررین کو بھی احتیاطاً جیل میں بند کیا گیا تھا یا نظر بند کیا گیا تھا۔ ہم اپنے چھوٹے بھائی محمد فاروق خان کے ساتھ ہرسول جیل میں روزانہ کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جیل میں مسلم قیدیوں کو والدمحترم حدیث وقرآن کا درس دیا کرتے تھے اوران کے پنج وقتہ نماز کی امامت بھی کیا کرتے تھے۔ اس طرح والدمحترم تین ماہ مکمل جیل میں رہے، اس کے بعد ان کی رہائی عمل میں آئی۔

گھر کے معاشی حالات بھی بہتر نہیں تھے۔ انہوں نے کپڑوں کی تجارت شروع کی، بعد میں قالین اور مسجدوں کے کارپیٹ کی سپلائی کا کاروبار کیا جس سے اللہ کے فضل و

کرم سے ہمارے گھر کا گذر بسر ہوجایا کرتا تھا۔ اس طرح ہمارے والد ہمارے مونس وغمخوار تھے اور عوام الناس کے بھی ہمدرد وغمگسار تھے۔ وہ ایک انگریزی کہاوت "A symbol of compassionate of humanisum" کے عملی نمونہ تھے۔

انسان کی سب آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں۔ دنیا اگر تیرے ہاتھ میں نہیں ہوسکتی تو خدا کو ہاتھ سے مت کھوؤ۔ زندگی وصحت تھوڑی سی آمدنی پر قائم رہ سکتی ہے۔ نیکی کو ابھارنا خود نیکی کرنا ہے، موت ایک بےخبر ساتھی ہے، موت سے پہلے موت کی تیاری میں مشغول رہنا بڑی عقلمندی ہے۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے ، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

والدمحترم نے ہندوستان کے چھوٹے بڑے بےشمار تبلیغی سفر کئے۔ انہوں نے تبلیغی جماعت اور مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی۔ آج اس کی مہک دور دور تک پھیل چکی ہے۔ اس کی خوشبو اور مہک ہندوستان کے علاوہ بیرونِ ممالک میں بھی محسوس کی جارہی ہے۔

کئی بار میرا امریکہ کا سفر رہا، وہاں دوران قیام جامع مسجد اور عثمان مسجد میں تبلیغی جماعت میں آئے ہوئے ساتھیوں نے جولندن، وینکیور، ٹورنٹو اور ہندوستان سے آئے ہوئے تھے والدمحترم کا ذکر کیا اوران کا refrence دے کر ان کے کئے گئے تبلیغی کاموں کی ستائش کی اور دل کی عمیق گہرائیوں سے انھیں یاد کیا اور ہمیں بھی دعائیں دیں اور والدمحترم کو بھی دعاؤں میں یاد رکھا۔ اسی طرح جامع مسجد شکاگو، مسجد عثمان، مسجد دارالسلام میں

بھی تبلیغی احباب نے دوران تقریر اپنی مخاطبت میں والدمحترم مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی دعوتی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا۔

ہم سات بہنیں ہیں اور ایک چھوٹا بھائی فاروق خان ہیں۔ الحمدللہ بہنوں کے شوہر بھی بڑے عہدوں پر فائز رہے اور ان کے نام یہ ہیں مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندوی (مرحوم)، مولانا سید عارف الدین صاحب، مولانا شیخ اجلال احمد، شیخ اسرار احمد، شبیر حسن خان (مرحوم)، محمد شفیق صاحب، معین الدین صاحب۔

ہمارے گھر میں امور خانہ داری میں ہماری والدہ محترمہ نے ہمارے والد صاحب کا بھرپور ساتھ دیا۔ بیٹیوں کی شادیوں کے امور، وہ بھی ہم ساتھ بہنیں کوئی آسان ذمہ داریاں نہیں تھیں۔ ہماری والدہ نے صبر وتحمل اور ہمت وحوصلہ کے ساتھ ہمارے والدمحترم کا ساتھ دیا۔ والدمحترم نے ہم سات بہنوں کی شادیاں بھی مثالی طور پر انجام دیں۔ انتہائی سادہ طریقہ سے، آسانی سے اور توکل کی بنیاد پر رشتوں کو طے کیا۔ ان کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل ہی اعلیٰ تھا۔ رشتوں کی بنیادیں انہوں نے سادگی، اخلاقیات، معمولات، معاشرت اور تربیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیں اور کبھی دولت اور شہرت کو درمیان میں نہیں آنے دیا۔ کسی بھی بیٹی کے رشتے کے وقت دولت کو اہمیت نہیں دی، جس پر ہماری والدہ محترمہ بھی والد کی مرضی اور فیصلوں پر ہمیشہ راضی رہیں اور ہمیشہ صبر اور توکل علی اللہ کے اصول پر امور خانہ داری اور اولاد کی تربیت کو مرتکز رکھا، کیونکہ والد صاحب تبلیغ کے کاموں کی وجہ سے ہمیشہ مصروف وسرگرداں رہتے تھے۔ اکیلے بچوں کی تربیت خصوصاً بیٹیوں کی، ان کے لئے بھی کوئی آسان مرحلہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود والدہ نے اس کارِ خیر میں والد صاحب کا بھرپور

تعاون کیا جو ناقابل فراموش ہے۔ والدہ ماجدہ ان کی حیات میں ہی ۱۹۸۴ء میں اس دارِفانی سے الوداع کر گئیں۔ اللہ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

والدمحترم کا آخری تبلیغی سفر :

والدمحترم نے جماعت میں میرے خسر فروغ احمد فروغؔ کے ساتھ کشمیر میں گذارا اور اس سفر میں ان کے پانچویں نمبر کے داماد محمد شفیع (شولاپوری) ان کے ہمراہ جماعت میں تھے۔ اس آبدار سچے موتی کو ہم نے دیکھا بھی، اس کا لمس بھی محسوس کیا اور اس کی خدمت بھی کی۔ ۱۹۹۰ء میں عمر کے ۶۳ سال مکمل کرنے کے بعد میرے والد محمد سعید خان صاحبؒ اس دارِفانی سے الوداع کر گئے اور ہم اس دولت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے، جس کو ہم سرمایۂ حیات اور گنجینۂ شب روز تصور کرتے تھے۔

ان کا لگایا ہوا پودا جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم آج تناور درخت بن چکا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو سلامت رکھے اور اس ادارہ کے ذمہ داروں کو بھی بعافیت رکھے اور ان کے ارادوں کو فروغ دے۔ ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا کرے اور ان کو زندگی کے تمام نشیب وفراز میں حوصلہ اور ثابت قدم رکھے اور اس دوروزہ سمینار کو جو والدمحترم کی حیات وخدمات پر منعقد ہو رہا ہے بامقصد بنائے اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔

●●●

آفتابِ علم ودعوت

● مولانا عبدالقیوم عمری
کویت کونسلیٹ ممبئ

مجھ کم مایہ کو اپنی بے بضاعتی اور ہیچ مدانی کا پورا احساس ہے کہ اس پُر وقار دوروزہ سمینار میں عظیم المرتبت شخصیت حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کی حیات وخدمات پر کس طرح کچھ روشنی ڈالوں لیکن چونکہ کاشف العلوم میری مادر علمی ہے اس کے خوانِ علم سے میں نے زلہ ربائی کی ہے اور اس کے چشمۂ صافی سے اپنی علمی پیاس بجھانے کی کوشش بھی کی ہے اس لئے میرا یہ فریضہ ہے کہ اپنی مادر علمی اور اس کے بانی مبانی حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کے سلسلہ میں اپنے قلبی واردات اور ذہنی تاثرات کو صفحۂ قرطاس کے سپرد کر کے اپنے محسنین کے تئیں اظہار یگانگت کروں۔

مجھے یاد ہے کہ میں ۱۹۷۵ء میں اپنی عمر کے دسویں سال میں تھا اور عربی اول میں مجھے داخلہ ملا اور میں اس کے خوشہ چینوں میں شامل ہوگیا۔ ابتدائی ایام میں والدین ورشتہ داروں کی جدائی میرے لئے غمِ جاناں بنی ہوئی تھی لیکن جس گاؤں سے میں آیا تھا وہاں کے ایک سینئر طالب علم بھی اسی چشمۂ حیواں سے فیض پا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے سنبھالا دیا اور دھیرے دھیرے میں کاشف کے ماحول میں ڈھلتا چلا گیا۔ یہاں میں اپنے اساتذہ کے ساتھ ساتھ چند بزرگانِ دین کو بھی دیکھتا تھا جو قوم وملت کے نونہالوں کی تعلیم وتربیت کے لئے بے حد متفکر تھے۔ ان میں بانی جامعہ حضرت مولانا محمد سعید حان صاحبؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس لئے کہ وہ اس باغ علم کی آبیاری اور اس کی رکھوالی میں جٹے ہوئے

تھے۔ ان کے چہرے کے تاثرات اور زبانِ قال وحال سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے سینے میں تڑپتا دل اور آنکھوں میں مچلتے آنسو رکھتے ہیں جو انسانوں کی بے راہ روی اور دین حنیف سے دوری پر آنسو بہاتے ہیں۔ بقول امیر مینائی ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یقیناً ایسی پاکیزہ شخصیت کا وجود دنیا کے لئے رحمت ہے اور چشم فلک کی ہزار گردشوں کے بعد ہی ایسی ہستیاں وجود پذیر ہوتی ہیں اور خاص طور پر اُس وقت جب دنیا میں اخلاق واقدار کے سوتے خشک ہو رہے ہوں اور دل کی کھیتیاں ویران ہو رہی ہوں، ان حالات کی نباض وقت، مولانا حسرتؔ موہانی نے کیا خوب ترجمانی کی ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

بانی جامعہ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی دل آویز شخصیت اپنے علم وکلام سے سامعین کو اپنا گرویدہ بنا دیتی تھی۔ وہ دین ودنیا دونوں علوم کے جامع تھے۔ اسلامی علوم وفنون کا مطالعہ ان کی زندگی کا حصہ اور ما حصل رہا اور عصری تعلیم نے انھیں علوم عصریہ کے حاملین میں دعوت وتبلیغ کی راہوں کو اور آسان بنا دیا۔

دعوت وتبلیغ کے ذریعہ نہ جانے انھوں نے کتنے مردہ دلوں کو تازگی بخشی اور نہ جانے کتنے دین بیزاروں کو مساجد کی راہیں دکھائی اور نہ معلوم کتنے خاندانوں میں خوفِ خدا، خوف آخرت اور اتباع سنت کے پیغام کو عام کر کے انھیں دین کے فہم اور آخرت کی فکر سے آراستہ کیا۔ ان کے دعوتی بیانات اور متنوع اسالیب تشنۂ کامانِ علم ومعرفت کی پیاس بجھاتے رہے۔

ان کی شخصیت نہ صرف علاقۂ دکن بلکہ قومی و عالمی سطح پر معروف تھی اور دعوت وتبلیغ نے انھیں اس اعلیٰ مقام پر پہنچادیا تھا جہاں ہدایت نبوی کے حیات بخش دھارے نونہالان امت اور فرزندان ملت کوفکر کی بالیدگی اور عمل کی تازگی عطا کرتے ہیں۔طلباء کے ذہنوں سے احساس کمتری و مرعوبیت کی ہمت شکن تصورات و خدشات کی جگہ جذبۂ قیادت و امامت کی روح پھونکتے ہیں اور ان کو دنیاو آخرت میں پروانۂ کامرانی کی نوید جاں فزا سے نوازتے ہیں۔

اس عاجز کی آنکھوں نے دیکھا ہے جہاں علم وعرفاں کی مجلس ہوتی ،آپ وہاں تحریکات باطلہ پر ضربیں لگاتے اورنت نئے فتنوں سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ سے تقرب حاصل کرنے کے گرسکھاتے۔

بانی جامعہ کی طبیعت میں جرأت حق ،خلوص نیت ، عالی ظرفی ،عزم وحوصلہ اور ثبات واستقامت کے جوہر نمایاں تھے۔زندگی کے تقاضوں پر مثبت وایجابی نقطۂ نظر، مایوسی وقنوطیت سے کوسوں دور،عزم و ہمت کے ساتھ نامساعد حالات سے نبرد آزمائی ،صحت مند شعور اور دینی غیرت وحمیت کے ساتھ دین و دنیا کی خدمت ان کا شعار رہا ہے۔متانت و سنجیدگی کے پیکر،عزم واستقلال کے پہاڑ اور دلوں کومسخر کرنے والی ایک ایسی عظیم شخصیت کے مالک جو اپنی روحانی و ایمانی کشش سے بے شمار لوگوں کو اپنی جانب رجوع کرنے کی بھرپور طاقت رکھتی تھی۔

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے دعوتی اسفار کی فہرست بہت طویل ہے۔ہندو بیرون ہند،عرب ممالک اور یورپ وغیرہ کے بھی آپ نے دعوتی اسفار کئے اور ان کے ذریعہ دنیا کے مسلمانوں کی رہبری فرمائی۔اللہ نے ان کی زبان و بیان میں وہ تاثیر رکھی تھی کہ سننے والے آپ کے گرویدہ ہوجاتے۔جودرحقیقت ثمرہ ہے آپ کے زہدواستغناء

کا،صبر وقناعت پسندی کا، پرتو ہے تسلیم ورضا کا،نقش ہے توکل علی اللہ اورتعلق مع اللہ کا،ان کی کوشش یہی ہوتی کہ جوکلمہ گونماز سے محروم ہیں انھیں ایمان وعبادت کی لذت سے آشنا کیا جائے۔وہ جانتے تھے کہ کسی بھی مبلغ اورداعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایمان واحتساب کی دولت سے شادکام اور بہرہ مند ہو۔اس کواللہ پرمکمل یقین اوراُس کے وعدوں پرمکمل ایمان رکھتے ہوئے اجروثواب کے شوق میں کیاجائے کیونکہ یہی احتساب ہےاور یہی وہ روح ہے جس کی وجہ سے ایک عمل فرش سے عرش تک پہنچ جاتا ہے۔بانی جامعہ اپنے اندر بے چین روح اور طاقتور جذبہ رکھتے تھے کیونکہ یہی دو چیزیں بندہ کوعنداللہ مقبولیت عطا کرتی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے ساتھ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس کا کارنامہ ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہے جس سے آج تشنگانِ علوم ومعرفت سیراب ہورہے ہیں۔اپنی فکرکو بالیدگی اورروح کوقوتِ ایمانی سے معطر کرتے ہوئے علم وحکمت کے موتی چن رہے ہیں۔ باطن کی پاکیزگی اور دعوت وتبلیغ کے فریضہ کی ادائیگی کی راہیں واہورہی ہیں۔معاشرہ میں جاری بدعات وخرافات کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے اور دعوتی اسالیب موعظت اور حکمت کے اصولوں کواپنانے کے طریقے سے بہرہ مند ہورہے ہیں۔علوم اسلامیہ اورزبان و بیان کی ترویج واشاعت میں اپنی حصہ داری جتارہے ہیں۔

سلام ہو تم پر اے بانی جامعہ
سلامت رہے یہ عظیم جامعہ
سلامت تو ، تیرا میخانہ ، تیری انجمن ساقی

•••

عظیم داعی ومبلغ مولانا محمد سعید خانؒ

● مولانا محمد یوسف ندوی موتی والا
سابق استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی شخصیت تبلیغی جماعت کی اہم ترین شخصیت تھی۔ خاص طور پر مہاراشٹر اور مرہٹواڑہ میں ان کی قربانیوں کی بدولت جماعت کے کام کو جو کامیابی ملی وہ قابل رشک ہے۔ اُن کی محنت سے ہزاروں انسانوں کی زندگیوں میں دینی انقلاب اور صالح تبدیلی آئی۔ کئی کئی بستیاں صوم وصلوۃ کی پابند بنیں، یہی نہیں اسلام کی تعلیمات کی پیکر اور سنت رسولؐ کی شیدائی ہوئیں۔ مدارس اسلامیہ دینیہ آج جو مرہٹواڑہ میں کثرت سے موجود ہیں یہ اُن کے قائم کردہ سب سے پہلے دینی ادارہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تقلید اور پیروی میں ہیں۔ الحمدللہ مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ میں ان کے قائم کردہ مدرسے سے فیض حاصل کرنے والے ابتدائی طلبہ میں سے ہوں۔

آج سے ۶۰ سال پہلے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں میری طالب علمی کے دور کا آغاز ہوا، میں نے مشاہدہ کیا کہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ عمر بھر دعوت وتبلیغ کی محنت و جدوجہد میں تن من دھن سے لگے رہے۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے لئے اور دعوت و تبلیغ کی محنت کے لئے انھوں نے بڑی قربانیاں دیں۔ میرے والد مرحوم الحاج عبدالشکور محمد

عثمان موتی والا میمن برادری میں تنہا وہ شخص تھے جنھوں نے اپنی غربت کے باوجود مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے ہمراہ دعوت وتبلیغ میں اپنی جوانی کا بہت بڑا حصہ لگایا اور مرحوم والد صاحب نے مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے ایماء وترغیب پر ہم دو بھائیوں کو جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں علوم نبوت حاصل کرنے اور قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے شریک فرمایا۔ میرے برادر خوردعزیزم مولانا محمد ہارون موتی والا بھی عالمیت کے پنجم عربی سے تعلیم حاصل کر کے والد صاحب اور مولانا سعید خان صاحب کے نقش قدم پر چل کر پوری زندگی دعوت وتبلیغ میں لگادی۔ آخری وقت تک میرے مرحوم بھائی بھی دعوت کے کام میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اللہ ان اصحابِ ثلاثہ کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور ہم کو بھی آخری سانس تک اِس مبارک محنت میں جدوجہد کرنے کے لئے قبول فرمائے۔

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ فرمایا کرتے تھے مسلمان اس کرۂ ارض پر اپنے صحیح منصب ومقام یعنی خیر امت کے شایانِ شان اپنا کردار ادا کرتے اور دین کی محنت میں لگتے تو اُن کی دنیا اور قسمت کو چار چاند لگ جاتے اور ان کی عزت ووقار میں اضافہ ہوتا۔ جیسے صحابہؓ کرام کے دور میں اسی دعوت کی محنت سے اللہ نے صحابہ کرامؓ کو پوری دنیا میں عزت سے سرفراز کردیا تھا۔ ہم قرآن اور دین کی محنت اور دعوت چھوڑ کر ذلیل وخوار ہوگئے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

دعوت وتبلیغ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کی زندگی کا مقصد تھا اور اس دعوت کی محنت سے صحابہ کرامؓ نے دین کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ دعوت وتبلیغ کا کام اور مدرسے میں طلباء کو

علوم دین اورقرآن حدیث سے آراستہ کرنا مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کا وظیفۂ حیات اور اوڑھنا بچھونا تھا۔اس خادم نے بھی ان ہی کی دعوت کی محنت کے نتیجہ میں عالمیت کی سند سے کاشف العلوم میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ۱۹۷۲ء میں سندفراغت حاصل کی۔فراغت کے بعد حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی ایماء پر اور حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ کے حکم کی تعمیل میں مجھے دس سال جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں بحیثیت استاذ تدریسی خدمات انجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی اورقرآن وحدیث کی تدریس سے اللہ نے دین کی دعوت کے لئے اورسینہ کھول دیا۔
مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی تقریروں میں بلا کی جاذبیت وکشش وحرارتِ ایمانی ہوتی تھی۔طرزِ ادااورآواز کا زیروبم، چہرے کا اتار چڑھاؤ سامعین کواپنی طرف کھینچتااوروہ گوش برآواز ہوجاتے تھے۔وہ خطابت کےفن سے واقف تھے جس میں دلوں کو فتح کرلینے اور ذہنوں کومسخر کرنے کی طاقت تھی۔مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کواللہ کی ذات پر یقین اور کامل اعتماداورتوکل تھا۔میں نے مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے قریبی رفیق سے سنا ہے جو جماعتوں میں اکثران کے ساتھ ہوتے تھے۔جب مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے دعوت و تبلیغ کی خاطر سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تو قریبی رفقاء اظہارِ افسوس کرنے لگے۔کاش اُس وقت استعفیٰ دیتے جب دوسرا ذریعہ معاش تلاش کرلیتے۔مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے فرمایا کیاتم لوگوں کواللہ کی ذات پرتوکل وبھروسہ نہیں ہے؟ بھائیو! توکل بھی کوئی چیز ہے۔وہ علامہ اقبالؔ کے اِن اشعار کےمصداق تھے ؎

اُس کی امیدیں قلیل ، اُس کے مقاصد جلیل
اُس کی ادا دلفریب ، اُس کی نگہ دلنواز

نرم دم گفتگو گرم دم گفتگو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

غرض مولانا محمد سعید خان صاحبؒ ایسی شخصیت کا نام ہے جس کا شمار تاریخ ساز و عہد ساز شخصیات میں ہوتا ہے۔وہ خودایک تاریخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اسباب ووسائل کی کثرت وفراوانی کے بغیرانھوں نے ایک ایسے راستے کا انتخاب کیا جو بظاہر پُرخطر وبباطن پُرکیف تھا۔وہ اِس آیت کےمصداق تھے : **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** چنانچہ انہوں نے وہ بلندرتبہ اورکامیابی جودعوت وتبلیغ دین سے انسانوں کوحاصل ہوتی ہے اِس کا انتخاب کیا اورزندگی بھر جہد مسلسل اورعمل پیہم اوریقین محکم کے عملی پیکر رہے۔اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ہم سب کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

●●●

تیرا فیض بے کراں

● مولانا سید فخر عالم قاسمی
سابق استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم

میرے جدامجد (نانا) جناب مولوی شیخ احمد صاحب وظیفہ یاب مدرس جامعہ جو جامع مسجد کے قرب و جوار میں رہتے تھے۔ ہمہ وقت تفسیر قرآن کے مطالعہ میں غرق رہتے تھے۔ وہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان تھے اور حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے مولانا محمد سعید خان صاحب کی خواہش کے احترام میں مدرسہ کاشف العلوم میں درس و تدرس کی خدمت بھی انجام دی۔ اِن دنوں میرے والدمحترم ایک انتہائی چھوٹے دیہات میں سرکاری اسکول میں صدر مدرس تھے۔ جہاں صرف چند مسلمانوں کے مکانات تھے۔ درگاہ کے قریب لوگ جیسے تیسے عبادت کر لیتے تھے۔ والدمحترم نے وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی۔ والدمحترم کی درخواست پر حضرت مولانا محمد سعید خان کی جماعت پہلی مرتبہ وہاں آئی اور پھر اس طرح تبلیغی احباب کے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوا۔

جب کاشف العلوم کی بنیاد پڑی تو حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب نے جدامجد سے فرمایا کہ آپ اپنے نواسہ کو دیہات سے بلالیں اور یہاں مدرسہ میں داخلہ دلوادیں۔ جدامجد کی فرمائش پر والدین فوری طور پر راضی ہوگئے اور مجھے مدرسہ میں شریک کردیا گیا۔ لیکن ایک سال کے بعد جدامجد مالیگاؤں منتقل ہوگئے اور انھوں نے مجھے مدرسہ

معہد ملت میں شریک کروادیا اور فرمایا کہ تم ہماری نظروں کے سامنے رہو گے۔ ان کی توجہ و تربیت کا نتیجہ تھا کہ میری یہاں عالمیت کی تعلیم مکمل ہوئی۔ پھر فضیلت کے لئے مجھے دیوبند بھیج دیا گیا۔ پھر جب اورنگ آباد واپسی ہوئی تو جدامجد نے جناب مولانا محمد سعید خان صاحب سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ ہمارے نواسہ کو مدرسہ میں درس تدریس کے لئے تقرر فرمالیں۔ مولانا محمد سعید خان نے اسفار اور دعوت وتبلیغ کی مشغولیت اور مصروفیت کی وجہ سے مولانا محمد ریاض الدین فاروقی کو جامعہ کی نظامت کی ذمہ داری دے دی تھی اور مولانا اس کام کو بخوبی انجام دیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب نے مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی سے مجھے ملنے کے لئے فرمایا۔ چونکہ مولانا میرے جدامجد سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے فرمایا کہ درخواست دے دیں اور دو چار روز کے بعد آکر ملاقات کریں۔ اس کے بعد مولانا محمد ریاض الدین صاحب ناظم جامعہ سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے فوری طور پر میرا بحیثیت مدرس تقرر فرمالیا۔ میں نے حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کو اکثر جامع مسجد میں دیکھا ہے۔ انھیں ہر وقت دعوت وتبلیغ کی دھن رہتی اور جس پر بھی نظر پڑتی اس سے فرماتے چل میاں ہمیں جماعت میں فلاں دیہات میں چلنا ہے۔ اس طرح ہر وقت تشکیل کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس وقت جماعت میں جانا آسان نہیں تھا۔ بہت دقتیں تھیں۔ چھوٹے چھوٹے قریہ میں جانا ہوتا تھا۔ سواریوں کا کوئی نظم نہیں تھا۔ میلوں پیدل چلنا ہوتا تھا۔ گردوغبار سے کپڑے اٹ جاتے تھے۔ مسجد میں قیام، کھانے کا کوئی مناسب نظم نہیں۔ لیکن مولانا ان حالات میں احباب کے سامنے دین کی خاطر صحابہ کی قربانیوں کے واقعات پیش فرماتے اور جماعت میں آنے والوں کے دلوں میں دین کی

عظمت بٹھا دیتے۔ لوگوں سے سنتوں پر عمل کرواتے۔ اس کی خوب مشق کرواتے۔ کھانے کے آداب اور سونے کے آداب کی تعلیم سے ان کی تربیت فرماتے۔ مولانا محمد سعید خان صاحب کے زمانہ میں جماعت کا کام بہت آزمائش کا کام تھا۔ جماعت کے اسی کام کا نتیجہ ہے کہ آج ہزاروں علماء وحفاظ نظر آرہے ہیں جو درس وتدریس کے علاوہ دعوت کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

مولانا کی زندگی کے ایک دو واقعات جو یاد ہیں تحریر کرتا ہوں۔ رمضان المبارک کے اختتام پر رویت ہلال کا مسئلہ تھا۔ آسمان ابر آلود تھا جس کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا اور نہ قریبی اطراف سے کوئی اطلاع ملی۔ بس ریڈیو کی خبر سن کر لوگ عید کی تیاری میں لگ گئے۔ کچھ لوگ معتبر خبر کے انتظار میں تھے۔ اِن دنوں حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب بنگلہ دیش جماعت میں گئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب مدرسہ کاشف العلوم کے آفس میں تشریف فرما تھے۔ معتبر خبر کے لئے لوگوں کا ہجوم تھا۔ مولانا محمد سعید خان صاحب رویت ہلال کے متعلق مسائل انھیں سمجھا رہے تھے اور معاملہ پیچیدہ ہوتا جارہا تھا۔ معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب نے صدر قاضی الحاج معین الدین صاحب کو مدعو کیا۔ اس زمانہ میں صدر قاضی کی بڑی اہمیت ہوتی تھی اور وہ ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ اب اس مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی۔ قاضی صاحب نے کافی بحث ومباحثہ کے بعد عید منانے کا فیصلہ دیا۔ چنانچہ اس سال دو عیدیں ہوئیں۔ بعد میں پھر باضابطہ رویت ہلال کمیٹی وجود میں آئی۔

ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کے دوسرے روز مولانا محمد سعید خان صاحب کے گھر پر علماء

کاشف العلوم کو دعوت طعام پر مدعو کیا گیا۔ طعام کے بجائے مولانا محمد سعید خان صاحب مسائل کی تحقیق کرتے بیٹھے رہے۔ کوئی مسئلہ چھڑ گیا تھا، مولانا نے فرمایا کہ علماء حضرات تشریف فرما ہیں اس مسئلہ کا مدلل طریقہ سے حل بتلائیں۔ اس مسئلہ کے صحیح حل کے سلسلہ میں مولانا نے خود فرمایا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے۔ مولانا قاری طیبؒ صاحب نے یہ فرمایا ہے اس طرح آپ نے اس سلسلہ میں بہت سارے حوالے دیئے۔ پھر اس کے بعد علماء دسترخوان سے فیض یاب ہوئے۔

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد کے بعد شہر اورنگ آباد اور اطراف کے تمام اضلاع، تعلقہ جات اور دیہات، سب کاشف العلوم سے متعلق ہوگئے۔ خاص طور پر دیہات کے بچے دینی تعلیم سے محروم نہ رہیں اس کے لئے چھوٹے سے چھوٹے دیہات میں کاشف العلوم کی نگرانی میں مکاتب قائم کئے گئے اور اساتذہ کی تنخواہوں کا نظم کیا گیا۔ اس طرح جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی کوششوں سے دینی فضا قائم ہوئی۔ آج اطراف میں ہر تعلقہ اور ضلع میں اقامتی مدارس قائم ہو چکے ہیں اور جامعہ کے فارغین علماء وحفاظ وہاں مصروف خدمت ہیں اور یہاں سے اعلیٰ تعلیم کے لئے ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دارالعلوم دیوبند جارہے ہیں۔ مولانا اپنے پیچھے بہت بڑا صدقہ جاریہ چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

•••

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر

● جناب ابوبکر رہبر
بانی انجمن وارثان حرف وقلم اورنگ آباد

اپنے بچپن میں ہم نے ایک نورانی چہرے والے بزرگ کو اکثر جامع مسجد میں دیکھا ہے۔ کبھی وضو کرتے ہوئے، کبھی نماز پڑھتے ہوئے اور کبھی منبر پر بیٹھ کر تقریر کرتے ہوئے۔ اُس وقت اکثر لوگ منبر پر یا منبر کے پاس کھڑے ہوکر تقریر کیا کرتے تھے۔ ان کی تقریر کیا ہوتی تھی؟ مکالمہ ہوتا تھا۔ مکالمہ کے انداز میں وہ تقریر فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت انھیں دیکھ کر، اُن کی چلت پھرت دیکھ کر لگتا تھا۔

وہ چلے تو زمانے چل پڑے　　　وہ رکے تو کائنات رک گئی

اُن کا مسکراتا ہوا بے حد نورانی اور تقدس مآب چہرہ، چھوٹی چھوٹی، پیاری پیاری آنکھیں، چھوٹا سا دہن، لحیم شحیم ڈیل ڈول لیکن آواز نہایت دھیمی اور دلوں میں اُتر جانے والی، شخصیت ایسی کہ دیکھ کر ہی لگے کہ یہ کوئی اللہ والا ہے۔ اکثر ظہر یا عصر کے بعد انھیں مسجد کے صحن میں سیڑھیوں پر بیٹھے دیکھا۔ انہی سیڑھیوں پر امام مسجد حافظ عبدالستار صاحب بھی بیٹھا کرتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو دیکھ کر لگتا تھا کہ اللہ نے انھیں انہی مناصب کے لئے پیدا کیا ہے۔ حافظ عبدالستار صاحب کو امامت کے لئے اور مولانا محمد سعید خان صاحب کو قیادت کے لئے، قیادت وسیادت کا وہ منصب جس سے اللہ نے اپنے نہایت خاص بندوں انبیاء کرام علیہم السلام کو سرفراز فرمایا تھا۔ خاتم النبین حضرت محمدﷺ کے بعد خیر امت اور

امت وسط کی حیثیت سے اب جس منصب پر یہ امت فائز ہے اسی منصب کو اللہ کی سرزمین پر اللہ کے بندوں کے درمیان ادا کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کو میں نے اپنے بچپن کی معصوم اور عہد ناشناس آنکھوں سے ہمیشہ نہایت عقیدت و احترام سے دیکھا ہے۔ اُن کی تقریر کا دلسوز و دردمندانہ انداز، تبلیغ کے کام میں اُن کی دلجمعی و دلبستگی، دورانِ تقریر رونا اور کبھی کبھی دھاڑیں مار کر رونا اور اسی درد کو درد کے پیغام کو دردمندوں کے دلوں میں منتقل کرنا، یہی ان کا عمل پیہم تھا۔ جب ہم نے ہوش سنبھالا تو جماعت تبلیغ کا مرکز ہمارے محلّہ رنگست پورہ سے نیچے کی گلی میں گولی پورہ میں واقع کالی مسجد تھی۔ ہر جمعرات کو وہیں مرکز میں اجتماع ہوا کرتا تھا۔ اس اجتماع کی رات میں ہر جمعرات کو میرے والد کی ہدایت پر میٹھی ستھریاں پکا کرتی تھی اور وہ ستھریوں کا بگونا کبھی میں اور کبھی میرا چھوٹا بھائی ناصر اور کبھی ہم دونوں مسجد پہنچایا کرتے تھے۔ پھر مرکز میر جنگو کی مسجد لوٹا کارنجہ میں منتقل ہوگیا۔ اس وقت ہمیں بالکل پتہ نہیں تھا کہ تبلیغی جماعت کیا ہے اور جماعت اسلامی کیا ہے یا مسلمانوں کی اور کتنی جماعتیں ہیں۔ بڑے معصوم سے دن تھے۔ معصوم سی دنیا تھی۔ ہم سبھی کو ایک سمجھتے تھے اور سبھی ایک جیسے نظر آتے تھے۔ ہر ایک کو اللہ کے دین کی محنت کرتے ہوئے دیکھتے اور ہمارا دل کرتا تھا کہ بڑے ہوکر ہم بھی یہی سب کریں۔ اللہ کے دین کی تبلیغ کے لئے اللہ کے راستہ میں نکلیں۔ لوگوں کو اللہ سے جوڑیں۔ کبھی کبھی ہم نے جامع مسجد میں خطبہ سے پہلے محمود احمد خان صاحب کو بھی تقریر کرتے سنا۔ ہمیں یہ سب لوگ اللہ کے خاص بندے لگتے تھے، جن میں علامہ محمد سعید خان صاحب کی دردمندی اور دلسوزی سب سے سوا تھی۔ ان کا محبت بھرا اندازِ بیاں، اُن کا رونا اور رلانا، ان کا دردِ نہاں، اُن کا سوزِ پنہاں اور

اُن کا لوگوں کو اللہ کے لئے جوڑنا، وہ محنت تھی جو آج اتنی ثمر آور ہوئی ہے کہ ہر طرف اُن کے بوئے ہوئے تخموں کی لہلاتی ہوئی کھیتیاں نظر آتی ہیں۔ باغ ہائے ثمر آور نظر آتے ہیں۔ یہ تو ہوا اُن کی جماعتی سرگرمیوں کا ذکر اور ہاں یہ ذکر اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک میں یہ عرض نہ کردوں کہ اس وقت جب ہم نے جانا مہاراشٹر کے امیر محمد یونس صاحب تھے جو پونا کے رہنے والے تھے۔ میں نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے بعد اس وقت جماعت تبلیغ میں اگر کسی کی اہمیت جانی اور سمجھی جاتی تو وہ علامہ محمد سعید خان صاحب ہی کا نامِ نامی اور اسم گرامی تھا۔ انہوں نے اللہ کے دین کی تبلیغ اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے قیام اور ان دونوں کاموں کو جاری رکھنے کے لئے اپنی نوکری، جان، مال اور سب کچھ قربان کردیا۔ اللہ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔

آیئے! اب آپ کو لے چلوں محترم کے اس کارنامہ کی طرف جو آخرت میں اُن کی نجات کا سامان ہوگا۔ ویسے ان کی زندگی کا ہر عمل ان کی نجات کا موجب وذریعہ ہے لیکن روزِ قیامت جب اللہ اُن سے پوچھے گا کہ بتاؤ سعید خان دنیا سے کیا عمل لائے ہو؟

سعید خان صاحب بڑے فخر وانبساط سے بولیں گے: اے میرے رب یہ میری حقیر سی کوشش تھی تیرے دین کے علم کو عام کرنے کے لئے۔

''یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر'' اور وہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا نام پیش کریں گے۔ جس کے ساتھ ہی ہزاروں، لاکھوں طلباء کا ہجوم وہاں اس بات کی شہادت دینے کے لئے موجود ہوگا۔

اللہ حکم فرمائے گا۔ انھیں جنت کے سرسبز باغوں میں داخل کردو جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

•••

مولانا محمد سعید خانؒ بحیثیت داعی الی اللہ

● مولانا محمد کلیم الدین ندوی
استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

سقوطِ حیدرآباد کے بعد ۱۹۵۳ء میں الحاج مولانا محمد سعید خان صاحبؒ اورنگ آباد تشریف لائے۔ دین وشریعت پر عمل آوری آپ کی گھٹی میں تھی۔ ایک مرتبہ ہاسپٹل کے افسر نے آپ سے کہا کہ آپ نماز کے لئے چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے آفس کے کام میں حرج ہوتا ہے، آپ نماز کے لئے نہ جایا کریں۔ آپ کی غیرت ایمانی اور حمیت دینی نے اسے برداشت نہ کیا اور اسی وقت آفیسر کے پاس آفس کی چابیاں یہ کہتے ہوئے واپس کردیں کہ یہ ہم سے نہیں ہوسکتا۔ الفريضة بعد الفرائض نماز پہلے نوکری بعد میں۔ دین کی خاطر آپ نے نوکری چھوڑ دی۔ جب آپ نے مسلمانوں کی دین سے دوری دیکھی تو تڑپ اٹھے اور اصلاحِ امت کے جذبہ سے سرشار ہوکر مرکز نظام الدین دہلی کا رخ کیا۔ اُس وقت کے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور اُن کے ارشادات وہدایات کے مطابق دعوت وتبلیغِ دین میں مصروف ہوگئے۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے جب آپ کی دینی تڑپ اور دعوتی فکر کو دیکھا تو فرمایا: آپ مرکز نظام الدین میں ہمارے ساتھ رہیں اور دعوت کا کام کرتے رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے علاقہ مراٹھواڑہ میں رہ کر ہی دین کا کام کروں گا، وہاں لوگ دین سے بہت دور ہیں۔ مرکز نظام الدین سے واپسی کے بعد آپ نے علاقۂ مرہٹواڑہ کے دیہات دیہات، قریہ قریہ، شہر

شہر دعوتی وتبلیغی دورے کئے اور اپنی جان اور اپنے اہل وعیال کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شدید مخالفت کے دور میں جماعت کے کام سے لوگوں کو آشنا کیا۔ دعوت وتبلیغ کی اہمیت و ضرورت کو سمجھایا، جبکہ لوگ کلمہ اور نماز سے بھی واقف نہیں تھے۔ دین کے ضروری مسائل کجا، عوام الناس ضروریاتِ دین سے بھی نابلد تھے۔ بدعات وخرافات، منکرات وسیئات میں مبتلا تھے، شراب سازی وشراب نوشی، جوے اور سٹہ بازی کے عادی تھے۔ شہر اورنگ آباد کے مضافات میں ماہولی نامی ایک دیہات ہے جہاں مسلمانوں کی شراب سازی کی بھٹیاں تھیں۔ آپ نے دعوت وتبلیغ کے ذریعہ شراب کی بھٹیوں کو ختم کیا، لوگوں کے دلوں میں دین کی محبت وعظمت اور آخرت میں جوابدہی کا احساس پیدا کیا۔ اللہ نے آپ کی زبان میں بڑی تاثیر رکھی تھی۔ دل کی تڑپ وفکر کام کر گئی، پورا دیہات دین پر عمل کرنے والا اور سنتوں پر عمل کرنے والا بنا اور اُن کو اللہ کی راہ میں نکال کر اُن کے دلوں میں دین کی محبت اور فکر آخرت پیدا کی اور ان کو دین کا مخلص داعی بنایا اور دین کی نسبت پر اپنا سب کچھ قربان کرنے والا بنایا۔ اس زمانہ میں دیہات اور گاؤں کا سفر کرنے کے لے موٹر گاڑیوں اور بسوں کا کوئی نظم نہیں تھا۔ بارش، سردی اور گرمی کے موسم میں پیدل سفر کر کے لوگوں تک دین پہونچایا اور اس کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا، حتیٰ کہ گھر کا ڈنر سیٹ تک فروخت کر دیا اور اپنا آشیانہ جلا کر دین کے کاشانہ کو روشن کیا۔ بقول شاعر ؎

پھونک کر اپنے آشیانے کو — بخش دی روشنی زمانے کو

آپ کی اہلیہ محترمہ بھی بڑی شریف النفس اور صالح طبیعت خاتون تھیں۔ دین کے کاموں میں زندگی بھر آپ کی مدد ومعاون بنی رہیں اور صبر وشکر کا دامن تھامے رہیں۔ کبھی

حرفِ شکایت زبان پر نہیں آیا۔ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ عالم ربانی مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جیسے عاشق رسول ﷺ اور مولانا عبدالغفور موصلیؒ کے فیض یافتہ تھے اور ان جیسے حضرات کے مائدہ علمی کے خوشہ چیں تھے۔ آپ گوناں گوں اوصاف کے حامل تھے، تقویٰ و استقامت کے پیکر تھے، لایخافون لومة لائم آپ کا شعار تھا، مردم شناس وافراد ساز تھے، دینی تڑپ اور فکر رسول ﷺ کا مجسمہ تھے، آپ کے سینے کے اندر فکر رسول ﷺ کا لاوا اُبلتا تھا اور دعوت وتبلیغ کا شعلہ جوالہ بن کر بدعات وخرافات، معاصی ومنکرات کے خس و خاشاک کو جلا کر خاکستر کر دیتا تھا۔ آپ کی تقریر بڑی دلنشیں اور بڑی دل پذیر ہوتی تھی۔ طرزِ خطابت دل کو موہ لینے والا ہوتا تھا۔ آپ کی تقریر میں کہیں بھی تکرار نہیں ہوتی تھی اس لئے کہ آپ وسیع المطالعہ تھے۔ لوگ ہمہ تن گوش بر آواز ہو کر آپ کی بات سنتے تھے۔ دلی تڑپ کے ساتھ آپ کی بات زبان سے نکلتی تھی۔ خود روتے اور مجمع کو رلاتے تھے۔ آپ کی بات میں اللہ نے بڑی تاثیر عطا فرمائی تھی کہ سخت سے سخت دل لوگ بھی آپ کی بات سے نرم ہو جایا کرتے تھے اور دعوت وتبلیغ کی راہ میں آپ کے ساتھی بن جایا کرتے تھے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

آپ بزرگوں کے منظورِ قلب ونظر تھے۔ خاص طور پر حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے خاص الخواص افراد میں سے تھے۔ آپ کا چہرہ پُرنور و بارعب تھا۔ دیکھنے والا چہرہ دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ جس فرد سے آپ کہتے اللہ کے راستے میں نکل جا،

وہ نکل جاتا، اسے انکار کی مجال نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی اپ کو مسموع الکلمہ بنایا تھا۔ آپ فرسان النہار اور رھبان باللیل بندگان خدا میں سے تھے۔ دین کی محنت کے ذریعہ آپ نے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کے دل کی دنیا بدل دی۔ ان کی زندگی میں دینی انقلاب برپا کر دیا۔ دین کی محنت ومجاہدہ کا یہی ثمرہ تھا کہ جو نہ تھے راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے۔

فرشتے سے بہتر ہے انساں بننا
مگر لگتی ہے اس میں محنت زیادہ

آپ علاقۂ مراٹھواڑہ میں دعوت وتبلیغ کی بنیاد رکھنے والوں میں سے ہیں اور سب سے پہلے امیر جماعت ہیں۔ آپ کی شب و روز کی محنتوں، دل سوزیوں و جگر کاویوں سے خرافات وبدعات کا جنگل فرائض وسنن پر عمل آوری کا چمن بن گیا۔ آپ من تواضع اللہ رفعه اللہ کی سچی تصویر تھے۔ دین کی خاطر آپ نے لوگوں کی کڑوی وناشائستہ بات برداشت کی۔ مبتدعین ومخالفین نے کبھی ترغیب وترہیب کے ذریعہ اور کبھی لعن طعن کے ذریعہ آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن آپ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کے اس شعر کو پیش نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

تو رہ نوردِ عشق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

آپ نے نہ صرف اپنے ملک ہندوستان کو دعوت وتبلیغ کی عطر بیز ہواؤں سے معطر کیا بلکہ اس مشن کو لے کر بیرون ممالک کے بھی اسفار کئے اور دعوتِ دین کی شمع وہاں

بھی روشن کی اور خلقِ خدا کے قلوب کو معرفتِ الٰہی کے نور سے منور کیا۔ ماضی کے ہر نقش پر آپ کی دعوت کا رنگ نمایاں ہے اور آپ کی دردمند طبیعت کا اثر ہر فرد اور ہر شعبہ نے قبول کیا ہے۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

دعوت وتبلیغ کی محنت کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت اور دین وشریعت کے علوم و معارف کی ترویج واشاعت کے لئے آپ نے ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء میں مرکز نظام الدین دہلی کے مدرسہ کاشف العلوم کے نام پر شہر اورنگ آباد کی تاریخی جامع مسجد میں مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی اور علم دین کی شمع روشن کی۔ اس زمانے میں حالات بڑے نامساعد و ناسازگار تھے لیکن آپ نے اپنے یقین محکم اور عمل پیہم کے ذریعہ ان صبر آزما حالات کا مقابلہ کیا اور گاؤں گاؤں، دیہات دیہات جا کر لوگوں کی ذہن سازی کی اور ان کے بچوں کو زیورِ علم سے آراستہ وپیراستہ کرنے کے لئے مدرسہ تک لائے اور دیہات دیہات جا کر غلہ فراہمی کی اور طلبہ کے خورد ونوش کا انتظام کیا اور صاحبِ خیر حضرات کو مدرسہ کے تعاون کے لئے متوجہ کیا۔ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کے دورِ نظامت کے ایک قدیم طالب علم ساکن جنتور ضلع پربھنی نے جو اب کافی معمر ہو چکے ہیں رو رو کر ایک واقعہ بیان کیا کہ مدرسہ میں ایک دن ایسا بھی آیا کہ مدرسہ کے طلبہ کے لئے کھانا نہیں تھا، آپ مدرسہ تشریف لائے، طلبہ کی خیریت دریافت کی، طلبہ نے کہا آج کھانے کے لئے کچھ انتظام نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ سیدھے شاہ گنج کی منڈی تشریف لے گئے اور کسی باغبان سے

اُدھار پھل خریدا اور وہیں کپڑا بچھا کر پھل بیچنے لگے۔ پھل فروخت کرنے کے بعد طلبہ کے لئے کسی ہوٹل سے روٹی اور سالن خرید لائے اور طالبانِ علوم نبوت کو شکم سیر کیا۔ ۱۹۶۰ء میں جبکہ مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ جامع مسجد کے حجروں میں عصری تعلیم کے حصول کے لئے قیام پذیر تھے، آپ نے ان کی صلاحیتوں کو ابتدائی دور سے ہی بھانپ لیا تھا اور بارہویں اور بی اے کی جماعت میں امتیازی نمبرات سے کامیابی کے بعد انھیں دینی تعلیم کے حصول کے لئے عالم اسلام کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء بھیجا اور آپ جب وہاں سے فارغ ہو کر اورنگ آباد تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے دینی علوم کی تدریس کے لئے مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندویؒ کا تقرر فرمایا اور ۱۹۶۵ء میں مدرسہ کی نظامت آپ کے حوالہ کردی۔ مدرسہ کاشف العلوم مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ کی خصوصی توجہات و مساعی جمیلہ سے عروج و ترقی کے مراحل و منازل طے کرتا رہا، یہاں تک کہ جامعہ کی شکل اختیار کر گیا۔ مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ نے اپنی خداداد صلاحیت ولیاقت، ذہانت و فطانت، حکمت و فراست اور حسنِ تدبیر و انتظام سے نامساعد حالات کے باوجود جامعہ کو منزل بہ منزل بامِ عروج اور نقطۂ کمال تک پہونچایا اور اس کا تعلیمی الحاق دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے کروایا اور کامیابی و کامرانی اور عزت و وقار کے ساتھ نصف صدی سے زائد مسند نظامت پر متمکن رہے۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

اسی طرح مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ایماء پر شہر اورنگ آباد

کے اطراف و اکناف اور اس کے مضافات میں دین کی بنیادی تعلیم کے لئے نیز شہر کے مختلف محلّہ جات میں دخترانِ اسلام کو علومِ نبوت سے بہرہ ور کرنے کے لئے جامعۃ الطیبات کے نام سے آٹھ ادارے قائم فرمائے، جن کی تعداد اب چودہ تک پہونچ گئی ہے۔ جہاں عالمیت تک کی تعلیم کا پورا انظام ہے، جہاں سے سینکڑوں طالبات اپنی علمی تشنگی بجھا کر اور شمعِ علمِ نبوت بن کر جہالت و ضلالت، بدعات و خرافات اور الحاد و بے دینی کی تاریکیوں کو چاک کر رہی ہیں اور اپنی نسلوں کے لئے قندیلِ رہبری کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔

جامعہ سے ہزاروں علماء و حفاظ سندِ فراغت حاصل کر چکے ہیں اور دینی و عصری مدارس میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور کچھ امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ شہر ہی میں اور شہر سے دس کلومیٹر کے فاصلہ پر مٹمٹہ مقام پر شعبۂ حفظ کی مختلف شاخیں قائم ہیں جہاں نونہالانِ امت حفظِ قرآن کی سعادت سے سرفراز ہو رہے ہیں۔ ان سب کا ثوابِ جاریہ بانی جامعہ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ اور استاذ محترم حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندویؒ اور آپ کے رفیق محترم اور شب و روز کے ساتھی استاذ محترم حضرت مولانا محمد مجیب الدین صاحب قاسمیؒ کے نامۂ اعمال میں انشاء اللہ قیامت تک محسوب ہوتا رہے گا۔ اس وقت جامعہ کے انتظام و انصرام کے فرائض بانی جامعہ کے حفید محترم و نبیرۂ مکرم مولانا محمد رضوان خان صاحب ندوی مدظلہ العالی بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں اور حضرت مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی دامت برکاتہم جامعہ کے ناظمِ اعلیٰ اور میر کارواں ہیں۔

•••

بانیٔ جامعہ مولانا محمد سعید خاںؒ ایک عظیم شخصیت

● مولانا شیخ کلیم الدین ندوی نائیگانوی

استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

اسلام کی ترقی وبقاء، تعلیمات اسلامیہ کی نشر واشاعت اور قرآن وحدیث کی تبلیغ و تشہیر کے لئے دینی مدارس ومکاتب کے قیام کی ہر دور میں ضرورت رہی ہے۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، دین اسلام اور عقیدۂ توحید کی حفاظت وبقاء دینی تعلیمات پر منحصر ہے۔ ان ہی مدارس میں وارثین انبیاء کی تربیت کے ذریعہ تحفظ اسلام کی بقاء کا سامان فراہم کیا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی جدوجہد اور محنت دینی مدارس کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ فرماتے ہیں: ''اگر کسی ملک میں دین تسلسل کے ساتھ اور پائیدار طریقہ پر باقی رہ سکتا ہے تو وہ دینی تعلیم ہی سے باقی رہ سکتا ہے، ورنہ دیکھنے والوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے اور پڑھنے والوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے کہ جن علاقوں میں دینی تعلیم کا سلسلہ بند ہوگیا وہاں بالکل اسلام ختم ہوگیا۔''

(دینی مدارس، ماضی، حال مستقبل۔ص۶۹)

حضرت مولاناؒ دوسری جگہ فرماتے ہیں: مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے، جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں۔ مدرسہ عالم اسلام کا بجلی گھر (پاور ہاؤس) ہے، جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ

انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب ونگاہ اور ذہن ودماغ ڈھلتے ہیں۔ مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے، جہاں کا فرمان پورے عالم پر نافذ ہے۔ عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں، مدرسہ کا تعلق کسی تقویم، کسی تمدن، کسی عہد، کسی کلچر، کسی زبان وادب سے نہیں کہ اس کی قدامت کا شبہ اور اس کے زوال کا خطرہ ہو، اس کا تعلق براہِ راست نبوت محمدی سے ہے، جو عالمگیر بھی ہے اور زندہ جاوید بھی۔ اس کا تعلق اس انسانیت سے ہے جو ہر دم جواں ہے، اس زندگی سے ہے جو ہمہ وقت رواں دواں ہے۔ مدرسہ درحقیقت قدیم و جدید کی بحثوں سے بالاتر ہے، وہ تو ایسی جگہ ہے جہاں نبوت محمدی کی ابدیت اور زندگی کا نمو اور حرکت دونوں پائے جاتے ہیں۔ (پاجا سراغِ زندگی۔ص۹۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: ''اس وقت مدارس دینیہ کا وجود مسلمانوں کے لئے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے بڑھ کر تصور نہیں، اگر اسلام کی بقاء کی کوئی صورت ہے تو مدارس ہیں۔'' (حقوق العلم۔ص۵۱)

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا: ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ ملّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔

ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلّی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

دینی مدارس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی اسلام کی۔ دینی مدارس عہد نبوی سے لے کر آج تک اپنے مخصوص انداز میں چلے آرہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے دور میں پہلا دینی مدرسہ وہ مخصوص چبوترہ تھا جس کو ''صفہ'' کہا جاتا ہے اور اس میں حضور اکرم ﷺ سے تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ نفس حاصل کرنے والے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ سمیت ۷۰ کے قریب صحابہ کرامؓ، اصحاب صفہ اور دین کے طالب علم کہلاتے ہیں۔ اس کی نسبت سے دنیا کے چپے چپے میں دینی مدارس کا جال بچھ گیا۔ اسی کی ایک سنہری کڑی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد بھی ہے جو ریاست مہاراشٹر میں علم دین کی نشر واشاعت کا کام انجام دے رہی ہے جہاں کے سینکڑوں نہیں ہزاروں فارغ حفاظ و علماء کرام ملک و بیرون ملک میں تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آج سے تقریباً ۶۳ سال قبل مورخہ ۱۰؍شوال المکرّم ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء میں بڑے ہی ناموافق حالات میں مخلص داعی، مرد مجاہد حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد سرزمین دکن کے تاریخی شہر اورنگ آباد کی عظیم تاریخی جامع مسجد میں رکھی۔

جامعہ کی بنیاد حضرت مولاناؒ کی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی دینی دعوت سے وابستگی کے کچھ عرصے بعد ہی عمل میں آئی۔ یہ وہ دور تھا جسے دینی اعتبار سے مسلمانوں کا دورِ زوال کہا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کی دین سے ناواقفیت اور جہالت کا اندازہ

اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں کے مسلمان ہندوؤں کے تہواروں میں نہ صرف شریک ہوتے تھے بلکہ ان کے مذہبی رسومات بھی انجام دیتے تھے اس لئے آپؒ نے مسلم معاشرہ کی اصلاح وفلاح اور مسلم بچوں میں دینی تعلیم کو ازسرنو فروغ دینے اور ان کو پروان چڑھانے کے لئے جامعہ کی بنیاد رکھی۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو صرف اورنگ آباد اور علاقہ مرہٹواڑہ کی ہی نہیں بلکہ دکن کی عظیم علمی و دینی درسگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

عام طور پر دینی مدارس کا آغاز چند طلبہ اور چند اساتذہ و معلمین سے ہوتا ہے۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد کے وقت بھی چند طلبہ سے ہی تدریس کا آغاز ہوا، مگر بانی جامعہ حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کا اخلاص وقربانی، بلند ہمتی، ثابت قدمی، جہد مسلسل اور دوررس نگاہ نے اس جامعہ کی ایسی آبیاری کی کہ وہ بہت جلد ترقی کی منزلیں طئے کرتا گیا۔ علم کی اس روشنی سے سینکڑوں افراد فائدہ اٹھانے لگے پھر تعلیم وتربیت اور نظام و نصاب تعلیم کے لئے سب سے زیادہ مفید اور قدیم صالح اور جدید نافع کو ترجیح دیتے ہوئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا انتخاب کیا اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ۱۹۷۲ء میں باضابطہ الحاق عمل میں آیا۔

یہ میری سعادت مندی ہے کہ مجھے اس جامعہ سے کسب فیض کا اعزاز وشرف حاصل رہا ہے اور جامعہ کے ملحقہ مکتب تعلیم القرآن نائیگاؤں ضلع اورنگ آباد سے ناظرہ و دینیات کی تکمیل کے بعد والد محترم نے مربی ومخدومی حافظ محمد قاسم صاحب زید مجدہم کی رہنمائی میں مورخہ ۲۲؍جولائی ۱۹۸۴ء کو احقر کا جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے درجہ اعدادیہ میں داخلہ دلوایا۔ اعدادیہ سے عالیہ رابعہ تک (مکمل عالمیت ۹ سال ۱۹۸۴ء تا

۱۹۹۲ء)اسی جامعہ سے علمی فیض اٹھاتا رہا۔ ابتدائی سالوں میں بانی جامعہ حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کے خطبہ جمعہ سے قبل جامع مسجد اورنگ آباد کے عمومی خطابات، اسی طرح ہفتہ واری تبلیغی اجتماعات کے اور ضلعی سطح پر اجتماعات کے اختتامی بیانات سے مستفید ہوتا رہا۔ آپؒ کے خطابات و بیانات دعوت وتبلیغ کی اہمیت، ایمان واعمال صالحہ اور اصلاح معاشرہ جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہوتے تھے۔

جامعہ میں ندوۃ العلماء کے طئے کردہ نصاب کے مطابق اعلیٰ درجات تک تعلیم دی جاتی ہے۔ جامعہ نے اپنی تعلیمی کورس کو تین تعلیمی مراحل میں تقسیم کیا ہے: ابتدائیہ، ثانویہ اور عالیہ۔ تعلیم کے لئے بہتر سے بہتر، ماہر اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں۔ اس جامعہ میں ناظرۂ قرآن وحفظ قرآن سے لے کر عربی زبان کی تعلیم، اسلامیات، دینیات، علم فقہ، علم حدیث، فلسفہ، منطق، انشاء، نحو وصرف (عربی قواعد) کے ساتھ ساتھ ریاضی، سائنس، تاریخ وجغرافیہ اور علاقائی زبان مراٹھی اور مادری زبان اردو، انگریزی اور ٹیکنیکل و کمپیوٹر کی تعلیم کا انتظام ہے۔

جامعہ میں درسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ جمعیۃ الطلبہ (طلباء کی انجمن) کی سرگرمیوں پر بھی زور دیا جاتا ہے جیسے بزم خطابت (اردو تقریر)، بزم ثقافت (مقالہ نگاری) ، النادی العربی (عربی تقریر)، بیت بازی، المساجلۃ الشعریۃ (عربی بیت بازی)، سیرت کوئز، تفسیر وحدیث وصرف نحو کے مسابقات، روشنی (اردو) اور الشباب (عربی)، جداری (دیواری) پرچے وغیرہ۔

جامعہ کی نگرانی میں کئی ملحقہ مکاتب بھی قائم ہیں۔ ان مکاتب سے ہزاروں طلبہ و

طالبات بنیادی دینی تعلیم سے فیض یاب ہوئے اور ہورہے ہیں۔ اسی طرح جامعہ میں جہاں طالبانِ علوم نبوت کی تعلیم وتربیت کا نظم ہے وہیں شہر اورنگ آباد کے مختلف محلوں میں مسلم طالبات کے لئے کئی غیر اقامتی درسگاہیں بھی قائم ہیں جہاں فضیلت (دورۂ حدیث) تک کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اسی طرح شعبۂ حفظ ودینیات (برائے عصری مدارس) اسکولس و کالجس کے طلبہ کے لئے قائم ہے۔

جامعہ کے سرپرست اعلیٰ عالم اسلام کے مشہور ومعروف عالم دین حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی (ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو عظیم سے عظیم تر بنائے اور اس کو شرف قبولیت بخشے۔ بانی جامعہ حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

●●●

دیدہ ور اور ہمدرد مردِ قلندر

● مولانا قاضی محمد اختر الدین صدیقی
مہتمم مدرسہ انوار العلوم (اورنگ آباد)

دنیا میں ابتدائے آفرینش سے بے شمار انبیاء ورسل، ہادی ومصلح پیغمبر آئے مگران کی رسالت ونبوت کا محور اوران کی اصلاح کا میدان زمان ومکان کے اعتبار سے محدود تھا اور وہ مخصوص خطوں اورملکوں کے لئے آئے۔ان میں سے بعض انبیاءکرام وہ بھی تھے جو چند لاکھ نفوس کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بکریوں کی تلاش کے لئے بھیجے گئے تھے۔

اسی طرح بنی اسرائیل کے عظیم پیغمبر اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کی رہبری اور ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے۔بنی اسرائیل جو عرصۂ دراز سے مصر کے ظالم و جابر فرعون کے ظلم وستم اور استبداد کے چنگل میں جکڑے ہوئے غلامی کی زندگی بسر کررہے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی معجزانہ قوت وفراست سے کام لیا اور اپنی قوم بنی اسرائیل کوفرعون کے ظلم وستم سے نجات دلاکران کوفلسطین کی حکمرانی کے لئے تیار کیا۔

غرض دنیا کا ہر نبی قوم ونسل کا ہادی وپیغمبر محدود علاقوں اورمخصوص نسلوں کے لئے بھیجا گیا لیکن ان ہادیان عالم اورپیغمبران میں ہمارے پیارے نبی آقائے نامدار ﷺ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپؐ بلاتفریق رنگ ونسل قوم ووطن تمام دنیا کے لئے نبی ورسول

مولانا محمد سعید خاںؒ : حیات وخدمات

بنا کر بھیجے گئے۔آپ کی نبوت ورسالت بیکراں اور بے پایاں ہے۔آپ بیک وقت عرب و عجم، اسود واحمر، مشرق ومغرب سب کے لئے نبی آخرالزماں ہیں۔سرور دو عالم ﷺ ایک ایسے دور میں مبعوث ہوئے جب دین حنیف کا نام ونشان تک نہ تھا،قوم ضلالت وگمراہی، شرک وبدعت اور کفر کے دلدل میں پھنسی تھی،طرح طرح کی برائیاں اورخرابیاں عام تھیں، ایسے پُرخطر دور میں آپؐ نے دعوت الی اللہ کی تبلیغ شروع کی۔اس دوران آپؐ کو بڑی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوا۔طائف کے واقعہ میں آپؐ نے عفو ودرگذر کا معاملہ فرما کر قوم کو معصوم قرار دیا اور آنے والی نسل میں دین کے سپاہی وشیدائی پیدا ہونے کی دعا دی۔ اللہ نے اپنے نبی کی دعا بھی سن لی اور چند عرصہ میں اسلام میں صحابہ کی شکل میں دین کے ایسے جیالے پیدا ہوتے گئے جن کی محنتوں اور کاوشوں سے سارے عالم میں کلمۃ اللہ کا نعرہ بلند ہوگیا۔

چنانچہ اسی تبلیغ دین کی محنت ہماری ذمہ داری کا محور ہے تاکہ ساری مخلوق میں اقرار کلمۃ اللہ گونج اٹھے اور دنیا کا گوشہ گوشہ اللہ کے کلمہ سے آباد، روشن اور معمور ہوجائے۔جس طرح اللہ نے تمام نبیوں کو اونچا مرتبہ عطا کیا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بھی نبیوں کی طرح بہت عالیشان مقام عطا فرمایا اوراس پر وہ احسان کیا جو کسی امت کو حاصل نہیں ہوا۔

سرزمین اورنگ آباد اوراس کے اطراف واکناف میں بھی ایسے بے شمار مقدس مقامات ہیں جہاں اولیاء اللہ کی ریاضت گاہیں، بزرگانِ دین کی قبریں اورآرام گاہیں ہیں۔یہ وہی اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں جنھوں نے اشاعت اسلام اور دعوت دین کی

خاطر راہِ خدا میں انتھک محنتیں کیں اور قربانیاں دیں جن کا فیض آج تک سرزمین اورنگ آباد میں جاری ہے۔

اللہ رب العزت نے سرزمین اورنگ آباد کے ان اولیاء اللہ میں سے ایک ایسا ہمدرد وجانباز مردِ مجاہد کھڑا کیا جو کلامِ ربانی کا مژدہ لئے ہوئے دعوت وتبلیغ کی خاطر کمر بستہ ہوگیا اور اللہ کے بھٹکے ہوئے بندوں کا درد اپنے دل میں لئے ہوئے محنت ومشقت اور قربانی سے دعوت وتبلیغ میں مگن ہوگیا۔ میری مراد مشفقی، مربی فخر اورنگ آباد مولانا محمد سعید خان نور اللہ مرقدہ کی ذات عالی سے ہے جنھیں ایسی فکر ولگن سوار تھی کہ دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ آرام وآسائش سب ترک کردیا۔ انسانیت کا درد وغم لئے ہوئے راہِ خدا میں قربانیاں دینے لگا۔ قریہ قریہ، شہر شہر دور دراز علاقوں میں جماعت لے کر دورے کئے۔ آپ کو تبلیغ دین کی دھن سوار تھی جس کے نتیجہ میں اللہ نے بڑے مخلص داعیان ومبلغین کو آپ کی محنت کی برکت سے پیدا کردیا، جس کا سلسلہ آج بھی ثواب جاریہ بن کر سرزمین اورنگ آباد اور اطراف واکناف میں دعوت وتبلیغ کی شکل میں جاری ہے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب کو بس ایک یہی غم لاحق تھا کہ کس طرح لوگوں کو آگ کا ایندھن بننے سے بچایا جائے۔ اس یقین کے ساتھ کہ ہدایت تو بس اللہ کے ہاتھ میں ہے کسی طرح بھی لوگ ہدایت یافتہ بن جائیں گے۔

ایک دفعہ مولانا علیہ الرحمہ نے دعوت واصلاح کا کام کرنے والے علماء وائمہ کی مجلس میں اپنی اثر انگیز تقریر میں جو وعظ ونصیحت اور ہدایات فرمائی تھیں وہ قابل ذکر ہیں۔ سب سے پہلے فرمایا تھا:

’’داعی مؤثر ہوتا ہے، مدعو متاثر ہوتا ہے۔ آپ داعی بنو گے تو مؤثر بنو گے اور اگر محنت اور دعوت واصلاح کا کام چھوڑ دیا اور سب کچھ حاصل کرلیا اور داعی نہ بن سکے تو ہمیشہ متاثر رہو گے۔ اگر آپ داعی بن جائیں گے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہیں گے تو خود بخود محسوس ہوگا کہ آپ کے اندر ایک نیا انسان پیدا ہو رہا ہے۔‘‘

آپ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ نہایت نحیف وکمزور تھے۔ زبان میں لکنت تھی مگر ان کے اندر کا انسان جاگا ہوا تھا۔ ایک ایک جملہ دل پر اثر کرتا اور نقش ہوجاتا تھا۔ جملوں میں اخلاص وہمدردی کا یہ عالم تھا کہ بولتے تو کانپنے لگتے، بے چین ہوجاتے اور تڑپنے لگتے۔ یہ وہی اندر کا انسان تھا جس نے پورے عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ بڑے بڑے افسران وحکمران ان کے سامنے سرنگوں ہوجاتے تھے۔

مولانا علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ دعوت الی اللہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ امت کے درد میں اتنا رویا اور تڑپا کرتے تھے کہ دورانِ وعظ ونصیحت آپ کی آنکھیں نم ہوجاتیں، دل کا گوشہ پارہ پارہ ہوجاتا۔ الغرض آپ نے اللہ کے دین کے خاطر بہت محنتیں ومشقتیں اٹھائیں، مصائب ومشکلات کا سامنا کیا۔ اللہ کی راہ میں آپؒ نبوی درد وغم لے کر نکلا کرتے اور ساتھ ساتھ اس کی ترغیب بھی فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اندر دین کی خاطر درد وغم لے کر اللہ کی راہ میں نکلا کرو کیونکہ انسانوں کا درد وغم لینا خاتم النبیین ﷺ کی سنت ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

زندگی تری رہی مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تاروں سے بھی ترا سفر

یہ حقیر بندہ آپ کی خدمت (خلوت وجلوت) میں ہمیشہ بیٹھا کرتا تھا۔آپ کے ملفوظات اور نصائح کو سنتا، اپنی خوش قسمتی وخوش نصیبی سمجھتا تھا اور جان ودل سے انھیں قبول کرتا تھا کیونکہ مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے از حد دلی لگاؤ اور الفت ومحبت تھی۔آپ علیہ الرحمہ خندہ پیشانی سے پیش آتے، نیز میں اپنے خسر صاحب مولوی محمد شمس الدین صاحب کے ساتھ بھی جایا کرتا تھا۔خسر صاحب کو بھی آپ علیہ الرحمہ سے بڑا تعلق ویارانہ تھا۔آج بھی خسر صاحب یاد کرتے ہیں تو آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔

یقیناً حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی ضیاء پاشیوں سے پورا علاقہ منور ہوا۔ آپ کو منجانب اللہ محبوبیت ومقبولیت حاصل ہوئی۔ سچ ہے کہ ''میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی'' وہ زمانہ میں ہرگز ہرگز نہیں بھولوں گا ابھی تک وہ میرے خزانۂ حفظ میں محفوظ ہے۔

میری جوانی کی بات ہے غالباً کم وبیش ۲۶۔۲۷ سال کی میری عمر ہوگی۔اس وقت آپ کی دعوت وتبلیغ کی شہرت بامِ عروج پر تھی اور ارتقائی منازل طے کر چکی تھی۔ یکا یک آپ کی یاد آئی اور میں ملنے کے لئے گھر پہنچا۔(اس وقت آپؒ نوکھنڈہ کالج کے بازو میں رہا کرتے تھے) دیکھتا ہوں کہ صحن میں حاجی امین صاحب تاڑ پیپل گاؤں، عثمان بھائی گولے گاؤں، خواجہ بھائی، صدیق خان صاحب، مولانا علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی وکیل صاحب اعلیٰ پور باڑی اور حاجی جلیل صاحب لاسورا سٹیشن تشریف فرما ہیں۔مولانا محترم نے مجھے دیکھا اور بڑی محبت اور سادگی سے فرمایا: ''ارے اختر ادھر آؤ، بیٹھو یہاں۔'' حضرت کا انداز نرالا تھا۔کہنے لگے کہ ہماری جماعت تین دن کے لئے، اعلیٰ پور باڑی روانہ ہورہی ہے

لہٰذا ہمارے ساتھ چلنا۔اس وقت دل ہی دل میں میں نے خدا کا شکر ادا کیا، میری آنکھیں مارے خوشی کے نم ہوگئیں۔ ذرا بھی دیر نہ کی اور یہ ناتواں بندہ اہل اللہ کے ہمراہ غلام و ردیف بن کر تین یوم کے لئے فی سبیل اللہ روانہ ہوگیا۔

مرحوم حاجی امین صاحب کی ایک جیپ اور عثمان بھائی کی ایک جیپ دو جیپ میں جماعت روانہ ہوئی۔ ہماری جماعت اعلیٰ پور باڑی پہنچی۔گاؤں کے اطراف کے لوگ ظہر ہی میں پہنچ گئے تھے۔ بعد ظہر عثمان بھائی نے مقصد آمد بیان کیا جو بڑا ہی جامع اور اثر انداز تھا۔ بعد نماز مغرب حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب نے اپنا وعظ شروع کیا۔آپ علیہ الرحمہ نے سیرتِ نبوی ﷺ پر ایسی پُر جوش تقریر کی کہ لوگ دھاڑے مار مار کر رونے لگے جس میں آپؒ نے آقائے دو جہاں کے القاب کو ایسا پیش کیا کہ سب پر سکتہ طاری ہوگیا۔ یہ تقریر آج تک میرے دل ودماغ کے گوشوں میں محفوظ ہے۔

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب نور اللہ مرقدہ کا جامع مسجد کے صحن میں بیٹھنے کا معمول تھا۔ بڑی بڑی بزرگ ہستیوں کو آپؒ کے خدمت میں موجود پاتا تھا۔کس قدر نیازمندانہ طریقے سے وہ لوگ آپ علیہ الرحمہ سے ملا کرتے تھے بلکہ ملنے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ بسا اوقات میں آپؒ کی کسی مجلس میں قریب میں جگہ نہ پاتا تو ایسی جگہ تلاش کرتا جہاں میرے حصہ میں دور ہی کا جلوہ آئے۔ دور ہی سے آپ کے دیدار کا لطف لیتا۔ یقیناً آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا لطف کسی چمن میں بیٹھنے سے کم نہیں تھا۔ جیسے کوئی زیر سایہ دار شجر پھولوں کی مہک سے لطف اندوز ہورہا ہو۔ جلوت میں خلوت کا سماں ہوتا۔ دل ایمان کی تازگی کی کیفیات سے معمور ہوتا۔ جیسے کوئی پاور ہاؤس ہو جس سے حرارتِ ایمانی کا فیض

جاری ہو۔

حقیقتاً آپ علیہ الرحمہ میں حسن اخلاق، تواضع وانکساری اور زہد واستغناء کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سلیم الطبع انسان، گہری فہم وفراست کے مالک تھے۔ اخوت و بھائی چارگی، ایثار وقربانی، ہمدردی و دریا دلی، ہمت افزائی وقناعت پسندی آپ کی زندگی کا سرمایہ تھی۔

آپ دعوت وتبلیغ کے علاوہ خلق خدا کے دادرس، شب زندہ دار اور حق پرست وحق گو تھے۔ علماء کے قدرداں، دینی مدارس کے خیرخواہ، دینی تحریکوں کے پُرزور حامی، علماء اورنگ آباد اور بیرونی علماء کے قدردان تھے۔ نیز علماء میں سے آپ علیہ الرحمہ کے خلوت و جلوت کے رفقاء خاص بھی تھے۔

آپ علیہ الرحمہ بڑے متقی وعبادت گزار اور خداترس تھے۔ آپ علیہ الرحمہ مسجد کی تنہائی کو قرآن مجید کی تلاوت سے آباد کرتے۔ ساتھ ساتھ لوگوں کو بھی مولائے حقیقی کو خوش کرنے کی دعوت دیتے رہنا ان کی دردآشنا طبیعت کا خاصہ تھا۔ دیر تک نماز، ذکر واذکار میں مصروف رہتے، گویا رضائے الٰہی کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا۔

آپؒ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی دعوت سے بخوبی واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ اجتماعات میں شرکت، جماعتوں کی اور ساتھیوں کی تشکیل، دعوت واصلاح میں زیادہ تر منہمک رہتے۔ دعوت وتبلیغ ان کے دل کی دھڑکن اور درد دل بن گئی تھی۔

آپؒ ملنسار، سادگی پسند، ہنس مکھ مزاج تھے۔ سب کے ساتھ بیٹھنا آپ کا شیوہ تھا۔ بیٹھنے اور ملنے والوں کے سامنے بزرگوں کا تذکرہ، اسلاف کے واقعات، علماء کرام کی

قربانیاں نصیحتاً ذکر فرماتے، جس سے سامعین متاثر ہوجاتے۔

شیریں گفتار اور سبک گو تھے۔ آپ علیہ الرحمہ کی سنجیدہ اور متین انداز گفتگو سے لوگوں کے دلوں پر گہرا نقش ہوجاتا۔ یقیناً آپؒ کی ذات عالی سے اجالے پھیلے۔ لوگوں کے دلوں کو تاریکیوں سے نکال کر دعوت وتبلیغ کی قربانیوں سے روشن ومنور کیا۔

چمن ہنسنے لگا ساری خدائی مسکرا اٹھی
دلوں کی تیرگی شمع روشن جگمگا اٹھی

مولانا علیہ الرحمہ رات دن امت کے حالات وگمراہی، بے راہ روی و بے دینی پر اس قدر تڑپتے تھے کہ بے کلی دیدنی ہوتی تھی۔ جہاں کہیں بھی دین کا کام ہورہا ہو اور جماعتیں کام کررہی ہو، ان سب کے لئے مستقل دعاؤں کا اہتمام کرتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دعوت وتبلیغ کا عظیم کام پورے مہاراشٹر میں پھیل گیا۔

دل میں یادِ غم جاوداں رہ گئی
جانے والا گیا داستاں رہ گئی

اللہ رب العزت نے مولانا محمد سعید خاںؒ سے دو عظیم کام لئے۔ ایک دعوت، جس نے سرزمین اورنگ آباد ودیگر علاقوں میں دعوت وتبلیغ کے میدان کو وسیع کیا اور قربانیوں سے سرور کائنات ﷺ کی رسالت اور پیغام کو کما حقہ اللہ کے بندوں تک پہنچایا۔ جس سے لوگوں کو دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی کی راہ ملی۔ لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ بڑے بڑے داعی، عابد اور زاہد بنے۔ جوق در جوق لوگ جماعتوں میں نکلنے والے بنے۔

دوسرا عظیم کارنامہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس ہے جو تجلیاتِ خداوندی

کا ظہور ہے۔ جس میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ مقربین، محبین اور مخلصین کی دعاؤں کا نزول ہو رہا ہے جن کی دعاؤں کی قبولیت کا یہ ثمرہ عطا ہوا کہ لوگ انگشت بدنداں ہیں۔

جہاں سے ایسے موتی اور ہیرے، یاقوت و مرجان سے زیادہ قیمتی علماء وفقہاء، محدثین ومفسرین، حفاظ وقراء، مایہ ناز خطباء ومقررین اور داعی الی اللہ پیدا ہو کر نکلے ہیں اور نکل رہے ہیں، جن کے فیض سے دنیا اپنے قلوب اور سینوں کو منور کر رہی ہے اور اپنے دامن مراد کو بھر رہی ہے۔

یہی وہ مرد مجاہد اور اللہ کا مخلص اور پیارا لاڈلا بندہ ہے جس سے رب کائنات کو دونوں کام لینا تھا۔ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شمائل کا کیا کہنا۔ بلند قد، خوب رو، گنجان ڈاڑھی، گھنے بال، کشادہ پیشانی، ہلال جیسی بھوئیں، بادام جیسی آنکھیں، انار کے دانے جیسے دانت، چہرہ بارعب، ہر وقت تبسم ومسکراہٹ کی جھلکیاں ہوتیں، ابھرے ہوئے رخسار، لبوں پر جیسے شمس وقمر غرض حسن وجمال کے پیکر تھے۔

جامعہ کی باگ ڈور آنے کے بعد حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اعلیٰ فراست، استقلال ودلجوئی کے ساتھ اللہ پر توکل کرتے ہوئے جس طرح ادارہ کو پروان چڑھایا، وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا کلمۂ توحید سے

حضرت مولانا بھی بڑی الفت ومحبت، بھائی چارگی وخوش دلی، اخلاق حسنہ،

کریمانہ برتاؤ وسلوک، ہمدردی وغمخواری جیسے اعلیٰ صفات سے متصف تھے۔ آپ آخر تک جامعہ کی خدمت کرتے ہوئے اپنا نام اور مقام بنا کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔ یہ گنہگار بندہ قاضی محمد اختر الدین کی دل سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو منور فرمائے۔

عمر بھر حسن عمل تیرا بھلا سکتے نہیں
داغ تیری یاد کا دل سے مٹا سکتے نہیں

مجھے شرف حاصل ہے مولانا علیہ الرحمہ اس ناتواں واحقر کے گھر پر دو تین مرتبہ تشریف لائے۔ کبھی پروفیسر عبدالوہاب اور کبھی ماسٹر عتیق الدین صدیقی کے ہمراہ۔

فی الوقت جامعہ میں ایسے افراد موجود ہیں جو ذی شعور، دور اندیش، ذکی، فہم و فراست کے مالک، نشیب وفراز کے پہلو کو جاننے والے، غرض تمام صفات اور خوبیوں سے متصف ہیں۔ ایسے علماء ہیں جو جامعہ کے عزت وقدر اور شان عالی کو نور علی نور کرنا چاہتے ہیں۔

ہاں گردش ایام کی زنجیر سے کہہ دو
خوشبو کا سفر وقت کا پابند نہیں ہے

•••

مولانا محمد سعید خان صاحب

بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

● جناب احمد اقبال

موظف استاذ مولانا آزاد ہائی اسکول اورنگ آباد

اورنگ آباد شہر کھام ندی کے کنارے، چھوٹی بڑی پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔اس پُر فضاء علاقے کے محل وقوع اور آب و ہوا نے ملک عنبرؒ کو اس جانب متوجہ کیا۔ یہاں ایک چھوٹا سا قصبہ ''کھڑکی'' آباد تھا۔اس نے یہاں ایک باقاعدہ شہر ''فتح نگر'' کی بنیاد رکھی۔ چھوٹے بڑے مکانات، محلات اور سڑکیں بنوائیں، درخت لگوائے، عظیم الشان بھڑکل دروازہ اور نوکھنڈہ محل تعمیر کروایا۔ کالے پتھر سے بنائی گئیں کئی مساجد جن میں محلّہ شاہ بازار کی کالی مسجد، محلّہ جنسی اور محلّہ چوک میں واقع مساجد اس طرح جملہ سات 'کالی مساجد' تعمیر کروائیں۔شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد بھی اس کی یادگار ہے۔اس مسجد میں اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں توسیع کی گئی اور جملہ چالیس کمرے بھی تعمیر کروائے گئے، جن میں طلباء کی رہائش کے علاوہ مہمان خانے، مہتمم کا دفتر وغیرہ ہیں۔ میٹھے صاف شفاف پانی کی نہر عنبری، ملک عنبر کا سب سے بڑا کارنامہ ہے جس سے شہریان کچھ پہلے تک مستفید ہوتے تھے۔

ملک عنبر نے اس شہر کو اپنا وطن ثانی بنالیا تھا۔افریقہ سے آیا یہ شخص بڑا باصلاحیت معمار، انجینئر، بہادر سپہ سالار، عمدہ منتظم اور امورِ سلطنت کا ماہر تھا۔ یہاں آکر اس کی مخفی

صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئیں۔اس نے رعایا کی فلاح و بہبود کے جو کام کیئے ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔اس کے بارے میں بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے ع

''غربت میں آکے چمکا' گمنام تھا وطن میں''

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے اپنے صوبہ داری کے عہد میں پچیس سال سے زیادہ کا عرصہ اورنگ آباد میں گزارا۔ جامع مسجد سے قریب قلعہ ارک میں اپنی رہائش گاہ اور شہر کے گرد مضبوط فصیل، محلات اور مشہور شاہی مسجد بنوائی جس کے زیر سایہ بیت الیتیم جاری ہے، اپنی بیوی دلرس بانو بیگم کی یاد میں مقبرہ بنوایا اور خود اپنی آخری آرام گاہ کے لئے بزرگانِ دین کی بستی خلدآباد کا انتخاب کیا جو اورنگ آباد سے کوئی پچیس کلومیٹر جانب مغرب واقع ہے جہاں بے شمار بزرگانِ دین اور نامور لوگوں کے مقابر ہیں۔

سترہویں اور اٹھارویں صدی کے ان حکمرانوں نے اورنگ آباد کو بنانے، سنوارنے میں خوب دلچسپی لی۔ان میں آصف جاہی سلطنت کے بانی آصف جاہ اول بھی شامل ہیں۔ان کے عہد کی عمارتیں آج بھی سر اٹھائے عہد ماضی کی شاندار داستان سنارہی ہیں۔ان عمارتوں میں جامع مسجد بھی شامل ہے جس میں مشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم ہے جس کی بنیاد مولانا محمد سعید خان صاحب نے ۱۹/اپریل ۱۹۵۹ء کو رکھی۔ اس کا رجسٹرڈ نمبر ۵۱۹ ہے۔اس جامعہ کے سرپرست اعلیٰ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تھے اور ادارے کا الحاق اور نصاب بھی ندوۃ العلماء لکھنؤ ہی کا طے شدہ ہے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب ۱۰/جون ۱۹۳۹ء کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ وہ بچپن ہی سے بڑے صابر، شاکر، شریف النفس، حساس اور قانع تھے۔ان کی ابتدائی تعلیم

حیدرآباد ہی میں ہوئی۔اس کے بعد انھوں نے عثمانیہ یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ کیا۔کسی وجہ سے وہ آگے کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے لیکن دینی تعلیم جاری رہی۔حدیث،تفسیر،فقہ اور منطق کی تعلیم حاصل کی۔محمد شفیق الرحمٰن ولد محمد عبدالرحمٰن صاحب ساکن روہیلہ گلی بتاتے ہیں کہ وہ اٹھارہ پاروں کے حافظ تھے جبکہ ظہورالحق قادری کی تحقیق کے مطابق وہ بائیس (۲۲) پاروں کے حافظ تھے۔چونکہ وہ بنیادی طور پر رقیق القلب انسان تھے۔مزاج میں سادگی تھی اس لئے اپنی قوم کے نونہالوں کی دینی تعلیم اور تربیت کی کے سلسلہ میں فکرمند رہنے لگے تھے۔ان نونہالوں کو کفر والحاد سے دور رکھنے کی خاطر وہ کچھ کرنا چاہتے تھے،شاید ان کی یہ تڑپ اور جذبہ اللہ تعالیٰ کو پسند آیا۔وہ اورنگ آباد آئے،اللہ تعالیٰ نے ان سے جو کام کروایا وہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے نام سے شہر اورنگ آباد کی جبین پر روشن ستارے کی مانند جگمگا رہا ہے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب اپنے زمانے کے حالات و واقعات کو دیکھ کر محسوس کر رہے تھے۔مسلمانوں کے درخشاں دور کی بازیافت تو ممکن نہیں ہے لیکن اور زیادہ نقصان نہ ہو،اس کی کوشش تو کی جاسکتی تھی۔یہی بات مولانا محمد سعید خان صاحب کو بے چین رکھتی تھی۔اگر انھوں نے اس ادارے کی بنیاد نہ رکھی ہوتی تو علاقے بھر میں اس کی جو شاخیں قائم ہوئی ہیں وہ نہ ہوتیں اور نامعلوم مدت تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔مسلمانوں کا ایک درخشاں تمدن رہا ہے،اس کا تقاضا بھی یہ تھا کہ مسلمانوں کو صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کی جائے جبکہ ہمارے مذہب،ہماری تہذیب،تاریخ وتمدن پر چوطرفہ حملے جاری ہیں،آثار مٹائے جارہے ہیں،ان حالات میں ان مکاتب سے نکلے ہوئے طلباء اس طوفان کے

سامنے سینہ سپر ہونے کے قابل بنیں۔اس ادارے کے قیام کے بعد قریب و دور کی تمام آبادیوں میں دینی تعلیم کے ادارے قائم ہوتے چلے گئے اور الحمدللہ ان کی تعداد اور کارکردگی میں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔موجودہ زمانے میں کفر والحاد کے سیلاب کو روکنے کے لئے ایسے مدارس کی شدید ضرورت ہے اور اس طرح کی کوششوں کی ہر طرح سے حمایت و معاونت کے ساتھ ہی انھیں بچائے رکھنا ہی عام مسلمانوں کی اولین ذمہ داری ہے۔

اس ادارے کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں :

(۱) ایسے علماء تیار کرنا جو عصر حاضر کے تقاضوں سے واقفیت کے ساتھ ساتھ دینی بصیرت اور اسلامی مزاج کے ہوں۔

(۲) طلباء میں ایثار وقربانی،احساسِ ذمہ داری اور اتباع کتاب وسنت کا جذبہ پیدا کرنا۔

(۳) غیر اسلامی تحریکوں سے طلبہ کو واقف کرانا اور اسلام پر ان کے اعتراضات کے تشفی بخش جوابات علمی انداز میں دینے کی عملی مشق کرانا۔

(۴) درسیات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ میں دعوت وعزیمت کی صحیح اسپرٹ پیدا کرنا۔

(۵) طلبہ کی اس طرح تربیت کرنا کہ ان کے ذہن میں آفاقیت پیدا ہو،اور وہ احساسِ کمتری کے شکار ہونے کے بجائے دوسروں پر اثر انداز ہوسکیں۔

(۶) طلباء میں اردو اور عربی زبان میں تحریر وتقریر کی صلاحیت پیدا کرنا۔

(۷) ایسے جید حفاظ اور قراء پیدا کرنا،جن سے علاقہ کی ضروریات کی تکمیل ہوسکے۔

(۸) مسلم معاشرہ کو غیر اسلامی رسوم و رواج،شرک و بدعات،اوہام وخرافات کی خرابیوں سے روشناس کرانا اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک صالح اور صحت مند معاشرہ کی

تشکیل ہو۔

(۹) مسائل حاضرہ پر وقیع اور علمی کتابوں کی تصنیف وتالیف۔

(۱۰) تحریر وتقریر کے ذریعہ عوام کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرنا۔

(۱۱) اسلام کی ابدی تعلیمات کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کے ذریعہ عام کرنا۔

(۱۲) مسلمان بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے مختلف علاقوں میں جامعہ کے ملحقہ مکاتب کی تاسیس ونگرانی۔

(۱۳) تعلیم بالغان کے لئے شبینہ مدارس کا قیام

(۱۴) اردو اور انگریزی میں دینی رسائل کا اجراء۔

جامعہ کی بنیادی ضرورت کے تحت دارالاقامہ کا قیام عمل میں آیا۔ قریب ودور کے غریب، ضرورت مند طلباء کے لئے یہ بہت ضروری تھا۔ ساتھ ہی ان طلباء کے طعام کا بھی خصوصی انتظام کیا گیا تاکہ طلباء یکسوئی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں۔ ان میں نظم ونسق، تہذیب وسلیقہ کے علاوہ دینی واخلاقی قدروں کی ہمہ جہت ترقی بھی ہو، اس طرح باجماعت نماز کا بھی نظم کیا گیا۔ انھیں تصنیف وتالیف اور ترجمہ کی تربیت بھی دی جانے لگی۔ اس طرح طلباء کے لئے لائبریری بھی قائم کی گئی جس میں علاوہ دینی کتب کے دیگر کتب بھی شامل ہیں۔

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے قیام کے ساتھ مختلف شعبۂ جات جیسے شعبۂ دعوت وتبلیغ، دارالافتاء والقضاء، شعبۂ تعمیر وترقی، شعبۂ نشر واشاعت، مہمان خانہ، مطبخ وطعام گاہ، شفاخانہ اور شعبۂ نظارت وغیرہ قائم کئے گئے۔ اس کے علاوہ جو بڑا اور ضروری کام جامعہ

کے تحت کیا گیا وہ ہے لڑکیوں اور خواتین کے لئے ''جامعۃ الطیبات'' کا قیام ہے، جس میں لڑکیوں کو ابتدائی درجات ناظرہ قرآن سے عالمیت تک تفسیر، حدیث وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ شعبۂ نظارت کے تحت ملحقہ مکاتب کی دیکھ بھال اور معائنہ وغیرہ کی ذمہ داری ہے۔

مذکورہ بالا شعبہ جات کے علاوہ بہت سی ذیلی سرگرمیاں بھی شامل ہیں جیسے کھیل کود، بزم صحافت (بزم سلیمانی) جس میں طلباء کو مضامین لکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

اراکین عاملہ نے کافی غور وخوض کے بعد طے کیا کہ ندوۃ العلماء کے ابتدائیہ، ثانویہ اور عالیہ تین تعلیمی مراحل کو جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں بھی جوں کا توں رکھا جائے گا، جس کے تحت حسب ذیل بنیادی تعلیمی سرگرمیاں ہوں گی۔

(۱) ناظرۂ قرآن پاک (۲) حفظ قرآن پاک (۳) تجوید (۴) حفظ حدیث

ان سرگرمیوں کے تحت دینیات کے بنیادی مسائل بھی طلباء کو بتلائے جائیں گے جس کی ذمہ داری جید علماء کو دی جائے گی۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ عصری تعلیم کے تحت اردو، انگریزی، تاریخ وجغرافیہ، ہندی مراٹھی اور ریاضی وغیرہ مضامین کی بھی تعلیم ہوگی اور مستحق طلباء کو دوسرے تسلیم شدہ مدارس کے ذریعہ امتحان دلوایا جائے گا۔

مندرجہ بالا تینوں مراحل میں تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت نبویہؐ، دینیات، تاریخ، عربی و اردو ادب، نحو، اسلامی تاریخ، قواعد عربی و اردو وغیرہ کی تعلیم کا انتظام ہے۔ شعبۂ قرأت کے لئے بھی قابل اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں جو طلباء عالمیت کے شعبہ میں داخلہ لیتے ہیں انھیں عالمیت کا مجوزہ کورس پڑھایا جاتا ہے، جن کتب کی سفارش کی گئی ہے ان میں صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ کا شمار ہے۔

جامعہ کی تاسیس کے ساتھ ہی شعبہ حفظ پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے کیونکہ علاقے میں حفاظ کرام کی تعداد کم تھی۔قرآن کی تلاوت خوش الحانی سے کرنے پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی، نیز شعبۂ حفظ وقرأت کے لئے مستند حفاظ کرام کا تقرر کیا گیا۔ان سب کے علاوہ طلباء کے لئے مختلف ہم نصابی سرگرمیوں کا بھی خیال رکھا گیا۔یہ ایک خاص بات تھی کہ اتنی ساری مصروفیات کے علاوہ ان سرگرمیوں کو شامل کیا گیا۔اس میں تربیتی کیمپ، تحریر وتقریر، مسجد سے متصل عام خاص میدان میں طلباء کے لئے مختلف کھیلوں کا انتظام، جو ایک اچھی بات ہے۔

اس طرح اس ادارہ کے تحت جو مقاصد پیش نظر تھے، ان پر عمل آوری کا عزم کیا گیا۔طلباء کے قیام وطعام کے علاوہ ملک کے مختلف مقامات سے آنے والے معزز مہمانوں کے قیام کا بھی انتظام کیا گیا۔ ملک کے مختلف مقامات سے آنے والے اشخاص کے علاوہ جید عالم دین مولانا ابوالحسن علی ندویؒ صاحب، مولانا عبدالکریم پاریکھؒ صاحب، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اور کئی اکابر علماء کرام نے بھی ان حجروں میں قیام فرمایا تھا۔مسجد اوراس سے ملحقہ ادارۂ جامعہ کاشف العلوم کا ان اکابرین نے بچشم خود معائنہ کیا اوراپنی دلی مسرت اورطمانیت کا اظہار فرمایا۔

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو ہمیشہ ہی سے بڑے جید علماء اوراساتذہ کی خدمات حاصل رہی۔ ان میں مولانا مجیب الدین قاسمی صاحب مرحوم، مولانا سید سمیع اللہ ندوی صاحب، مولانا محمد ریاض الدین فاروقی صاحب مرحوم، مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن صاحب ندوی مدنی، مولانا ڈاکٹر عبدالرشید ندوی مدنی صاحب، مولانا نسیم الدین مفتاحی صاحب،

مولانا اجلال احمد صاحب (سابق امام جامع مسجد)، مولانا عارف الدین صاحب، قاری غلام رسول صاحبؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

راقم الحروف جامع مسجد کے عقب میں واقع انجمن اشاعت تعلیم کے تحت چلنے والے مولانا آزاد ہائی اسکول میں (۱۹۶۶ءتا۱۹۹۸ء) بطورِ مدرس خدمت گزار رہا ہےاور اس زمانے کی دینی وعصری تعلیم سے متعلق ہونے والی سرگرمیوں کا چشم دید گواہ بھی ہے۔ مولوی چراغ علی صاحب انجمن اشاعت تعلیم کے بانی تھے، ان کے قریبی ساتھیوں میں سرفہرست مولوی شیخ لعل پٹیل ایڈوکیٹ، مولوی سید احمد نہری، مولوی محمود علی خان، مولوی شوکت علی، مولوی لیاقت حسن خان صاحب، عمر دراز خان ایڈوکیٹ، مولوی علی الدین صاحب، مولوی امجد علی خان، مولوی عبدالرزاق، مولوی بدرالدین صاحب (بی اے بی ٹی، مدرس) اور مفتی ضیایار جنگ بہادر وغیرہ ہیں۔ ان لوگوں نے مسجد سٹی چوک میں بہ اتفاق رائے ۱۹۵۲ء میں انجمن اشاعت تعلیم کی تجویز کو منظور کیا۔ اس کے ساتھ ہی ضیاء العلوم اسکول کا آغاز ہوا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا آزاد ہائی اسکول برائے ذکور علیحدہ سے قائم ہوا۔ بعد کے زمانے میں مولوی افضل خان، عبدالواحد بن سعید (جے پی سعید) اور محترمہ عائشہ بیگم بھی اس کارواں میں شامل ہوگئے۔

واضح ہو کہ ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا۔ حیدرآباد اسٹیٹ کا انڈین یونین میں انضمام ہوا۔ اس کے بعد کے ناگفتہ بہ حالات میں ۱۹۵۲ء میں انجمن اشاعت تعلیم اور ۱۹۵۹ء میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا قیام عمل میں آیا۔ گویا ایک دہائی سے بھی کم عرصے میں شہر اورنگ آباد میں عصری اور دینی تعلیم کے دو عظیم ادارے قائم ہوئے۔ اس کے بعد

مراٹھواڑہ بھر میں عصری اور دینی تعلیم کے ادارے یکے بعد دیگرے قائم ہوتے چلے گئے۔ یہ دونوں ادارے اگر قائم نہ ہوتے تو ہم تعلیم کے دونوں میدانوں میں بہت پیچھے رہ جاتے۔ اردو بولنے والے بڑے پریشان کن حالات سے گزر رہے تھے۔ مراٹھی نہ جاننے والے لوگ ملازمت سے نکالے جارہے تھے۔ روزی روٹی کا معاملہ سنگین ہوتا جارہا تھا۔ لوگ سہمے ہوئے تھے۔ ہر طرف مایوسی کا عالم تھا۔ ایسے حالات میں ہمارے بزرگوں نے تعلیم کی طرف توجہ کی۔ ان بزرگوں کا جن کا ذکر اوپر آچکا ہے بے چین اور فکر مند ہونا لازمی تھا۔ وہ تو چلے گئے اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ان اداروں خصوصاً جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بقا اور ترقی کے لئے کام کریں، یہ ادارہ قوم کی امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے۔ آمین

یہ ادارہ پھلے پھولے اور ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔ جن پاکیزہ مقاصد کے تحت یہ ادارہ قائم ہوا ہے ان کی تکمیل ہو، قوم کے نونہال اندھیرے سے اجالے کی سمت آئیں۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ یہ ادارہ آج اپنی عمر کی ترسٹھ (۶۳) ویں منزل میں قدم رکھ چکا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

اس ادارے کو جن بزرگوں کی خدمات حاصل رہی ان میں سابق امام وخطیب حافظ عبدالستار صاحب اور سابق موذن نور احمد صاحب کا نام خصوصی طور پر لیا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں حضرات اپنے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ طلباء پر نظر رکھتے تھے، نظم وضبط کی اور باجماعت نماز کی پابندی کرواتے تھے۔ مولانا ڈاکٹر عبدالرشید مدنی نے انھیں بجا طور پر مسجد کے دو مینار قرار دیا ہے۔ میرا خیال ہے مولانا محمد سعید خان صاحب کو مینارۂ نور کہا جاسکتا ہے کیونکہ ان کی آمد اور ادارے کے قیام کے بعد طلباء ومصلیان کی مسجد کے پاکیزہ احاطے میں

گھما گھمی میں اضافہ ہوا اور جو ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ادارے کا قیام ایک ایسا شاندار کارنامہ ہے جس کی بدولت مولانا محمد سعید خان صاحب اور ان کے اہل خاندان کو اللہ تعالیٰ سے اجر تو ملے گا ہی اس سے وابستہ حضرات معلمین، طلباء یا دوسرے کام کرنے والوں کے نصیبہ میں بھی بہتر سے بہتر جزا آئے گی۔

ماضی میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں جن بزرگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا ان میں حاجی عثمان صاحب باغبان، عبدالرحمٰن صاحب باغبان، حاجی عبدالرؤف صاحب باغبان، حاجی عبدالستار صاحب باغبان، حاجی نور محمد صاحب باغبان، مولوی نعیم الدین صاحب ، الحاج محمد امین الدین صاحب، شیخ اختر شیخ قاسم صاحب ، الحاج عبدالعزیز حاجی جمال صاحب ، مولوی شیخ احمد صاحب سابق صدر انجمن اشاعت تعلیم، مولوی ولی محمد خان صاحب، مولوی قلندر صاحب کے علاوہ بہت سے بزرگوں کے نام بھی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

●●●

خطابات والقاب شخصیت کے عکاس وغمّاز

(بانیٔ جامعہ کی القاب نوازی کے حوالہ سے)

● مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی

بانیٔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور بانی دعوت وتبلیغ مخدوم ومکرم جناب الحاج مولانا محمد سعید خاںؒ کی زندگی کے حالات وواقعات پر سمینار کے توسط سے سیر حاصل تبصرے کئے گئے اور بڑی حد تک ان کے کارناموں اور شب وروز کی ان کی کاوشوں کو دائرۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی اوران کی شخصیت جو تقریباً پچانوے سال تک پردۂ خفا میں رہی رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے ذریعہ منصۂ شہود پر آئی اور مقالہ نگار حضرات نے ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔لیکن چونکہ ان کی شخصیت مختلف الجہات تھی اور ایسی شخصیات کے بعض گوشے ایسے بھی ہوتے ہیں جو بہ ظاہر معمولی معلوم ہوتے ہیں اوراس پر اہل نظر کی نظر مرکوز نہیں ہوتی لیکن وہ پہلو بہت سارے مخفی اور پوشیدہ پہلوؤں کا آئینہ دار ہوتا ہے،اس لئے وہ پہلو بھی اسی قدر قابل توجہ ہونا چاہئے جس طرح دوسرے پہلو درخور اعتنا ہوتے ہیں۔

مولانا محمد سعید خان چوں کہ قرآن وسنت کے صرف متبع ہی نہیں بلکہ اس کے علم بردار بھی تھے اس لئے ان کے اقوال وافعال پر اس کے گہرے نقوش تھے اوراس کا اظہار جہاں تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں ہوا وہیں اس کا ظہور ان شخصیات وافراد کے سلسلہ میں بھی ہوا جن کے کردار، جاں سپاری، جگر سوزی، راست بازی، جگر کاوی اور

بے لوث خدمات سے وہ متاثر ہوئے اور جن وارفتہ صفت افراد نے اس ''مکی دور'' میں ان کا ساتھ دیا، جب اپنے بھی بیگانوں کی لمبی قطار میں نظر آتے تھے۔''مدنی دور'' میں رفاقت اور اظہار یگانگت کوئی کمال کی بات نہیں ہے کیوں کہ اس دور میں تو بیگانے بھی اظہار اخوت و ہمدردی پر مجبور ہوتے ہیں۔بعض لوگ خلوص کی راہ سے آتے ہیں اور بعض حضرات تملق و چاپلوسی کی راہ سے وارد ہوتے ہیں۔

۱۹۵۳ء سے ۱۹۹۰ء تک کا دورانیہ یعنی ہجرتِ حیدرآباد سے وفات تک کا زمانہ کسمپرسی کا زمانہ تھا۔فتوحات کے دروازے دور دور تک نظروں سے اوجھل تھے اور امتحانات وآزمائش کے پھاٹک مکمل طور پر کھلے ہوئے تھے۔اس دور ابتلاء میں جو لوگ بانی جامعہ کے قریب آئے ان کے خلوص' جاں سپاری اور جاں نثاری پر بیعت کی، ان کے مقاصد کی آبیاری اور حفاظت کے لئے کمربستہ ہوئے اور تندیٔ باد مخالف کے باوجود ان کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ ان کے لئے سینہ سپر رہے۔سپہ سالار اعظم نے میدان کارزار کے ان جیالوں کو مختلف القاب سے نوازا اوران کی خدمات کو ان القاب کے ذریعہ گویا خراج تحسین پیش کیا۔
''أمین هذه الأمة'' ''سیف اللہ'' ''ارم فداک ابی وامی'' ''صاحب السر'' ''صدیق'' ''فاروق'' کا اسوۂ نبوی جس کے سامنے ہو بھلا وہ اس گوشہ کو کیوں کر نظر انداز کرسکتا ہے۔

ہندوستان اس لحاظ سے زرخیز ہے کہ اس امت کے جن افراد نے ملک وملت کے لئے نمایاں کارنامے انجام دیئے اس امت نے ان کو ان کی شان کے مطابق القاب سے نوازا۔

بانی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو ''حجۃ الاسلام''

دارالعلوم دیوبند کے صدرالمدرسین اور ممتاز محدث اور مجاہد آزادی مولانا حسین احمد مدنی کو ''شیخ الاسلام'' دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو ''حکیم الاسلام'' ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف ومولف مفسر قرآن اور ہندو پاک کے نامور اور عظیم عالم دین حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کو ''حکیم الامت'' ممتاز عالم دین اور عظیم مجاہد آزادی حضرت مولانا محمود حسن گنگوہی کو ''شیخ الہند'' فکر ندوۃ العلماء کے ترجمان اور ندوۃ العلماء کے ناظم وآل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، رابطہ عالم اسلامی کے رکن رکین، عالمی رابطہ ادب اسلامی کے بانی صدر، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے سرپرست اعلیٰ اور متعدد اداروں اور تنظیموں کے صدور وسرپرست حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو ''مفکر اسلام'' ندوۃ العلماء کے گل سرسبد، سیرت النبی کے مؤلف، سیرت عائشہ کے مصنف، ارض القرآن کے مدون، دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم اعلیٰ، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیم، مشہور عالم ماہنامہ 'معارف' کے مدیر اعلیٰ، جامعہ عباسیہ بہاولپور کے وائس چانسلر اور مختلف تنظیموں کے صدر اور عظیم مصنف ومفکر حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کو ''علامہ'' خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشین، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سکریٹری اور امارت شرعیہ بہار، جھارکھنڈ واڑیسہ کے امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کو ''مفکر ملت'' اور جمعیۃ العلماء کے صدر، مجاہد آزادی اور نامور عالم دین حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب کو ''مفتی اعظم'' اور دیگر علماء کو مختلف القاب وآداب سے نوازا گیا۔ اس وقت یہ تمام حضرات آسودۂ خاک ہیں لیکن ان کے القاب آج بھی زندہ اور تابندہ ہیں۔

مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب نے سید سعادت حسین صاحب کو

جو محکمہ بندوبست (لینڈ ریکارڈ آفس) حیدرآباد میں ملازم تھے اور مخدوم مکرم سے بے پناہ محبت وعقیدت کا تعلق رکھتے تھے اور آپ کی سرگرمیوں میں آپ کے دست و بازو بنے ہوئے تھے، ان کو مخدوم مکرم نے ''شیخ الاسلام'' کے لقب سے نوازا تھا۔ اسی طرح جناب عبدالعزیز صاحب جو جنتا ٹرانسپورٹ مونڈھا میں ملازم تھے اور نہایت ایماندار اور پابند صوم وصلاۃ تھے، مخدوم مکرم نے جنتا ٹرانسپورٹ کے مالک سے ان کے سلسلہ میں گفتگو کی اور ان کو بحیثیت ڈرائیور کاشف العلوم لے کر آئے۔ مرحوم نہایت خلیق اور بامروت شخص تھے۔ جفاکشی اور وفاشعاری ان کی شخصیت کی نمایاں خصوصیت تھی۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جب تک خود نہ مریں جنت نظر نہیں آتی۔ جامعہ کے پاس اس وقت نہایت خستہ حال اور ازکار رفتہ جیپ تھی لیکن جامعہ کے تمام امور اسی گاڑی سے انجام دیئے جاتے تھے اور مرحوم عبدالعزیز صاحب ماہر ڈرائیور ہونے کے ساتھ ساتھ چوں کہ باہر میکینک بھی تھے اس لئے وہ گاڑی کے ساتھ ایک لمبے عرصہ تک جامعہ کی خدمت میں مصروف رہے اور اساتذۂ جامعہ کے پکنک کی ہم رکابی بھی کئی بار اسی کے نصیبہ میں آئی۔ مخدوم مکرم نے جناب عبدالعزیز صاحب ساکن جونا بازار نزد بیگم جانی مسجد عظیم کالونی کو ان کی خدمت کے اعتراف میں ''میجر'' کے لقب سے نوازا تھا اور آج بھی میجر کا یہ لفظ تمام قدیم اساتذہ کی زبان پر جاری وساری ہے۔

تیسری شخصیت جناب الحاج زین العابدین صاحب کی تھی جن کو مخدوم مکرم نے ''شیر پنجاب'' کے لقب سے موسوم کیا تھا۔ زین العابدین صاحب کو میں نے بارہا دیکھا ہے اور دلرس کالونی میں ان سے بارہا ملاقات کا شرف بھی حاصل رہا ہے۔ وہ محکمۂ بجلی میں ملازم

تھے اور مخدوم مکرم سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتے تھے اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی تاسیس وتائید کے وہ ہراول دستہ میں شامل تھے۔انہوں نے اپنے فرزندوں میں سے ایک فرزند کو اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی بھیجا، جن کا اسم گرامی مولانا محمد سعدالدین ندوی ہے اور وہ اس وقت اپنے مذہبی تشخص کے ساتھ عصری ادارہ میں تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اس سے پہلے وہ تقریباً پندرہ تا بیس سال دبئی میں برسر روزگار رہے اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے بڑے معاون رہے اور جب مسجد فیضان، عارف کالونی اورنگ آباد کی تعمیر نو کا مرحلہ آیا تو بحیثیت صدر کمیٹی مسجد فیضان مولانا محمد سعدالدین ندوی صاحب نے اپنے والد مرحوم الحاج محمد زین العابدینؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس مسجد کی تعمیر کے لئے اپنی پوری قوت صرف کردی اور ایک خوش نما، خوش منظر، دیدہ زیب اور عظیم الشان مسجد وجود میں آ گئی۔

بالانگر تعلقہ پیٹھن ضلع اورنگ آباد کے خوش حال خانوادہ کے صاحب عزم و عزیمت فرد جناب عبدالقادر صاحب جو اپنی سیاسی شناخت بھی رکھتے تھے ان کو مخدوم مکرم نے ''منتری'' کے لقب سے نوازا تھا۔عبدالقادر صاحب نہایت منکسر المزاج، مرنجاں رنج اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔جامعہ اور بانی جامعہ سے ان کی عقیدت ووارفتگی ناقابل تحریر ہے۔ان کو جامعہ میں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ مستقل یہیں مقیم ہیں۔انہوں نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم دی اور وفات تک جامعہ سے اپنے قدیم تعلق کو برقرار رکھا اور جامعہ کی دامے درمے قدمے سخنے تعاون کرتے رہے۔کچھ دنوں کے لئے وہ قید و بند کی مشقتوں سے بھی دوچار ہوئے۔میں ہرسول جیل میں ایک بار دوران حراست ان سے ملاقات کے

لئے بھی حاضر ہوا تھا۔وہ اپنی خیریت واحوال کے بجائے جامعہ کے حالات پوچھتے رہے۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔وہ تادم زیست جامعہ کی مجلس عاملہ کے رکن رہے اور ان کے توسط سے آج کے بالانگر کے حضرات جامعہ سے بے پناہ تعلق رکھتے ہیں اور رابطہ کے اس اجلاس کے موقع پر انہوں نے جامعہ کا دل کھول کر تعاون بھی فرمایا۔

سبزی منڈی اورنگ آباد کے ساکن اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی مجلس عاملہ کے معزز رکن جناب منشی شیخ چاند صاحب کو کون نہیں جانتا۔نہایت سادہ اور دبلے پتلے لیکن عزم کے پکے اور جامعہ کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے والے، وہ تادم زیست جامعہ کی سبزی اور دیگر ضروریات کی تکمیل کرتے رہے اور ہمیشہ جامعہ کے لئے سینہ سپر رہے۔وہ اکثر جامعہ آتے اور جامعہ کے احوال وکوائف کی خبر لیتے۔ان کو جامعہ اور بانی جامعہ سے عشق کی حد تک محبت تھی۔اس جامعہ کی اہلیان سبزی منڈی کی باغبان برادری نے آغاز میں جتنی خدمت کی وہ تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے اور اس خدمت کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔منشی شیخ چاند صاحب کی محبت اور جامعہ کے لئے جاں گسل تڑپ کو دیکھ کر بانی جامعہ نے ان کو ''سرکار'' کے لقب سے نوازا تھا اور انھوں نے زندگی بھر اس خطاب کی لاج رکھی۔انشاء اللہ جامعہ کی خدمت کے صدقہ وصلہ میں اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن چاند جیسا چمکتا اور دمکتا پُرنور رخ زیبا عطا فرمائے گا اور اعلان ہوگا کہ اے سعید کے نور نظر تم آج بھی سرکار ہی ہو اور آج جامعہ کی خدمت کے طفیل تم کو قبائے نوری سے سرفراز کیا جائے گا۔شیخ چاند نہایت مخلص، ریا اور نام ونمود سے کوسوں دور، جامعہ کے لئے فصل بہاراں، بانی جامعہ کے لئے جشن نوروز اور طلبہ واساتذہ کے لئے باد بہاری اور نسیم جاں فزا تھے۔جب بھی جامعہ آتے

جامعہ کے لئے فرش راہ بن کر آتے اور دیدہ و دل فرش راہ کر دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ وہ صرف جامعہ کی خدمت اور طالبانِ علوم نبوت کی اشک شوئی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر دل میں امید کی بجلی کوند جاتی تھی اور محسوس ہوتا تھا کہ جامعہ بے یار و مددگار نہیں ہے۔ کچھ مخلصین ہیں جو اس جامعہ کے لئے سینہ سپر ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔

مرحوم ومغفور پروفیسر محمد قاسم راز سابق اولین مہتمم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے برادرخرد زین الدین صاحب کو بانی جامعہ ''علامہ'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ زین الدین صاحب ابھی باحیات ہیں اور ناندیڑ میں مقیم ہیں۔ وہ وہیں اسکول میں ہیڈ ماسٹر (صدر مدرس) تھے، وہیں سے ریٹائر ہوئے اور وہیں فروکش ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً اسّی سال کے قریب ہے۔ بانی جامعہ سے ان کی ملاقات کیا ہوئی کہ وہ فنافی التبلیغ ہوگئے اور آج بھی تبلیغ ودعوت ان کے لئے سامان زیست ہے۔ انہوں نے بانی جامعہ کے ساتھ بارہا تبلیغی و دعوتی اسفار کئے اور ہر حال میں بانی جامعہ کے لئے دست و بازو بن کر رہے۔ اس وقت وہ بانی جامعہ کے سفر وحضر کے حالات وواقعات کے لئے شاہد وامین ہیں اور وہ جب بھی بانی جامعہ کا تذکرہ کرتے ہیں آبدیدہ ہوجاتے ہیں اور قوت گویائی جواب دینے لگتی ہے۔ اللہ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور دعوت وتبلیغ کے لئے ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

اورنگ آباد میں سادات کا ایک خانوادہ ہے جو خلدآباد سے ہجرت کر کے اورنگ آباد میں فروکش ہوا۔ اس خانوادہ کے ایک فرد کا نام ہے سید عارف الدین، جو عارف کالونی

میں رہائش پذیر ہیں اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں تقریباً پچاس سالوں سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور دس سال سے زائد عرصہ تک جونا بازار عظیم کالونی کی قدیم مسجد بیگم جانی میں امامت کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔ نہایت کم گو، کم آمیز، راست گو، تملق و مداہنت سے کوسوں دور، ہر ایک کے خیر خواہ وغمگسار، مہمان نواز، مردم شناس، نباض، مرنجاں مرنج، ہنر پرور، خوش ذوق، پیکر صبر ورضا، مومن کامل، مزرع نفاق کے لئے شمشیر براں اور مجلس نفاق کے لئے شعلہ بداماں، بزم احباب میں زعفران زاری میں مصروف اور بزم اغیار میں مہر بلبی میں مشغول، پاکباز و پاک طینت، دل آئینہ کی طرح صاف وشفاف اور زبان پائینہ کی طرح بے گرد وغبار جس کا ساتھ ہوا عمر بھر نبھایا۔ کسی سے محو گفتگو ہوئے تو پوری شب گذار دی مگر قطع کلامی کے ذریعہ دل آزاری کو راہ نہیں دی۔ ان کو بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان صاحب نے ''سادات'' کے لقب سے نوازا تھا۔ حدیث شریف میں مومن کی فراست کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ محبّ گرامی جناب سید عارف الدین صاحب کے اس لقب سے ملقب ہونے کے بعد اس حدیث کی پنہائی اور پہنائی کے رازہائے سربستہ واشگاف ہوئے۔ کمال ہے اس ذاتِ والا تبار کا جس نے ایک نظر میں اس لولوئے آبدار کی شناخت کر لی اور کمال ہے اس شخصیت کا جو اس لقب کے صحیح مصداق قرار پانے کی آزمائش میں کھری اتری۔ سید عارف الدین صاحب نہ کوئی عالم دین ہیں اور نہ تحریر وتقریر کے میدان کے غازی بلکہ وہ تو اس قدر معصوم ہیں کہ بارگاہ دہم میں خواہش واصرار کے باوجود جب انھیں اذن باریابی کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تو انہوں نے بھی دوبارہ اس درعزت مآب پر دستک کی زحمت گوارا نہیں کی اور وہ

بارگاہ دہم سیدزادہ کے احترام میں برسوں تک در بام وا کیئے، ان کی آمد کی منتظر رہی لیکن اب اتنی فرصت کہاں تھی کہ اس صدائے بےکراں پر زبان لبیک کہتی ۔

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

صبر وشکیبائی کا مجسمہ' ابھی تک وہ منظر میرے سامنے ہے کہ ایک طرف نوخیز و نوجوان اکلوتے بیٹے ناصر کی وفات کا ناقابل برداشت، جاں گسل اور زہرہ گداز سانحہ ہے، اعزہ واحباء کی آنکھیں اشک بار ہیں اور دوسری طرف سید عارف الدین صاحب سوگواروں کو صبر کی تلقین فرما رہے ہیں، ایسے موقع پر بڑے بڑے اصحاب جبہ ودستار کے گریباں صبر کو میں نے تارتار ہوتے ہوئے دیکھا ہے لیکن عالم عالم حیرت واستعجاب میں غرق ہے کہ محتاج اشک شوئی دوسروں کی اشک شوئی میں مصروف ہے۔ نہ کہیں تقدیر کا گلہ، نہ کہیں شکایت یزداں، نہ غم وغصہ کا اظہار، نہ نالہ وشیون کی دراندازی، نہ فریاد وآہ کی آہٹ، اگر ایسا شخص اس لقب کا مستحق نہ ہوتو پھر کون ہوگا۔

پوری زندگی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی نذر کردی۔ بہ قدر کفاف ماہانہ یافت پر گذارا۔ نہ بالائی آمدنی اور نہ زیریں، پھر بھی چہرہ تفکرات سے پاک اور جبین عرق کی آلودگی سے مبرا، ملنے والوں سے چائے کی پیش کشی، اہل حاجت کی امداد میں پیش روی، نکتہ فہم اور بذلہ سنج، زبان غیبت اور یاوہ گوئی سے ناآشنا، دل کی طرح لباس میں شفافیت، سر پر ہمیشہ رامپوری کیپ، پیادہ پائی کے دلدادہ اور سائیکل سواری کے شوقین، پانچ لڑکیوں کے شفیق باپ اور نارسائی اور بےسروسامانی کے باوجود ہر لڑکی کی خدمت میں خوش منظر، خوش

نما، دیدہ زیب اور جدید طرز تعمیر کے فلیٹس کی پیش کشی، لیکن اس کے باوجود نہ کسی سے دریوزہ گری اور نہ کسی کے سامنے زنبیل گدائی کی پیش کشی۔ چادر کے مطابق پیر پھیلانے کے ہنر سے بہرہ ور اور قناعت کے گوہر آبدار کے جوہر شناس، لاکھوں اور کروڑوں میں ایک، زمین پر چلتا ہوا انسان نہیں فرشتہ، غم گساروں سے بڑھ کر غم گسار اور نکتہ سنجوں سے بڑھ کر نکتہ سنج، حباب نما دل میں بےکراں سمندر سمونے کے ہنر سے باخبر اور ''ایاز قدر خود بشناس'' کی حقیقت کا رمز آشنا، بازار ضمیر فروشاں میں خود گیری وخودگری اور خودنگری کا پیکر، استقلال اور صحبت ناجنساں کی حدود سے کنارہ کشی میں زر کامل عیار۔ اپنی ذات سے زیادہ دوسروں کے بہی خواہ بہترین ہمدم وہم نوا، نہ حیلہ ساز نہ کینہ پرور، نہ فریب دہندہ نہ فریب خورندہ صاف دل وپاکباز۔

تقریباً چالیس سال پر میرے اور ان کے تعلقات محیط ہیں لیکن اس طویل عرصہ میں، میں نے ان کے ظاہر وباطن کو یکساں پایا۔ اس دورنگی کے زمانہ میں ایسی شخصیت نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ اپنے نانا (فداہ ابی وامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نقش قدم پر چلنے والا نواسہ اپنے نانا کی نظر میں کس قدر محبوب ہوگا، اس راز کی نقاب کشائی کیا کسی قلم کے بس میں ہے، ناممکن! ناممکن!

لائق مبارکباد ہے وہ شخص جو اس لقب سے نوازا گیا اور قابل ستائش اور سزاوار صدآفریں ہے وہ شخصیت جس نے اس درشہوار کی شناخت کی ع

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

●●●

اخلاص وللّٰہیت کے پیکر

بانی جامعہ الحاج محمد سعید خانؒ

● مولانا محمد معزالدین فاروقی ندوی
صدر جمعیۃ علماء ضلع اورنگ آباد

جب سے میں نے ہوش سنبھالا اس وقت سے نانا محترم الحاج مولانا محمد سعید خان ابن محمد سکندر خان رحمۃ اللہ علیہ کے جونقوشِ حیات میرے لوحِ ذہن پر مرتسم ہیں ان کوقلم بند کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔

الحاج محمد سعید خانؒ انتہائی وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ جواُن کو دیکھتا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرہ پر عجیب نور رکھا تھا۔ابتدائی زمانہ میں آپ کی سکونت وقارآباد (آندھراپردیش) میں رہی۔لیکن آپ نے دعوت وتبلیغ کے لئے دواخانہ کی سرکاری نوکری کو خیر باد کہہ دیا۔والدہ محترمہ نے بتلایا کہ محترم والد صاحب اکثر اوقات دعوت وتبلیغ کے لئے سفر پر رہا کرتے تھے۔بہت کم گھر پر قیام رہتا تھا۔اکثر ان کے اوقات دینی ودعوتی اسفار میں گزرتے تھے۔

ان کو ہم نے جب بھی دیکھا قرآن کریم کے ساتھ گہرے ربط وتعلق کے ساتھ دیکھا۔ہمیشہ خالی اوقات میں تلاوت قرآن مجید فرمایا کرتے تھے۔ان کوتقریباً قرآن پاک حفظ تھا۔نانا محترم کی عصر تامغرب اورعشاء کے بعد روزانہ ہمارے گھر والدمحترم مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ کے ساتھ مجلس ہوتی تھی۔اس مجلس میں الحاج سید نعیم الدین

کنٹراکٹر سکریٹری جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم ، الحاج زین العابدین صاحب، الحاج شمشاد صاحب اورنورانی مسجد کے موذن بشیر بھائی اورکئی لوگ شرکت فرمایا کرتے تھے۔

نانا محترم کا اللہ تعالیٰ پرتوکل حد سے زیادہ تھا۔ ہماری چھ خالائیں تھیں۔سب کی شادی حضرت نانا جان نے دینداری کی بنیاد پرکی۔حدتو یہ ہوئی کہ ہماری شولاپور میں جوخالہ بیاہی گئی ہیں،ان کے شوہر سید شفیع منیار کونانا جان نے جماعت میں دیکھا تھااورصرف ان کی دینداری دیکھ کررشتہ کردیا۔نہ شولاپور میں ان کا گھر دیکھا،نہ کاروبار۔اسی توکل کا نتیجہ تھا کہ سب الحمدللہ بہت خوشحال زندگی گزاررہی ہیں۔

الحاج محمد سعید خانؒ کا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) اورقاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بہت گہراتعلق تھا۔جس وقت حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے پیام انسانیت کی بنیاد ڈالی۔اس وقت اورنگ آباد میں ایک پروگرام پیام انسانیت کا رکھا گیا۔تبلیغی جماعت کے احباب کی جانب سے ان کی ناپذیرائی دیکھ کرنانا محترم کے ایک تاریخی جملہ نے تمام تبلیغی احباب کویکسر خاموش کردیا۔انہوں نے کہا کہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ جس رنگ میں بھی آئیں ہمیں قبول و منظور ہیں۔

۱۹۵۹ء میں حضرت نانا جانؒ نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت حالات ناگفتہ بہ تھے۔سخت تنگی کا زمانہ تھا۔سائیکلوں پرغلہ جمع کیا جاتا تھا۔لوگوں کی کڑوی کسیلی برداشت کرکے کلی کلی کی آبیاری کی گئی۔ان کواس زمانہ میں بڑے مخلص رفقاء میسرآئے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے کام لینا چاہتا ہے تو

اسے اچھے اعوان و انصار عطا کر دیتا ہے۔ اس زمانہ میں خاص طور پر باغبان برادری نے نانا جان کا بڑا ساتھ دیا۔ چودھری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم بتلاتے تھے کہ ہم لوگ ٹوکریاں سر پر رکھ کر فروٹ بیچتے تھے۔ مدرسہ کی خدمت نے ہم کو سیٹھ بنا دیا۔

حضرت مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ نے کثرت سے دعوتی اسفار فرمائے۔ ہم لوگ جب بھی کسی گاؤں یا دیہات میں جاتے ہیں تو اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں جو بھی دین نظر آرہا ہے وہ سب محمد سعید خان صاحب کی دین ہے۔

والد محترم نے ایک بار ہمیں ایک واقعہ سنایا کہ بھوکردن کے ایک صاحب جو بھکن سیٹھ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ایک مرتبہ نانا جان کی جماعت وہاں گئی تو نانا جان کی ملاقات بھکن سیٹھ سے ہوئی۔ وہ زمانہ بھکن سیٹھ کی غربت کا زمانہ تھا، برے حالات تھے۔ ان سے نانا جان نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ سعید بھائی حالات ٹھیک نہیں ہے۔ بس ایک بھینس بچی تھی وہ بیچ کر آرہا ہوں۔ بس اس کی رقم سے گزر اوقات ہوگا۔ ہمارے نانا جان کا اللہ تعالیٰ پر اس قدر توکل تھا کہ ان سے کہا کہ چل اللہ کے راستے میں، سب حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ حالات میں ہی کام کرنے کا مزہ ہے۔ چنانچہ اسی وقت ان کو جماعت میں لے کر چلے گئے اور وہ جماعت سے واپس آئے اور اس کے بعد کاروبار شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا نوازا کہ وہ بھوکردن کے سب سے بڑے سیٹھ بن گئے۔

حضرت مولانا محمد سعید خانؒ نے تین حج فرمائے۔ پہلا حج پانی کے جہاز سے ہوا تھا۔ بقیہ دو ہوائی جہاز سے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت کا وقت لندن، فرانس و دیگر یوروپین ممالک میں صرف ہوا۔ حضرت والا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد شامل حال تھی۔

لندن میں سخت سردی کے زمانہ میں فالج کا اثر ہوا۔ وہاں مسجد سے ڈاکٹر کو فون کیا گیا۔ ڈاکٹر آیا اور ان کو ایک انجکشن لگایا۔ نانا جان کا بیان ہے کہ بس تھوڑی دیر میں ایسا لگا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا تھا۔ طبیعت بالکل بحال ہوگئی۔

ایک مرتبہ ماموں جان نے نانا سے درخواست کی کہ میں ملازمت کے لئے سعودیہ عرب جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ بیٹا اگر ہندوستان کا خدا اور ہے اور سعودیہ کا خدا اور ہے تو چلے جاؤ ورنہ جو خدا وہاں رزق دینے پر قادر ہے وہ یہاں بھی دے گا۔ ایسے کئی سینکڑوں واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ان کے توکل و یقین پر دلالت کرتے ہیں۔ حیدرآباد سے ایک سفر سے واپسی پر اپنی بیٹی کی شادی کے لئے کچھ سامان لا رہے تھے۔ ناندیڑ سے ایک صاحب سوار ہوئے اور انہوں نے کہا کہ سعید بھائی میری بیٹی کی شادی ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ نانا جان نے وہ سارا سامان جو اپنی بیٹی کے لئے خریدا تھا ان کو دے دیا اور اپنے ہاتھ کی گھڑی جو اُن کو ہدیہ میں ملی تھی وہ بھی ان کو دے دی۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کے وہ حقیقی مصداق تھے۔

الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کو والد محترم حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی سے گہرا تعلق تھا اور ان کی نگاہ جوہر شناس نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جامعہ کی نظامت سپرد فرمائی۔ ان کے سنہری دور میں جامعہ نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو رابطہ ادب اسلامی کے سب سے زیادہ سمینار کی میزبانی کا بھی شرف حاصل ہے۔

حضرت نانا جان کا جمعہ سے قبل جامع مسجد میں خطاب ہوا کرتا تھا۔ ہر خطاب میں

نئی نئی باتیں ہوتی تھیں۔ان کے اس خطاب کا سلسلہ تاحیات جاری رہا۔سن ۱۹۸۴ء میں نانی جان کا انتقال ہوا۔دونوں میاں بیوی میں ایسی ہم آہنگی تھی کہ بتلایا نہیں جاسکتا۔ہماری نانی جان صبر وشکر کی عظیم پیکر تھیں۔ہر حال میں انہوں نے نانا جان کا ساتھ دیا۔سمجھتا ہوں کہ حضرت کی کامیابی میں بہت بڑا کردار ہماری نانی جان کا تھا۔اگر وہ گھر کے حالات کو نہ سنبھالتیں تو شاید نانا جان کا اتنے اسفار کرنا ممکن نہ ہوتا۔ہماری نانی جان کی تدفین رات میں عمل میں آئی۔ہماری شولاپور والی خالہ شولاپور سے اورنگ آباد کے لئے نکل چکی تھیں اور ان کا بہت اصرار تھا کہ دیدار کے لئے تدفین میں عجلت نہ کی جائے لیکن نانا جان نے انتظار نہیں کیا کیونکہ حدیث پاک میں اس کام میں عجلت کی تاکید آئی ہے۔

حضرت نانا جان ناندیڑ کے دعوتی سفر پر تھے وہیں پر آپ پر بیماری کا حملہ ہوا اور وہاں سے حضرت کو ایمبولنس کے ذریعہ اورنگ آباد لایا گیا۔حضرت نانا جان اپنی بیماری کے زمانہ میں صبر واستقلال کے پیکر بنے رہے۔ہم لوگ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ان کے انتقال کے وقت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں زیر تعلیم تھا۔

راہ خدا کا مرد مجاہد چلا گیا
عزم جواں کا بربط خالد چلا گیا
روتی ہے سجدہ گاہ کہ عابد چلا گیا
دنیا سے رخ کو پھیر کے زاہد چلا گیا

حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کا اللہ تعالیٰ سے غیر معمولی تعلق تھا۔انہوں نے حق گوئی میں کبھی کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کی۔وہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ

الخالق کے مصداق تھے۔آج کا یہ سیمینار جس ہال میں منعقد ہو رہا ہے اس کے پیچھے حضرت نانا جان آرام فرما ہیں۔آج ہم عہد کریں کہ مولانا محمد سعید خانؒ اور مولانا محمد ریاض الدین فاروقیؒ کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کریں گے اور جس طرح ان حضرات نے تادم واپسیں دین کی خدمت کی اور ہمیں ایک متعین شاہ راہ پر چلنا سکھایا، ہم بھی اپنی آئندہ نسلوں کو پامردی وثابت قدمی کے ساتھ اسی صراط مستقیم پر چلانے کی کوشش کریں گے اور اپنی تمام تر خداداد صلاحیتیں یکسوئی کے ساتھ اس پر لگانے کی کوشش کریں گے اور اس جامعہ کو مزید ترقی کی راہ پر لاکر تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کی شمع فروزاں کو اور شرربار کریں گے تاکہ یہ جامعہ اور ترقی کرے اور پورے علاقہ کے لئے مینارۂ نور اور مشعل رشد وہدایت بنے۔

●●●

حضرت مولانا محمد سعید خانؒ ایک عظیم مصلح

● مولانا خلیل احمد ندوی نظامی

سابق ماہر کتبات ڈپارٹمنٹ آف آرکیالوجی اینڈ میوزیمس ،حیدرآباد

صالحین کے حالاتِ زندگی نقل کرنا دلوں کو ثبات بخشتا ہے **كذلك نقص عليك من أنباء الرسل مانثبت به فؤادك** (رسولوں کے خبروں میں سے ہرایک آپ سے بیان کرتے ہیں، جس سے آپ کا دل مضبوط کرتے ہیں۔) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ علماء کے واقعات اوران کے محاسن میرے نزدیک ڈھیر ساری فقہ سے بھی زیادہ محبوب ہیں، اس لئے کہ یہ نیک لوگوں کے اخلاق ومجاہدہ سے عبارت ہوتے ہیں۔ عظیم ہستیاں قدرت کی طرف سے سرچشمۂ حیات ہوتی ہیں۔ جب حالات بگڑنے لگتے ہیں تو باری تعالیٰ ان کی اصلاح کے لئے مصلح وحکیم کو بھیجتا ہے جن کی بھرپور کوششوں سے بندوں کو ہدایت ملتی ہے۔ یہی مخلص رہنماومہربان جانباز ملک وملت کی اصلاح وترقی کے میدان میں قیادت کرتے ہیں اورقوم کو مزید گمراہی اورقعرِ مذلت میں گرنے سے بچاتے ہیں اورمحسن ملت کہلاتے ہیں۔

برصغیر ہند کے عظیم رجال الفکر والدعوۃ میں مولانا محمد سعید خان صاحب بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا نام بھی آتا ہے۔آپ کی ولادت ۱۰/جون ۱۹۲۷ء کو حیدرآباد دکن میں ہوئی۔والدصاحب کا اسم گرامی محمد سکندر خان تھا،آپ کا سلسلہ نسب افغان پٹھان سے ملتا ہے جو مغلیہ دور میں ہندوستان آئے اور بعد میں نظام کے دور میں آپ کے آباءواجداد

فوج کے اعلیٰ عہدوں پرفائز رہے۔تعلیم یافتہ گھرانے سے آپ کا تعلق تھا۔عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے گریجویشن کی تکمیل کی۔مولانا مناظر احسن گیلانی جیسے نامور اساتذہ اورعلماء سے علمی اکتساب کیا۔خداداد قابلیت، ذہنی فراست اورمحنت وجدوجہد کے بل بوتے پرآپ شاداں وفرحاں بلند پروازی پرقائم رہے۔یہاں تک کہ حالات نے آپ کو شہراورنگ آباد پہنچادیا۔یہ ارمانوں کا شہر، اولیاء کی خلد بریں، یہ حق پرستوں کی بزم وفا، جہاں کی ہرشام شامِ مصراور ہرشب شبِ شیراز رہی، یہاں کے کوہ گراں میں نہرعنبری کی صورت میں جوئے حیات جاری رہی۔یہاں کے دشت ودریا بہشت بریں کا عکس رہے،اس کی سرشت پرعدل عمرؓ کی بھی چھاپ رہی اورحضرت معاویہؓ کی سیاست کا اثر بھی،حضرت اویسؒ کا تقوی بھی اور ہارون رشید کا دبدبہ بھی۔اس کی رفعت نے آسمانوں کی بھی سیر کی اورسمندر کی تہہ کی پستی سے بھی دوچار ہوئی۔تقسیم ہند اورسقوط حیدرآباد کے بعد یہاں کے مسلمانوں پرقیامت ٹوٹ پڑی۔ان کی تباہی ہلاکواور چنگیز خان کے ہاتھوں ممالک اسلامیہ کی غارت گری سے کچھ کم نہ تھی۔فسادات کے سلسلہ نے اورجانی ومالی نقصانات نے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا۔صدیوں سے جمی جمائی زندگی بکھر گئی۔ایسے وقت کوئی ایسا قائد نہیں تھا جو ملت کی رہنمائی کرے۔ساری شان وشوکت قصۂ پارینہ بنتی جارہی تھی،اس کی عظمت رفتہ کو پھر سے واپس لانے کے لئے جو ہستیاں آگے بڑھیں ان میں مولانا محمد سعید خان صاحب بھی تھے۔آپ نے اس علاقہ کی دینی قیادت اس وقت سنبھالی جب بے راہ روی اوردین بیزاری کے طوفان نے اس علاقہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔آپ نے اس علاقہ میں نئی روح پھونکی۔دیندارانہ ماحول کو پھر سے اجاگر کیا۔فیضان حق کا دریا بہا دیا اوراس علاقہ

کو دینی فضا سے نورانی بنا دیا۔سرزمین اورنگ آباد کو ناز ہے کہ اس سے کئی باکمال شخصیات جڑی ہوئی ہیں جن میں ایک نام مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کا بھی ہے جو اسم بامسمّی تھے۔ ان کی رگوں میں سعادت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔تمام اوصاف حمیدہ سے آراستہ، جنھوں نے لوگوں کو پھر سے صداقت کا عدالت کا اور شجاعت کا سبق پڑھایا۔نفاست و لطافت سے بھری طبیعت کے مالک تھے جو اُن سے ملتا خوش ہو جاتا۔کسی کی دل آزاری پسند نہیں کرتے۔بڑے ادب نواز،سخن فہم،اخلاق و کردار کے غازی،علماء کا احترام کرنے والے،بے شمار آیات واحادیث کے حافظ،بیانوں میں موتیوں کی طرح الفاظ کا سلسلہ رواں رہتا،کبھی کبھی زندہ دلی کا ایسا مظاہرہ کرتے کہ سننے والوں کا دل باغ باغ ہو جاتا۔

آپ اہم موضوعات اور سبق آموز واقعات سے عبرت و نصیحت کا مواد فراہم کرتے،عربوں کی دولت جو یورپ وامریکہ کے بینکوں میں جمع ہے،جس پر مغرب نے اپنا تسلط قائم رکھا ہے،اس کو ان کے پنجے سے نکالنے کی بات کرتے،حکمت عملی کے طور پر اس کو استعمال کرنے کا مشورہ دیتے،اس سے ان کی عالمی سیاست پر نظر،عربوں کی فکری زبوں حالی اور ملت اسلامیہ کے عمومی مسائل سے دلچسپی اور ان کے حل کی تلاش وجستجو کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ان کا ایقان تھا کہ اگر خلیجی ممالک مغربی ملکوں سے اپنا سرمایہ نکال دیں تو ان ممالک میں مالی بحران پیدا ہو سکتا ہے۔اس طرح کا اظہارِ خیال مولانا محمد سعید خان صاحب نے اس وقت کیا تھا جبکہ مالی بحران جیسی اصطلاح سے دنیا واقف بھی نہیں تھی۔ جس سے مغرب نے ماضی قریب میں خوب فائدہ اٹھایا۔یہ آپ کی دوراندیشی اور خداداد فکرونظر اور روحانی ارتقاء کا اثر تھا کہ عالمی سطح پر امت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے اس

کی نشاندہی بھی کرتے اور حکیمانہ طریقہ سے ان سے نمٹنے کی راہوں پر بھی روشنی ڈالتے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی حفاظت اور اس سے اپنے آپ کو مستحکم کرنے کی تلقین بھی فرماتے۔خدمت خلق کو سعادت اور امت کی بھلائی کے لئے اپنے آپ کو وقف کردینا سرمایۂ حیات سمجھتے تھے۔

آپ نے کئی تاریک دلوں میں روشنی پیدا کی۔بے راہ روی کے شکار نوجوانوں کو آسمانِ انسانیت کے چمکتے ستارے بنا دیا،تنکے کو توڑ کر بجلی کی قوت پیدا کی،آپ کی کوشش پیہم،مضبوط ارادے ملت کی فکر میں تڑپنے والی روح،حرکت وحرارت سے پُر زندگی،آپ کا جذبۂ ایمانی،حمیتِ اسلامی اور شخصیت کی ہمہ گیری نے اس علاقہ کے دینی وعلمی حالات کے بدلنے میں کلیدی رول ادا کیا۔یہاں کا چپہ چپہ اس کا چشم دید گواہ ہے۔آپ اپنے عقل و شعور،اخلاص واختصاص،اخلاق ورواداری اور ہمدردی وسلوک کی وجہ سے تعلیمی،تہذیبی، سماجی اور دینی حلقوں کے روح رواں بن گئے۔آپ کا مشن ملت کو راہ راست پر لانا، نوجوانوں کی زندگیاں بنانا،ملت کے مسائل وحقوق کے لئے جدوجہد کرنا اور امت کی فلاح وبہبود کے لئے تن من دھن کی بازی لگانا تھا۔آپ کے تمام منصوبے بھلائی وخیرخواہی کا مرقع تھے۔آپ جس کام کا بھی آغاز کرتے انجام تک پہنچاتے۔آپ کا نظریہ تھا کہ بارگاہ حق سے اس وقت تک اپنے مقصد برآری کی مانگ جاری رکھنا چاہئے جب تک کہ مراد بر نہ آئے یا جان جاں آفریں تک نہ پہنچ جائے۔قلبی بصیرت و روح کی لطافت اور ضمیر کی پاکیزگی کے ساتھ آپ بڑے خلیق،شفیق،شگفتہ مزاج،فرض شناس،مردم شناس اور بالغ نظر تھے۔آپ کی سوچ میں رفعت وگہرائی تھی۔مقصد کی لگن میں آپ کی بے چین طبیعت کو دیکھ

کر لگتا تھا کہ سستی وکاہلی آپ سے کوسوں دور رہے۔آپ ایک دم بھڑک اٹھنے یا بجھ جانے کو کامیابی قرار نہیں دیتے تھے۔آپ کی ساری زندگی، شب وروز کی کوششیں صرف اُسی ایک مرکز کے اردگرد گھومتی رہیں کہ امت قرآن وسنت پر آجائے۔زندگی ایک سفر ہے، اس سفر میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو لیتے کم اور دیتے زیادہ ہیں۔عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو، حالؔی ہو، شبلی ہو، غالبؔ ہو، اقبالؔ ہو، انہوں نے صفحۂ ہستی کو مالا مال کر دیا۔ اتنا دیا کہ علم و فضل کے خزانے بھر گئے۔اسی زمرے میں مولانا محمد سعید خان صاحب ہیں جنھوں نے قوم وملت کو بہت کچھ دیا۔

تبلیغی جماعت سے وابستگی کے بعد ابتدائی ایام میں تو ملازمت کے ساتھ جماعت کا کام انجام دیتے رہے۔اس کے بعد طارق ابن زیاد کی سنت کو زندہ کیا۔طب سے جڑی اپنی خدمت سے تعلق مستقل طور پر ختم کر دیا۔ملازمت سے خلاصی حاصل کرنے کے بعد پوری طرح جماعت سے جڑ گئے۔۱۹۴۴ء میں مولانا الیاسؒ کی وفات کے بعد جب جماعت کی باگ ڈور حضرت جی مولانا یوسفؒ نے سنبھالی، مرکز نظام الدین سے تقاضا ہوا کہ مولانا محمد سعید خان صاحب مرکز میں ہی قیام کریں تا کہ ان کی صلاحیتوں سے پوری امت فائدہ اٹھائے۔دہلی کی آب وہوا آپ کو راس نہیں آئی۔وہاں قیام کے دوران بیماری کا شکار ہوئے۔ بارہا تجربہ کے بعد معذرت خواہی کی، جس پر اورنگ آباد میں قیام کی اجازت مل گئی، اسی کے ساتھ اس خطہ کی تبلیغی سرگرمیاں اپنے عروج کو پہنچ گئیں۔ریاست مہاراشٹر کا عموماً اور علاقہ مراٹھواڑہ کا خصوصاً پوری طرح احاطہ کیا۔آپ کے تبلیغی دوروں کا ایک ہی مقصد ہوتا کہ عوام کی زندگی میں دین آجائے۔صحیح اسلامی طرزِ زندگی سے ان کو آگہی

ہو۔اللہ ورسولؐ کے احکام سے واقفیت ہو، خوشنودی رب حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔ چھ باتوں کا احیاء اکابرین کی ہدایت کے مطابق مقامی علاقائی اور ملکی سطح پر محنت کی راہوں کی تلاش اور اس کا عملی مظاہرہ ہو۔مولانا محمد سعید خان صاحب مساجد، محافل، تقاریب، بازار اور چوراہے، غرض اجتماعیت کے ہر موقع کو غنیمت جان کر اپنی بات رکھتے تھے۔

بیان ایسا ہوتا کہ ہر ایک بار بار سننا چاہتا، بیانوں میں حقائق زندگی کا اظہار، مقاصد حیات کی رہنمائی، احساسات و جذبات کی ترجمانی، فطرت انسانی کی عکاسی اور مناظر قدرت کی تصویر کشی آپ کے بیانات کا کمال ہوتے۔ان میں فرط جذبات سے اچھلتے مچلتے قلب کی کیفیت کا ذکر بھی ہوتا اور انسانیت کے رستے ہوئے زخموں کی آہ و بکا بھی۔ سکونِ دل کا اہتمام بھی ہوتا اور زمانہ کے وحشت و دہشت خیز ہنگاموں کا ذکر بھی۔شاہان وقت کا تذکرہ بھی ہوتا اور اپنے ہمعصروں کے کمالات کا آموختہ بھی۔ برائیوں کو دیکھ کر خاموش بیٹھنا آپ کو بالکل پسند نہ تھا۔ملکی، ملی و اسلامی دنیا کے حالات پر دردانگیز بیانات دیتے۔زمانے کے گزرتے لمحات پر طبع آزمائی کرتے، عہد رفتہ کی حقیقتوں پر روشنی ڈالتے، قومی یکجہتی کے لئے کوشاں رہتے، آپ کے بیانات ایک بیدار مغز شخص کے قلبی واردات کا عکس ہوتے۔بیان میں فلسفہ وتمدن کی باتیں بھی ہوتی اور قانون فطرت پر تبصرہ بھی۔عقل و فکر کا تذکرہ بھی ہوتا اور علم وحکمت کی گتھیاں بھی۔سیاسیات و معاشیات پر اظہار خیال بھی ہوتا اور تاریخ کے اوراق پریشان کی جھلک بھی۔ ادبی جمال، ثقافتی اقدار اور تہذیب و اخلاق کی رونق بھی ہوتی اور گلشن ہند کی باغ و بہار بھی، افرنگ کی دلکش صناعی بھی اور زندگی کے میلے بھی، الغرض میں نے جو کچھ دیکھا، سمجھا، پرکھا، جانچا اس کو بیان کیا۔آپ کے

بیانوں میں حقائق کی چمک، افادیت کا جوہر، مغربی علوم کے صنعتی انقلابات کی روحانیت کو روکنے والی صدائیں، تعمیر حیات کے نسخے، تسخیر کائنات کے گر اور اردو زبان کی بلند پروازی ہوتی، انداز دلچسپ اور آسان ایسا کہ بچہ بھی سمجھ لے۔ فن خطابت کے شہنشاہ تھے۔ رعب دار و دلکش چہرہ، پُر اثر قد و قامت۔ آپ صاحب وجاہت شخصیت کے مالک تھے۔ فن طب سے وابستگی کی بناء پر جسمانی بیماریوں سے واقفیت کے ساتھ روحانی عوارض کے نشیب و فراز سے بھی آگاہ تھے۔ اہل اللہ کی صحبت نے بہت کچھ عطیہ دے رکھا تھا۔ خانقاہی سر بلندیوں سے مزین تھے۔ ملک و بیرون ملک کے کئی علاقوں میں دینی نقل و حرکت کے تمام مدارج کا علم و تجربہ تھا۔ طبیعت میں سادگی، مزاج میں تحمل، گفتگو میں شیرینی، عادات میں نفاست اور فرائض میں انہماک کی وجہ سے ہر خاص و عام میں ہر دلعزیز و مقبول تھے۔

آپ کی بات میں کتاب اللہ، احادیث نبوی ﷺ اور اسلامی علوم کا خزانہ ہوتا۔ الٰہیات و اخلاقیات کے موتی بکھرے ہوتے۔ نماز پر بات ہوتی تو اس طرح کہ گویا بندہ مالک حقیقی کے سامنے ملاقات کے لئے کھڑا ہے۔ تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے تو بڑے بڑے علماء و مصلحین کے تذکروں سے بیان کا دامن بھر دیتے۔ حقوق و فرائض پر قوم کو ابھارتے، ہر بیان بلند خیال اور قوت تخلیق کا آئینہ ہوتا، اسلامی تاریخ و روایات کا ترجمان ہوتا۔ معاشرے کو درپیش مسائل کا حل پیش کرتے، دین کی کنجی سے دنیا کا دروازہ کھولنے کی صلاح دیتے، اپنی مدد آپ کرنے کا زرین اصول بتلاتے۔ عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کرنے کا سلیقہ سکھاتے۔ امت مسلمہ میں غیرت، خودداری، عزم و استقلال اور ہمت و حوصلہ کا جوہر بھرنا چاہتے۔ آپ ہر وقت اس فکر و کوشش میں رہتے کہ تبلیغ کے نام سے روشن

اس شمع کی روشنی دنیا کے کونے کونے تک پھیل جائے۔ آپ کی پُر اثر شخصیت کا حکومتی اداروں پر بھی اثر تھا، آپ کی بلند پروازی سے حکومت خائف رہتی۔ انہی حالات میں آپ کو سنت یوسفی بھی ادا کرنی پڑی۔ جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

آپ بہ نفس نفیس گشت میں حصہ لیتے اور عوامی ہجوم میں اونچی جگہ کھڑے ہو کر بیان شروع کرتے اور وہاں پر جمع پورے مجمع کو لے کر مسجد پہنچ جاتے۔ اس طرح ایک ایک وقت میں سینکڑوں کی تعداد میں اللہ کے بندوں کو مسجد لا کر ان کو دین سے جوڑتے۔ آپ کی محنت سے دینی مزاج رکھنے والوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ لادینیت کے طوفان کی زد میں آئے نوجوانوں کو آپ نے اللہ کے سامنے لا کھڑا کیا۔ آپ کا بیان اتنا پُر اثر ہوتا کہ تشکیل کے وقت جس پر نظر پڑتی وہ حسب مطالبہ جماعت میں نکلنے کے لئے تیار ہو جاتا۔ آپ کے ساتھ وقت لگانے کا لطف ہی الگ ہوتا۔ اطراف کے قدرتی ماحول، نباتات و جمادات کی گواہی کا اتنا یقین دلاتے کہ ذکر ہو یا تلاوت، ہر کوئی بلند آواز سے کرنے کی کوشش کرتا تاکہ ہر سننے والی چیز گواہ بنے۔ استفادہ و افادہ کا اہتمام ہوتا۔ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہتا، خصوصی خطاب و عمومی مواعظ کے ذریعہ دل و دماغ کی گرہوں کو کھولتے چلے جاتے۔ با جماعت تہجد کا اہتمام ہوتا۔ کئی بار ہم طلبہ کو جامع مسجد کی چھت پر لے جا کر وہاں با جماعت تہجد ادا کی۔ اورنگ آباد، مہاراشٹر یا ہندوستان کے کسی بھی شہر میں ہفتہ واری اجتماع کے دن آپ وہاں موجود ہوتے تو آپ ہی کا بیان ہوتا۔ مرکز نظام الدین میں ہوتے تو وہاں بھی یہی حال رہتا۔ آپ کا بیان سننے والوں میں اکابرین کے علاوہ مولانا ابو الحسن علی حسنی ندویؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ بھی بطورِ خاص بیان سننے ہی کے لئے مجمع میں

تشریف فرما رہتے۔

مراٹھواڑہ کے اس علاقہ میں تبلیغ کی محنت کے ساتھ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کا جو دوسرا بڑا کارنامہ ہے وہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا قیام ہے۔ جس کی وجہ سے اس علاقہ کے ہزاروں نوجوان دینی تعلیم اور علوم عربیہ اسلامیہ سے آراستہ ہورہے ہیں۔ یہ کام آسان نہیں تھا۔ اس چمنستانِ علم وعرفاں کو خون جگر سے سینچا، تب اس ہیکل علمی نے یہ شکل اختیار کی اور آج ایک وسیع خطہ اس مینارۂ علم کی روشنی سے جگمگا رہا ہے۔ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کاشف العلوم کے لئے ہمہ تن وقف تھے۔ اس کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی ایک ایک بوند آپ کی مرہون منت ہے۔ زندگی کے آخری مرحلے تک اس کو سہارا دیا۔ اس کے لئے اپنا آرام قربان کیا، اپنی ذات کو بھول کر اس کی نشو ونما کرتے رہے۔ ابتدائی جماعتوں میں پڑھنے والے طلبہ کو بلند پروازی کا سبق پڑھاتے، لاشعوری کے دور میں ان کے ذہن میں بار بار یہ بات بٹھانے کی کوشش کرتے کہ ان کو عالمی سطح پر کام کرنا ہے۔ مئے توحید کو لے کر صفت جام بھرنا ہے۔ عربی زبان میں ان سے کہلواتے کہ ہم تبلیغ کی شمع پوری دنیا میں روشن کریں گے۔ بانی جامعہ کی انہی فکروں کا اثر ہے کہ آج اس جامعہ کے فارغین نہ صرف اورنگ آباد مہاراشٹر بلکہ پورے ملک اور بیرون ملک میں علمی ودینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ کاشف العلوم کے فارغین وفیض یافتہ زندگی کے ہر شعبہ میں کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ سب اس بانی کی نیک نیتی اور تن من دھن کی بازی لگانے کا اثر ہے، جنھوں نے اس ادارہ کے سامنے اپنی ذات کی پرواہ نہیں کی، اپنے معاش کی پرواہ نہیں کی، اپنے زیر پرورش نفوس اور اہل خانہ کی پروانہ نہیں کی اور ملت کے نونہالوں اور

نوجوانوں کی زندگیاں بنانے میں لگے رہے اور علوم عربیہ اسلامیہ کی اشاعت وترویج کے لئے نت نئی راہیں تلاش کرتے رہے۔

اس راہ پر پیش قدمی کی پہلی منزل دارالعلوم بیڑ کا قیام ہے۔ ابتداء میں اس کا نام ریاض العلوم رکھا گیا تھا جو بعد میں دارالعلوم پڑ گیا۔ اس طرح اس علاقہ کے کئی دینی اداروں کی بنیاد ان ہی کی مرہون منت ہے۔ بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تبلیغی جماعت کی محنت کا اثر جس طرح میوات میں دیکھنے میں آتا ہے مراٹھواڑہ کا اس نقش قدم پر آگے بڑھنا مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی ابتدائی محنتوں کا پھل ہے، چاہے وہ تبلیغی نقل وحرکت کی شکل میں ہو یا دینی اداروں کے پھیلے ہوئے جال کی صورت میں۔ یہ سب آپ کی للّٰہیت اور قربانیوں کا ثبوت ہے کہ اللہ نے اس علاقہ کو اس قدر قبولیت عطا کی۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ کاشف العلوم کے طلبہ کی اکابرین امت سے ملاقات ہو۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ڈاکٹر رفیق زکریا اور دیگر مشاہیر علماء وماہرین تعلیم اور ملت کی عظیم شخصیات کو کئی بار کاشف العلوم لے کر آئے۔

زندگی کے آخری ایام میں جن حالات کا آپ نے مقابلہ کیا یہ ان کے ایمان و یقین کا کمال تھا کہ پائے استقامت میں جنبش نہیں آنے دی۔ ان دنوں میں بھی احقر کا ان سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ وہی جلال، وہی جمال، وہی قناعت، وہی توکل جو اللہ والوں کا ایسے وقت میں شیوہ رہتا ہے۔ امت کے دینی استحکام کی فکر آخری سانس تک ان کی سانسوں میں رچی بسی رہی۔ کاشف العلوم اور اس میں پڑھائے جانے والے نصاب کے بارے میں آخری وقت تک سوچتے رہتے تھے۔ فن تجوید اور قرأت سے استفادہ کی بات اس

وقت کی جب آدمی کسی اور دنیا کے لئے سوچتا ہے۔سعودی عرب سے اس کتاب کو لانے کے لئے احقر کو بطورِ خاص حکم دیا تھا۔حج کے موقع پر حرمین میں تین ماہ قیام کیا اور اس پوری مدت میں احرام پہنے رہے۔اس دوران اکثر ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

طالب علمانہ دور کے تو بے شمار واقعات ہیں، جن میں ان کی نظر کرم ہم پر رہی۔ ایک مرتبہ اشراق کی نماز کے بعد مسجد میں تشریف فرما تھے اور مجھے ان دنوں مسجد کی صفائی کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ میں اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو کر نکل رہا تھا کہ مجھے بلایا اور مجھے سامنے بٹھا کر کہنے لگے' اسلام ایک قلعہ ہے، عقیدہ اس کے بالا حصار پر ہے جس کو فرائض، واجبات، سنتیں، مستحبات اور نوافل کی فصیلوں سے گھیر دیا گیا۔شیطان کا حملہ سیدھا عقیدہ پر نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو بالا حصار پر ہے۔ وہ اس قلعہ کی آخری فصیل نوافل پر حملہ کرتا ہے۔ نوافل کا اہتمام کم ہو جائے تو مستحبات کی فصیل زد میں آتی ہے اس کو سر کر لیا تو سنتوں پر پیش قدمی ہوتی ہے پھر شیطان کی جرأت واجبات کو زندگی سے نکالنے تک بڑھ جاتی ہے۔اس کی اگلی اور آخری فصیل فرائض بھی جب شیطان کی زد میں آجاتے ہیں تو عقیدہ ختم کرنے میں اس کو دیر نہیں لگتی۔فرمایا اپنے ایمانی قلعے کی حفاظت کرنا ہے تو نوافل کا اہتمام لازمی کرو۔اسی طرح ایک بار اسی مقام پر اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کا تقابل کرتے ہوئے اسلام کا معاشی نظام سمجھایا۔اس عظیم مصلح اور دین کے شیدائی نے اپنی پوری زندگی اشاعت علم اور دین کی محنت میں گزار کر ۲۲؍جولائی ۱۹۹۰ء کو اس دارفانی کو الوداع کہا۔

هيهات لا يأتي الزمان بمثله

ان الزمان بمثله لبخيل

●●●

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ

اپنے کارناموں کی روشنی میں

(پیدائش ۱۰؍جون ۱۹۲۷ء وفات ۲۲؍جولائی ۱۹۹۰ء)

● ڈاکٹر محمد عبدالمقتدر عتیق

(لیکچرر اردو جونیئر کالج جالنہ)

مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔شہر اورنگ آباد کو انھوں نے اپنی دینی، دعوتی و تبلیغی مشن کا مرکز بنایا تھا۔وہ دین اسلام کی دعوتی، تبلیغی مشن کو اچھی طرح جانتے تھے۔وہ دعوتِ تبلیغ کی مرکزی بنیاد کو سمجھ کر اس کی اشاعت میں لگ گئے تھے۔وہ جانتے تھے کہ تبلیغی تحریک وہ تحریک ہے جس کا نشانہ فرد ہے۔ایک انسان کو اس کے رب سے جوڑنا ایک انسان کو آخرت میں کامیاب انجام کے قابل بنانا، یہ اس کا مقصد ہے۔تبلیغی تحریک کیا ہے؟ اللہ کے بندوں کا تعلق اللہ سے جوڑنا ہے۔تبلیغی تحریک نفسیاتی مفہوم میں انسان کی روح کو اس کا مرکز اور مرجع فراہم کرنے کی ایک کوشش ہے۔وہ انسان کو اللہ سے ملانے کی ایک مہم ہے۔تبلیغی تحریک رسول اللہ ﷺ کی اس تشخیص کی بنیاد پر کھڑی کی گئی ہے کہ ہر انسان کے جسم میں ایک عنصر ہے، وہ بگڑتا ہے تو سارا وجود بگڑتا ہے، وہ بنتا ہے تو سارا وجود بنتا ہے اور یہ عنصر انسان کا قلب ہے۔

اسی لئے مولانا محمد سعید خان نے اس دعوتی مشن کے لئے اورنگ آباد اور اس کے مضافات کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔مولانا چاہتے تھے کہ تبلیغ کی ساری کوشش یہ

ہے کہ وہ انسان کے اس مرکزی عنصر کی اصلاح کرے۔ان کی مراد دل (قلب) سے تھی۔ وہ کہتے تھے کہ اگر انسان کا قلب (دل) ہاتھ آ گیا تو گویا کارخانہ کا سوئچ بورڈ ہاتھ آ گیا۔اور اگر یہ ہاتھ نہیں آیا تو سب کچھ پا کر بھی گویا کچھ نہیں ملا۔شہر اورنگ آباد میں مولانا محمد سعید خان نے اپنی پوری طاقت وقوت لگا کر تبلیغ دین کے مشن کو جاری کیا۔دعوت وتبلیغ کے کام کو انھوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔وہ جانتے تھے کہ اسلام ایک پیغام الٰہی ہے اور اس پیغام کی حامل امت مسلمہ ہے۔مسلمان وہ جماعت ہے جو اللہ کی طرف سے ایک خاص پیغام لے کر دنیا میں آئی ہے۔اس پیغام کو قائم رکھنا اور اس کو پھیلانا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا، ایک مسلمان کی زندگی کا فریضہ ہے۔اس پیغام کے ماننے والوں کی ایک برادری ہے، ایک مکمل جماعت ہے، جس کے کچھ اصول اور کچھ حقوق ہیں۔یہی ان کی قومیت بھی ہے۔اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مسلمان قوم کا سب سے بڑا فرض اس پیغامِ الٰہی کی معرفت، اس کی بجا آوری، اس کی تعلیم، اس کی دعوت، اس کی اشاعت اور اس کے حلقہ بگوشوں کی ایک پوری برادری (جماعت) کا قیام اور اس کے حقوق بجالانا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ایک صدی کے اندر اندر اپنے اس فرض کو بھلادیا۔ہمارے سلاطین اور بادشاہوں نے ملک گیری اور کشور کشائی پر قناعت کی اور عیش وآرام اور جاگیر و خراج کی دولت کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیا۔علماء نے درس وتدریس کی زندگی پر اکتفا کیا۔درویشوں اور صوفیوں نے تسبیح وسجادہ کی آرائش پر بس کی اور زندگی کے کاروبار سے اپنے آپ کو الگ کرلیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ امت رہبری اور رہنمائی کے بغیر اپنے حال سے غافل ہوکر رہ گئی اور امت مسلمہ کی زندگی کی غرض وغایت اس کے سارے طبقوں سے مخفی ہوگئی۔

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں مولانا محمد سعید خان نے اس دور میں امت مسلمہ کو اپنا فرض منصبی یاد دلایا اور دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو انجام دینے کی ترغیب دی اور عوام الناس کو بہ بانگِ دہل یہ دعوت دی کہ ”اے مسلمانو! تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔اچھے کاموں کو بتاتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔“

مولانا نے عوام کو عام دعوت وتبلیغ کی طرف بلایا اور بتایا کہ تم ایسی امت مسلمہ ہو کہ وہ تمام عالم کی خدمت کرنے اور ان میں خیر کی دعوت اور معروف کی اشاعت اور منکر کی ممانعت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ایسی حالت میں اگر یہ امت اپنے اس فرض سے غفلت برتے تو وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے سے عاری رہے گی۔ہر زمانے میں امت مسلمہ پر یہ فرض کفایہ ہے کہ اس کی کچھ جماعت اسی کام میں لگی رہے اور اگر اس سے مسلمانوں نے پہلوتہی کی تو ساری امت مسلمہ گنہگار ٹھہرے گی اور اگر کچھ جماعتوں نے اس فرض کو انجام دیا تو یہ فرض پوری امت کی طرف سے ادا ہوجائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :”چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی رہے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتی رہے اور اچھے کاموں کی تعلیم دیتی رہے اور بری باتوں سے روکتی رہے اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔“ (آلِ عمران:۱۱۰)

گویا کہ پوری امت کی صلاح وفلاح اور علاج ومعالجہ کے لئے یہی جماعت ذمہ دار ٹھہرائی گئی ہے۔اس کے تین فرض قرار دیئے گئے :

☆ پوری امت مسلمہ بلکہ ساری انسانیت کو خیر کی دعوت

☆ معروف کی اشاعت

☆ منکر کی ممانعت

مولانا محمد سعید خان فرمایا کرتے تھے :

''جب تک اور جس نسبت سے امت کے اندر اس جماعت کے افراد رہے، یہ فریضہ پورا ہوتا رہا اور حدیث خیرالقرون کے مطابق جماعت صحابہؓ، جماعت تابعین، جماعت تبع تابعین کے بعد جماعت گھٹ کر 'افراد' رہ گئے۔''

میرا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ چونکہ جامع مسجد میرے مکان سے قریب واقع تھی۔ میں اور میرے چند دوست نماز پنجگانہ کے لئے جامع مسجد جایا کرتے تھے۔ اکثر جامع مسجد کے صحن میں کبھی حافظ عبدالستار، سابق امام جامع مسجد کی تلاوت سے جامع مسجد کے گنبد گونجتے تھے اور کبھی مولانا محمد سعید خان صاحب کے بیان کی دلنشینی ہمیں محفلِ دعوت کی طرف کھینچ لیتی تھی۔ ان کا دعوتی انداز بہت ہی خاص تھا۔ جامع مسجد کے پُر کیف ماحول میں وہ نہایت سنجیدگی سے وعظ ونصیحت کرتے تھے۔ بیان ایسا کرتے کہ سننے والا توجہ سے پوری بات سنتا چلا جاتا۔

جس وقت مولانا محمد سعید خان نے دعوت وتبلیغ کا کام اورنگ آباد میں شروع کیا، اس وقت یہاں بدعات کا زور وشور تھا لیکن اس ماحول میں بھی مولانا محمد سعید خان نے دعوت کے فرض منصبی کو نبھایا۔ گھر گھر جا کر لوگوں کو دعوت کی ذمہ داری سمجھائی۔ اس طرح آہستہ آہستہ شہر اورنگ آباد میں تبلیغی جماعت کا کام دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہا اور پھر رفتہ رفتہ وہ وقت بھی آیا، جب مولانا محمد سعید خان نے اورنگ آباد کی جامع مسجد میں دینی

تعلیم کی اشاعت وترویج کے لئے ۱۹۵۹ء میں ''کاشف العلوم'' کی بنیاد ڈالی جو آج بھی جامع مسجد کے احاطے میں جاری ہے۔

یہ وہ تاریخی جامع مسجد ہے، جس کی تعمیر ملک عنبر نے کی تھی اور توسیع وتکمیل حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ نے کروائی تھی۔ یہ سادہ مگر کشادہ مسجد باہر سے سپاٹ لگتی ہے۔ اس کے چھوٹے میناروں اور برجیوں سے شاہی شان وشوکت کا اظہار نہیں ہوتا مگر اس کی اندرونی کشادگی اور پُرسکون فضا دامن دل کو کھینچ لیتی ہے۔ محرابی اور کمانی چھت اور خوبصورت قالین سے ڈھکا فرش ہزاروں مسجدوں کا محرم راز ہے۔ صحن مسجد میں حوض اور اطراف صحن میں طالبانِ علومِ نبوت کے لئے بنے ہوئے اڑتالیس حجرے ہیں۔ ان ہی حجروں کی قطار میں کمرہ نمبر تین بھی ہے جہاں مشہور زمانہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین عمل میں آئی تھی جو آج بھی فقہ حنفی کا مستند اور گرانقدر سرمایہ ہے اور عرب دنیا میں فتاویٰ ہندیہ کے نام سے معروف ہے۔ اس اہم کام کی تکمیل حضرت اورنگ زیبؒ کے حکم سے علماء اور فقہاء کی ایک جماعت نے کی تھی جس کے سربراہ شیخ نظام الدین برہان پوری تھے۔ وہ مسلمانوں کو شریعت سے جوڑنے کی ایک منظم کوشش کی تھی جس میں حکمراں اور علماء شامل تھے۔ احاطہ مسجد کے مشرقی کنارے پر اس وقت مدرسہ کاشف العلوم کی جدید اور خوشنما عمارت ہے جو ایک ساتھ ماضی اور حال کا روحانی منظر نامہ سامنے لے آتی ہے۔

کاشف العلوم کی جس وقت بنیاد ڈالی گئی، اس وقت حالات انتہائی نامساعد تھے۔ اسباب کی دنیا میں نہ ان کے پاس افرادی قوت تھی اور نہ معاشی طاقت، لیکن ان کا عزم اس قدر بلند تھا کہ انھوں نے اُن چیزوں کی مطلق پرواہ نہ کی اور چند مخلصین کے سامنے پورے

جذبہ اخلاص سے اپنی اس نیت کا تذکرہ کیا اور اس کے لئے جامع مسجد کا انتخاب کیا۔ان کے جذبۂ اخلاص اور تڑپ کو دیکھ کر دینی جذبہ سے سرشار ہمدردوں نے دل وجان سے ان کی اس دعوت پر لبیک کہا اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی گئی اور پروفیسر محمد قاسم راز کے دورِ اہتمام کے بعد مولانا محمد ریاض الدین فاروقی کے طویل دورِ نظامت میں اخلاص کی بنیاد پر ڈالے گئے اس جامعہ نے کافی ترقی کی اور جامع مسجد جو بالکل ویران تھی اس جامعہ کی بدولت پُر رونق ہوگئی۔جامعہ کے اطراف میں بنے حجروں سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور ہندوستان کے عظیم علماء اور داعیانِ حق کی تشریف آوری سے اس جامعہ کا وقار بڑھا اور اس کی شہرت علاقۂ مراٹھواڑہ سے نکل کر پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔مولانا محمد سعید خان صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انھوں نے اس ادارے کی بنیاد کے ذریعہ جہالت کی ظلمت کو روشنی سے بدلنے کا اہم فریضہ انجام دیا اور اس پورے علاقے کو علم کی شمع فروزاں سے آشنا کیا۔اس ادارے سے ہزاروں کی تعداد میں علماء اور حفاظ نکلے اور ان فارغ التحصیل طلباء نے اپنے اپنے علاقوں میں مدارس اور شعبۂ حفظ کی بنیاد ڈالی۔اس وقت پورے علاقے میں جو بھی دینی مدارس قائم ہیں ان میں کاشف العلوم کا بڑا حصہ ہے۔مولانا محمد سعید خان صاحب کا بلند حوصلہ نہایت ہمہ گیر تھا۔آہستہ آہستہ ان کے اطراف ایسے لوگ جمع ہوتے گئے جنھوں نے ان کے مشن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اطراف واکناف سے بڑی تعداد میں طلباء اس ادارے کا رخ کرنے لگے۔اسی طرح عوام الناس میں دینی بیداری پیدا کرنے اور شرک وبدعات سے ان کو دور رکھنے کے لئے دعوت وتبلیغ کی بنیاد ڈالی۔اس کے لئے انھوں نے بے پناہ جدوجہد کی۔اس عظیم

مقصد کی خاطر ہر چیز کی بازی لگادی گویا وہ اس شعر کے مصداق تھے ؎

قفس میں مرغ بسمل کے تڑپنے میں مزہ کیا ہے
نکل جانِ حزیں ، اِس جسدِ خاکی میں دھرا کیا ہے

گاؤں گاؤں،قریہ قریہ انھوں نے پیادہ اسفار کئے۔ایک ایک شخص سے ملاقات کی اور ان کو میخانے سے مسجد تک لے آئے۔یہی افراد کارِ تبلیغ کے لئے بنیاد کے پتھر بنے۔ان کی کوششوں سے اورنگ آباد اور اس کے اطراف کا دلّی مرکز نظام الدین سے رابطہ بڑھا۔جماعتوں کے آنے جانے کا سلسلہ دراز ہوا اور لوگوں میں دینی شعور پیدا ہوا۔آج عوام الناس میں جو دینی بیداری نظر آتی ہے وہ مولانا محمد سعید خان کی کوششوں کا پرتو ہے۔وہ اپنی وفات تک انہی دونوں پودوں کو پانی سے نہیں بلکہ خونِ جگر سے سینچتے رہے۔اس سلسلے میں نہ انھوں نے اپنی صحت کی پرواہ کی اور نہ اپنے اہل خانہ کی معاشی حالت کی۔بس ایک ہی دھن تھی کہ علم کی جو شمع روشن کی گئی ہے وہ بجھنے نہ پائے اور عوام الناس میں دینی شعور پیدا کرنے کے لئے دعوت وتبلیغ کا جو سلسلہ قائم کیا گیا ہے اس کی لو مدھم نہ ہونے پائے۔آج ان کی وفات پر تقریباً بتیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور اس عرصے میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم ترقی کے بامِ عروج پر پہنچ چکا ہے اور مرکز دعوت وتبلیغ بھی ارتقاء کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

میں اس موقع پر اس جامعہ کے صدر حاجی عبدالجبار صاحب اور اس کے جنرل سکریٹری مولانا محمد رضوان صاحب ندوی اور ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی صاحب کو اس دو روزہ قومی سمینار کے انعقاد پر دل کی گہرائیوں سے

مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مولانا محمد سعید خان صاحب کا فیض اسی طرح جاری رہے اور ہم سب اس کی ترقی کے لئے کوشاں رہیں۔ میرا مشاہدہ ہے کہ مولانا محمد سعید خان صاحب کی ذہنی وفکری تربیت نے ایسے تاریک ماحول میں ایسی راہ نکالی جو ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ کارنامہ وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس کا اللہ پر توکل ہو، اور جس کا دل جذبۂ اخلاص سے مالا مال ہو، اور یہ دونوں چیزیں مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھیں، جن کا متعدد افراد سے میں نے تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔ اس سلسلہ میں میرے حقیقی پھوپھا ڈاکٹر عظمت اللہ حسینی نے دل و جان سے ان کا ساتھ دیا اور پرتور اور اس کے اطراف میں دعوت وتبلیغ کی افادیت اور اس کی روشنی کو عام کرنے کے سلسلے میں تن من دھن کی بازی لگادی۔ کئی خانوادے جو شرک و بدعات میں مبتلا تھے، ان کا رشتہ قرآن وحدیث سے جوڑا اور اُن کی دین کا داعی اور اسلام کا سپاہی بنایا اور انھوں نے اپنے فرزند ڈاکٹر سرتاج صاحب مرحوم کو خاص اس مشن کے لئے تیار کیا۔ ان کے اس لائق فرزند نے دعوت وتبلیغ کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کردی اور مسلمانوں کے دلوں میں خداترسی کی روشنی پیدا کی اور اپنے بچوں کو بھی دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اور آج مولانا سید سمیع اللہ ندوی، مولانا سید نصر اللہ حسینی سہیل ندوی، مولانا مفتی احسان ندوی، مولانا اظہر کاشفی اور مولانا سید عزیز ندوی اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور پوری تندہی کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیمات کی اشاعت اور دعوت وتبلیغ کے مشن سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ چند مثالیں ہیں ورنہ ایسے ہزاروں خاندان ہیں جو مولانا محمد سعید خان صاحب کی کوششوں سے راہِ راست پر آئے اور پھر اسی جادۂ مستقیم پر تاحیات ثابت قدم رہے۔

میں مولانا مرحوم کی تمام کاوشوں کو دل کی گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کرم کا معاملہ فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے پودوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے اور عام مسلمانوں کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ ان کی حفاظت کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہیں۔

اک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

•••

مجمع السعادات حضرت مولانا محمد سعید خانؒ

● عبدالعزیز بدوی بیتی نائے گانوی
مدرسہ انعام العلوم، نائے گاؤں اورنگ آباد

لفظ ''سعادت'' جب بھی ہم جیسے بے بضاعت، ناواقف فصاحت وبلاغت طالب علموں کے پڑھنے سننے میں آتا ہے تو معاً ایک معصوم سی تصویر اور قابل رشک وحسد معنی وتعبیر نگاہ خیال میں گردش کرنے لگ جاتی ہے، شاید لفظ ''سعادت'' ہی میں وہ جاذبیت اور حلاوت نیز کشش وطراوت خالق لغات وصانع لہجات نے بھردی ہے جس کی معنوی گہرائی تک پہنچنے میں دشواری یا مشقت کا سامنا تو درکنار مزید گہرائی وگیرائی تک رسائی کا اشتیاق انگڑائیاں لینے لگتا ہے۔

ہمارے ممدوح اس لحاظ سے جس مقام بلند اور مرتبۂ صدر شک پر فائز تھے اسے محض فیض خداوندی اور موہبت ربانی سے موسوم کیا جاسکتا ہے، بالکل جیسے کہا ہے کسی کہنے والے نے ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا   ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

یہ اس دور کی بات ہے جب علاقہ مرہٹواڑہ اور خصوصاً شہر نگاراں اورنگ آباد بدعات وخرافات رسوم وروایات، بے دینی ومنکرات میں نیز عقائد ومعاشرت کی خرابی وبگاڑ میں بہت دور نکل چکا تھا۔ اسلامی تہذیب کا امتیاز، وعبادات ومعاملات کی اصل اسلامی روح فنا ہو رہی تھی۔ تحریف شدہ اور منسوخ کردہ مذاہب سابقہ کی طرح اہل اسلام کے عقائد وایمانیات اور اخلاق وعادات مضحکہ خیز وحدت ادیان کا نمونہ بنتے چلے جارہے تھے کتاب

الٰہی سے صرف عقیدت وابستہ تھی بصیرت مفقود تھی۔ سنت رسول ﷺ کے نام پر محض میلاد شریف کی محفلیں، اہل بیت کرام کی محبت کا بھرم، تعزیہ اور جلوس محرم سے قائم تھا، عیسائیت کو جس طرح سبائیت نے لقمۂ تر بنالیا تھا اسلام کی حقیقت کو شیعیت وغیرہ نے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا۔ مساجد تو بے شمار وعالیشان تھیں مگر قبرستان کی طرح بالکل ویران تھیں، علم دین اور حفظ قرآن کا یہ حال تھا کہ عالم، فاضل، مفتی، قاری، پورے علاقہ میں ڈھونڈو تو نہ ملتا تھا، لاکھوں کی آبادی والے اس تاریخی شہر میں پورے ضلع سمیت ۲/عدد حافظ قرآن تھے۔ باقی تمام مساجد میں تراویح کی نماز اَلَمْ تَرَ (یعنی آخری دس سورتوں) سے پڑھی جاتی تھی۔ الغرض علم کا، دین کا، عقائد کا، عبادت کا، اخلاق ومعاشرت کا یہ ناگفتہ بہ عالم تھا اور پھر احساس ودرد رکھنے والے، احیاء دین ونشر واشاعت علم کی خاطر فکر کرنے والے بھی عنقاء و مفقود تھے۔ ایسے پرآشوب زمانہ میں جس شخصیت نے پوری جرأت ایمانی وغیرت اسلامی کے ساتھ علم اصلاح بلند کیا، دیوانہ وار محلوں اور دیہاتوں میں دورے اور گشت کئے۔ اطراف کے علاقوں کو اپنی محنت واصلاحی کوششوں کا میدان بنایا، وقتی طور پر ان ہی کے رنگ ڈھنگ اپنا کر کہیں گالیاں وبدتمیزیاں جھیل کر محفل میلاد قائم کرکے اور سبز لباس پہنے صوفی پیر کا عصا اٹھائے بڑے بڑے دانوں والی تسبیح زیب گردن کئے، اطراف دیہاتوں میں مسلسل آنا جانا اور پھر بتدریج حق بات کی دعوت دینا اور تبلیغ کرنا، یہ وہ مجاہدانہ کارنامے اور مجتہدانہ شان کے معرکے تھے جن کو مجمع السعادات حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ دیوانہ وار انجام دیا کرتے اور طول وطویل جدوجہد کے بعد جزوی فتح نصیب ہوتی، مگر اسلام کا یہ داعی اور اللہ کا یہ سپاہی مایوس نہ ہوتا۔

متعدد ثقہ راویوں سے راقم الحروف نے بار ہا سنا ہے کہ حضرت ممدوح ملازم سرکار تھے۔ دعوت دین کی خاطر اس ملازمت کو ترک کر دیا تھا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد سے بھی نوازا تھا جن میں سب بیٹیاں ہی بیٹیاں تھیں، روایت ہے کہ آپؒ نے اُمّ مریمؑ کی اور حضرت سیدنا زکریاؑ کی طرح اللہ تعالیٰ شانہٗ سے فرزند دلبند کے لئے دعا فرمایا اور پتہ نہیں کس خلوص اور الحاح وزاری کے ساتھ ربّ خالق وباری کے دربار میں گڑگڑائے، اور نذر مانی کہ اس نعمت کے شکرانہ کے طور پر میں ایک دارالعلوم قائم کروں گا۔ دعا اس شان کے ساتھ قبول ہوئی کہ اس بندۂ مخلص مجمع السعادات محمد سعید خانؒ کو جو بیٹا عطا ہوا وہ مولوی فاروق تھے۔

یہ علاقہ مہاراشٹر کا گہوارۂ علم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم گویا ان دونوں (سعید و فاروق) باپ بیٹوں کی برکت ہے۔

اب آیئے مقصد اصلی اور عنوان مذکور کی جانب! کہ ایک شخصیت ایک نام پھر یہ مجمع سعادات کیسے؟ کسی حکیم شاعر نے کہا تھا ؎

لیس علی الله بمستنكر

أن يجمع العالم في واحد

مولانا محمد سعید خان پر بلاشبہ لفظ واحد کا اطلاق ہوتا ہے مگر اللہ ذوالفضل العظیم نے اس واحد میں ان کے اخلاص ومجاہدات کے بے حساب سعادتوں برکتوں اور اجور و ثواب اور غیر منقطع صدقات جاریہ کے چشموں کو جمع فرمایا تھا کہ جمع الجمع اور جمع منتہی الجموع اور قیاسی غیر قیاسی موشگافیاں یہاں سب نامراد اور ناکام ہیں۔ "**واللہ یرزق من یشاء**

بغیر حساب '' اللہ رب العزت کے ان بے حساب عطایا میں سے ہم اپنی بضاعتِ کے اعتراف کے ساتھ بس چند وہ سعادت ذکر کریں گے جو ہمارے حساب سے "**واللہ یضاعف لمن یشاء** ،، کے قاعدہ کے تحت آتے ہیں۔

(۱) اللہ کریم نے اپنے ایک بندے کو '' سعید،، نام دیا اور سعادت کے کام عطا فرمائے، اس پورے علاقہ کے طول وعرض میں کوئی درسگاہ یا دینی ادارہ نہیں تھا۔ تاریخی جامع مسجد کے حجروں میں آپؒ نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی، چھ دہائیاں اس درسگاہ کے قیام پر گزر چکی ہیں اور بانی کا اخلاص ان کی نیک نیتی ہی ہے کہ ظاہری وباطنی ترقیات بلاتوقف جاری ہیں، سینکڑوں علماء ہزاروں حفاظ کرام اور لاتعداد ائمہ مساجد و معلمین مکاتب نیز داعیان دین نہ صرف علاقہ مرہٹواڑہ میں ہر طرف مصروف خدمت ہیں بلکہ صوبۂ مہاراشٹر سے آگے اس کا فیض بیکراں پہنچ چکا ہے۔

ندوۃ العلماء، دارالعلوم دیوبند، مفتاح العلوم جلال آباد، مظاہر العلوم سہارنپور، دارالسلام عمرآباد اور نہ جانے مدینہ یونیورسٹی تک یہاں سے فیض یافتہ طلباء کمند ڈالتے ہیں اور ان آسمانوں سے علم وحکمت کے ستارے توڑ لاتے ہیں۔ کتنے فرزندان جامعہ ادارے چلا رہے ہیں۔ یہ سب ممدوح موصوف کے حق میں صدقہ جاریہ ہیں۔

(۲) حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی جاری کردہ دعوت وتبلیغ کی جدوجہد کی برکات وانوار اور ثمرات ونتائج عالم آشکارا ہے۔ مگر آج سے چار دہائیاں پیشتر اس علاقہ میں اس کا نام لینا دشمنی وعداوت مول لینے کے مترادف تھا لیکن واقعی اللہ کی رحمتیں ہوں ان پر مولانا محمد سعید صاحبؒ (مجمع السعادت) کا ہی جگر تھا کہ فولادی عزائم اور سلیمانی حکمت کو

بروئے کار لاتے ہوئے آپؒ نے اس مقبول وبابرکت محنت کی بنیاد ڈالی۔

(۳) منعم حقیقی رب رحیم نے زبان میں وہ تاثیر دی تھی کہ دیہات کے پٹیل اور ناخواندہ بھی ایسے نرم پڑ گئے اور متاثر ہوئے کہ دلّی مرکز جماعت کی شکل میں جانے لگ گئے۔ جامع مسجد کے منبر پر تشریف رکھتے اور جمعہ میں ایسا عالمانہ خطاب فرماتے کہ حاضرین اثر قبول کئے بغیر نہ رہتے۔

(۴) فراست اللہ تعالیٰ نے غضب کی عطا فرمائی تھی راقم الحروف کے خسر محترم مولوی شمس الدین صاحب قریب کے ایک گاؤں میں امام ومعلم کی حیثیت سے کاشف العلوم کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔کم از کم پانچ سات دفعہ مختلف ملاقاتوں میں زار وقطار روتے ہوئے بیان کیا کہ سعید بھائی جیسا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ جب بھی کاشف العلوم آتا کئی وقتوں کے فاقہ سے ہوتا، کسی کو تنبہ نہ ہوتا۔ یہ سعید بھائی تھے کہ فوراً تاڑ لیتے اور حکم دیتے شمس الدین ''آ کھانا کھالے۔

یہ عظیم الشان جامعہ، دعوت وتبلیغ کا یہ روز افزوں کارنامہ، فراست ایمانی، کیا مجمع السعادات لقب کے لئے ناکافی ہے۔اور یہی وہ کمالات اور سعادات ہیں کہ حضرت مولانا علی میاں ندوی نوراللہ مرقدہ حضرت سعید بھائیؒ سے فرمایا کرتے تھے''خان صاحب! ندوہ تشریف لائیں اور طلباء کی تربیت کیا کریں۔''

●●●

مولانا محمد سعید خاںؒ: خاک دکن کا گوہر نایاب

● مولانا ڈاکٹر خلیل احمد ندوی

صدر شعبۂ عربی کوہ نور کالج خلد آباد

تاریخ عرب کا مشہور مصنف پروفیسر فلپ کے حتی (Prof. Philip K. Hitti.) اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتقال کے بعد عرب کی بنجر زمین گویا جادو کے ذریعہ نرسری میں تبدیل ہوگئی۔ ایسے ہیرو کی اتنی تعداد اور ان جیسی صفات کا حامل کہیں اور پایا جانا بہت مشکل ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں :

After the death of the Prophet, the sterile Arabia seems to have been converted as if by magic into ai nursery of heroes the like of whom both in number and quality is hard to find anywhere.
(Philip K Hitti, History of Arabs, 142)

اسلام کی آفاقی تعلیمات نے شخصیات کی تعمیر اور کردار سازی میں جو انقلابی رول ادا کیا ہے وہ تاریخ کے ہر دور کا ایک نمایاں باب ہے۔اسلام نے خدا جانے کتنے لوگوں کی زندگی کی کایا پلٹ دی اور نہ جانے کتنے دلوں میں ہلچل مچادی۔اسلام کی پوری تاریخ عبقری شخصیات سے پُر ہے۔علم واخلاق ،فکر وفلسفہ اور سیاست وحکومت کے ہر میدان میں ایسی بے شمار عالمی شخصیات پیدا ہوئیں جن کی نظیر کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔تابعین اور بعد کے ادوار میں عالم اسلام کے اندر کتنے عباقرہ، اکابر علماء وزعماء، محدثین ومفسرین اور مشہور مایہ ناز شخصیات پیدا ہوئیں۔ یہ یقیناً اسلام کی انہی انقلابی تعلیمات کی پیداوار تھیں اور ان کی زندگی میں حرکت وعمل کی انقلاب آفریں روح رہی تھی جو اسلام نے ہی ان میں پھونکی تھی

اور ان کی زندگی میں جس رفتار سے برقی لہر دوڑ رہی تھی اس کی سپلائی اسلام ہی کے پاور ہاؤس سے ہو رہی تھی۔

انیسویں اور بیسویں صدی کا عہد تاتاریوں کے فتنہ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے لئے سب سے سخت دور تھا۔ ان حالات میں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو ذہین و طباع ہونے کے ساتھ ساتھ فکر ارجمند اور دل دردمند بھی رکھتی ہو، اور قوم کی بے راہ روی اسے تڑپاتی اور بے قرار کرتی ہو۔ کیونکہ یہی بے قراری انسان کو ابتلاء وآزمائش کے خارزار میں آبلہ پائی پر آمادہ کرتی ہے۔ یہ بھی ضروری تھا کہ وہ شخص جوش اور ہوش کا آمیزہ ہو، دینی حمیت کے نشہ سے سرشار بھی ہو اور حکمت اور زمانہ شناسی کی صلاحیت سے بہرہ ور بھی۔ چنانچہ تاریخ کے ایسے نازک موڑ پر ان عبقری صلاحیتوں کی حامل شخصیت حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کی شکل میں پیدا ہوئی، جنھوں نے اپنی عمر عزیز کو دعوت وعزیمت کی دو سب سے اہم، جامع اور ثمر آور تحریکات سے وابستہ کیا۔ ایک تو حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی تحریک دعوت وتبلیغ سے اور دوسری حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحریک مدارس سے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب نے عوام کی ضلالت وگمراہی کو نہایت قریب سے دیکھا تھا۔ آپ نے قلب ونگاہ سے یہ محسوس کرلیا تھا کہ اگر ان بدعات وخرافات کا فوری سدباب نہ کیا گیا تو وہ دن دور نہیں جب امت مسلمہ معاذ اللہ بہ رضا ورغبت کفر والحاد کو گلے لگالے گی، اس لئے آپ نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے تبلیغی جماعت کو اس علاقے میں متعارف کرایا بلکہ اس کی بنیادوں کو بھی خون جگر سے سینچا۔ ''مشتے نمونے از خروارے'' ذیل میں آپ کی قربانیوں کے چند تذکرے پیش ہیں۔

اقبال بھائی (تاجر نظام آباد) نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی دیہات میں جماعت کے ساتھ گئے، مقامی لوگوں نے مسجد سے باہر کردیا۔ باہر درخت کی چھاؤں میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری کیا۔ وہ بھی گاؤں والوں کو برداشت نہ ہوا اور فوری وہاں سے بھی چلے جانے کے لئے کہا۔ حضرت مولانا نے صرف تھوڑا وقت مانگا کہ چولھے پر جو کھانا تیار ہو رہا تھا وہ تیار ہو جائے لیکن اس ناعاقبت اندیش شخص نے ایک نہ سنی اور اس گرم برتن کو مولانا کے سر پر رکھ دیا۔ قربان جائیے مولانا کے صبر وضبط اور ایثار وقربانی کو کہ آپ نے اُف تک نہ کی اور اس سے قبل کہ آپ کے قدموں میں لرزش آتی، اس ظالم کا دل لرز گیا اور فوراً مولانا سے معافی مانگی۔ اسی طرح حسن خان صاحب عرف شبیر صاحب (موظف مولانا آزاد کالج) اپنے رشتہ ازدواج کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ رشتہ جب طئے پاچکا تو حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب نے اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ ہمارا تو افریقہ کا دعوتی سفر ہے تم عقد کرادینا۔

بستر مرگ پر آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ مرحوم افتخار صاحب سابق امیر ضلع نظام آباد وہیں موجود تھے۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا ایک خواہش پوری نہ ہوسکی۔ وہ خواہش نہ بچوں کی شادی کی تھی نہ مال ومنال کا حصول تھا۔ وہ خواہش تھی برازیل کے دعوتی وتبلیغی سفر کی۔ اس زمانے میں برازیل سے کفر والحاد کی بہت خبریں آرہی تھیں اور مولانا کی یہ دلی خواہش تھی کہ اس علاقے میں دعوتی سفر کیا جائے۔

حضرت مولانا عوام الناس کی اصلاح کے لئے جس دوسری تحریک سے وابستہ ہوئے وہ مولانا محمد قاسم نانا توی کی تحریک مدارس تھی۔ اس نہج پر آپ نے علم وفن کے

گہوارے اور علماء و ادباء کی آماجگاہ اورنگ آباد کی تاریخی جامع مسجد میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی۔حضرت مولانا مرحوم نے اپنے خداداد ذہن کے ذریعہ اس علمی درسگاہ کی ترقی اور نوجوان نسل کی تربیت کے لئے اپنا خونِ جگر اور اپنی عمر کی بازی لگائی مگر اپنی درسگاہ کی عظمت کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔مرحوم جہد مسلسل، سعی مربوط، کاوش بسیار، مجسم کردار، سراپا لگن کی مکمل تصویر تھے جو بڑھاپے میں تھکن سے آشنا نہ ہو، اس کی جوانی اور عہد شباب کی فکری سلوٹوں کا کیا عالم ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ جب کبھی آپ کی حیات جاوداں پر نظر جاتی ہے تو دل بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ''خاشاک راہبیں بر دل دریا گذر کند'' کہنے کو کمزور خاشاک ہے لیکن سمندروں کے دل پر حکمراں ہے۔اپنی کل حیات مستعار میں آپ نے جتنے نشیب وفراز دیکھے سب کو اپنی حکمت عملی سے رام کیا اور نوجوان نسل کو عملاً بتا دیا کہ مسائل شکایتوں سے نہیں خاموش اور بے لوث حوصلوں سے حل ہوتے ہیں۔مولانا کی زندگی تو کارناموں کی ایک مرصع تاریخ ہے لیکن جو کارنامے گردشِ ایام کے ساتھ صفحۂ دہر پر نقش رہنے والے ہیں ان میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا قیام مرحوم کی زندگی کا تاریخی کارنامہ ہے، جس کی شریانوں میں مولانا کے افکار، روشن ضمیری، فعال زندگی، خون دل، شان بے نیازی اور والہانہ محبت کو دیکھا جا سکتا ہے۔اسی کا طفیل ہے کہ آج جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک مثالی شاخ ہے جہاں کے علماء وفضلاء نے ہند تو کجا بیرون ہند بھی قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کر رکھے ہیں۔

اب ہم نیازمندوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم خون دل سے سینچے گئے اس خانہ خس وخاشاک کو طوفان وحوادث سے بچانے کے لئے سرگرم اور ان کی بتائی ہوئی ایثار وقربانی کی

شاہ پر چلتے رہیں۔ہم لوگ خوش نصیب ہیں کہ ان بزرگوں نے شاہراہ ترقی تعمیر کردی ہے اب دانائی اور عشق ومحبت یہ ہے کہ ہم اس پر چل کر حق شناسی کے فرض سے بھی سبکدوش ہوں اور شاگردی کا عظیم بار بھی اٹھا سکیں۔خدا مولانا کے درجات بلند فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

•••

الحاج مولانا محمد سعید خان: حیات وخدمات

● مولانا محمد شمشاد ندوی

استاذ جامعۃ الہدایہ جے پور (راجستھان)

مہاراشٹر کی عظیم وقدیم دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے بانی حضرت الحاج مولانا محمد سعید خانؒ ان باکمال وعبقری ہستیوں میں ہیں جن کے تذکرہ کے بغیر مراٹھواڑہ کی دینی وملی تاریخ نامکمل ہے۔ اللہ رب العزت نے ان کو ایک ایسے ادارہ کی بنیاد کی سعادت عطا فرمائی، جس کی خدمات کا دائرہ وسیع بھی ہے اور متنوع بھی۔ جس کا فیض ہندو بیرون ہند پہنچ چکا ہے۔ جامعہ روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ جامعہ تاریخی مسجد کے احاطہ میں قائم ہوا، جس کے اطراف بے شمار کمرے ہیں۔ میں نے جامعہ کے علمی ماحول اور باکمال اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا اور جامعہ کے نظام ونصاب سے ہی نہیں استفادہ کیا بلکہ بانی جامعہ الحاج مولانا محمد سعید خان صاحب سے شرف ملاقات مجھے حاصل ہے اور مجھے وہ دن بھی یاد ہے جب علم وعمل کا آفتاب ہمیشہ کے لئے ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ امت مسلمہ ایک باکمال وپُرفیض شخصیت سے محروم ہوگئی۔

حاصل رہا ہے مجھ کو ملاقات کا شرف
مٹی کا ایک چراغ تھا سورج سے فیضیاب

الحاج مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد میں جب ادارہ کے قیام کا عزم مصمم کرلیا تو انھیں کئی رکاوٹوں ومخالفتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا اس وقت جامع مسجد کے

اطراف کے کمروں پر لوگ قابض تھے۔ دھیرے دھیرے حکمت عملی وتدبر سے ان کمروں کو خالی کرایا۔ میں نے خود دو کمروں کو غیروں کے قبضہ میں دیکھا۔ جامعہ مرٹھواڑہ کا اولین اسلامی ودینی ادارہ ہے جس کی ضرورت اس دور میں شدت سے محسوس کی جارہی تھی۔ جب ملک آزاد ہی ہوا تھا اور پولس ایکشن سے خوف کا ماحول طاری تھا۔ بربریت وسفاکیت، قتل وخونریزی اور خوف وبے بسی کے عالم میں لوگ ارتداد کے شکار ہورہے تھے۔ بلکہ ملک سے ہجرت بھی کررہے تھے۔ بدعات، خرافات اور مشرکانہ وباطلانہ نظریات سے مسلمان متاثر ہورہے تھے۔ عیسائی مشنری اور کئی تنظیموں کے دام فریب میں آرہے تھے۔ ان حالات میں مولانا محمد سعید خانؒ نے مدرسہ قائم کیا۔

ولادت اور خاندانی پس منظر :

بانی جامعہ الحاج مولانا محمد سعید خان صاحب کی ولادت ۱۰/ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۰/جون ۱۹۲۷ء حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت ایسے ماحول میں ہوئی جہاں دینی وعصری تعلیم اور فن سپاہ گری کا ماحول تھا۔ جدامجد فوج کے اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے اور والد ماجد محمد سکندر خان بھی فوج کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوکر اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام حیات بی تھا جو دیندار اور صوم وصلوۃ کی پابند تھیں۔ آپ کے دو بھائی محمد صدیق خان اور محمد عمر خان تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب افغان کے مشہور قبیلہ یوسف زئی سے جاملتا ہے۔ ان کے جدامجد ۱۸۵۷ء کے بعد حیدرآباد گنٹور سکونت پذیر ہوگئے تھے لیکن اللہ رب العزت نے الحاج مولانا محمد سعید خان صاحب کو ایک عظیم کام کے لئے اورنگ آباد بھیجا۔

تعلیم :

الحاج مولانا محمد سعید خان کی علوم دینیہ وعلوم عصریہ کی تحصیل ماہرین علوم وفنون اساتذہ کرام سے کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں مولانا عبدالغفور صاحب موصلی اور حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی سرفہرست ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو ۲۳؍ پارے حفظ قرآن کریم کی سعادت سے سرفراز فرمایا اور علوم وفنون کی تحصیل کے بعد آپ نے ۱۹۵۳ء میں اورنگ آباد کا رخ کیا اور چند سالوں تک میڈیکل ہاسپٹل میں اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ میں ملازمت اختیار کی۔

دعوت دین اور دینی سرگرمیوں میں انہماک :

الحاج مولانا محمد سعید خان علوم دینیہ وعصریہ کے جامع تھے اور کئی زبانوں پر ان کو عبور حاصل تھا۔ دعوت وتبلیغ سے وابستگی کے بعد ملک کے مختلف صوبوں خصوصیت سے مراٹھواڑہ میں علمی، دینی، دعوتی اور فلاحی خدمات انجام دیں۔ مساجد کو آباد کرنے اور نئی مساجد کی تعمیر کے لئے جدوجہد کی۔ معاشرہ کی اصلاح اور بدعات وخرافات کے خاتمہ کے لئے ہرممکن قدم اٹھایا۔ آپ نے کئی ملکوں سعودی عرب، انگلینڈ، فرانس، آسٹریلیا اور بلجیم وغیرہ کے دعوتی اسفار کئے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو تین مرتبہ حج کی سعادت سے بھی سرفراز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل سلیم اور دین کی سمجھ وافر مقدار میں عطا فرمائی۔ آپ کی گفتگو میں سلاست وروانی تھی۔ آپ اپنی بات مؤثر انداز میں رکھتے اور دلوں کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوتے تھے۔ آپ کی بات میں بہت قوت وتاثیر ہوتی تھی۔ اس لئے کہ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور حضرت مولانا منظور نعمانیؒ ان کے دعوتی مزاج اور دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں ان کی کوششوں کو سراہتے تھے۔ مولانا محمد سعید خان کا بیان دہلی مرکز میں بھی ہوتا اور کبھی لکھنؤ میں ہوتا اور کبھی مراٹھواڑہ کے اضلاع میں ہوتا اور جامع مسجد اورنگ آباد اور دیگر مساجد میں اکثر بیان ہوتا۔ آپ کا جہاں کہیں دعوتی سفر ہوتا آپ کا دلنشین ومؤثر بیان ضرور ہوتا اور ہزاروں سینے منور ہوجاتے اور لوگ راہِ راست پر آجاتے تھے۔ آپ کے ذریعہ دینی بیداری آئی اور بدعات وخرافات کا خاتمہ ہوا۔ ۱۹۵۹ء میں شہر اورنگ آباد میں آپ ہی کی کوششوں سے پہلا تبلیغی اجتماع ہوا اور بہت کامیاب ہوا اور کئی جماعتیں نکلیں۔

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کی تاسیس :

الحاج مولانا محمد سعید خان صاحب نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو یکم شوال المکرّم ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۹؍ اپریل ۱۹۵۹ء میں تاریخی جامع مسجد کے احاطہ میں اورنگ زیبؒ کے تعمیر کردہ کمروں میں قائم کیا، جس کی تاریخ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ ملک عنبر نے جامع مسجد اورنگ آباد کی تعمیر ۱۰۲۳ھ مطابق ۱۵۶۱ء میں کی۔ بعد میں اورنگ زیب عالمگیر نے اس میں توسیع کی اور پچاس کمانوں پر مشتمل جامع مسجد بہت کشادہ ہوگئی اور اس کے اطراف میں اورنگ زیب عالمگیر نے کمرے تعمیر کرائے۔ فتاوی عالمگیری کی ترتیب وتدوین یہیں ہوئی۔ علماء کرام مفتیان اور اسلامی قوانین کے ماہرین نے اس کو مرتب کیا اور اورنگ زیب عالمگیر کمرہ نمبر تین میں بیٹھ کر اسی کی مراجعت فرماتے تھے۔ سالہا سال کی عرق ریزی اور تحقیق وجستجو کے بعد فتاوی عالمگیر کی ترتیب وتدوین پایۂ تکمیل کو

پہنچی ۔آج بھی فتاوی عالمگیری کو مرجع کی حیثیت حاصل ہے اور جامع مسجد اورنگ آباد اور اس کے اطراف کمروں میں عبادت، ذکر وتلاوت، علم وتحقیق اور سیادت وقیادت گویا سارے امور یہاں انجام پاتے تھے اور مسجد نبوی کے طرز پر جامع مسجد اورنگ آباد کا نظام تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا ،اورنگ زیب سچے عاشق رسول ﷺ تھے ۔ وہ بادشاہ ہو کر بھی فقیرانہ زندگی گذارتے تھے اور اسلامی احکام پر خود عمل پیرا تھے اور ملک میں بھی اسلامی احکام نافذ تھے۔

جامعہ کی انتظامیہ نے اسی جامع مسجد کے اطراف میں بتدریج تعمیری کام کا سلسلہ شروع کیا اور اب یہاں کئی عالیشان و پُرشکوہ عمارتیں مختلف شعبہ جات کے لئے تعمیر ہو چکی ہیں ۔۱۹۷۲ء میں اس جامعہ کا الحاق دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ہوا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ اس جامعہ کے سرپرست اعلیٰ رہے۔ ان کے وصال کے بعد مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم سرپرست رہے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اساتذہ کرام کی توجہ جامعہ کو حاصل رہی ۔ الحمدللہ! ندوۃ العلماء لکھنؤ کی شاخوں میں اس جامعہ کو خصوصی مقام حاصل ہے۔

الحمدللہ !رابطہ ادب اسلامی کے چھٹے سمینار کی میزبانی کا شرف جامعہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ علماء کرام و دانشوران اور مصنفین و مضامین نگاروں سے شرف ملاقات اور استفادہ کے مواقع اساتذہ کرام ،طلبہ جامعہ اور عمائدین شہر اورنگ آباد کو میسر آئے ہیں ۔ یہ جامعہ ہی کی وجہ سے ممکن ہو سکا ہے۔

الحاج مولانا محمد سعید خان صاحب نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کی

تاسیس ان حالات میں رکھی جب انگریزوں کی ظالمانہ حکومت سے آزادی حاصل ہوئی تھی ۔تقسیم ہند کے بعد ملک مسلمانوں کے خوں سے لالہ زار ہو چکی تھی ۔ مایوسی و بے بسی، خوف و ہراس اور ارتداد کی فضا عام ہو چکی تھی اور بے دینی و بے حیائی اور شرک و بدعات اور رسم ورواج کا بول بالا تھا۔ بانی جامعہ نے اس ماحول سے امت کو نکالنے کی کئی کوششیں کیں، ان میں ایک جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا قیام بھی ہے۔

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم ایک ایسے شہر میں قائم ہے جس کی تاریخی، ادبی اور دینی خدمات مسلم ہیں ۔اس شہر کو اورنگ زیب رحمۃ اللہ سے نسبت حاصل ہے۔اورنگ آباذ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے نام سے موسوم ہے۔ ولؔی دکنی، سراؔج اورنگ آبادی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی جائے پیدائش ہونے کا شرف حاصل ہے۔اس شہر میں باکمال علماء کرام، صلحاء وفقہاء، ادباء وشعراء اور ماہرین علوم وفنون کا اورنگ آباد مسکن رہا ہے۔ اسی خاک میں کیسے کیسے آسمان علم و ادب مدفون ہیں ۔ اورنگ آباد اور اطراف میں تاریخی مقامات ہونے کی وجہ سے پوری دنیا سے سیاحوں کی آمد ہوتی رہتی ہے۔تاریخی مقامات میں اجنتا کے غار، ایلورہ کے غار، بی بی کا مقبرہ، پن چکی اور اورنگ زیب اور ملک عنبر کے ہاتھوں تعمیر شدہ جامع مسجد ہے۔ اسی شہر کے قریب خلد آباد واقع ہے جس کو صوفیاء کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ آج بھی زرزری زربخشؒ ، شیخ برہان الدین غریب چشتیؒ اور شیخ زین الدین شیرازیؒ کے مزارات مرجع خلائق ہیں اور ان کے علاوہ سلطنت مغلیہ کے عظیم فرمانروا محی الدین محمد اورنگ زیب اور ان کے بھروسہ مند جرنیل اور بعد ازاں ریاست حیدر آباد کے بانی میر قمر الدین بھی خلد آباد میں ہی مدفون ہیں ۔ یہ بات مشہور ہے کہ خلد آباد میں پندرہ سو

بزرگوں کی قبریں ہیں۔اورنگ آباد میں کئی بڑے تعلیمی ادارے ہیں اور کئی اردو اخبارات بھی شائع ہوتے ہیں۔اسی شہر کو حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحب نے اپنی علمی، دعوتی، تعلیمی خدمات کا مرکز بنایا۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم قائم کر کے ملت اسلامیہ پر عظیم احسان کیا اور حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ کو نظامت اور حضرت مولانا مجیب الدین صاحب قاسمیؒ کو اہتمام کے عہدے پر فائز کیا اور اپنے محبین و معاونین خصوصیت سے حاجی محمد عثمان صاحب ، الحاج نور محمد صاحب، حاجی عبدالعزیز صاحب، حاجی عبدالغنی پٹیل صاحب، شیخ عبدالحبیب صاحب،عبدالقادر منتری صاحب،عبدالرزاق لاری صاحب، جناب امام الدین ٹاکلی وغیرہ کی مدد و تعاون سے ادارہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔جامعہ کو اچھے معاونین کے ساتھ مخلص و باصلاحیت اساتذہ کرام کا بھرپور تعاون حاصل ہوا۔اب موجودہ انتظامیہ اور اساتذہ کرام، جامعہ اور اس کے زیر انتظام مدارس و ادارے کو ترقی سے ہمکنار کرنے کے لئے جہد مسلسل کر رہے ہیں۔

بانی جامعہ قوموں کی تاریخ سے بخوبی واقف تھے۔اسپین کے حالات اور ملک ہندوستان کی تاریخ اور سخت گیر ہندو تنظیموں کے نظریات وخیالات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ ہندوستان میں مساجد و مدارس اسلامیہ کی عظمت و اہمیت کا خوب احساس رکھتے تھے کہ اگر مدارس نہ رہے تو مسلمان ہندوستان میں باقی نہیں رہیں گے اور یہ حقائق ان پر واضح تھے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ رقمطراز ہیں :

''اگر کسی ملک میں دین تسلسل کے ساتھ اور پائیدار طریقہ پر باقی رہ سکتا ہے تو وہ دینی تعلیم ہی سے رہ سکتا ہے،ورنہ دیکھنے والوں نے اس کا مشاہدہ کیا، پڑھنے والوں نے اس

کا مطالعہ کیا ہے کہ جن علاقوں میں دینی تعلیم کا سلسلہ بند ہوگیا وہاں اسلام بالکل ختم ہوگیا۔''

(دینی مدارس ماضی حال مستقبل۔ص۶۹)

مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے۔ جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں۔ مدرسہ عالم اسلام کا بجلی گھر (پاور ہاؤس) ہے، جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے۔ مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب و نگاہ اور ذہن و دماغ ڈھلتے ہیں۔ مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے۔ جہاں کا فرمان پورے عالم پر نافذ ہے۔ عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں۔ مدرسہ کا تعلق کسی تقویم، کسی تمدن، کسی عہد، کسی کلچر، کسی زبان سے نہیں کہ اس کی قدامت کا شبہ اور اس کے زوال کا خطرہ ہو، اس کا تعلق براہِ راست نبوت محمدی سے ہے جو عالمگیر بھی ہے اور زندہ جاوید بھی۔اس کا تعلق اس انسانیت سے ہے جو ہر دم جواں ہے۔اس زندگی سے ہے جو ہمہ وقت رواں دواں ہے۔ مدرسہ درحقیقت قدیم وجدید کی بحثوں سے بالاتر ہے۔ وہ تو ایسی جگہ ہے جہاں نبوت محمدی کی ابدیت اور زندگی کا نمو اور حرکت دونوں پائے جاتے ہیں۔

(پا جا سراغِ زندگی۔ص۹۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :

''اس وقت مدارس دینیہ کا وجود مسلمانوں کے لئے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے بڑھ کر تصور نہیں۔اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو مدارس ہیں۔''

(حقوق العلم۔ص۵۱)

شاعر مشرق علامہ اقبالؔ نے فرمایا تھا :

''ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو۔غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملا درویش نہ رہے تو جانتے ہو، کیا ہوگا۔ جو کچھ ہوگا میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کے آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلّی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔''

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کی اہمیت وخدمات کے بارے میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق ہی کافی ہے کہ :

''جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے متعلق اعتراف وتحسین کے کلمات لکھنا اور اظہارِ اطمینان ایسا ہے جیسے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کسی شعبہ کے متعلق، الحمد للہ کارکنانِ مدرسہ اور اساتذہ کرام میں باہم ربط وتعاون محسوس ہوتا ہے۔ یہاں کے طلبہ کا ندوۃ العلماء جانے کا سلسلہ جاری ہے۔ مدرسہ کو شہر کے دیندار اور صاحب علم طبقہ کا اعتماد حاصل ہے۔''

علم کا یہ کارواں جاوداں رواں دواں
تیرا فیض بے کراں ، تیرا فیض بے کراں
تیرے ایک چراغ سے ہزارہا جلے چراغ
دینِ حق کے فیض سے کھلے ہیں پھول باغ باغ

اولاد :

آپ کی آٹھ اولاد میں ایک فرزند مولانا محمد فاروق خان صاحب قاسمی اور سات صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے داماد (۱) حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندویؒ (سابق ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد)، (۲) مولوی سید عارف الدین (مدرس جامعہ)، (۳) حضرت مولانا اجلال احمد صاحب (سابق امام وخطیب جامع مسجد اورنگ آباد)، (۴) شیخ اسرار احمد (اورنگ آباد)، (۵) شفیع منیار تاجر، (۶) شبیر حسن (سابق اکاؤنٹنٹ مولانا آزاد کالج اورنگ آباد) (۷) معین الدین (سابق انجینئر ایم ایس ای بی) ہیں۔

وفات :

بانی جامعہ الحاج مولانا محمد سعید خان صاحب علیل تھے اور اورنگ آباد میڈیکل کالج میں زیر علاج تھے کہ وقت موعود آ گیا اور ۲۸/ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۲/جولائی ۱۹۹۰ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اسی روز بعد نماز ظہر جامع مسجد میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور ہزاروں لوگوں نے نمناک آنکھوں سے جامع مسجد سے متصل قبرستان میں سپرد خاک کیا۔ بانی جامعہ اب ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کی خدمات ہمیشہ جاری رہیں گی۔

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا فیض ان شاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

جامعہ کے اساتذہ کرام اور فارغین جامعہ سے امت فیض یاب ہوتی رہے گی۔

●●●

اس شہر میں اک شخص تھا وہ کیا ہوا؟

نذر مرحوم حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب

(موسس و بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد۔مہاراشٹر)

● قمر اجلال اورنگ آبادی

وہ دیکھو عہد ماضی کے افکار کا زریں باب کھلا
افلاک کے دلکش ہالے میں شفاف حسیں مہتاب کھلا

سن انسٹھ کی میمون گھڑی اور کاشف کی بنیاد پڑی
پھر کیا تھا آزمائش پہ آزمائش کی افتاد پڑی

اک مردِ سعیدِ مستانہ ، خدشاتِ خرد سے بیگانہ
تنہا تھا نایابِ دکن ، وہ عشقِ نبیؐ کا دیوانہ

اس شخص نے جامع مسجد سے دعوت کا پھر آغاز کیا
اور نصف صدی کے ختم تلک دیں کی بلند آواز کیا

وہ فخر سلف ، ماضی کی جھلک ، سوز دروں کا حامل تھا
منظورِ نظر ، وہ اہل نظر ، وہ دیدہ وروں میں شامل تھا

وہ قافلۂ دیں کی بانگِ درا ، باطل کے لئے وہ حق کی صدا
جادہ بھی الگ، مستانہ ادا، وہ سب میں شامل، سب سے جدا

وہ دعوتِ دیں کا محرم تھا ، وہ علم و عمل کا سنگم تھا
بلند نگہ ، وہ جادو بیاں ، احوالِ جہاں پر برہم تھا

وہ خدمتِ دیں کا عنواں ہو یا دعوتِ دیں کی سیرابی
وہ ذکرِ بنائے کاشف ہو یا جامع کی بازآبادی

یہ کام ہیں دونوں نام ترے ، جاری ہیں صبح و شام ترے
آتی ہے قمر کو یاد تری ، آفاقی ہیں پیغام ترے

☆☆☆

مولانا محمد سعید خانؒ ایک مردِ قلندر

• مولانا سید نصر اللہ حسینی سہیل ندوی
ناظم دارالعلوم زکریا جالنہ

''محمد عربی ﷺ کی تاثیر دعوت، فیضانِ تربیت اور تعلیم کتاب وحکمت نے امت مسلمہ اور تاریخ اسلام کو ایسے باصفا، باوفا، بااثر، باخبر، بلند ہمت، نیک طینت، پاک سیرت اور صاحب بصیرت جانشین عطا کئے جنھوں نے آپ کے بعد ہر زمانے میں شجر اسلام کی نہ صرف آبیاری کی بلکہ اس کو چار دانگ عالم میں ایک لہلہاتے ہوئے سرسبز وشاداب باغ کی صورت بخشی، جس کے برگ وبار **اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ** کے مصداق روئے زمین کے چپہ چپہ میں اس طرح پھیل گئے کہ بقول حالی مرحوم۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہی کی لگائی ہوئی ہے

ان ہی عظیم المرتبت، رفیع الشان، بلند پایہ اور برگزیدہ ہستیوں میں صوبۂ مہاراشٹر کے مردم خیز شہر اورنگ آباد میں سب سے نمایاں نام حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جن کے مکمل فضائل ومناقب اور اخلاق ومحاسن کا احصاء احاطۂ قلم سے باہر ہے جن کی شب وروز کی انتھک دعوتی کوششوں سے مرہٹواڑہ کا علاقہ دینی اعتبار سے فیضیاب اور سرسبز وشاداب ہوا۔

آپ نے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد ''مدرسہ

اور تبلیغ دونوں میری دو آنکھوں کی طرح ہیں اور میں نہیں جانتا دونوں میں کون سی اہم ہے۔'' کو سامنے رکھتے ہوئے دعوت وتعلیم دونوں شعبوں کو اپنی محنت کا میدان بنایا۔

جہاں آپ نے دعوت وتبلیغ کو اپنی حیاتِ مبارکہ کا مقصد بنایا اور اس کے لئے اپنی پوری زندگی لگادی، وہیں قرآن وحدیث کی تعلیمات کی اشاعت وترویج کے لئے ''جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد'' کی بنیاد رکھی جو اس علاقے میں ''ام المدارس'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ بھی اس ادارہ سے تعلق ومحبت رکھتے تھے اور ان کا یہ کہنا تھا کہ میں جب کاشف العلوم میں آتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کسی شعبے یا اس کے کسی حصے میں ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہمارے مربی حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب علیل اور صاحب فراش تھے حضرت مولانا آپ کے مکان واقع قلعہ ارک میں ان کی عیادت کے لئے گئے تھے۔

آپ نے اس ادارے کی نظامت کے لئے حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کیا جنھوں نے اپنی لیاقت اور حضرت مولانا محمد مجیب الدین قاسمی، حضرت مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی، عم محترم مولانا سید سمیع اللہ حسینی، استاذ محترم محمد نسیم الدین مفتاحی اور دیگر اساتذہ کی رفاقت واعانت سے ایک چھوٹے مدرسہ کو ترقی دے کر جامعہ کی شکل میں اوجِ ثریا تک پہنچایا جو آج تعلیمی وتربیتی اعتبار سے صوبہ مہاراشٹر کا ایک مثالی ادارہ ہے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے خاندان کے بزرگ اور

سربراہ بھی ہیں جس پر ہمیں فخر و ناز ہے۔ وہ نہ صرف داعی بلکہ داعی گر تھے آپ نے اپنی تربیت گاہ میں ایسے افراد تیار کئے جو دعوت وتبلیغ کے دست و بازو بنے۔

اس بندہ کو خداتعالیٰ نے ایسے شاگرد عطا کئے، جس نے اس کارِ دعوت کو اوجِ کمال تک پہنچانے کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کردی۔

خود نہ تھے جو راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

ان میں سے ایک میرے والد ماجد ڈاکٹر سرتاج رحمۃ اللہ ہیں جن کا اصلی نام سید ثناءاللہ حسینی تھا۔ والد محترم کا اصل تعلق شعبۂ طب سے تھا وہ ہمارے دادا مشہور طبیب ڈاکٹر سید عظمت اللہ حسینی کے ساتھ پرتو رکلینک میں طبی خدمت انجام دیتے تھے۔ شروع میں والد صاحب دعوتی کام سے زیادہ مانوس نہیں تھے۔ اس وقت پورا مسلم معاشرہ شرک، بدعت، جہالت، بے دینی اور گمراہیوں کا شکار تھا۔ اسلام کی بنیادی باتوں سے بھی لوگ ناواقف تھے۔ تہذیب وتمدن سے نابلد، برائیوں کے خوگر، معرفت الٰہی سے کوسوں دور، مسجدیں ویران اور مرثیہ خواں تھیں کہ ان میں کوئی نمازی نہیں بلکہ ان پر بے دین لوگوں کا قبضہ تھا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی تہذیب وتمدن اور معاشرت کو اپنا لیا تھا۔ لیکن جب والد ماجد نے مولانا محمد سعید خان صاحب کی دعوت پر لبیک کہا تو اپنی طبی خدمات کو پس پشت ڈال کر تبلیغ کی محنت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ جس کی بناء پر ہمارے گھر میں فاقہ کشی کی نوبت آگئی لیکن انھوں نے خداتعالیٰ کے اس فرمان **انفروا خفافا و ثقالا** پر عمل کرتے ہوئے اپنی دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ والد ماجد حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کو اپنا

مربی استاذ اور مرشد تسلیم کرتے تھے، ان کا حد درجہ ادب واحترام کرتے تھے، ان کی شان میں کوئی غلط بات برداشت نہیں کرسکتے تھے، ان کی خدمت اور ان کے ساتھ دعوتی سرگرمیوں و اسفار کو نعمت و سعادت تصور کرتے تھے، ان کی صحبت میں رہ کر جو انھیں ایمان و یقین، تعلق مع اللہ، راتوں میں نوافل کا اہتمام، اللہ کے حضور آہ وزاری، خلوتوں میں قابل رشک ذکر کی کثرت، مخلوق خدا کی اصلاح کی فکر، اس کے لئے اپنی صحت، راحت وآرام کو تج دینا، علماء کرام اور بڑے بزرگوں واکابرین کا حد درجہ احترام، اپنے بچوں کی دینی وتعلیمی اصلاح کی فکر، اخلاص اور زندگی کی سادگی اور دیگر اعلی اوصاف حاصل ہوئے تھے، انھیں تاحیات انھوں نے اپنی زندگی کا معمول بنائے رکھا۔

آپ نے زندگی بھر پورے ملک میں دعوتی اسفار کئے۔ جب بھی ان کے بارے میں پوچھا جاتا کہ سرتاج بھائی کہاں ہے تو جواب یہی ملتا کہ وہ جماعت میں گئے ہیں۔ آج بھی ملک کے گوشہ گوشہ میں ان کا ذکر خیر کیا جاتا ہے، ان کی مخلصانہ دعوتی خدمات و احسانات کا اعتراف کیا جاتا ہے، اللہ کے راستے میں ان سے ظاہر ہونے والے محیر العقول کرامات و واقعات کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت والد صاحب کے تربیت یافتہ افراد یا ان کے معاصرین (جن میں سے اکثر وفات پاگئے ہیں) جو موجود ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں میں برکت عطا فرمائے) جیسے حافظ منظور صاحب (امیر جماعت مہاراشٹر) محترم معین بھائی (امیر جماعت اورنگ آباد)، یوسف بھائی (ایس ٹی اورنگ آباد)، میرے برادر اکبر مولانا سید اظہر صاحب، امجد بھائی، واجد بھائی (ناندیڑ)، عبدالرؤف بھائی (پربھنی)، حاجی عبدالمجید (حیدرآباد)، الیاس بھائی (امیر جماعت جالنہ)، نجیب بھائی

(امیر جماعت بیڑ)، مشیر خان صاحب (ہتون)، حاجی عبدالقادر (جالنہ) وغیرہ جو اس زمانے میں بھی ہمیشہ دینی تقاضوں پر لبیک کہنے والے دعوت وتبلیغ کے اکابرین موجود ہیں وہ بھی والد محترم کی دینی محنت، اس کے لئے بے مثال قربانیوں اور ان کے اخلاق کریمانہ اور آپ کے خلوت وجلوت کے احوال حقیقی کے عینی شاہد ہیں۔ ایک بات یاد آرہی ہے کہ جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ والد ماجد کا بحیثیت داعی کیا مقام تھا۔ یہ بات ۱۹۸۵ء کی ہے جب راقم السطور کو والد محترم نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فراغت کے بعد ایک سال اللہ کی راہ میں وقت لگانے کے لئے مرکز حضرت نظام الدین دہلی بھیجا تو واپسی میں مرکز کے مشہور بزرگ خطیب العصر لسان التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ اس ناکارہ کو حضرت جی حضرت مولانا سید انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور میرا تعارف یوں کروایا کہ یہ مولوی صاحب ان صاحب کے فرزند ہیں جن کی پوری زندگی دعوت وتبلیغ کی محنتوں میں گزری ہے اور وہ حقیقتاً **فنا فی التبلیغ** ہیں۔

مولانا محمد سعید خان کی تربیت کے ذریعہ ایسے بے شمار داعی پیدا ہوئے جنھوں نے پورے مہاراشٹر میں دینی دعوت کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کردی اور اس پورے علاقہ میں جہالت اور شرک وبدعات کے خوگر افراد کو دین کا سچا سپاہی اور اس کا مبلغ بنادیا۔ آج پورے مراٹھواڑہ میں جو دینی بیداری نظر آرہی ہے اس میں مولانا محمد سعید خان کی دعوتی سرگرمیوں کا وافر حصہ ہے یا ان حضرات کی کوششوں کا ثمرہ ہے جو مولانا محمد سعید خان کے راست تربیت یافتہ تھے۔

●●●

حضرت مولانا محمد سعید خانؒ

سعادت مندی کے بحرِ بیکراں

● مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی
استاذ تفسیر وحدیث و مدیر مجلّہ ''النور'' عربی،
جامعہ اکل کوا (نندوربار)

فیضان ترا ، شاخِ گل کی طرح ہے
بٹتی ہے ترے کوچے میں انوار کی سوغات
کہتے ہیں ترا علم سمندر کی طرح ہے
تو شہر میں خورشیدِ منور کی طرح ہے

دنیا سے جانا تو سبھی کو ہے "**کل من علیھا فان**" مگر اُن جانے والوں میں کچھ ایسے ماہتاب وآفتاب بھی ہوتے ہیں جن کی جدائی روشن ضمیر افراد کے نہاں خانۂ دل کو رنجور کردیتی ہے اور پھر وقت کا مرہم بھی اس کا مداوا نہیں کرپاتا ہے۔

گزرتے وقت کے لمحات اپنے پیچھے سینکڑوں تغیرات وتبدیلیاں چھوڑ جاتے ہیں اور ایسی روشن دل شخصیات بھی زمانہ اپنے پہلو میں چھوڑ جاتا ہے جن سے زمانہ دنیا کے ہر میدان اور کارگہ عمل میں تابانی وروشنی حاصل کرتا ہے۔ ہم سب کے ممدوح اور نباض وقت حضرت مولانا محمد سعید خانؒ صاحب سے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ ؂

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

ہمیں مرحوم کو دیکھنے کا زمانہ نہیں ملا لیکن زندہ دل، زندہ فکر اور زندہ اخلاص افراد ہمیشہ نہ صرف یاد رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کی آہِ سحر گاہی کی نشانیاں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اداروں اور جامعات کی تعلیمی، تربیتی، تعمیری اور تنظیمی ترقی کا ضامن شعبۂ اہتمام ہوتا ہے۔ ایک مدبر اور باہوش شخص اپنی تعلیمی اور تنظیمی صلاحیت اور تجربہ سے نہ صرف ایک ادارہ کو روشن کرتا ہے بلکہ وہ اپنی حسنِ کارکردگی سے ایک نسل تیار کرتا ہے۔ حضرت مولانا محمد سعید خانؒ نے اپنی صلاحیت وصالحیت سے ہزاروں روشن دل افراد کو دلِ زندہ بخشا۔ اس لئے کہ وہ خود جلیل القدر بزرگ شخصیات کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ سایہ دار شجر سے ہر ایک مستفید ہوتا ہی ہے۔

حضرت مولانا محمد سعید خانؒ سلیم الفکر اور گہری فہم وفراست کے مالک تھے۔ اسی لئے دعوت وتبلیغ سے دعوتی وابستگی رکھتے ہوئے اپنا تاریخی کردار بھی پیش کیا۔ ساتھ ہی علمائے ربانی اور زندہ دل بزرگوں سے گہرے تعلق کے باعث فکر ونظر کی اشاعت اور دعوت وتبلیغ کے لئے زندگی وقف کردی، وہیں نوجوان نسل کو دین وشریعت سے وابستہ رکھنے کے لئے کاشف العلوم جیسے تاریخی ادارے کی داغ بیل ڈالی جو اپنی تاریخ تاسیس سے علم وفضل کی تابانی بکھیر رہا ہے۔ مولانا مرحوم زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں دعوت وتبلیغ اور کاشف العلوم سے بے تعلق نہیں ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے مرکزی ادارے دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مظاہر علوم اور فکر ولی اللہی کی امین شخصیات اور راہِ سلوک کے شناور بھی گاہے بگاہے کاشف العلوم میں تشریف فرما ہوتے رہے اور اپنی روشن ضمیری اور آہِ سحر گاہی سے خلق کثیر کو مستفید کرتے رہے۔

حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کو بجا طور پر مینارۂ نور کہا جاسکتا ہے کہ مرحوم کی زندہ دلی اور روشن فکر سے جہاں ادارہ آباد رہا، وہیں اورنگ آباد کی تاریخی ''جامع مسجد'' بھی نمازیوں سے معمور ہوتی رہی اور آج تک سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت ان شاءاللہ جاری رہے گا۔

بڑوں سے سنا تھا کہ ''بڑا'' وہ ہوتا ہے جو چھوٹوں کو بڑا بنا دیتا ہے نہ کہ بڑوں کو چھوٹا کردے۔ کسی بڑے کا قول ہے کبرني الكبراء مجھے بڑوں نے بڑا بنادیا۔ چھوٹوں کو بڑا کرنے کا سلسلہ ازل سے چلا آرہا ہے، لیکن بڑوں کو ان کے مقام کے اعتبار سے عزت ومرتبہ دینے کا سلسلہ بھی ازل سے چلا آرہا ہے۔ أنزلوا الناس منازلهم روئے زمین پر انبیائی فیضان سے کتنے حقیر عظیم بن گئے، کتنے ادنیٰ اعلیٰ بن گئے اور کتنے ناقص کامل ہوگئے۔ یہ انبیاء کی تربیت کا کرشمہ تھا کہ کتنوں کو عروج حاصل ہوا اور کتنے تقویٰ و للّٰہیت میں کمال پیدا کرگئے۔

افرادسازی کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور کے عظیم لوگوں نے اپنی عظمت کے گوہر سے ہزاروں کو عظیم بنادیا۔ وہ دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن ان کی عظمت کا سکہ آج بھی قائم ہے۔ ان عبقری شخصیات میں جنم لینے والی ایک تاریخ ساز شخصیت حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کی بھی ہے جنھوں نے حسن تربیت وحسن نظم کی بے مثال اور قابل تقلید تاریخ چھوڑی ہے۔

تیرے فکر وفن سے ذرّے ہوگئے ہیں آفتاب
تو نے سیارے تراشے ہیں چراغِ شام سے

حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کو انتظامی معاملات میں باذوق اور سلیقہ مند افراد سے کام لینے کی بصیرت حاصل تھی۔ وہ ہر کسی کے متعلق بات چیت سے اندازہ لگا لیتے تھے کہ اس میں کون سا جوہر خوابیدہ ہے اور اس سے کیا کام لیا جاسکتا ہے۔ حضرت مرحوم کو نورانی چہرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت سے بھی سرشار کیا تھا۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

خلاصۂ کلام یہ کہ مجھ جیسا بے بضاعت طالب علم حضرت مولانا محمد سعید خانؒ سے متعلق کیا لکھ سکتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے لکل فنٍ رجالٌ لیکن ہم نے جتنا مولانا مرحوم سے متعلق پڑھا ہے، ان کے زمانہ کے خوشہ چینوں سے سنا ہے، اس کی روشنی میں بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وہ رَجَلٌ لکلِ فن تھے۔ ان کو پہچاننے کے لئے علم وفضل والی آنکھیں بھی چاہئے اور فکری دماغ بھی اِنَّما یَعرِفُ ذا الفضل من الناس ذووہ لعل وگہر کی صحیح شناخت ایک اچھا جوہری ہی کرسکتا ہے میں تو بس اتنا کہہ کر اپنی گفتگو ختم کردیتا ہوں کہ۔

خوشبوئے علم سے مہکائے بزم کو
ایک گنجینۂ علوم تھا جو رب سے جا ملا

اللہ تعالیٰ مرحوم کی تمام دعوتی، علمی، تربیتی وملی خدمات کو قبول فرمائے اور آخرت میں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ وآخر دعوٰنا أن الحمدللّٰہ رب العالمین

●●●

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

● مولانا عبدالغفار خان کاشفی
مدیر روزنامہ ''شمع رہبر'' اورنگ آباد

بلاشبہ یہ مصرع برگزیدہ ہستیوں کے لئے کہا جاسکتا ہے جو دنیا میں اپنی فکر چھوڑ جاتی ہیں اور اپنے بعد والے لوگوں کو ایسا پیغام دے جاتی ہیں جو ان کے لئے زندگی کی راہیں متعین کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علامہ محمد سعید خانؒ بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور دعوت وتبلیغ کے روح رواں، دعوت دین اور تبلیغ کے اولین میرِ کارواں بھی ان ہی ہستیوں میں سے ایک تھے۔ دیدہ ور کے لفظی معنی ایسا شخص جو آنکھیں رکھتا ہو یعنی صاحب نظر، معاملہ فہم اور سوجھ بوجھ والا ہو۔ کسی شاعر نے اس اہم صفت وخوبی کو ایک شعر میں جس طرح ڈھالا ہے اس سے دیدہ ور کا مطلب آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

اٹھے جاتے ہیں دیدہ ور سبھی آہستہ آہستہ
یہ دنیا معتبر لوگوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حقیقت یہی ہے کہ اس کارگاہِ حیات میں تخلیق انسانی کے جو بنیادی مقاصد ہیں۔ ان کی طرف جس کی گہری نظر ہو، معاملات کی سنگینی کا جسے علم ہو، حالات پُرخطر کا جسے اندیشہ ہو، اس طرح کے ہوشربا پُرفتن حالات میں کیا کیا جائے اور مسلمانوں کے لئے کیا کرنا چاہئے اور ان مقاصد کو کس طرح بروئے کار لایا جاسکتا ہے، اس کے لئے کیا منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے، ایسا کوئی دیدہ ور ہی کرسکتا ہے۔

حالات بڑے ناگفتہ بہ تھے۔عام انسانی زندگی کفر وشرک کے دلدل میں پھنسی ہوئی تھی۔کلمہ گو مسلمان دین سے دور، شرک وبدعت میں زندگی گزار رہے تھے۔عوام تو عوام خواص بھی دین سے دور، اسلامی تعلیمات سے دور، مسجدوں سے دور، دینی تعلیم کا فقدان، دینی واسلامی شعور وآگہی سے کوسوں دور ہو چکے تھے۔ان حالات میں دین کا سچا داعی، اسلام کا سپاہی، ایک مردِ مجاہد، داعی الی اللہ کی شکل میں سامنے آیا، جس نے بیک وقت دو محاذوں پر کام کیا۔لوگوں میں دینی واسلامی روح پھونکنے کی خاطر وہ چند مٹھی بھر ساتھیوں کو لے کر محلّہ محلّہ، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر، دعوت دین اور تبلیغ اسلام کی خاطر پیادہ پا سفر کرتے رہے اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کوششیں کرتے رہے۔مجھے آج بھی وہ مناظر یاد ہیں اور میری یادداشت کے کسی کونے میں چند دھندلی تصاویر اب بھی مجھے نظر آتی ہیں کہ شہر کے نواح میں موجود قریہ ''ستارا'' جو میرا وطن بھی ہے آج بھلے ہی وہ شہر اورنگ آباد کی حدود میں شامل ہو چکا ہے لیکن جس وقت کا میں ذکر کر رہا ہوں اس وقت میری عمر تقریباً سات یا آٹھ برس ہوگی حضرت مولانا سعید خانؒ سائیکل پر سوار ہو کر ستارا گاؤں میں موجود ہمارے گھر آیا کرتے تھے، جہاں پر وہ میرے دادا مرحوم اکبر خان پٹیل کو اپنے ساتھ لے کر سائیکل چلاتے ہوئے ستارا گاؤں سے متصل ایک پہاڑی سلسلہ جس کے عقب میں دو چھوٹے گاؤں جن کو ''سندون'' اور ''بندون'' کے نام سے جانا جاتا ہے جہاں پر مشکل سے مسلمانوں کے اُس وقت پانچ تا دس مکانات ہوں گے لیکن ان تک بھی دعوت دین کی تبلیغ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے پیغامات کو پہنچانے کے لئے بہت ہی مشقت کے ساتھ وہ وہاں پہنچتے تھے۔کئی مرتبہ ان کے اس سفر میں میرے والد

مرحوم عبدالصمد خان پٹیل بھی ان کے ہمراہ ہوا کرتے تھے بلکہ وہ مرحوم محمد سعید خانؒ کی سائیکل پر ہی سوار ہو کر مذکورہ گاؤں کا سفر کرتے تھے۔دعوت وتبلیغ میں ان کی انتھک جدوجہد کسی سے مخفی نہیں، اسی کے ساتھ انھوں نے مسلمانوں میں علم دین کی اشاعت اور ملت کے نونہالوں کو قرآن وحدیث کے علم سے مزین کرنے کے لئے مدرسہ عربیہ کاشف العلوم کی شکل میں ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی تا کہ اس ادارے کے توسط سے علم دین کی شعاعوں کے ذریعہ جہالت کے اندھیروں کا پردہ چاک کیا جا سکے، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ دعوت اور اشاعت اسلام جو ایک اہم فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے اس کے لئے علم دین ضروری ہے۔جب تک دین کا علم نہیں ہوگا دعوت دین کا کام صحیح نہج پر نہ ہوگا۔

انہوں نے ۱۰؍شوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء کو جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی۔کسی بھی دینی ادارے کی بنیاد کوئی آسان کام نہیں ہوتا اور یہ کام تو اس وقت اور بھی مشکل تھا جب مسائل زیادہ اور وسائل کم تھے۔ایسی صورت میں کسی مدرسہ کا قیام جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا۔حضرت مولانا محمد سعید خانؒ اچھی طرح جانتے تھے کہ دین کی خدمت کرنے والوں میں بنیادی طور پر دو اوصاف کا ہونا بہت ضروری ہے۔علم میں رسوخ اور دل میں خلوص، ان دونوں اوصاف میں جتنی کمزوری ہوگی، دینی کاموں میں اتنی ہی کمزوری اور تنزلی آئے گی۔

عصری تعلیم میں حضرت علامہ محمد سعید خانؒ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے انٹرمیڈیٹ کامیاب تھے، وہیں دنیائے انسانیت کے لئے سرچشمۂ ہدایت اور انسانی زندگی کے لئے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھنے والی کتاب ہدایت کے تیئیس پاروں کے حافظ تھے۔

اسی کے ساتھ ساتھ ان کی تفسیر وحدیث، فقہ وفلسفہ پر گہری نظر تھی، چونکہ علامہ کو ہر دو علم میں کافی رسوخ تھا، دینی و دنیاوی دونوں تعلیم پر یکساں گہری نظر تھی، اس سے وہ حق بات بلاخوف لومۃ لائم کہتے اور جہاں کہیں دین کی بے وقعتی اور ناقدری ہوتی اس کے خلاف ڈٹ جاتے۔ان کی یہی وہ ادا تھی جس سے سامنے والے بلا چون وچرا خاموشی اختیار کر لیتے اور خاموشی میں ہی وہ اپنی نجات سمجھتے۔دوسری اہم خوبی جو علامہ میں بدرجہ اتم موجود تھی کہ وہ سراپا خلوص تھے۔وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ کسی بھی کام کو انجام دینے کے لئے اخلاص ہونا چاہئے بلکہ اعلیٰ درجہ کا خلوص ہونا چاہئے اور ہر دینی و دنیاوی کام کے پیچھے حقیقی مقصد صرف رضائے الٰہی ہونا چاہئے اور صفت اخلاص پیدا ہوتی ہے اصلاح باطن سے جبکہ باطن کی اصلاح صرف ممکن ہے اللہ اور اس کے رسولؐ سے سچی محبت سے۔چونکہ علامہ محمد سعید خانؒ اللہ اور اس کے رسولؐ سے سچی محبت رکھتے تھے، اوامر پر عمل، نواہی سے اجتناب، حقوق و فرائض کی ادائیگی، تہجد کا اہتمام، نوافل کی پابندی، اللہ کے سامنے طویل سجدہ ریز ہونے کا عمل، سنتوں کی سخت پابندی، آپ کی وضع قطع سب اللہ ورسول سے محبت کے مظاہر تھے۔وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے لاتعلق تھے ؎

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
ان ہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
ان ہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئے اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

علم میں رسوخ اور دل میں خلوص، یہ ایسی دو صفات ہیں جن میں انھیں کمال حاصل تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ جو ان صفات میں جس قدر ترقی کرے گا وہ اتنا ہی آگے بڑھے گا' اس کام میں اتنی ہی برکت ہوگی، حالات اس کے لئے اللہ سازگار کرے گا، مادی و روحانی ضرورتیں پوری کرے گا، افرادی قوت بھی نصیب ہوگی اور آخرت میں سرخروئی نصیب ہوگی۔موجودہ حالات میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم جو ایک تناور درخت کی شکل میں کھڑا ہے یہ سب ان کے اخلاص کی بدولت اور مخلصانہ جدو جہد کا ثمرہ ہے۔

اب جامعہ میں موجود تمام ذمہ داران جامعہ، اساتذہ و طالبانِ علوم نبوت کو اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اب اس ادارے کی ذمہ داری جن ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے سونپی ہے ان میں مرحوم حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کے پوتے نوجوان عالم دین، عزیزم مولانا محمد رضوان خان شامل ہیں۔ان کے ساتھ ان کے رفقاء کی جو ٹیم ہے یقیناً وہ بھی خلوص کے پیکر ہیں اور اپنی ذمہ داریاں بخوبی انجام دے رہے ہیں۔خصوصاً ادارہ کے ناظم حضرت مولانا عبدالوحید خان حلیمی ندوی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ان کے ہاتھوں میں نظامت کی باگ ڈور آنے کے بعد انہوں نے نہایت عمدہ طریقہ سے اس ادارہ کو ترقی کی طرف گامزن کرنے کے لئے شب و روز جدو جہد کر رہے ہیں۔میری دعا

ہے کہ اللہ تعالیٰ جامعہ کی مجلس عاملہ، معلمین، منتظمین اور تمام خیر خواہوں کو خلوص کی دولت سے مالا مال کرے، ان کی عمروں اور صلاحیتوں میں برکتیں عطا فرمائے، خصوصاً جامعہ کے بانی مرحوم ومغفور حضرت مولانا محمد سعید خان نوراللہ مرقدہ کے اوصاف سے ہر کوئی اگر متصف ہوجائے تو یقین جانیے جامعہ اپنے عروج وکمال کی ان بلندیوں کو پہنچ جائے گا جسے نہ عقل انسانی نے سوچا ہوگا اور نہ کسی کے ذہن و دماغ میں اس کا تصور ہوگا۔ اسی عزم پر گامزن رہنا حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کے حق میں حقیقی خراج عقیدت ہوگا۔

آپ بھی علم میں رسوخ اور دل میں خلوص پیدا کرنے اور ان اوصاف کو اپنے اندر بڑھانے کے لئے کیا کوششیں ہوسکتی ہیں انھیں انجام دیں۔ علم میں رسوخ پیدا کرنے کے لئے کتابوں کے ساتھ تعلق بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ایک مرتبہ تعلق پیدا ہوجاتا ہے تو دوبارہ توڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر تعلق تو جوڑنا ہی ہے، اس کے اہتمام کی فکر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری اور دعا کی عادت ہونی چاہئے اور جامعہ سے متعلق ہر شخص کو اس بات کی بیحد ضرورت ہے کہ وہ اپنی حیثیت کو پہچانے، ہر کوئی اپنے آپ سے سوال کرے کہ میں کون ہوں، میں خود کو عالم نہ سمجھوں نہ بھی مگر دنیا مجھے عالم سمجھ رہی ہے۔ جب یہ بات طئے ہے تو پھر مجھے علماء عظام کے اوصاف سے متصف ہونا چاہئے۔

●●●

علاقہ مراٹھواڑہ پر

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کے احسانات

● مولانا ڈاکٹر مبصر الرحمٰن قاسمی

شعبۂ اردو ریڈیو کویت

علاقہ مراٹھواڑہ آج سے ساٹھ برس پہلے سوائے کچھ علاقوں کے دینی اعتبار سے دور انحطاط سے گزر رہا تھا۔ شہر اورنگ آباد میں اولیائے کرام کی چھوڑی ہوئی میراث کی حفاظت کے کام کے لے کسی نیک دل اور فرشتہ صفت انسان کی ضرورت تھی۔ لوگوں میں عمومی طور پر دین سے دوری اور بے دینی کی فضا عام ہوگئی تھی۔ دینی علوم وفنون میں دلچسپی اور قرآن مجید کی تعلیم سے لگاؤ انتہائی کم ہوگیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب تبلیغی جماعت کے اکابرین نے ملکی سطح پر اپنی کوششوں کے دائرے کو وسیع کردیا تھا۔ مولانا محمد سعید خان صاحب نے علاقہ دکن میں تبلیغی جماعت کی باگ ڈور سنبھالی اور اپنے وطن حیدرآباد سے اورنگ آباد کو اپنے کام کا میدان بنایا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علاقۂ مراٹھواڑہ میں سوائے ایک دو اداروں کو چھوڑ کر تقریباً تمام ہی دینی مدارس کی اساس کے پیچھے تبلیغی جماعت کی کوششوں کا اثر رہا ہے لیکن جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد براہِ راست تبلیغی جماعت کی کوششوں کا ثمرہ ہے اور اس ادارے کی بنیاد کا سہرا مولانا محمد سعید خان صاحب کے سر جاتا ہے۔ آپ نے اس عظیم الشان ادارے کے قیام کے لئے نہ صرف شاندار جگہ کا انتخاب کیا بلکہ اس ادارے کو ترقی کی بلندیوں تک پہنچانے کے لئے ممتاز افراد کا بھی انتخاب کیا۔ جہاں تک جگہ کی بات ہے تو یہ مولانا محمد سعید خان صاحب کی دوراندیشی اور وسعت نظر تھی کہ آپ نے

مستقبل کے عظیم الشان جامعہ کے لئے شہر اورنگ آباد کی وسیع وعریض جامع مسجد اور اس کے مبارک حجروں کا انتخاب کیا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جامع مسجد کے حجرے کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کے مسکن سے زیادہ کتاب وسنت کے طلباء کے مسکن بننے کے حقدار ہیں، کیونکہ ان حجروں کی تعمیر کا مقصد کتاب وسنت کے طلباء کو قیام گاہ فراہم کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فتاوی عالمگیری نے ان ہی حجروں میں جنم لیا اور فتاوی کی یہ کتابیں آج دنیا کے گوشے گوشے میں عرب وعجم کی علمی پیاس بجھا رہی ہیں اور اب گذشتہ پچاس برس سے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی اس چہار دیواری سے ہزاروں طلباء نے کتاب وسنت کا فیض پاکر اپنے اپنے علاقوں میں علمی مراکز قائم کر لیے ہیں۔ جہاں تک مولانا محمد سعید خان صاحب کی جانب سے ممتاز اور قابل افراد کے انتخاب کی بات ہے تو آپ نے اس عظیم الشان جامعہ کے طویل سفر کے لئے استاذ گرامی مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندوی رحمہ اللہ کو امیر کارواں منتخب کیا اور پھر امیر کارواں نے مولانا محمد سعید خان صاحب کے لگائے اخلاص کے اس ننھے سے پودے کو سایہ دار درخت بنا دیا، جس کے سائے سے نہ صرف شہر اورنگ آباد استفادہ کر رہا ہے بلکہ پورا علاقہ مراٹھواڑہ مستفید ہو رہا ہے۔ اگر ہم ہمسائے شہر جالنہ میں قائم کئے گئے دینی مدارس ومراکز کی بات کریں یا جالنہ شہر کے اطراف کے قصبوں اور قریوں میں قائم کئے گئے مکاتب اور تعمیر کی گئیں مساجد کی بات کریں یا پھر جالنہ شہر سے آگے منٹھا، جنتور، پاتھری، پربھنی اور ناندیڑ واطراف میں قائم کئے گئے مدارس اور دینی مراکز پر غور کریں تو ان روحانی بہاروں کو نسیم جاں فزا بنانے اور ان میں حرکت پیدا کرنے میں مولانا محمد سعید خان صاحب کا کلیدی کردار رہا ہے۔

مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندوی رحمہ اللہ نے مولانا محمد سعید خان

صاحب کے لگائے اس باغ کو عمدہ پھولوں اور پھلوں سے سجایا اور ان پھولوں اور پھلوں نے نہ صرف شہر اورنگ آباد کو اپنی روحانی اور علمی خوشبو سے معطر کیا بلکہ علاقہ مراٹھواڑہ کے کئی شہر اس باغ کے ثمرات سے آج بھی معطر ہیں۔ یہ مولانا محمد سعید خان صاحب کی ہی تڑپ اور دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحبؒ کے دورِ نظامت میں باضابطہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے الحاق ہوا اور جامعہ کو استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مجیب الدین صاحب قاسمیؒ، مولانا محمد نسیم الدین مفتاحی، مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی، مولانا محمد صدر الحسن ندوی مدنی اور مولانا عبدالرشید صاحب ندوی مدنی جیسے علم وہنر کے عظیم مینارے ملے، جن کے علمی سرچشموں سے سیکڑوں طلباء نے استفادہ کیا اور آج اسی جامعہ سے فارغ التحصیل سیکڑوں طلباء نہ صرف علاقہ مراٹھواڑہ بلکہ ملک اور بیرون ملک میں علم دین کی نشر واشاعت کے عظیم الشان کام سے وابستہ ہیں۔

علاقہ مراٹھواڑہ میں نہ صرف شہر اورنگ آباد بلکہ شہر جالنہ، پربھنی، جنتور، پاتھری، ہنگولی، ناندیڑ اور ان شہروں کے قصبہ جات مولانا محمد سعید خان صاحب کی دینی محنتوں اور جہد مسلسل کے احسان مند ہیں۔ مولانا محمد سعید خان صاحب کی دینی وروحانی محنت کا دائرہ صرف جماعت تبلیغ اور اس کے اصول وضوابط تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ آپ نے حقیقی معنوں میں میراثِ رسول ﷺ کی تقسیم کا ایک ایسا خاکہ بنایا تھا جو آج حقیقت میں بدل چکا ہے اور آج وہ تمام مقامات جہاں جہاں آپ نے تبلیغی جماعت کے پلیٹ فارم سے کئی کئی روز قیام کیا تھا، دینی مدارس اور مراکز کے نور سے منور ہیں۔ یہ سب مولانا محمد سعید خان صاحب کی ڈورٹوڈور محنتوں کا ثمرہ ہے۔ **طيب الله ثراه و جعل الجنة مثواه**

●●●

الحاج مولانا محمد سعید خان صاحب

ایک مایۂ ناز شخصیت

● ڈاکٹر مولانا سید ناصر علی ندوی

صدر مدرس کاشف العلوم اردو پرائمری اسکول

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی خدمت کسی خاص خطہ یا قوم سے وابستہ نہیں ہے۔ اس کا اندازہ آپ میری اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اسلام سرزمین عرب سے اٹھا مگر اس کے مصلحین ومجددین علماء کی اکثریت عجمیوں ہی میں رہی ہے اور ہر دور میں خدا نے ایسے افراد کو وجود بخشا ہے جن کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی زندگیاں بعد والوں کے لئے اسوہ اور نمونہ کہلائیں جو اعلیٰ دماغ اور خداداد صلاحیتوں کے حامل تھے۔ ایسے افراد کو اللہ تربیت و رہنمائی کا مقام عطا کرتے ہیں جو معاشرے کی صحیح سمت کا تعین کرتے ہیں اور اس کی مکمل طور پر رہبری کرتے ہیں جو مقبول خدا ہوتی ہے جن پر چل کر معاشرہ ارتقائی منازل طے کرتا ہے اور جن کی اولوالعزمیاں بعد والوں کے دل و دماغ کو روشن کرتی ہیں اور جو بلند حوصلگی اور نیکیوں کی ترغیب کا سبب بنتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان میں اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کا پیام پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسلاف کے حالات وسوانح حیات انسان کے لئے عبرت وسیرت سازی کا بہترین ذریعہ ہیں۔

ایسے ہی افراد میں الحاج محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شمار ہوتا ہے جن کا تعلق حیدرآباد سے تھا۔ ملازمت کی وجہ سے اورنگ آباد منتقل ہوگئے تھے۔ ان کے بچپن و

جوانی کے واقعات کو میں نے گاہے گاہے اپنے اساتذہ سے سنا مگر میں نے انھیں بالمشافہ اُن کے بڑھاپے میں دیکھا۔ آپ علیل چل رہے تھے۔ طلباء جامعہ کے ساتھ بعد نماز عصر کبھی کبھار عیادتاً ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ وجیہہ وبارعب بزرگ تھے۔ آپ کا رنگ سرخ، داڑھی سفید، بلند قامت، لباس سادہ نہایت متین اور سنجیدہ مزاج محسوس ہوتے تھے۔ اللہ نے آپ کی شباہت کو کچھ اس طرح ڈھال دیا تھا کہ ہر دیکھنے والا متاثر ہوجاتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اہل دل کی صحبت نے آپ کو متقی وپرہیزگار بنا دیا تھا۔ ہر وقت ذکر اللہ زبان پر جاری رہتا تھا۔ اسی لئے آپ کو صوفی منش بھی کہا جاتا تھا۔ غالباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے الحاج محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ انھیں گھاٹی دواخانہ شریک کیا گیا۔ محبین کا تانتا بندھ گیا۔ میں بھی رفقاءِ درس کے ساتھ عیادت کی غرض سے دواخانہ پہونچا۔ بالمشافہ گفتگو کا موقع ملا۔ میں نے آپؒ کو نہایت کریم النفس، نرم خو، نرم رو، نرم گفتگو پایا، باوجود سخت علالت کے الحاج محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم طلباء سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے کہ بچو! میں تمھیں دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں: (۱) علم دین کو عمل کی نیت سے سیکھو کہ جو سیکھیں گے اس پر عمل کریں گے۔ (۲) دوسرے ہر وقت اللہ سے بیت اللہ کی حاضری کی دعا کیا کرو۔ یہ دو کام جس نے کرلیا اس نے دنیا ومافیہا کی دولت کو پالیا۔ اس کے بعد آپ لیٹ گئے۔ آپؒ کو میں نے صاف گو اور نیک دل انسان پایا اور میں نے اپنے اساتذہ سے بارہا سنا تھا کہ آپ نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے زندگی کی تمام سانسوں کو وقف کردیا تھا اور آخر دم تک بس یہی دھن سوار تھی کہ جماعت کے کام میں کیسے تیزی لائی جائے اور علاقے کے مسلمانوں سے بے دینی کیسے ختم کی جائے اور میں نے

اپنے بزرگوں کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ مولانا محمد سعید خانؒ نے ہزاروں دلوں میں دین کے احترام کا جذبہ پیدا کیا حالانکہ اس زمانے میں دعوتِ دین کا کام کٹھن مراحل اور دشواریوں سے لبریز تھا، باوجود اس کے خدمت دین سے بے حد شغف تھا مگر اللہ ایسے حالات میں اُن ہی لوگوں کو استقامت نصیب کرتا ہے اور ان کے مستقبل کو دوام بخشتا ہے۔

جہد مسلسل اور عمل پیہم کی وجہ سے آپؒ کی محنت رنگ لائی اور دینی کام کا حلقہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا تھا کہ آپؒ نے اپنے معاونین کی مدد سے شہر اورنگ آباد کی اس تاریخی جامع مسجد کو جس کی بنیاد ملک عنبر جیسے ذہین وفطین حکمراں نے رکھی تھی اور جس کو وسعت بخشنے کے لئے اللہ نے اورنگ زیب جیسے نیک وصالح بادشاہ کو، جس کو مؤرخین نے چھٹا خلیفہ راشد تک کہا ہے منتخب فرمایا تھا اور صدیوں بعد اس تاریخی جامع مسجد کی حفاظت کے لئے اللہ نے الحاج محمد سعید خان صاحب بانی تبلیغ کو چن لیا اور انھیں اس میں ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائی تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذکر اللہ بھی جاری رہے اور مسجد کی حفاظت بھی ہو، اور یہ ایک سچائی ہے کہ اہل اللہ کی محنتیں ضائع نہیں ہوتیں اور اللہ تعالیٰ کو جب بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ ثوابِ جاریہ کا داعیہ پیدا فرماتا ہے اور اپنے مخصوص بندوں کو توفیق بخشتا ہے۔ الحاج محمد سعید خانؒ نے بتوفیق خدا ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی تاکہ یہاں عبادات کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت کا کام بھی ہو اور قال اللہ و قال الرسولؐ کی صداؤں سے یہ ہمیشہ شاد وآباد رہے۔ اور ادارے کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ، جو اولیاء وصلحاء کا دائمی مشن رہا ہے۔ ہر وقت یہاں رواں دواں رہے اور ہزاروں علمی پیاس بجھانے والے اس ادارے سے فیض یاب ہوکر علاقہ میں دعوت کے علم کو بلند

کریں۔ اسی نہج پر جس نہج پر باباشاہ مسافر نے اپنی خانقاہ کو شاد وآباد کیا تھا اور دور دراز علاقوں سے اولیاء وصلحاء اسلام کے سپاہی، مریدین ومحبین سفر کرکے آتے تھے اور خانقاہ واقع پنچ چکی میں قیام کرکے اپنے پیرومرشد سے رہنمائی حاصل کرکے رخصت ہوتے تھے۔ اسی طرح الحاج محمد سعید خاں صاحب نے مذکورہ خانقاہ کے طرز پر مدرسہ کاشف العلوم کے قیام کا ارادہ کیا۔ شکل بدلی ہوئی ہے مگر کام وہی ہے۔ اس ادارے کا نام مدرسہ عربیہ کاشف العلوم رکھا اور یہ ایک مجرب بات ہے کہ کسی بھی چیز کی ابتداء محنت ومشقت کی طالب ہوتی ہے۔ الحاج محمد سعید خان صاحب کا لگایا یہ پودا آہستہ آہستہ ترقی کے منازل طے کرنے لگا۔ مدرسہ کے ابتدائی دور کی بات بتائی جاتی ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ادارے کو سنگین مالی پریشانیوں کا سامنا رہا، بلکہ چند روز کے لئے ادارے کو بند کرنے کی نوبت آگئی، مگر بانی مدرسہ الحاج محمد سعید خان صاحب کے اخلاص وللّٰہیت اور شب وروز دعاؤں کا ثمرہ کہئے کہ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اللہ نے ایک صاحب خیر کو کھڑا کردیا جس نے مدرسہ کے تمام مسائل کا یکسوئی سے حل نکالا۔ میری مراد الحاج عبدالعزیز صاحب کانٹریکٹر سے ہے جو مدرسے کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ مرحوم عبدالعزیز صاحبؒ کے اس عمل کو مدرسے کے حق میں نشأۃ ثانیہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ تب سے یہ ادارہ مسلسل علم دین کی خدمت انجام دے رہا ہے اور مائل بہ ارتقاء ہے۔ الحمدللہ مدرسے کے بانی کا اخلاص سمجھئے کہ آج یہ مدرسہ جامعہ کی شکل میں تبدیل ہوگیا ہے اور جامعہ کے فارغین ملک کے مختلف علاقوں میں سیکڑوں طالبانِ علوم نبوت کی علمی آبیاری کررہے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ اولیاء اور صلحاء کے نہج پر ریاست مہاراشٹر کے مختلف اضلاع میں خاموش دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ گویا یہ جامعہ

تعلیمی و دعوتی لحاظ سے تناور درخت میں تبدیل ہو چکا ہے اور تحدیث نعمت کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج جامعہ ایسا تناور درخت بن گیا ہے جس کے ثمرات سے مراٹھواڑہ ہی نہیں بلکہ پورا ہندوستان فیض یاب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس چشمۂ سعید کو دوام بخشے اور عوام و خواص تا قیامت اِس سے فیضیاب ہوں۔ آخر میں بڑی ہی ناسپاسی ہوگی اگر میں اس حقیقت کا اظہار نہ کروں کہ بانی جامعہ الحاج محمد سعید خان صاحب کی حیات وخدمات کے زرین گوشے جو منتشر فکروں کی دبیز تہوں میں بند تھے انھیں اجتماعی طور پر تحریری شکل میں ترتیب دینے کے لئے اراکین مجلس عاملہ خصوصاً صدر مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار صاحب اور جواں سال مخلص عالم دین مولانا محمد رضوان خان ندوی جو جامعہ کے جنرل سکریٹری ہیں اور بانی جامعہ الحاج محمد سعید خان صاحب کے پوتے بھی ہیں ان تمام ذمہ داران نے خصوصی توجہ فرمائی اور آج اکابرین ندوہ کی ایماء پر جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں تاریخی سیمینار کا انعقاد عمل میں آ رہا ہے۔ اس سیمینار کے ذریعہ الحاج محمد سعید خان صاحب کی خدمات کے گمنام گوشوں سے نئی نسل واقف ہوگی اور مولانا کی حیات وخدمات پر وقیع مواد پر مشتمل کتابی مجموعہ طالبان علوم نبوت، دین کے داعیوں اور وابستگان جامعہ کے لئے انمول تحفہ ثابت ہوگا۔ آخر میں الحاج محمد سعید خان صاحب کے درجات کی بلندی کی دعا کرتا ہوں اور جامعہ کی ترقی کے لئے دعا کا طالب ہوں۔

●●●

مولانا محمد سعید خانؒ : حیات وخدمات

مولانا محمد سعید خان

وہ مردِ قلندر جس نے موڑ دیا طوفان کے رخ کو

● مولانا مجاہد ندوی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی واسلامک اسٹڈیز مہاراشٹر کالج ممبئی

حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے ہی دین اسلام کو قدم قدم پر چیلنجز کا سامنا رہا ہے۔ سب سے بڑا چیلنج تو خود ابلیس ملعون تھا کہ جس نے حضرت انسان کو بار بار گمراہ کیا اور کفر وشرک کی کھائی میں ڈھکیل دیا۔ ابلیس کی ان چالوں کو ناکام بنانے کے لئے اللہ عزوجل نے یکے بعد دیگرے بیشمار انبیاء کرام کو اس دنیا میں بھیجا۔ جن کی صحیح تعداد صرف اللہ کو ہی معلوم ہے، یہاں تک کہ اس سلسلے کی آخری کڑی نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے دین اسلام کے پیغام اور اسلامی تعلیمات کو عام کیا، دین کی اساس قائم کی، یہاں تک کہ اللہ عزوجل کی طرف سے ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا'' کی خوشخبری آگئی۔

یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اب آپ ﷺ کے بعد اس دنیا میں کوئی نبی آنے والا نہیں ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ماقبل حضرت محمد ﷺ اسلام کو مختلف چیلنجز کا سامنا تھا اور مابعد حضرت محمد ﷺ بھی ان چیلنجز کا سلسلہ برقرار رہے گا۔ لیکن چونکہ حضرت محمد ﷺ کے بعد اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے دین کی حدود کی حفاظت کی خاطر وقتاً فوقتاً وہ جیالے دنیا کے مختلف علاقوں اور تاریخ کے مختلف ادوار میں

اٹھتے رہے جنھوں نے بڑی ہی کسمپرسی کے عالم میں دین مخالف تیز وتند ہواؤں کا سامنا کیا، دین کا دفاع کیا، دینی اقدار کو بلند کیا، دینی تعلیمات کو عام کیا، قرآن اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا پیغام عام کیا اور یہ ثابت کردیا کہ ۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے ، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

اور انہی عظیم شخصیات میں سے ایک تھے بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ حیدرآبادی ثم اورنگ آبادی ،سابق ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مرحوم حضرت محمد ریاض الدین فاروقی ۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو غریق رحمت فرمائے ، نے ایک مرتبہ دورانِ تدریس فرمایا تھا کہ ''ایسا کہا جاتا ہے کہ وہ انسان جس کی ہتھیلیاں پر گوشت ہوں وہ ارادے کا نہایت مضبوط انسان ہوتا ہے۔ چاہے حالات کچھ بھی ہوں ایسے شخص کے ارادے کبھی متزلزل نہیں ہوتے اور پھر اس کے بعد مولاناؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی ہتھیلیاں پر گوشت تھا لہٰذا وہ بھی ارادے کے نہایت پختہ اور مضبوط انسان تھے۔'' اور ارادے کی یہی وہ مضبوطی تھی کہ جس نے مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کو دین اسلام کی خدمت کی جانب راغب کیا گویا کہ مولاناؒ کی زندگی اور ان کی پامردی اس شعر سے عبارت تھی ۔

راہ کی دھوپ میرے کام آئی
چھاؤں ہوتی تو سوگیا ہوتا

۱۹۵۳ء میں جب مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے ملازمت کے دوران سرزمین اورنگ آباد کی مٹی پر قدم رکھا۔ اس وقت آپریشن پولو (پولس ایکشن) کو صرف پانچ سال

بیتے تھے۔ اس علاقہ کے مسلمان ایک ایسے صدمے سے ابھرنے کی کوشش کررہے تھے۔ جو اُن کے تصور اور وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک ایسی سیاہ رات آئے گی جو سلطنت حیدرآباد کے دولاکھ لوگوں کو لقمۂ اجل بنادے گی۔ اس کے علاوہ جہالت کی وجہ سے شرک و بدعات نے اپنے خونین پنجے مسلم معاشرے کے سینے میں گاڑرکھے تھے۔ مسجدیں غیر آباد تھیں اور غیر اسلامی رسوم ورواج کی مسلم معاشرہ میں ہر طرف کارفرمائی تھی۔ ان پُر آشوب کیفیات میں مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے حالات کی سنگینی کا اندازہ لگایا اور جس علاقے میں صرف سلطنت آصفیہ کے زیرنگرانی ادارے چلا کرتے تھے وہاں مدرسہ کاشف العلوم قائم کیا۔ یہ عوامی امداد پر چلنے والا ادارہ اس بات کی ضمانت تھا کہ آنے والے وقتوں میں علاقۂ مرہٹواڑہ میں علم کی شمع روشن ہوچکی ہے اور اس علاقے میں قرآن وسنت کی تعلیمات کی راہ ہموار ہوچکی ہیں اور حالات کے مارے مسلمان بھلا کیا مدد کرتے۔ بقول کسے کہ ایک ایک آنہ بڑی مشکل سے جمع ہوتا تھا لیکن ان پُر آشوب حالات میں بھی مایوس ہونے کے بجائے مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے امید کی شمع برابر جلائے رکھی۔ ''بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے'' پر مکمل یقین کے ساتھ علم کا چراغ روشن رکھا اور کاشف العلوم کا اس جامع مسجد سے آغاز کیا جہاں کبھی ملک عنبرؒ اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر سجدہ ریزی کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے ۔

عشق کے مراحل میں وقت وہ بھی آتا ہے
آفتیں برستی ہیں دل سکون پاتا ہے
آزمائشیں اے دل سخت ہی سہی لیکن
یہ نصیب کیا کم ہے کوئی آزماتا ہے

انگریزی شاعر وڈرامہ نگار شیکسپیئر نے اپنی مشہور زمانہ نظم The seven ages of man میں کہا تھا کہ ''یہ دنیا ڈرامہ کا ایک اسٹیج ہے اور سارے آدمی اور عورتیں محض آرٹسٹ ہیں، وہ اپنے مقررہ وقت پر اس اسٹیج پر آتے ہیں اور ایک مقررہ میعاد کے بعد یہ اسٹیج چھوڑ بھی جاتے ہیں۔'' لیکن جو بات شیکسپیئر نے نہیں کہی تھی وہ یہ تھی کہ انسانوں کے اس اسٹیج پر آنے اور جانے کے وقفہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو اپنے قول وعمل کے ذریعہ اس اسٹیج پر ایسے دوررس اثرات مرتب کر جاتے ہیں کہ ان کے چلے جانے کے بعد بھی ان کا نام اور ان کا کام دونوں بھی زندہ وتابندہ رہتے ہیں اور شہر اورنگ آباد کی تاریخ میں ایسے ہی انمٹ نقوش چھوڑنے والوں میں مولانا محمد سعید خان صاحبؒ بھی تھے۔

اسلام کی علمی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کوئی کتاب نہیں لکھی لیکن وہ فقہ کے ایک عظیم امام کہلائے اور آج دنیا کے کروڑوں لوگ ان کے مسلک پر عمل کرتے ہیں بلکہ کسی نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کیا ہی اچھی بات کہی ہے: ''امام ابوحنیفہؒ نے کوئی کتاب نہیں لکھی سوائے دو کتابوں کے، اور وہ دو کتابیں ہیں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ '' یہ دونوں حضرات دراصل امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد عزیز تھے اور ان دونوں نے ہی اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو واضح کیا ہے۔ بس اسی طرح مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے بھی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ کسی مدرسے میں تدریس نہیں کی لیکن اللہ عزوجل نے ان سے اس علاقے میں دین کا ماحول تیار کرنے کا کام لیا اور مولاناؒ نے ایک ایسی فضاء برپا کردی اور ایسے لوگ تیار کردیئے اور ایک ایسا ادارہ کھڑا کردیا جو آنے والے وقتوں میں نہ صرف ان کے لئے ثواب جاریہ ہے بلکہ اس علاقے کے دینی علوم کے معاملے میں سیرابی کا باعث بھی ہوگا۔

مولاناؒ کے متعلق جو کچھ تھوڑا بہت پڑھا ہے، جو کچھ اپنے بڑوں سے سنا ہے، اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی زندگی ایک پیغام تھی، ایسا پیغام جس کی گونج آج ان کے انتقال کے ۳۲ سال بعد بھی اس علاقہ کی سحر کن فضاؤں میں گونج رہی ہے۔ ان کی حیات کا یہی پیغام آج بھی اس علاقے کی ہوائیں گنگنا رہی ہیں کہ طوفانوں سے ڈر کر اپنا رخ موڑنے کے بجائے طوفانوں کا ہی رخ موڑ دینا چاہئے، یہی دین اسلام کا ہر مسلمان سے تقاضہ ہے۔ حالات کا رونا رونے سے کچھ نہیں ہوتا، کمر باندھ کر اٹھنے اور میسر وسائل کے ساتھ عمل کا آغاز کرنے سے حالات خود بخود بدل جاتے ہیں۔ دین کی دعوت اور دین کی تعلیم ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں جب تک یہ شانہ بہ شانہ چلتے رہیں گے مسلمانوں کا اقبال دنیا میں بلند رہے گا۔

•••

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ

یادوں کے دریچہ سے

● مولانا قاضی محمد نوشادالدین ندوی

صدر مدرس مدرسہ الیاس شاخ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم

شہر اورنگ آباد کی تاریخ میں ایسی بے شمار دینی، ملی اور مذہبی شخصیات گذری ہیں جو علمی اور عملی میدان میں بام عروج کو پہنچیں۔ کچھ ایسی شخصیتیں بھی ہیں جو عالمی طور پر مشہور و معروف ہوئیں۔ انہی معروف شخصیات میں ایک نام بانی جامعہ حضرت مولانا محمد سعید خان کا بھی ہے۔ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں جس وقت میرا داخلہ ہوا، اُس وقت میری عمر آٹھ سال تھی اور آج جب میں آپ کی شخصیت پر یہ مضمون تحریر کررہا ہوں جنوری ۲۰۲۳ء کا زمانہ ہے یعنی قریب پینتالیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے جس میں گیارہ سالہ مدرسہ کی طالب علمی کا زمانہ چارسال ندوۃ العلماء کا قیام (۱۹۸۹ تا ۱۹۹۳ء) اور تا حال ۱۹۹۳ء تا ۲۰۲۳ء تیس سالہ تدریسی زمانہ شامل ہے۔ جس میں ابتداء کے دوسال جامعہ میں تدریسی خدمات کے ہیں اور گذشتہ اٹھائیس سال سے مدرسہ الیاس میں بحیثیت صدر مدرس خدمات انجام دے رہا ہوں۔

میرا داخلہ جب مدرسہ کاشف العلوم میں ہوا تھا تو پہلی مرتبہ جس بارعب شخصیت سے میرا سامنا ہوا۔ وہ شخصیت تھی بانی جامعہ حضرت مولانا محمد سعید خان نوراللہ مرقدہ کی۔ ان کا نورانی چہرہ اور شفقت بھری آواز آج بھی میرے کانوں میں رس گھولتی ہے اور دل اس

کی مٹھاس سے آج بھی مسرور ہوتا ہے کہ بیٹا آؤ مصافحہ کرو، کیا نام ہے تمہارا اور کیا یہاں پڑھنے آئے ہو۔ پہلی بار ان کو دیکھ کر اور ان سے مصافحہ کر کے دل کو یوں لگا جیسے کسی بہت بڑے اللہ والے سے ملاقات ہوئی ہے جن کے چہرہ پر انوار کی بارش ہورہی ہے۔ آپ کا چہرہ بڑا بارعب تھا۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق نمایاں نظر آتا تھا۔ ہر شخص آپ کا احترام کرنا اور آپ سے مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ آپ کی زندگی میں سادگی غضب کی تھی۔ دیوبندی ٹوپی، ململ کا کرتا اور پاجامہ آپ کا لباس تھا جنھیں دیکھ کر ہر شخص یہ کہتا کہ کیسا اللہ کا نیک بندہ ہے، ہم تو خیر اس وقت چھوٹے تھے ہمت نہیں کر پاتے تھے قریب جانے کی مگر دور ہی سے سلام کیا کرتے تھے اور آپ ہمیشہ مسکرا کر جواب دیتے تھے۔ جب بھی مدرسہ کاشف العلوم کا کوئی جلسہ جامع مسجد کے جنوبی ہال (کمرہ نمبر ۴ اور ۵ رکے درمیان کا ہال) میں ہوتا یا مہمان مدرسہ میں تشریف لاتے اور ان کے اعزاز میں جلسہ ہوتا تو اس میں حضرت مولانا محمد سعید خانؒ ضرور تشریف لاتے۔ عام طور پر جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل حضرت ہی کا بیان ہوا کرتا تھا۔ چونکہ میں مدرسہ کے دارالاقامہ میں تھا اس لئے آپ کے بیانات سننے کا موقع نہ مل سکا وجہ یہ تھی کہ ہمیں ہر ہفتہ جمعرات کے دن کا بڑی بےصبری سے انتظار رہتا تھا جیسے ہی جمعرات کا دن آتا اور چھٹی ہوتی ہم گھر چلے جاتے اور جمعہ کے دن عصر میں آتے تھے۔ اس لئے آپ کے بیانات جو جمعہ سے قبل ہوا کرتے تھے ہمیشہ اس سے محرومی ہی رہی لیکن آپ کی تقریروں کا تذکرہ آج بھی سنتا ہوں کہ وہ بڑی عالمانہ تقریریں فرماتے تھے۔ دعوت وتبلیغ کے عالمی مرکز (بستی حضرت نظام الدین دہلی) میں بھی آپ کے بیان ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سے دو عظیم اور اہم کام لئے۔ ایک دعوت وتبلیغ کی محنت کا اور دوسرے عظیم

ادارہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے قیام کا۔ دونوں ہی کام آج آپ کے اخلاص کے مظہر ہیں جو ہم کو نظر آرہے ہیں کہ ایک طرف تو آپ نے دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا اور دوسری طرف امت کے مرض کی دوا یعنی تعلیم کے فروغ کے لئے جامعہ جیسے عظیم ادارے کی بنیاد رکھی۔ دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ حیدرآباد دکن سے شروع ہوا اور ملک کی راجدھانی دہلی تک جا پہنچا جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی شخصیت کس قدر عظیم تھی۔ مرہٹواڑہ میں دعوت وتبلیغ کا جو ماحول آج نظر آرہا ہے وہ حضرت ہی کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت کئی صفات عالیہ سے متصف تھے۔ اور گو کہ آپ باضابطہ عالم نہیں تھے مگر اس وقت کے علماء اور صلحاء کی صحبت نے آپ کو عالم ربانی بنادیا تھا۔ وہ ماہر خطیب اور داعی بھی تھے۔ ۲۲ر پاروں کے حافظ بھی تھے۔ وہ کامل ایمان، عمل صالح اور انکساری وسادگی کے گویا پیکر تھے۔ ۱۹۸۰ء کے آس پاس کا زمانہ ہوگا، جب مجھے حضرت کی خدمت کا موقع ملا، ہمارے استاد محترم مولانا سید عارف الدین صاحب کسی ضرورت سے مجھے حضرت کے گھر بھیجا کرتے تھے۔ موقع غنیمت جان کر ہم حضرت کی خدمت کرتے تھے۔ اللہ نے ہمیں بزرگوں کی انہی خدمات کے عوض، شرف وعزت سے نوازا ہے۔ ذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء

مولانا کے دامادوں میں سے تین سے مجھے شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ پہلے داماد سابق ناظم جامعہ و بانی مدرسہ الیاس حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی جن کی تدریس مثالی اور قابل تقلید ہوا کرتی تھی۔ جن لوگوں نے ان سے پڑھا ہے وہ بتائیں گے کہ تدریس کا حق کیا ہوتا ہے۔ آپ نے مدرسہ کاشف العلوم کو جامعہ بنانے میں اپنی زندگی کے پچاس سال لگادیئے، تب کہیں جاکر اس کا شمار ندوۃ العلماء کی ممتاز شاخوں اور

ملک کے معروف اداروں میں ہوا۔ دوسرے مولانا سید عارف الدین صاحب، تیسرے سابق امام جامع مسجد مولانا اجلال احمد صاحب، اس وقت جامعہ کے فعال سکریٹری مولانا محمد رضوان خان ندوی جنھیں اللہ نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ اپنے دادا کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالی ان کو ہمت اور طاقت دے اور ہر طرح سے ان کی حفاظت فرمائے۔

•••

مولانا محمد سعید خان حیات وخدمات

منظوم خراج عقیدت

● ڈاکٹر مولانا محمد صدر الحسن ندوی مدنی

سعیدخان نے ڈالی بنائے کاشف تھی   جہانِ غیب سے وہ اک ندائے ہاتف تھی
عجیب دور جہالت تھا دور حرماں تھا   نہ مل رہا تھا کہیں درد کا جو درماں تھا
سکوت شب ہو کہ دن کی تپش کا موسم ہو   سرودِ خانہ میں داد و دہش کا موسم ہو
ہر اک نوا میں تجسس کی بوئے محرومی   ہر اک ادا میں تملق کی خوئے محرومی
زبان تھی گوشۂ عزلت میں مائل فریاد   دعا تھی لب پہ ملے آج ہی کوئی فرہاد
خدا کی خلق تھی فرط طرب کی دلدادہ   زمیں پہ زیست تھی اب خودکشی پہ آمادہ
رہِ حیات پہ چلنا بلائے جاں کا سفر   رہِ نجات دکھائے دل سلف کی ڈگر
تلاش ابر کرم میں زمین روتی تھی   ہوائے دشتِ ستم تخم موج بوتی تھی
خدا کے خانے تھے ویران، میکدے آباد   کوئی تو ہو جو کرے شب کے دلکدے آباد
ہوئی جو رحمت یزداں فضائے عنبر پر   اٹھا اک ابر، افق پر، سمائے عنبر پر
سعیدخان ہوئے وارد زمینِ ارک   سجائی اس نے دل وجان سے جبینِ ارک
فضائے ارض دکن ہوگئی قیامت خیز   ردائے صبح چمن ہوگئی ملاحت خیز
دکن میں جامعہ کاشف کی ہوگئی تاسیس   ذہن میں علم نبوت کی ہوگئی تاسیس
خدا کا فضل ہوا اور رحمت باری   لگی جہالت و بدعت پہ ضربتِ کاری

ہوئی جو جوئے ہدایت زمین پر جاری   خدا کی خلق ہوئی مستفید ہی ساری
بنا یہ جامعہ رشد و نگاہ کا مرکز   زبان و قلب و نگہ کی پناہ کا مرکز
علومِ نور نبوت کا جامعہ کاشف   بنا ہے مخزن و منبع بھی جامعہ کاشف
اٹھا جو ابر یہاں سے جہان پر برسا   ہر اک مکان پر برسا، زمان پر برسا
ہزاروں طلبہ بنے رازدانِ قفلِ علوم   جو تھے کبھی پہلے رہے جہول وظلوم
دلوں پہ خوف خدا اور ہوگیا طاری   بنے یہاں پہ محدث، ادیب اور قاری
تمام طلبہ ہوئے علم و حدیث کے خادم   کہیں فقیہ بنے اور بنے کہیں ناظم
ہر ایک خطہ میں فکر و شعور کا موسم   سعیدخان کے قلبِ طہور کا موسم
شجر یہ علم کا ہرسو بکھیرتا ہے ثمر   ہر ایک سمت میں جامع بنا ہے شمس وقمر
حدیث و فقہ و سیر نے بنائی اک دنیا   اصول وعلم ادب نے سجائی اک دنیا
مجیب اور ریاض و نسیم کی محنت   قدیر و مفتی و شیخ علیم کی شفقت
حلیمی آج ہیں کاشف کے ناظم اعلیٰ   جبار و اسلم و رضواں کے بول ہیں بالا
خدا کا فضل مناتے ہیں آج یوم سعید   خدا کا شکر سجاتے ہیں آج بزم سعید
نظر لگے نہ کسی کی بنائے کاشف کو   لگے نہ داغ کبھی بھی ردائے کاشف کو
دوروزہ جشنِ موسس تھا قرض کاشف پر   ادائے قرض معین تھا فرض کاشف پر
وفورِ شوق سے کاشف کے سب جدید وقدیم   جمع ہیں آج مبین و غلام وفضل ورحیم
انیس واشرف و ناصر علی بھی آئے ہیں   خدا کے فضل و کرم کی نوید لائے ہیں
اسی ادارہ سے فارغ ہوئے کلیم وخلیل   اسی چمن کے تھے بلبل شکیل اور جلیل

ہیں اور نام بھی نوکِ قلم کے خانے میں — لگے گی دیر مگر یاں پہ ان کو لانے میں
وہ سارے نام مبارک وہ سارے نام حسیں — وہ سارے چہرے مبارک ہیں ان کے کام حسیں
اے درد دل کے امیں، کاشفی مبارک باد — اے فخر دینِ متیں ، کاشفی مبارکباد
یہ جشن تم کو بنائے سعید کا ہم رو — بنو زمانہ میں روح سعید کا پرتو
دعا ہے مدنیؔ عاجز کی اب خدا کے حضور — رہِ حیات میں تم کو ملے سرود و سرور
خدا تمہارے دلوں کو رکھے یونہی آباد — زمانہ ڈھائے ستم اور ہرچہ بادا باد
تمہارا دین سلامت تمہارا قلب سلیم — رہ حیات میں تم کو ملے مدام ندیم
تمہاری یاد سے مل کر رہیں قمور و نجوم — بنو علوم نبوت کے تم شموس و غیوم
نوید چشم نگاراں ہو تم، مبارک ہو — نسیم فصل بہاراں ہو تم ، مبارک ہو
قرینِ قلبِ فگاراں ہو تم، مبارک ہو — جبینِ شہرِ نیاگاں ہو تم، مبارک ہو
ہوائے کوئے چراغاں ہو تم، مبارک ہو — صدائے جوئے فراواں ہو تم، مبارک ہو
دلیل راز خیاباں ہو تم، مبارک ہو — سلیل والا تباراں ہو تم، مبارک ہو

مثال ریگ بیاباں ہو تم، مبارک ہو
امین دود جواناں ہو تم ، مبارک ہو

●●●

''نذر جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم''

● قمر اجلال اورنگ آبادی

ہم لائے ہیں طوفان سے کاشف نکال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے
بانی سعیدخان ترے ملت کے رازداں
تھے دعوت و تبلیغ کے سالارِ کارواں
تجھ کو نصیب سے ملے نگراں کمال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے
وہ ہے دکن کا ندوہ ہماری نظر میں آج
رکھ لی علی و رابع و واضح کی اس نے لاج
اس نے کئے جو کام یاں لعل و منال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے
ندوی و قاسمی کا تو مرکز ہے جامعہ
دونوں کی نسبتوں کا تو مظہر ہے جامعہ
عاشق ترے جلو میں جنوب و شمال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے
نور و عزیز بھی تھے کبھی صدر جامعہ

ہیں اسلم و جبار سبھی قدر جامعہ
یہ ہیں کرشمے معتمد شیریں مقال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے
کاشف نے علم دیں کو سہارا بہت دیا
ملت کی آبرو کو کنارہ بہت دیا
آثار تے نمایاں یاں دیں کے زوال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے
دیکھا ہے کبھی ہم نے بھی خاصانِ خدا کو
مردانِ رہ حق کو ، اربابِ صفا کو
تھے نور ، جن کی چشم میں رنگِ بلال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے
باطل کا دور دورہ تھا ہرسو دکن میں عام
تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا دکن تمام
ایک مرد حق نے رکھ دیا سورج نکال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے
اب میر کارواں ہے حلیمی نظر نواز
معمورۂ دکن میں ہے کاشف گہر نواز
اس نے جہاں کو رکھ دیا حیرت میں ڈال کے
اب رکھنا جامعہ مرے بچو! سنبھال کے

●●●

مولانا محمد سعید خانؒ ایک ہمہ جہت شخصیت

● مولانا محمد سعد عبداللہ ندوی
ناظم معہد ابوالحسن ناندیڑ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن تک جو دین پسندیدہ اور مقبول ہے وہ اسلام ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس دین کو ہر قسم کے تغیرات وتحریفات سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا اور دین کی بقاء وحفاظت کی ذمہ داری خود لی۔

''اِنّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِکر و انّا له لحافظون" اور حفاظت دین کے لئے خدائی تکوینی نظام افراد واشخاص کے ذریعہ حرکت کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہر علاقہ اور ماحول کے اعتبار سے ایسی ستودہ صفات شخصیات کا انتخاب فرماتا ہے جن میں زہد وقناعت، خلوص و للّٰہیت، تقویٰ وطہارت، نجابت وشرافت اور دین کی فکر ہوتی ہے اور وہ ان ہی اوصاف و صفات کے ساتھ لوگوں کے سامنے اپنی دعوت رکھتے ہیں پھر لوگ دیوانہ وار اس محنت و دعوت کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کے ہر تقاضے پر دل وجان سے عمل کرتے ہیں اور پھر یہی لوگ اس دعوت کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

امت مسلمہ کی گذشتہ صدیاں مختلف ملکوں، علاقوں، شہروں میں ایسی شخصیات سے بھری پڑی ہیں جنھوں نے اپنے خلوص وللّٰہیت، جوش ایمانی وحمیت دینی، دوراندیشی، دور بینی اور خوداعتمادی کے ذریعہ امت مسلمہ کی منجدھار میں پھنسی کشتی کو ساحل سے لگایا اور امت کو سنبھالا دے کر انھیں صحیح ڈگر پر چلایا۔انہی میں سے ایک دور اندیش صفت مرد دانا و

بینا مجاہد مولانا محمد سعید خان صاحب بھی تھے جنھوں نے دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتعلم کے ذریعہ نہ صرف اورنگ آباد بلکہ علاقۂ مراٹھواڑہ میں وہ عظیم کام انجام دیا جو بمشکل کسی انسان کے حصہ میں آتا ہے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب حیدرآباد کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب کا نام سکندر خان تھا۔ اسلامیہ ہائی اسکول سکندرآباد سے پڑھائی کی۔ مولانا عبدالغفور صاحب موصلی سے عربی زبان سیکھی۔ بہت ذہین وفطین انسان تھے۔

نظام آباد کی ایک جماعت اورنگ آباد آئی ہوئی تھی۔ جس کا قیام چوک کی مسجد میں تھا۔ اس جماعت میں بھوپال کے خلیفہ جی ایک بزرگ تھے اور مولانا جمیل احمد صاحب حیدرآبادی بھی تھے۔ بیان ہوا اور مولانا نے بیان کے بعد پوچھا کہ بتاؤ یہ کام کون کرے گا؟ سعید بھائی اس مجلس میں موجود تھے۔ آپ نے کہا: ''میں کروں گا۔'' انھوں نے کہا: ''ٹھیک ہے آپ یہاں کے امیر رہیں گے۔'' اور اس کے بعد ساری زندگی انھوں نے دعوت وتبلیغ کے سپرد کردی۔ صحابہ کی طرح جاں فروشی، ولولۂ ایمانی کے ساتھ لوگوں میں چلنا پھرنا، ایک ایک کو اللہ سے اور رسول سے جوڑنے کی فکر میں لگے رہنا، زندگی کا مشغلہ بنالیا اور اس فکر نے انھیں اورنگ آباد سے سارے مراٹھواڑہ میں دوڑایا، پھر ان کی محنت کا دائرہ اور کوششوں کا فیض حیدرآباد، بنگلور، کرناٹک وگجرات سے بڑھ کر انگلینڈ، فرانس، بلجیم تک پہنچ گیا اور حرمین بھی ان کی محنت وفکر اور ان کی دعوت وتڑپ کا میدان بن گیا۔ ان کی دعوت کے ذریعہ نہ جانے کتنے بھٹکے ہوؤں کو راستہ ملا، کتنے گم کردہ منزل مسافروں کو نشانِ راہ ملا اور آپ چلتے ہی چلے گئے۔ نہ بے سروسامانی آپ کو روک پائی، نہ عیال کی کثرت آپ کے پاؤں کی

بیڑی بن سکی، نہ حالات کا نشیب وفراز آپ کے جذبۂ دعوت کو سرد کر پایا اور جب دعوتی سرگرمیاں زیادہ بڑھیں تو آپ نے ملازمت سے سبکدوشی اختیار کرلی اور سراپا دعوت بن گئے۔ اس راہ میں معاشی تنگدستی اور راہِ دعوت وتبلیغ کی آبلہ پائی بھی آپ کے پائے استقامت میں لرزش پیدا نہ کرسکی۔

مرحوم مولانا محمد سعید خان کا اپنے اکابر سے بڑا گہرا تعلق تھا اور ان اکابر کو بھی سعید بھائی سے بڑی محبت تھی۔ یہی عقیدت ومحبت تھی جس کے لئے آپ اکثر مرکز نظام الدین دہلی پہنچتے تھے اور اگر کبھی حاضری میں تاخیر ہوتی تو وہ حضرات بڑے اہتمام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ تاخیر سے آپ کی نظام الدین حاضری ہوئی تو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے بڑے محبت بھرے انداز سے کہا تھا: سعید میاں کہاں چلے گئے تھے آپ؟

مولانا محمد سعید خاںؒ کے دل ودماغ پر غیر مسلموں میں دعوت کا جذبہ ہمیشہ سوار رہتا تھا۔ آپ ہر ملنے والے کو دعوت دینا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ بعض دفعہ غیر مسلموں کی ہدایت کا جذبہ اس قدر جوش مارتا کہ آپ مندروں میں پہنچ جاتے۔

ڈاکٹر رفیق زکریا چاہتے تھے کہ جامع مسجد کے کمروں کو ہاسٹل بنادیا جائے۔ اسی طرح شہر کے اور دیگر حضرات بھی اس کوشش میں تھے کہ یہ احاطہ ان کی سرگرمیوں کے لئے انھیں مل جائے۔ سعید بھائی نے وقف بورڈ سے نزول پر ساری عمارت کو حاصل کی اور نظام الدین میں چلنے والے مدرسہ کاشف العلوم کے نام پر اس ادارہ کا نام کاشف العلوم رکھا۔ ۱۹۵۹ء میں ایک چھوٹے سے ادارہ کی بنیاد ڈالی۔ کسے پتہ تھا یہ ننھا سا پودا مستقبل میں ایک

تناور درخت بننے والا ہے۔

ماسٹر زین الدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور سعید بھائی مدرسہ کے اخراجات کے سلسلہ میں بمبئی گئے۔ ہمیں اس سفر میں عجیب وغریب حالات سے گذرنا پڑا۔ اس سفر کے دو واقعات مجھے یاد ہیں۔ چیلیا برادری کے حاجی علاؤالدین صاحب کے پاس ہم مل کر بازار گئے اور ان کے سامنے مدرسہ کا تقاضا رکھا۔ انھوں نے کہا: میاں چندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے نبیوں کا بکریاں چرانا۔ دوسرا واقعہ اورنگ آباد کے ایک شخص کا ہے جو گوشت کا سپلائر اور کروڑ پتی تھا ہم ان کے پاس بڑی امید سے پہنچے۔ ایک تو مالدار آدمی، دوسرے صاحب سطوت۔ بڑی امید کے ساتھ اس کے سامنے مدرسہ کا تقاضا رکھا تو اس نے جواب میں کہا: میاں بہت چھوٹی عمر سے دھندے میں لگ گئے۔

۱۹۶۸ء میں مراٹھواڑہ سے جن تین سو بااثر مسلمان شخصیتوں کو گرفتار کیا گیا ان میں سعید بھائی کا نام بھی شامل تھا۔ جب پولس کی گاڑی جامع مسجد پہنچی تو آپ نے اپنے سامان کے ساتھ دینی کتابیں بھی لے لیں۔ جیل پہنچ کر پہلے ہی دن سے تعلیم کے حلقے اور بیانات کا سلسلہ جاری کردیا۔ تین ماہ کے دوران قیام جیل کا یہ حصہ کسی مدرسہ اور خانقاہ سے کم نظر نہ آتا۔ اور جب لوگ یہاں سے رہا ہوکر نکلے تو انھیں یوں لگ رہا تھا کہ جیل سے نہیں بلکہ کسی خانقاہ سے نکل رہے ہیں۔

جن دنوں مولانا محمد سعید خان صاحب جیل میں تھے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی شہر اورنگ آباد تشریف آوری ہوئی۔ آپ کو مولانا محمد سعید خان صاحب کی محروسی کا علم ہوا تو آپ بغرض ملاقات جیل پہنچے۔ وہاں پہنچ کر سعید بھائی سے فرمایا کہ میں دو ہی

لوگوں سے ملاقات کے لئے جیل گیا ہوں ایک مولانا حسین احمد مدنیؒ کے لئے اور دوسرے آپ کے لئے۔

مولانا محمد سعید خان صاحب کے بیانات بڑے مؤثر ہوا کرتے تھے جو سنتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ گفتگو کا انداز بڑا دلکش تھا۔ اللہ کی وحدانیت، جناب رسول اللہ کی محبت، صداقت، اتباع واطاعت، صحابۂ کرام کے جوشِ ایمان، جذبۂ اطاعت ودعوت کے واقعات اکثر بیان کے موضوع ہوا کرتے تھے۔ مرحوم مولانا محمد سعید خان صاحبؒ عبادات کے پابند، نوافل واذکار کا اہتمام کرنے والے تھے۔ اسی طرح ان کی پُرسوز دعاؤں کا ہر وہ شخص شاہد ہے جس کو ان کے ساتھ کچھ عرصہ گذارنے اور ان سے گفت وشنید کا موقع ملا ہے۔

۲۲ر جولائی ۱۹۹۰ء کو اس مرد درویش نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ہزاروں سوگواروں اور شاگردوں کو اپنے پیچھے روتا چھوڑ گیا اور ساتھ ہی اس ادارے کو اپنے تربیت یافتہ ان ہاتھوں کے سپرد کرتا گیا جو اس وقت ننھے پودے کی شکل میں تھا۔ سابق ناظم جامعہ مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی رحمۃ اللہ کی انتھک محنتوں، کوششوں اور کاوشوں کے نتیجے میں آج یہ ادارہ ایک سایہ دار درخت بن چکا ہے جو نہ صرف اورنگ آباد کو بلکہ سارے مہاراشٹر کو اپنے فیوض سے سیراب کررہا ہے اور یقیناً جنوبی ہند میں ندوہ کا ترجمان اور فکر ندوہ کا علمبردار ہے۔

میں اس سمینار کے منتظمین وجامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے ارباب حل وعقد کو اس سمینار کے انعقاد پر پُرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ اللہ اس جامعہ کے فیض کو عام فرمائے، اس کو سلامت رکھے اور اس کے جملہ اساتذہ، طلباء، منتظمین ومعاونین کو اپنے سایۂ عاطفت میں رکھے۔ آمین

●●●

مولانا محمد سعید خان کی
شخصیت کے چند نمایاں پہلو

● مولانا محمد یوسف ندوی کانڑگاؤں
مدرس جامعہ ابوہریرہ بدناپور ضلع جالنہ

سورج ڈوب جاتا ہے لیکن اس کی سرخی افق پر دیر تک اس کے وجود کی گواہی دیتی ہے۔لوگ دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں لیکن ان کے کارناموں کی صدائے بازگشت ذہن کے پردوں سے ٹکرا کر رگ و پے میں حرارت و اضطراب کی لہر دوڑا دیتی ہے۔یہی وہ احساسات ہیں جہاں ارادے ناکام اور فطرت مجبور ہوجاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ سفرآخرت پر روانہ ہونے کے بعد بھی وہ یادگار زمانہ بن کر لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔غور وفکر کیا جائے تو انسانی زندگی چند پل کے سوا کچھ بھی نہیں۔ بعدازاں مادی وجود خاک میں مل جاتا ہے اور باقی رہ جاتی ہے تو صرف گذاری ہوئی زندگی۔یعنی طرزِ حیات اور طرزِ عمل۔ جو لوگ اچھے اخلاق، اعلیٰ کردار اور بلند معیار کے ساتھ ایک بہترین طرزِ حیات وطرزِ عمل پر زندگی گذاریں گے تو یقین کیجئے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی وہ زندہ جاوید رہیں گے اوران کی باقیات الصالحات ان کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گی۔

ایسا ہی ایک دلنواز، شریف النفس، سادہ لوح، ملت کا غمگسار، اشاعت دین کے لئے جاں نثار و جاں باز، تھکے بغیر، رُکے بغیر منزل مقصود کی جستجو میں رہنے والا اور تبلیغی سرگرمیوں کے حوالے سے اپنے خلوص ومحبت کو شانِ بے نیازی کے ساتھ شہر بھر اور اطراف

شہر، مراٹھواڑہ بلکہ پورے مہاراشٹر میں بانٹنے والی عبقری اور نابغۂ روزگار شخصیت حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تھی۔آپ مورخہ ۱۰/ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۰/جون ۱۹۲۷ء بروز جمعہ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی اسکول سکندرآباد میں حاصل کی۔اس کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ اورنگ آباد آمد کے بعد دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہوئے۔ ہاسپٹل کے اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ میں ملازمت اختیار کی لیکن تبلیغی جماعت سے وابستگی ووارفتگی کی وجہ سے ملازمت کو ترک کردیا اور تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی چلے گئے۔۱۹۷۸ء، ۱۹۸۱ءاور ۱۹۸۳ء میں تین مرتبہ حج بیت اللہ وزیارت مدینہ منورہ سے شرف یاب ہوئے۔تقریباً چھ ماہ حجاز مقدس میں دعوتی سرگرمیوں میں گذارے۔انگلینڈ، فرانس اورآسٹریلیا وغیرہ کا دینی، دعوتی و تبلیغی دورہ کیا۔ ۱۹۶۸ء میں سنت یوسفی ادا کرتے ہوئے جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔۲۲/جولائی ۱۹۹۰ء کو اورنگ آباد میڈیکل کالج میں آپ نے آخری سانس لی اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔اسی روز ظہر بعد جامع مسجد اورنگ آباد میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور متصل قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔

علاقہ مہاراشٹر اور بالخصوص مراٹھواڑہ میں حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی بے لوث کارکردگی، بے مثال کردار اور عمدہ حکمت عملی سب سے اولین اور سب سے نمایاں ہے۔ آپ نے امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ کی بقاء ورہنمائی کا علمی، فکری وعملی اور تعلیمی وتبلیغی پیغام ومرتب پروگرام علاقۂ مراٹھواڑہ کے عوام کو دیا۔مراٹھواڑہ ہی نہیں بلکہ مہاراشٹر کی تعلیمی وتبلیغی تاریخ میں آپ کا کردار سنگ میل اور نشانِ منزل کی حیثیت رکھتا ہے۔آپ علیہ الرحمہ نہ

صرف دعوت وتبلیغ کے اولین حامل تھے بلکہ تعلیم وتربیت کے لئے بھی متفکر رہتے تھے۔آپ کے اسی قلق واضطراب کا اثر تھا کہ مورخہ ۱۰رشوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹راپریل ۱۹۵۹ء شہر خجستہ اورنگ آباد کی تاریخی جامع مسجد (جس کی تعمیر میں دو نیک دل فرماں روا یعنی ملک عنبر اور اورنگ زیبؒ کا حصہ ہے) کے وسیع وعریض احاطہ میں بدست خود مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی۔

دراصل اس وقت کا قائم کردہ مدرسہ کاشف العلوم کا ننھا پودا آج کا تناور وثمر آور درخت جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مہاراشٹر کی سب سے عظیم وقدیم دینی درسگاہ اور اسلامی تربیت گاہ بن چکا ہے۔جس کے وابستگان وفیض یافتگان آج پورے علاقے میں علمی، دینی وسماجی خدمات میں نمایاں کردار ادا کررہے ہیں، جس نے ہزاروں پتھروں کو تراش کر ہیرا بنا دیا اور کتنے ہی خزف ریزوں کو نگینہ کی طرح چمکا دیا۔آج مہاراشٹر ہی کیا بلکہ ملک بھر میں مدارس وجامعات کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔مختلف ادوار میں مختلف افراد نے حسبِ توفیقِ خداوندی مدارس کی اس سنہری زنجیر میں کڑی درکڑی اور حلقہ درحلقہ اضافہ کیا ہے اور ہنوز یہ سلسلۂ ذہبیہ جاری وساری ہے۔البتہ **اَلْفَضْلُ وَالْمَنُّ لِلْمُتَقَدِّمِ** کے اصول کے تحت جو فضیلت اور برتری پہل کرنے والے کو حاصل ہوگی وہ کسی متبع اور پیروی کرنے والے کو ہرگز ہرگز حاصل نہ ہوسکے گی۔

بانی تبلیغ وبانی کاشف العلوم حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب علیہ الرحمہ کے دیدار کی سعادت تو مقدر ہوئی لیکن احساس وشعور، علم وآگہی کی کمی اور راقم السطور کی صغرسنی اور موصوف علیہ الرحمہ کی کبرسنی ایک ایسی آڑ اور رکاوٹ ثابت ہوئی کہ ناچیز بالمشافہ اور

مولانا محمد سعید خاںؒ : حیات وخدمات

بالواسطہ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کرسکا اور آپ سے براہ راست اکتساب فیض اور استفادہ کا موقع میسر نہ آسکا۔البتہ ربِّ ذوالجلال والمنن کے بے حد و بے حساب فضل وکرم اور بے پایاں و بے انتہا احسانوں کا ہی طفیل ہے کہ دورانِ قیام کاشف العلوم یعنی زمانۂ طالب علمی میں اپنے مشفق اساتذۂ کرام سے آپ علیہ الرحمہ کا ذکر خیر سنتا رہا، جس سے آپ کی محبت وعظمت کے نقوش دل پر مرتسم ہوتے گئے۔آپ کا کمال علم وفضل، آپ کا خلوص وللّٰہیت اور کیفیت عبادت وشوق دعوت وتبلیغ سب دل ودماغ پر نقش ہوتے گئے اور اس طرح دل ونگاہ میں آپ کی شخصیت نے ایک خاص مقام پیدا کردیا۔آپ یقیناً ایک داعی، ایک مبلغ، ایک مصلح اور ایک صاحب دل مزکّی ومربّی تھے۔

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

راقم السطور نے اپنی کم علمی اور ناقص معلومات کی بناء پر ادنیٰ سی کوشش کے طور پر جو بھی خامہ فرسائی کی ہے وہ محض بانی مکرم کے قائم کردہ اس ادارہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی علمی فضاؤں کا فیض بیکراں اور اس کارگاہ تربیت کا عطیۂ بے بہا ہے اور یقیناً ان سبھی مخلص ومشفق ومربی اساتذہ کرام اور ارباب انتظام کی مخلصانہ تعلیم ومشفقانہ تربیت کا ہی ثمرہ ہے جو ہمیشہ سے اپنی مخصوص دعاؤں، نیک تمناؤں اور موقع بموقع مفید مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں نیز قدم بقدم رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ تادم آخریں ان محسنین کے احسانات سے بہرہ ور ہوتا رہوں۔اللہ ان حضرات باصفا کو اپنی شایان شان عزاعطا فرمائے اور جو اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف کوچ کرچکے ہیں۔

ان کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرماتے ہوئے انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور جوحضرات موجود ہیں اللہ رب کریم ان کی عمروں میں برکتیں مقدر فرمائے اور تادیران کا سایۂ شفقت وعاطفت ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔

آسمان علوم وفنون اور رشد وہدایت کے ان نیر تاباں کے جھرمٹ میں مجھ جیسے سیارے کی کیا اوقات؟ کہاں کی مجال؟ اور کیسی بساط کہ قلم کو جنبش دے سکوں اور اپنے ٹوٹے پھوٹے انداز میں اپنے خیالات واحساسات کی ترجمانی کرسکوں۔ حدرجہ ممنون ومشکور ہوں کہ میرے کرم فرماؤں نے مجھ جیسے ادنیٰ شاگرد کو اس عظیم الشان اجلاس میں خامہ فرسائی اور اسٹیج پر حاضری کا موقع عنایت فرماتے ہوئے اس قابل سمجھا۔ یہ بھی ان حضرات کی مشفقانہ تربیت، حسن ظن اور ذرہ نوازی کا مظہر ہے۔ ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک **فَـزَادَهُمُ اللّٰهُ شَرَفًا وَ عِزًّا وَ عِلْمًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا**

بانی جامعہ کاشف العلوم حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب علیہ الرحمہ کے کارنامے واحسانات ایسے ہیں جو الفاظ واقوال سے کہیں زیادہ محسوسات کے متقاضی ہیں۔ تعلیم اور تبلیغ دونوں ہی ان کی محنت کا میدان رہے ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہوں کہ ان دونوں شعبوں کو تاقیامت سرسبز وشاداب اور آباد رکھے۔ اندرونی و بیرونی ہر طرح کے فتنوں سے ان کی حفاظت فرمائے اور ان دونوں شعبوں کو ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے اور ان کی باقیات الصالحات کو ان کے لئے صدقۂ جاریہ بناتے ہوئے انھیں اپنی شایانِ شان جزا عطا فرمائے۔

●●●

مولانا محمد سعید خان بحیثیت داعی الی اللہ

● مولانا محمد صادق ندوی (سیلو)
ناظم دارالعلوم فرقانیہ سیلو ضلع پربھنی

دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ جانے ہی کے لئے آیا ہے لیکن ان جانے والوں میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کی یادیں اور باتیں کبھی بھلائی نہیں جاسکتیں۔ وہ صرف اپنے اہل و عیال، اعزاء واقارب ہی کو نہیں بلکہ ایک عالم کو سوگوار واشکبار چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ اُن کی للّٰہیت، علم وفضل، زہد وورع، اخلاق وکردار کی جاذبیت انسانیت کو صدیوں معطر کرتی رہتی ہے اور ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد سالوں تک علمی ودعوتی ودیگر شعبہ ہائے زندگی میں ایک ایسے خلا کا احساس ہوتا ہے جس کا پُر ہونا اس دور قحط الرجال میں مشکل نظر آتا ہے۔

اللہ کے ایسے ہی برگزیدہ بندوں میں ایک حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کی شخصیت بھی تھی۔ جن کی ولادت ۱۰ر ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۲۷ء بروز جمعہ حیدرآباد (دکن) میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب افغان کے مشہور قبیلہ یوسف زئی سے جا ملتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد آپ کے جد اعلیٰ حیدرآباد (گنٹور) منتقل ہو گئے اور فوج کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم حیدرآباد ہی میں ہوئی، اُس کے بعد انہوں نے عثمانیہ یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ کیا۔

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ جس وقت تاریخی شہر اورنگ آباد منتقل ہوئے، اس وقت پورا علاقہ بدعت وخرافات اور جہالت و بے دینی کا شکار تھا۔ دعوت وتبلیغ

کے کام سے لوگ بہت دور تھے۔ اُن حالات میں حضرت مولانا محمد سعید خانؒ نے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جن لوگوں نے دیکھا ہے اور جن لوگوں نے آپؒ کے متعلق جن لوگوں سے سنا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے آپؒ کے دعوتی کاموں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپؒ نے ہمیشہ اپنے آپ کو بزرگوں کے تابع رکھا۔ مجھے حضرت مولاناؒ کو اپنے دورِ تعلیم میں دیکھنے کا موقع ملا لیکن جتنا آپ کے ہم عصروں اور اپنے اساتذہ سے سنا، اُس سے معلوم ہوا کہ مولاناؒ کی دعوت کی سب سے بڑی خصوصیت شرک و بدعت سے نفرت اور خالص توحید کی دعوت تھی اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مولاناؒ کی زندگی صرف دو کاموں کے لئے وقف تھی: (۱) اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے اُن کے ایمان پر باقی رکھنے کی کوشش کرنا۔ (۲) اور جو بندگانِ خدا اب تک ہدایت سے محروم ہیں ان کے سامنے اسلام کی سچی تعلیمات کو پیش کرنا۔

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی بلند نظر نے بھانپ لیا تھا کہ اگر امت کے نونہالوں کی دینی تربیت واصلاح کے لئے کوئی پائیدار کام نہ کیا گیا تو امت کے ایمان کو بچانا مشکل ہوگا۔ ارتداد اور مسلم نفرت کا ماحول جو آزادی کے بعد سے ملک میں پھیل رہا تھا ایسے ماحول میں غالبًا اسی فکر کے پیش نظر ناموافق حالات کے باوجود ۱۹۵۹ء میں تاریخی شہر اورنگ آباد میں مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی۔ مدرسہ کی بنیاد کے مقاصد میں سب سے نمایاں مقصد یہ تھا کہ مسلم معاشرہ میں پھیلی غیر مسلموں کے مذہبی رسومات کی بیخ کنی کی جائے۔ مولاناؒ دن رات امت کے غم میں بے قرار رہتے تھے جہاں کہیں بھی دین کا کام ہو رہا ہو اور جماعتیں چل رہی ہوں، ان سب کے لئے دعاؤں کا کثرت سے اہتمام کرتے

تھے۔ مولانا محمد سعید خانؒ اس چیز میں دیگر لوگوں سے ممتاز نظر آتے ہیں، کیونکہ آپ نے بذاتِ خود دعوت کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ کام کرنے والوں کی ایک ایسی جماعت تیار کردی تھی جو آپ کی وفات کے بعد بھی اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیتی چلی آرہی ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا ان شاء اللہ۔ اسلام نے یوں تو اپنے ماننے والوں کو دعوت و تبلیغ کا مکلّف بنایا ہے لیکن کچھ حضرات ایسے ہوتے ہیں جو اُسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں اور اس کام کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیتے ہیں اور ہر دم اس کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مولاناؒ بھی ایسے لوگوں میں سے ایک تھے۔

یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ عقل سلیم کے مالک تھے۔ صاحب دل آدمی تھے۔ بزرگوں کی صحبتوں اور علماء ربانیین کی قربت کی بدولت آپ کی شخصیت کمالات کی آئینہ دار بن گئی تھی بلکہ آپ اپنے آپ میں فکرار جمند، زبانِ ہوشمند اور دلِ دردمند کے پیکر تھے۔ اللہ رب العزت نے ان ہی خوبیوں کی وجہ سے آپ سے بہت سے کام لئے لیکن ان تمام میں دو کام آپ کے ایسے ہیں جن کا بدلہ رب ذوالجلال ہی آپؒ کو عطا فرمائے گا۔ ایک دعوت وتبلیغ کی بنیاد اور دوسرے مدرسہ کاشف العلوم کی تاسیس، جس میں قال اللہ وقال رسول ﷺ کی صدائیں گونج رہی ہیں، جہاں سے سینکڑوں کی تعداد میں حفاظ کرام وعلماء دین فارغ ہوکر دعوت دین، حفاظت دین واشاعت دین کی خدمات میں لگے ہوئے ہیں اور پورے علاقہ میں پھیلے مدارس ومکاتب ومساجد کا جال اور فضلاء مدارس و مفتیان عظام کی ایک بڑی تعداد آپؒ ہی کے فیض کا تسلسل ہے۔ جب تک یہ عالم آباد رہے گا یقیناً اس کا ثواب آپؒ کے ہی حصہ میں لکھا جائے گا۔

اللہ رب العزت نے حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کو جس نبوی مشن کے لئے کھڑا کیا تھا خدا کا شکر ہے کہ زندگی کی آخری سانس تک آپؒ نے پوری امانت و دیانت داری کے ساتھ اسے نبھایا اور بالآخر اسی راہِ خداوندی میں اپنی جان دے دی اور انجام کار سرخرو ہوئے ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

انشاء اللہ ان کی خوبیاں باقی اور نیکیاں زندہ رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ پر توکل ان کا زادِ سفر تھا۔ نہ جانے کتنی خوبیاں تھیں مولاناؒ میں۔ اللہ رب العزت اپنے اس نیک بندہ کی بھرپور مغفرت فرمائے اور آخرت میں بھی کامیاب اور سرخ رو رکھے اور ان کی اولاد کی حفاظت فرمائے۔

•••

میرے مشفق ومہربان مربّی

● الحاج محمد عثمان دیشمکھ (گولے گاؤں)

بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ ایک جلیل القدر شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولاناؒ کو گونا گوں صفات و اعلیٰ اخلاق سے نوازا تھا۔

مولانا مرحوم کے ساتھ احقر کا کافی وقت گزرا۔ مولانا مرحوم پر ہمیشہ دین کی نشر و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کی فکر سوار رہتی تھی۔ ایک مرتبہ بالانگر میں اجتماع سے دس دن کی پیدل جماعت نکالی گئی۔ جماعت کام کرتی ہوئی جام کھیڑ بمن گاؤں سے ہوکر اڈول پہونچی، جب ہماری جماعت جام کھیڑ میں تھی تو بارش شروع ہوگئی۔ اس زمانہ میں عام طور پر مغرب کے بعد فضائل گشت اور نماز عشاء کے بعد عمومی بیان ہوتا تھا۔ ہم ساتھیوں نے بارش کی وجہ سے گشت نہیں کیا۔ اسی درمیان مولانا مرحوم تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا آپ لوگوں نے گشت کیا ہے، پھر مولانا مرحوم از خود چھتری اور بتی لے کر گاؤں کی گلیوں میں نکلے اور گشت فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ تقریباً چالیس افراد کی جماعت لے کر نظام الدین تشریف لے گئے۔ راستہ میں بھوپال کے قیام میں ماہ رمضان کا آغاز ہوگیا تو مولانا مرحوم کے بھوپال کی جامع مسجد میں جمعہ اور فجر میں بیانات ہوئے اور لوگ مولانا مرحوم کے بیانات بڑے ذوق و شوق اور رغبت سے سنتے تھے۔ مولانا مرحوم اپنے بیان میں اپنا دردِ دل بیان کرتے تھے۔

مولانا مرحوم کے خطابات متاثر کن ہوتے تھے۔ مولانا مرحوم کی تشکیل بڑی جاندار اور طاقتور ہوتی تھی۔

اسی طرح مولانا کے بیانات تاج المساجد اور لال مسجد میں بھی ہوئے۔ بھوپال کے قیام میں سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا عمران خان صاحب ندویؒ نے ہم ساتھیوں کو کھانے پر مدعو فرمایا۔ اس وقت بھوپال کے امیر جماعت جناب بڑے سعید بھائی تھے۔

اس کے بعد ہماری اگلی منزل آگرہ تھی۔ مولانا مرحوم نے آگرہ شہر میں دین کی خوب محنت فرمائی اور آگرہ شہر کے بااثر افراد کی جماعت نظام الدین روانہ فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحومؒ کی زبان میں عجیب تاثیر رکھی تھی۔ بااثر افراد کی ذہن سازی اور اللہ کے راستے میں خروج کی فضیلت اس انداز سے بیان فرماتے کہ سارا مجمع قربانی کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ مرکز نظام الدین' بنگلہ والی مسجد کی چہار دیواری کا نام تھا۔ پرانی عمارت تھی، جدید عمارت ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ مولانا محمد ہارون صاحبؒ کاندھلوی مولانا سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ موجودہ امیر جماعت مولانا محمد سعد کاندھلوی اس وقت تین چار برس کے تھے اور والد محترم کی انگلی پکڑ کر مسجد میں آتے تھے۔

ہم ساتھیوں نے مولانا مرحوم کی معیت میں عیدالفطر کی نماز مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلوی کے پیچھے ادا کی۔ انھوں نے ہماری جماعت کو تقسیم فرما کر ہمیں راجستھان کے علاقہ بساوہ اور میوات کے علاقہ گڑگاؤں کی طرف روانہ فرما دیا اور مولانا محمد سعید خان

صاحبؒ کو مرکز پر روک لیا جو مرکز نظام الدین کے تقاضوں کو پورا فرماتے رہے۔

اسی قیام میں مرکز پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے مصافحہ و معانقہ کا شرف ملا۔

مولانا دعوتی اسفار میں بار بار کاشف العلوم کا تذکرہ فرماتے اور مولانا کو ہمیشہ مدرسہ کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ ایک مرتبہ مدرسہ میں راشن کی قلت ہوگئی۔ مولانا مرحوم بڑے متفکر ہوئے اور مجھ سے فرمایا' دیکھ (عثمان) یہ پرانی آرا مشین ہے، اس کو فروخت کر کے راشن کا انتظام کرو۔ ایک تبلیغی اجتماع (سپورہ بازار) بھوکر دن میں مولانا مرحوم کی سرپرستی میں منعقد ہوا، جس میں ایک غیر مسلم شخص نے ایمان قبول کیا۔

ایک مرتبہ مولانا مرحوم نے تقریباً ۱۰۰/افراد کی ایک جماعت تیار فرما کر (بساوہ) کے لئے روانہ فرمایا، جس میں عبدالعزیز صاحب اور عظیم صاحب (گادی گھر والے) بھی شریک سفر تھے۔ مولانا مرحوم نے بساوہ میں بڑی دعوتی محنت فرمائی۔ مولانا مرحوم کے جگہ جگہ بیانات ہوئے۔ علاقہ مراٹھواڑہ میں مولانا مرحوم کا دعوتی سفر اکثر پیدل ہوا کرتا تھا۔ مشکل سے کوئی سواری ملتی تھی۔ (عاجز) ہمیشہ مولانا مرحوم کے ساتھ پیدل کے سفر میں ساتھ ہوتا۔ مولانا بڑے مشفقانہ انداز میں میری نماز درست فرماتے تھے۔

مولانا مرحوم کی وجہ سے عاجز کو کمرہ نمبر ۳۰/ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور قاری محمد طیب صاحبؒ سے ملاقات کا شرف ملا۔ الحمدللہ

ایک مرتبہ مولانا مرحوم کے ساتھ یہ عاجز سفر میں بھوم کے علاقہ میں تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا ہمارے پاس کھانے کا انتظام نہیں تھا۔ صرف دو مکئی کے بھٹے تھے۔ اسی پر ہم نے سحری کی۔ دوسرے دن میں اس مجاہدہ کی تاب نہ لا سکا اور اورنگ آباد لوٹ آیا، لیکن مولانا

مرحوم اپنے مشن پر قائم رہے اور سفر جاری رکھا۔ جب مولانا مرحوم دواخانہ میں شریک تھے تو میں نے دیکھا کہ مولانا مرحوم کے پاس مسواک ہے اور تسبیح، قرآن خوانی اور نمازوں کی پابندی برابر جاری ہے۔ میرے گاؤں کے بارے میں فرماتے ''یہ گاؤں تو میرا اپنا گھر ہے۔''

مولانا مرحوم کو ہمارے علاقہ کا بچہ بچہ جانتا اور پہچانتا تھا۔ اس زمانے میں مولانا جس علاقہ میں جاتے تو سرپرستوں سے ان کے لڑکوں کی تشکیل کرتے، ذہن سازی فرماتے اور بڑی عمر کے لوگوں کو اللہ کے راستے میں روانہ فرماتے۔

میں اس بات کا اظہار کرنے میں خوشی اور مسرت محسوس کررہا ہوں کہ مولانا کی صحبت کا اثر ہے کہ میری نسل میں اللہ تعالیٰ نے پندرہ علماء وحفاظ کو پیدا فرمایا۔ الحمدللہ۔ مولانا مرحوم کے اندر اللہ تعالیٰ نے وہ داعیانہ جذبہ ودیعت فرمایا تھا کہ ہمہ وقت کلمہ اور ایمان کی بات فرماتے تھے۔ یہ مولانا کے اندر کا درد تھا کہ کسی وقت کسی لمحہ مولانا اس سے غافل نہیں ہوئے۔ موقع پاتے ہی کلمہ اور ایمان ویقین کی باتیں شروع فرمادیتے۔ ایک مرتبہ گولے گاؤں میں تشریف فرما تھے کہ اچانک مجھے بلایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل، ہم ان غیرمسلموں کو کلمہ کی دعوت دے کر آئیں گے اور ان کو دوزخ کی آگ سے بچائیں گے۔

غرض مولانا میں بے شمار خوبیاں اور کمالات تھے۔ خردنوازی مولانا کا شیوہ تھی۔ چھوٹے افراد کو کیسے استعمال کرنا ہے اور کیسے ان سے کام لینا ہے مولانا اس فن سے بخوبی واقف تھے۔ مولانا مرحوم نے ۱۹۵۹ء میں جب جامعہ کی بنیاد رکھی تو بے سروسامانی کا عالم تھا۔ بظاہر کوئی معین و مددگار نہیں تھا لیکن توکل علی اللہ کا سہارا اور آسرا مولانا کے دل میں

مضبوط تھا اور مولانا کا یہ لگایا ہوا پودا آج تناور درخت بن کر پورے علاقہ میں مینارۂ علم ونور بنا ہوا ہے۔

ہزاروں طالبانِ علوم نبوت نے اس چشمہ صافی سے اپنی علمی و روحانی تشنگی بجھائی۔ جامعہ کی یہ خوش بختی رہی ہے کہ جامعہ ہذا کو روزِ اول ہی سے مخلصین کا عملہ نصیب ہوا ہے۔ یہ بانی جامعہ کے خلوص کا نتیجہ تھا کہ روزِ اول ہی سے جامعہ ترقی کرتا گیا اور اکابرامت کی توجہ کا مرکز بنا اور مولانا کے لئے صدقۂ جاریہ بنا۔

اس عظیم الشان اور فقید المثال کارِ خیر کے پیچھے مولانا مرحوم کی جہد مسلسل، لگن، تڑپ، نیم شب کی آہ وزاری اور تعلق مع اللہ کے جذبات کارفرما تھے۔

تغمده الله برحمته و برّد مضجعه و عفا عنه

●●●

مولانا محمد سعید خان صاحبؒ: حیات وخدمات

● مولانا محمد صادق ندوی
استاذ فاطمہ گرلز ہائی اسکول بیگم پورہ اورنگ آباد

دنیا میں ایسے بہت کم لوگ ہوں گے جنھوں نے حدیث ''خیر الناس من ینفع الناس'' (لوگوں میں سب سے بہترین وہ شخص ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے) کے مصداق خدمت علم اور خدمت دعوت وتبلیغ کی ہو۔ کسی ایک محاذ پر تو کام کرنے کی مثالیں بے شمار مل جائیں گی لیکن بیک وقت دعوت وتبلیغ کی خدمت اور تعلیم وتعلم کی خدمت جیسے دیر طلب صبر آزما دو محاذوں پر خدمت کی مثالیں کم کم ہی ملیں گی۔ یہ ایسے راستے ہیں جن پر چل کر بندگان خدا راہِ راست پاتے ہیں اور حدیث ''من سنّ سنۃً حسنۃً فلہ اجرھا واجر من عملھا'' کے مطابق اجر وثواب کے حقدار بن کر اس کے قائم کرنے والے کے لئے اجر وثواب کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ آج ہزاروں طلبہ اور سادہ دل افراد مل جائیں گے جنھوں نے ہر دو میدانوں سے فیض اٹھایا اور آئندہ بھی اٹھاتے رہیں گے۔ یقیناً یہ سب صدقۂ جاریہ ہے، اس کے بانی اور مجاہد حضرت مولانا محمد سعید خان مرحوم کے لئے اپنی زندگی کا سب کچھ داؤ پر لگا دیا اور دونوں محاذوں کو استحکام بخشا۔ اُن کو توانا اور تر وتازہ رکھا، کتنے ایسے افراد مل جائیں گے جو یہاں آنے سے پہلے علم سے بے بہرہ اور زندگی کی بھول بھلیوں میں مست ومگن تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم مولانا محمد سعید خان کو خوب جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے انٹر کا امتحان پاس کیا۔ جالنہ میڈیکل کالج

میں ملازمت کی۔ تین مرتبہ حج بیت اللہ کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ چھ ماہ حجاز مقدس میں قیام رہا۔ مرحوم نے عصری تعلیم کے ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ ومنطق کے میدان میں نامور علماء سے کسب فیض کیا۔ قرآن مجید کے تیئیس پارے بھی حفظ کئے۔ آپ اپنا سب سے بہترین میدان تبلیغی کام اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کو سمجھتے رہے۔ جس کی بنیاد انھوں نے ۱۹۵۹ء میں رکھی اور آخری عمر تک ان سے وابستہ رہے۔ جب آپ نے اورنگ آباد میں قدم رکھا تو دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہوئے اور علاقۂ مرہٹواڑہ کے امیر جماعت تبلیغ کہلائے اور پھر اس دعوت وتبلیغ کے حوالے سے آپ نے انگلینڈ، فرانس اور آسٹریلیا کا سفر کیا۔

آپ کے خطابات آسان اور عام فہم ہوا کرتے تھے۔ طرزِ بیان سامعین کو بڑا متاثر کرنے والا ہوتا تھا۔ حاضرین پر اُس کا غیر معمولی اثر ہوتا تھا۔ دعوت وتبلیغ کے عنوان پر دیہات اور قصبہ کے لئے پیدل نکل جاتے تھے۔ وہاں لوگوں کو سمجھاتے، جن کی سمجھ میں بات آجاتی ان کو لے کر دوسرے قصبے کی طرف چلے جاتے۔ زیادہ تر وقت سفر ہی میں گزرتا۔

اِس موقع پر مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی کا ایک مختصر اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے مارچ ۱۹۹۵ء کے ''منشورِ کاشف'' کے اداریے میں تحریر کیا تھا کہ ''اُس جامعہ کے بانی مولانا محمد سعید خان صاحب کو جن لوگوں نے قریب سے دیکھا ہے وہ اس بات کی شہادت دیں گے کہ ان کی زندگی ایک مسافر کی زندگی تھی۔ دن کہیں، رات کہیں، صبح کہیں اور شام کہیں۔ اور اسی عالم مسافرت میں انھوں نے اپریل ۱۹۵۹ء میں

جامعہ کی بنیاد ڈالی تھی۔اس اقتباس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرحوم نے جامعہ اور دعوت و تبلیغ کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔

میں اسی پر اپنا مقالہ اس تجویز کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ مرحوم کے کاز و مقام کو باقی رکھنے کے لئے گوشۂ مولانا محمد سعید خان (مولانا محمد سعید اسٹڈی سینٹر) جامعہ میں قائم کیا جائے، جہاں آپ کی حیات و دیگر امور کے لئے تحقیقی کام ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمت کو قبول فرمائے اور اس کا شایان شان بدلہ عطا فرمائے۔

جان کر منجملہ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

●●●

مرد قلندر مولانا محمد سعید خان

اپنے کارناموں کی روشنی میں

● مولانا محمد صادق ندوی نائیگانوی

استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم

آج سے پون صدی قبل ہندوستان نے طویل جدوجہد کے بعد اپنی مطلوبہ آزادی تو حاصل کر لی لیکن مسلمانوں کو ملک تقسیم ہو جانے کی وجہ سے سوائے محرومی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اور انھیں مزید بے بسی اور لاچارگی سے دوچار ہونا پڑا۔ اور اس جنوبی ہند کو دوسرا صدمہ نظام حکومت کے زوال سے بھی پہنچا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس علاقے کے مسلمان مکمل طور پر مایوسی اور افسردگی کا شکار ہو گئے۔ نیز دین وشریعت سے بالکل ہی ناآشنا و نابلد ہو گئے اور شرک وکفر میں غیروں کے شانہ بشانہ شریک ہو گئے۔ ایسے مایوس کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف مدارس کا سلسلہ جاری فرمایا، جہاں سے حاملین علم وعمل کے جیالوں نے اس کفر وشرک اور بدعات وخرافات کی گھٹاؤں اور اندھیروں میں روشنی کے چراغ جلائے اور دوسری طرف دعوت وتبلیغ کی عمومی محنت جاری فرمائی۔ اس کے لئے بھی ایسے افراد میدان میں اترے جو جفاکش تھے اور جنھیں دینی حمیت وغیرت، کفر وشرک کو دیکھ کر بے چین و بے کل کرتی تھی۔

علاقہ مراٹھواڑہ اور بطورِ خاص اورنگ آباد جو کبھی مسلمانوں کے اقبال و سربلندی، علم وادب، وحدانیت وللّٰہیت کا مرکز، اہل اللہ اور اہل نظر صوفیاء و اولیاء کا گہوارہ رہا۔ یہ بھی

خزاں کا شکار تھا۔ بے دینی وجہالت کا سایہ پورے علاقہ پر چھایا ہوا تھا۔

دینی اقدار وشریعت کے حامل وعلمبردار وعظیم حکمران کی محنتوں، جان فشانی اور اخلاص وروحانیت کا مرکز وگہوارہ جامع مسجد اور اس کے اردگرد کے کمرے جن میں کبھی ''قال اللہ وقال الرسول'' کی صدائیں گونجا کرتی تھیں اور جہاں بیٹھ کر علم وعمل کے عظیم پیکروں نے اسلام کا عظیم سرمایہ ''فتاوی عالمگیری'' کا خاکہ تیار کیا تھا، وہ اب ویران اور اجڑا چمن بن چکا تھا۔ یہ عظیم مسجد اپنی ویرانی وعدم توجہی پر شکوہ کناں تھی۔ کبھی غرناطۂ ہند کے نام سے پکارا جانے والا یہ شہر غفلت وجہالت کا شہر بن گیا تھا۔ پورے شہر میں دین کا مکمل و پختہ علم رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ کچھ حفاظ تھے جن کا معاشرہ پر کوئی اثر ورسوخ نہ تھا۔ الغرض یہی کچھ حالات تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ کو غفلت وجہالت سے بیدار کرنے اور علم وعمل کی فصل بہار قائم کرنے، تقوی وطہارت، روحانیت وللّٰہیت، علم وعرفان سے ہم کنار کرنے کے لئے ایک مرد قلندر مولانا محمد سعید خان صاحبؒ جیسی شخصیت کو کھڑا کیا جن کا تعلق ریاست آندھراپردیش سے تھا۔ جن کی آمد کا سبب سرکاری نوکری تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اس مردِ قلندر کے ذریعہ پورے علاقہ کو علم وعمل، روحانیت وللّٰہیت سے جگمگانا تھا۔ چنانچہ اس مرد مجاہد نے پہلی اور بڑی قربانی یہ دی کہ اپنی جاری نوکری کو خیر باد کہا۔ کیونکہ اس کو انجام دیتے ہوئے اس قدر عظیم کام کا انجام دینا ممکن نہ تھا جبکہ اس پردیس میں ان کے اور اہل وعیال کے معاش کا وہ واحد ذریعہ تھا۔ مرد قلندر حضرت مولانا محمد سعید خانؒ نوکری سے دستبردار ہونے کے بعد ہمہ تن امت کی اصلاح میں مصروف ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک ایسی ہی باہمت، عزم وحوصلہ کے حامل مرد قلندر کو کھڑا کیا جس نے کفر وشرک، بدعات وخرافات رسم ورواج کی طوفانی ہواؤں اور مسموم فضاؤں میں اپنے نور ایمانی سے

دعوت وتبلیغ کے چراغ کو فروزاں کیا پھر کیا تھا چراغ سے چراغ جلتے گئے، روشنی ہوتی گئی اور اندھیرا چھٹتا گیا۔

آپ کی زندگی کا طویل حصہ دعوت وتبلیغ کی محنت اور اس راہ میں اسفار کرتے ہوئے گزرا۔ اس طویل مدت میں آپ نے اس راہ میں کتنے سفر کئے اور کہاں کہاں اور کن کن علاقوں، شہروں، بستیوں، بیابانوں اور صحراؤں کی خاک چھانی، کیسے کیسے افراد سے ملے اور ان سے منت وسماجت کر کے راہ راست پر لگایا۔ یہ ایسی طویل داستان ہے جس کی تفصیل سوائے رب ذوالجلال کے آج کوئی نہیں جانتا۔ لیکن زمانہ اس پر شاہد ہے، اب تو اس کے تذکرے زمانے کے دبیز پردوں میں گم ہوتے جارہے ہیں۔ لیکن میں نے ان کی قربانیوں وجاں فشانیوں کے تذکرے سنے ہیں۔ حیرت اس پر بھی ہوتی ہے کہ اس مرد قلندر نے سرکاری نوکری کو جو اس زمانہ میں ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھی ٹھکرادی اور پھر اس کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا اور اس کے علاوہ بھی ایسا کوئی خاطر خواہ ذریعہ اختیار نہیں کیا جو اس راہ میں رکاوٹ بنے، پھر وہ دور آج کی طرح کوئی نصرتوں کا دور نہ تھا۔ عوام میں دین بیزاری اور دین سے دوری تھی۔ انھیں کب اس کا خیال آتا کہ دین کا کام کرنے والوں کی بھی ضرورتیں ہوا کرتی ہیں۔ ان کے اہل وعیال کے بھی اخراجات ہوا کرتے ہیں، لیکن صد آفریں اس مرد قلندر پر جو لگا آخری سانس تک لگا رہا، جما اور جما ہی رہا۔ نہ کبھی پائے ثبات میں جنبش آئی نہ ہی قدم ڈگمگائے۔ کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں جو قدم بڑھاتے ہیں، لیکن گردش لیل ونہار کا شکار ہو کر الٹے پاؤں لوٹ جاتے ہیں۔

مرد قلندر حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ جب دعوت کے اس عظیم کام کو لے کر کھڑے ہوئے تو انھیں شدت سے یہ احساس ہوا کہ دعوت کا یہ عظیم کام صحیح علم کے بغیر ممکن

نہیں ہے اور امت میں قرآن وحدیث کا صحیح علم جب تک نہیں آئے گا اس کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ امت کی اصلاح کے لئے علم ایسا ہی ضروری ہے جیسے درخت کے لئے پانی۔ چنانچہ اس مردِ قلندر نے دوسرا جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ ایک دینی ادارہ کا قیام تھا۔ صوبہ مہاراشٹر میں اس وقت شاید خال خال ہی کچھ ادارے تھے اور علاقہ مراٹھواڑہ میں تو شاید اس کا مشکل ہی سے وجود ہوگا، البتہ ہندوستان کے طول وعرض میں چند قدیم بڑے ادارے تھے جو اشاعت علم کا کام کر رہے تھے۔ ایسے حالات میں مولانا موصوفؒ کا یہ اقدام ان کے بلند حوصلہ و باہمت ہونے کی بین دلیل ہے۔ نیز انتخاب بھی ایسے مقام کا فرمایا جو اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا۔ جامع مسجد اور اس کا احاطہ کہ جس کا کبھی چہار عالم میں ڈنکا بجا تھا لیکن اب یہ مقدس مقام مسلمانوں کی زبوں حالی اور تنزل کا زبان حال سے شکوہ کناں تھا۔ اس مردِ قلندر کی دور رس نگاہ نے اس مقام کے تقدس وعظمت کا اندازہ لگایا اور اس میں مدرسہ کی بنیاد رکھی، لیکن کیفیت کیا تھی، اس سے کسی قدر وہی لوگ واقف ہوں گے جو اس عمل میں آپ کے معاون ومددگار تھے یا جو اس وقت موجود تھے۔ مختصر یہ کہ مخالفتوں کا ایک طوفان تھا اور مدتوں تک رہا۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم بندے اور اس راہ میں اس کے ہم راہیوں کو جزائے خیر دے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے کہ ہزار مخالفتوں کے باوجود کبھی تھک ہار کر بیٹھ جانے کا خیال بھی نہ آیا۔

جامعہ کی ابتداء نہایت کس مپرسی کی حالت میں ہوئی۔ نہ زر تھا نہ زور۔ نہ بہت زیادہ افراد کی توجہ، نہ جم غفیر۔ اس کی ابتدائی بے بضاعتی و بے سروسامانی کو دیکھ کر کوئی قیاس نہیں کر سکتا تھا کہ چند معمولی کمروں پر مشتمل، کچھ اساتذہ اور مختلف علاقوں کے کچھ طلباء سے جاری ہونے والا یہ معمولی ادارہ معاشرہ میں کوئی نمایاں رول ادا کرے گا یا امت کے کام بھی

آئے گا۔ لیکن جیسے دن کی روشنی میں چڑھتے سورج کے وجود پر دلیل دینا بے وقوفی و کورفہمی سمجھی جائے گی۔ اسی طرح معاشرہ میں اس ادارہ کے نمایاں رول کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا ناسمجھی ہوگی اور الحمدللہ علم وعرفان کا وہ ننھا سا پودا تناور درخت بن گیا۔ پھر معرفت ربانی کے اس ٹمٹماتے چراغ سے ہزار ہا چراغ جلتے گئے اور پورے علاقہ کو منور کر دیا۔ جامع مسجد اور اس کے ارد گرد کا نورانی وروحانی ماحول، اس کا ظاہری و باطنی جمال وجلال، ذکر واذکار، تسبیح وتلاوت کے زمزمے، قال اللہ وقال الرسول، ''حَدَّثَنَا و أَخْبَرَنَا'' کی صدائیں، نیم شبی کے گریہ وفریاد، ایمانی وروحانی مذاکرے، اہل اللہ و اہل نظر کی آمد ورفت۔ الغرض ایک ایسا روحانی ماحول یہاں قائم ہوا کہ جس کی نظیر ہندوستان میں شاید کہیں کہیں ملے گی۔ اس کے پیچھے اگر عظیم بانیانِ مسجد ملک عنبر و اورنگ زیبؒ کے خلوص کی کارفرمائی ہے تو وہیں اس مرد قلندر کا بھی نمایاں رول ہے۔

اس چہار دیواری سے کتنے لوگوں کو صحیح ایمان کی رہنمائی ملی۔ کتنے جاہلوں کو علم و معرفت کی روشنی ملی۔ کتنے سنگ دلوں کو رقت وگداز کی دولت نصیب ہوئی۔ کتنے گمراہ و بے راہ رو کی صحیح رہبری ہوئی۔ کتنے خالی سینے کلام ربانی کے حافظ و پاسباں بنے۔ کتنے مبتلائے دنیا نیک وصالح بنے اور کتنے بے نمازی، نمازی بنے۔

اللہ ان کے لگائے ہوئے پودے کو سلامت رکھے اور بانی جامعہ کو اس کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور موجودہ اربابِ حل وعقد کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ جامعہ کی ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

●●●

مولانا محمد سعید خانؒ

ایک حیات آفریں شخصیت

● مولانا نذیر احمد (اعلیٰ پور باڑی)

وہ بطل جلیل جنھیں ہم حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کے نام سے جانتے ہیں۔آپ کی حیات مبارکہ میں کسی نے بھی آپ کو مولانا کے نام سے نہیں پکارا بلکہ آپ کو ہر شخص محبت سے سعید بھائی کے نام سے مخاطب کرتا تھا۔ غالباً ۱۹۵۴ء کی بات ہوگی جب میں بچہ تھا، مالیگاؤں شہر سے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب وحضرت محمود صاحب بھوپالی جماعت کی شکل میں ہماری چھوٹی سی بستی اعلیٰ پور باڑی تشریف لائے۔ان کی آمد سے بستی والوں کو تھوڑا سا احساس ہوا کہ دین کسے کہتے ہیں۔اسی زمانہ میں میرے برادر محترم جناب شیخ احمد اورنگ آباد میں زیر تعلیم تھے اور جامع مسجد کے کمرہ نمبر ۳ میں رہائش پذیر تھے۔جماعت کے ابتدائی زمانہ میں جب گشت ہوتا تھا تو چونکہ کمرہ نمبر ۳ میں آگے اور پیچھے دو دروازے تھے جیسے ہی گشت والے احباب سامنے سے آواز لگاتے تو بھائی جان مرحوم پچھلے دروازہ سے باہر نکل جاتے تھے۔

قریب قریب یہی وہ دور ہے جب اللہ رب العزت نے حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کو دین حنیف کی صحیح محنت کے لئے قبول فرمایا۔مرحوم بھائی جان جناب قاضی یوسف الدین نواب پورہ، پروفیسر محمد قاسم صاحب، مولانا عبدالوحید کاکا اور حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقیؒ اور بہت سے مخلص اس سے منسلک ہوئے۔ابتداء میں شہر اورنگ

آباد میں الحاج عثمان صاحب سبزی منڈی، خلدآباد تعلقہ میں قصاب کھیڑہ، احقر کی بستی اعلیٰ پور باڑی اور گھن ساونگی تعلقہ میں پیر غیب باڑی کے احباب نے حضرت کی دعوت پر لبیک کہا اور جب مرحوم بھائی شیخ احمد، اللہ کے راستہ میں وقت لگا کر لوٹے تو بستی اور قریب کے حضرات دعوت وتبلیغ میں دلچسپی لینے لگے، بلکہ جہاں جہاں بھی رشتہ داریاں تھیں وہاں بھی دین کا کام ہونے لگا اور لوگ دین سیکھنے کے لئے اللہ کے راستے میں دور دراز کے لئے نکلنے لگے۔

پہلی بار والد مرحوم علاقۂ میوات اور دلّی مرکز نظام الدین ہوتے ہوئے دیوبند بھی تشریف لے گئے۔اسی وقت حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا انتقال ہوا تھا۔والد مرحوم نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی تھی۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ ۵/دسمبر ۱۹۵۷ء کی تاریخ تھی یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم اور حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب اور ان کے معاونین کی محنت تھی۔اسی محنت کے نتیجہ میں جامع مسجد بڑی لین میں ۱۹۵۹ء میں مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی گئی۔جامع مسجد اس کے لئے بہت ہی موزوں جگہ تھی، تمام سہولتیں میسر تھیں۔طلبہ کے قیام کے لئے کمرے اور وافر مقدار میں پانی، اسی کے ساتھ خصوصی طور پر کھیل کے لئے جنوبی سمت میں عام خاص کا وسیع میدان اور خوشگوار فضا۔

اب مدرسہ میں طلبہ کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔سب سے پہلے پیر غیب باڑی سے طلبہ کافی تعداد میں آئے۔جن میں قابل ذکر جناب حافظ عبدالرزاق، حافظ نذیر احمد ہیں۔جن کا شمار علاقہ کے پہلے حفاظ میں ہوتا ہے اور دوسری بستی جو دین اور علم کے لحاظ سے بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے وہ ہے قصاب کھیڑہ، جہاں سے جامعہ کاشف العلوم کو کافی

تعاون ملا اور اسی بنیاد پر یہاں سے بھی طلبہ جامعہ میں داخلہ کے لئے بڑی تعداد میں پہونچے، جن میں پہلے حافظ جناب حافظ شریف الدین صاحب، جو بعد میں ندوۃ العلماء کے شعبۂ عالمیت کی تکمیل کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے لیکن عالمیت مکمل نہیں کر سکے لیکن ان سے علاقہ کو کافی فائدہ پہنچا اور ان کے توسط سے دینی شعور بیدار ہوا۔

یہی وہ وقت تھا جب جامعہ میں طلبہ کا تانتا بندھ گیا اور ۱۹۶۳ء میں میرا بھی عربی اول میں داخلہ ہوا جہاں حضرتؒ کی سرپرستی اور قابل وشفیق اساتذہ کی نگرانی میسر آئی۔ اس زمانہ کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد اعجاز الدین فاروقی، حضرت مولانا عبدالغفور ندوی، قاری وحافظ علی بن عبدالرحمٰن البصراوی، ناظم جامعہ مولانا محمد ریاض الدین فاروقی، حضرت مولانا مجیب الدین قاسمی صاحب اور حضرت مولانا معین الدین قاسمی قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب تہجد کے لئے چار بجے طلبہ کو بیدار فرماتے اور تہجد کے بعد تھوڑی سی ورزش کروانے کے لئے عام خاص میدان پر لے جاتے اور پھر پانی میں بھگوئے ہوئے چنے عنایت فرماتے۔ اذان فجر ہوتے ہی طلبہ کو حوائج ضروریہ کے لئے وقت دیا جاتا، وضو کے بعد طلبہ تلاوت کلام پاک کرتے، نماز فجر سے فراغت کے بعد طلبہ دوبارہ تلاوت کلام پاک کرتے، اس کے بعد طلبہ کو وقت دیا جاتا، جس میں وہ ناشتہ سے فارغ ہوتے، تھوڑی دیر میں حمد ''ہر مرغ چمن ہے نغمہ سرا'' شروع ہوجاتی۔ حمد کے بعد طلبہ اپنی اپنی درسگاہوں میں چلے جاتے۔ عام طور پر گیارہ بجے کھانے کا وقفہ ہوتا تھا، ظہر کی نماز کے بعد مسجد میں ادعیہ ماثورہ کے حلقے لگائے جاتے تھے۔ اس کے بعد درسی کتابوں کی تمرنیات یا گردانیں کاپیوں پر لکھائی جاتیں۔ اسباق یاد کرائے جاتے پھر عصر کی اذان

ہوتی۔ نماز عصر کے بعد منتظم جامعہ حضرت مولانا محمد اعجاز الدین صاحب طلبہ کی حاضری لیتے تھے اس کے بعد میدان پر طلبہ اپنے پسندیدہ کھیل کھیلتے تھے جن میں اساتذہ بھی حصہ لیتے تھے۔ جیسے ہی اذان مغرب ہوتی طلبہ مسجد پہونچتے۔ مغرب کے فوراً بعد رات کے کھانے سے فارغ ہوتے، تھوڑا سا مذاکرہ اور آموختہ ہوتا تھا۔ پھر عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد تمام جماعتوں کے طلبہ کم از کم دو گھنٹے مذاکرہ کرتے تھے لیکن جوں ہی امتحان کا زمانہ قریب ہوتا تو یہی مذاکرہ بارہ بجے کے بعد تک ہوتا، بلکہ ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ رات ایک بجے تک بعض سوالوں کے حل کرنے میں تمام ہی جماعت کے طلبہ پریشان رہے۔ سب نے طے کیا کہ اساتذہ کرام سے حل کروائیں گے۔

کمرہ نمبر ۱۳ حاضر ہوئے، دروازہ کھٹکھٹایا گیا وار اساتذہ نے ارشاد فرمایا کہ صبح کو دیکھا جائے گا۔ لیکن ہماری جستجو اور تڑپ دیکھ کر اساتذہ نے سوالوں کے جوابات حل کروائے۔

حافظ وقاری علی بن عبدالرحمٰن البصراوی صبح کے وقت کلام پاک کا گھنٹہ لیتے تھے۔ جب کوئی مہمان جامعہ تشریف فرما ہوتا تو سعید بھائی احقر کو یاد فرماتے اور بغیر نام لئے یہ کہتے کہ اعلیٰ پوری کو بلاؤ، بندہ فوراً حاضر خدمت ہوجاتا۔ اسی طرح ہر سال پنچکی میں سالانہ مسابقہ قرآن کرایا جاتا تھا جس میں یہ احقر الحمدللہ ہر سال انعام اول کا حقدار قرار پاتا تھا۔

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب جب جماعت کی شکل میں ہمارے گاؤں تشریف لاتے تو چونکہ گاؤں سے بس اسٹینڈ کی مسافت چھ کلومیٹر تھی اور پیدل کے سوا گاؤں پہونچنے کی کوئی شکل نہیں تھی۔ اس لئے مہمانوں کے لئے عام طور پر بیل بنڈی بھجوائی جاتی

تھی۔ جب بیل بنڈی چلتی تو حضرت خود بیل کو ہانکتے اور خوب لطف اندوز ہوتے تھے۔

آپ کی معیت میں ہر قسم کے افراد ہوا کرتے تھے۔ جب حضرت کو علم ہوا کہ ہمارے کھیت میں تیرنے کے لائق بڑا کنواں ہے تو حضرتؒ تمام احباب کے ساتھ کنویں پر پہنچے اور خوب جی بھر کے باولی میں تیرنے کا لطف اٹھایا۔ آپ صرف مبلغ ہی نہیں تھے بلکہ ہرفن مولیٰ تھے۔ اس لئے کچھ احباب آپ کو قلندر کے نام سے پکارتے تھے۔

اب یہ ہستی ہم میں موجود نہیں ہے اس لئے ہم پر فرض ہے کہ ہم تادم حیات حضرتؒ کی کاوشوں کو نہ صرف زندہ رکھیں بلکہ آپ کے نقش قدم پر چلنے کی حتی الامکان کوشش بھی کریں۔

●●●

ایک عظیم داعی ومبلغ اور بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد الحاج محمد سعید خانؒ کے معالج کی حیثیت سے

● ڈاکٹر خلیل الدین شجاع الدین تماندار (انٹاریو۔کینیڈا)

گمان غالب ہے کہ ۱۹۸۹۔۱۹۹۰ء کے ایام رہے ہوں گے اہلیہ محترمہ ام ابراہیم (ڈاکٹر طلعت فاروقی) کو گورنمنٹ میڈیکل کالج زیر اہتمام و انصرام ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی میں ایم ڈی (پیڈیاٹرکس، ماہر اطفال) کی حیثیت سے داخلہ ملنے کے قوی امکانات تھے۔ اسی نسبت پر ایک سال راقم السطور کا قیام شہر اورنگ آباد میں رہا۔ ظاہری بات ہے ناچیز نے ممبئی یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس نیز ریسیڈنٹ میڈیکل آفیسر کی کئی پوسٹ اور اہلیہ محترمہ ایم بی بی ایس وڈی سی ایچ کی تکمیل کر چکی تھیں لہٰذا متفقہ طور پر منی فنکشن ہال، شاہ سراج روڈ، سٹی چوک اورنگ آباد پر ایک کلینک (مطب) بنام ''زم زم کلینک'' کا آغاز کیا گیا۔ کلینک شروع کرنے کا مقصد محض یہ تھا کہ ایم ڈی میں داخلے کی قانونی پیچیدگیوں میں بھی وقت درکار تھا اور اپنی کمیونٹی کی کچھ خدمت بھی ہو جائے، یہ اولین ترجیح تھی۔ بہر کیف اورنگ آباد میں مطب کا آغاز سارے شہر سے تعلق و رابطے کا الحمدللہ گویا ایک ذریعہ ثابت ہوا۔ جامع مسجد میں اکثر و بیشتر فرض نمازوں کی ادائیگی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے تقریباً تمام اساتذہ کرام جن میں خصوصاً اس وقت کے امام و خطیب مولانا اجلال قمر، ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مولانا محمد ریاض الدین فاروقی، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (مدینہ منورہ کی ایک عظیم یونیورسٹی) کے فارغین میں سے مولانا

عبدالرشید ندوی مدنی، مولانا ڈاکٹر محمد صدرالحسن ندوی مدنی اور مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی صاحبان، لال مسجد ٹاؤن ہال و بیگم پورہ کے قریب ڈاکٹر جاوید مکرم کے درسِ قرآن، لوٹا کارنجہ میں دعوت وارشاد کے تبلیغی مرکز میں ہر ہفتہ حاضری، اردو ادب کے سینئر پروفیسر ڈاکٹر عصمت جاوید (سابق صدر شعبۂ اردو)، اسمٰعیل یوسف (گورنمنٹ کالج)، اقبالیات کے ماہر اختر الزماں ناصر، ایمپلائمنٹ آفیسر محمود درانی، آزاد کالج کے پرنسپل مظہر محی الدین، اردو کے پروفیسر قاسم راز، تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر مرزا خضر، انگریزی کے پروفیسر عبدالوہاب جذبؔ، اورنگ آباد ٹائمز کے مالک، پرنٹر و پبلشر عزیز خسرو اور ان کے صاحب زادگان شکیب خسرو، شعیب خسرو، مہاتما گاندھی مشن میڈیکل کالج کے فارنسک میڈیسن کے پروفیسر سمیع، پروفیسر آف بائیوکیمسٹری عبدالمعید صدیقی، معروف عالم دین مولانا سید سمیع اللہ حسینی ندوی سے عربی زبان کا استفادہ، اورنگ آباد کے ڈاکٹر حضرات میں ڈاکٹر ظفر نقشبندی، ڈاکٹر شفاعت طالب، پیتھالوجی پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق، اناٹومی پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدیر، سید اطہر (سابق چیف کمرشیل انسپکٹر ساؤتھ سینٹرل ریلوے)، اورنگ آباد کے چند سینئر پروفیسر حضرات کے ساتھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ ذاکر نگر اوکھلا دہلی اور مرکز نظام الدین دہلی کا دس دنوں کا ایک یادگار سفر غرض کہ ناچیز کا یہ کلینک مختلف علمی، دینی، ملی اور دعوت وارشاد کی نسبت سے مختلف سمتوں میں خدمات کا گویا ایک مرکز وآماجگاہ بن چکا تھا۔

لیکن جیسے ہی چند ماہ بعد اہلیہ محترمہ کا ایم ڈی (پیڈیاٹرکس) میں داخلہ ہوا ناچیز نے ’’زم زم کلینک‘‘ کو شٹ ڈاؤن کر کے عروس البلاد ممبئی کا رخ کیا۔ یہ واقعہ ہے کہ بانی

کاشف العلوم حاجی محمد سعید خان صاحب کے انتقال سے ایک دن قبل مطب ’’زم زم کلینک‘‘ پر جامع مسجد کے ان ایام میں امام وخطیب مولانا اجلال قمر صاحب تشریف لائے اور ناچیز کو فوری طور پر اپنے ساتھ چلنے اور اس دور کے ایک ولی کو بطورِ مریض دیکھنے کی درخواست کی۔ ناچیز کو اپنی میڈیکل لائف میں نصف درجن سے زائد کئی بڑے اسپتالوں میں ہزاروں مریضوں کا طبی معائنہ کرنے، سینکڑوں مریضوں کی موت کی تصدیق (Death certificate issue) کرنے اور بے شمار لاشوں کا پوسٹ مارٹم کرنے کا بھی اتفاق ہوا تھا لیکن اس دن بستر مرگ پر موجود اللہ کے ایک ولی کا میڈیکل چیک اپ کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی تھی۔ الحمد للہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی ایک عجیب سی طمانیت، نورانی چہرہ اور زبان پہ اللہ اللہ۔

دم واپسیں برسر راہ ہے
عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

محترم حاجی محمد سعید خان صاحبؒ پر کمزوری ونقاہت کے آثار نمایاں تھے۔ نبض کی رفتار دھیمی یا کم سے کم سستی کی جانب رواں دواں تھی۔ سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی، نیز سانس کی گھڑیاں شیلو (Shallow) ہوتی جا رہی تھی۔ قصہ مختصر میڈیکل اصطلاح میں ایسی کیفیت کو Detoriating condition/ Sinking کہا جاتا ہے اور ایسے مریض کا علاج گھر کی چہار دیواری میں مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اقارب کی موجودگی میں موصوف کو گورنمنٹ میڈیکل کالج اسپتال میں منتقل کر دیا گیا جہاں الحمد للہ گھر کے مقابلے میں مریض کے لئے خصوصی طور پر آکسیجن ودیگر تمام سہولتیں مہیا تھی۔

چند گھنٹوں کے وقفے ہی میں آپ کا وقت موعود آ پہنچا اور حاجی محمد سعید خان صاحب نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اور اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

انالله وانااليه راجعون

فمن كان يرجو لقآء ربه فليعمل عملاً "صالحا" ولايشرك بعبادة ربه احدا ''جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے تو اسے چاہئے کہ اچھے کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔'' (سورہ الکہف۔۱۱۰)

مرحوم الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کے انتقال کے بعد کچھ تفصیلات ناچیز کی دانست میں آئیں، علم ہوا کہ آپ کی حیات مستعار میں ہمہ وقت اللہ کے دین کی سرفرازی اور دین کو غالب لانے میں ۲۴/۷/۳۶۵ یعنی دن کے چوبیس گھنٹوں، ہفتے کے ساتوں دن اور برس کے کل ۳۶۵ رایام۔

الامربالمعروف والنهى عن المنكر (سورہ آل عمران۔۱۱۰)

أطيعوا الله و أطيعوالرسول (سورہ النساء۔۵۹)

إن تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم (سورہ محمد۔۷)

سانس کی طرح جس طرح Inspiration و Expiration کا عمل جاری رہتا ہے بالکل اسی طرح قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات پر آپ کا عمل قائم و دائم تھا اور نیند سے اٹھا کر بھی اگر کوئی آپ سے زندگی کے مقصد کے متعلق پوچھتا تو آپ یہی جواب مرحمت فرماتے کہ ۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں ، میں اسی لئے نمازی

۱۹۵۹ء کے ایام میں مدرسہ عربیہ جو بعدازیں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں تبدیل ہوگیا کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔۱۹۵۹ء کے ایام میں محدود وسائل کے ساتھ اس کا آغاز کرنا یقیناً جوئے شیر لانے کے مصداق تھا۔آپ کا دوسرا عظیم کارنامہ مراٹھواڑہ حلقے میں تمام مخالفتوں کے باوجود جرأت وحوصلے کے ساتھ ثابت قدمی سے دعوت وارشاد کے مشن کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا تھا۔علاوہ ازیں ان دونوں عظیم کارناموں میں آپ کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی دعائیں، رہنمائی اور برسہابرس کا ساتھ رہا اور یہ واقعہ ہے کہ ان دونوں اکابرین سے سفروحضر میں آپ نے جو کچھ سیکھا اسے ''بلغوا عني ولو آية'' کے مصداق عوام وخواص تک پہنچا دیا۔علاوہ ازیں اس دور کے حضرت جی حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی تلقین ونصائح اور مجالس نے نورعلیٰ نور کی کیفیات پیدا فرمادی تھیں۔دعوے کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عمر کے جس حصے میں الحاج محمد سعید خان صاحبؒ نے ان چاروں اکابرین کی صحبتوں میں دین کا جو کچھ علم وعمل سیکھا وہ درجنوں یونیورسٹیز کے فارغین کا اس معیار تک پہنچنا ناممکن نہ سہی تو مشکل ضرور ہے۔

الحاج محمد سعید خان صاحبؒ بانی جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد اور ایک عظیم داعی ومبلغ پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور ان شاءاللہ آئندہ بھی مزید لکھا جاتا رہے گا۔ناچیز کی ایک ناقص رائے یہ ہے کہ کوئی طالب علم اٹھے اور اس عظیم داعی ومبلغ پر پی ایچ ڈی کی تکمیل کرے۔بے شک بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔اللہ پاک ہمارے حاجی محمد سعید خان صاحبؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے اور آپ کے مشن کو جاری وساری رکھے نیز ذخیرۂ آخرت بھی بنائے۔آمین یارب العالمین ●●●

میرے مربّی اوراستاذ

مولانا محمد سعید خاںؒ کی زندگی کے چند پہلو

● مولانا ذاکر فاروقی کاشفی (اورنگ آباد)

سابق استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم

بانی جامعہ مولانا محمد سعید خاںؒ کی زندگی کے دو اہم کارنامے تھے۔ ایک مرکز دعوت وتبلیغ کی تاسیس، دوسرے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد۔ جن حالات میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی وہ بہت کسمپرسی کے حالات تھے۔ تاسیس کے ابتدائی دور میں بانی جامعہ کے معاونین کی صورت میں جولوگ سامنے آئے ان میں زین العابدین صاحب، دلرس کالونی، پروفیسر محمد قاسم صاحب (عارف کالونی)، شیخ الاسلام (کاماریڈی نظام آباد)، محمد اعجاز (منجلے گاؤں بیڑ) اور شیخ صاحب (سلک ملز کالونی) کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس کے بعد معاونین کے قافلے ہیں جولوگ شامل ہوئے وہ تحصیل گھن ساؤنگی کے ایک دیہات موضع پیرغیب باڑی کے پٹیل برادری کے لوگ تھے جن میں خاص طور پر غنی پٹیل، فرید پٹیل، اسحاق پٹیل اوراکبر پٹیل قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کو بانی جامعہ سے سچی اور گہری عقیدت تھی۔ ان حضرات نے ہر طرح سے جامعہ کا تعاون فرمایا اوران حضرات کے فرزندوں نے جامعہ کے اولین طلبہ میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔ ان طلبہ میں خاص طور پر عبدالرزاق صاحب، حافظ نذیر احمد (امام وخطیب شاہی مسجد پربھنی)، شیخ اسماعیل کاشفی (امام مسجد جمیل بیگ پنچکی) کے نام قابل ذکر ہیں۔

جامعہ کی تاسیس کے بعد بانی جامعہ نے پروفیسر محمد قاسم صاحب کو جامعہ کا مہتمم مقرر کیا۔ اس زمانے میں مولانا محمد ریاض الدین فاروقیؒ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے۔ پروفیسر قاسم صاحب اور دیگر معاونین کے دست تعاون سے جامعہ ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔ اس زمانے میں جامعہ کی طرف جن مخلص کارکنوں نے دست تعاون بڑھایا ان میں عبدالعزیز صاحب (کنٹراکٹر ریلوے اسٹیشن)، عبدالعظیم صاحب (سابق وزیر)، عبدالحبیب صاحب (ڈھاکل گاؤں)، الحاج امین پٹیل صاحب (تاڑ پیپل گاؤں)، عبدالقادر (منتری بالانگر)، حاجی عثمان صاحب، چودھری عبدالرحمٰن صاحب، منشی شیخ چاند صاحب اور حاجی نور محمد (سبزی منڈی) قابل ذکر ہیں۔ مولانا محمد ریاض الدین فاروقی کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد نظامت کا بارگراں ان کے حصہ میں آیا۔ اس کے بعد جامعہ کی باقاعدہ مجلس عاملہ (رجسٹرڈ) بنائی گئی، جس کے اولین صدر حاجی عبدالعزیز حاجی جمال (ریلوے اسٹیشن)، نائب صدر حاجی امین پٹیل اور ناظم مولانا محمد ریاض الدین فاروقی مقرر کئے گئے۔ پھر حاجی نور محمد صاحب صدر، منشی شیخ چاند صاحب خازن اور عبدالحبیب صاحب سکریٹری بنائے گئے اور عبدالقادر منتری اور عبدالرزاق کاشفی مجلس عاملہ کے رکن بنائے گئے۔ مولانا محمد ریاض الدین فاروقی کے دور نظامت میں جامعہ نے بہت ترقی کی اور قدیم عمارت سے متصل نئی عمارتیں بھی تعمیر کی گئیں۔

آغاز جامعہ میں مدرسہ میں آس پاس کے دیہات کے کچھ بچے تھے۔ بانی جامعہ کی ترغیب سے میں نے اور میرے برادر کلاں مولانا محمد ممتاز فاروقی نے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ بانی جامعہ بہ نفس نفیس طلبہ کو اذکار، نماز اور ادعیہ ماثورہ یاد کراتے تھے۔ اسی طرح جامع

مسجد کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ جماعت تبلیغ کا پہلا مرکز بنا۔ بانی جامعہ کا ہر جمعہ کو نماز سے پہلے بیان ہوا کرتا تھا جو مختصر مگر جامع ہوتا تھا۔ اسی طرح جامع مسجد میں ہفتہ واری اجتماع بھی ہوا کرتا تھا۔ بانی جامعہ اگر چہ کہ کسی جامعہ سے باقاعدہ فارغ التحصیل نہیں تھے لیکن اللہ نے ان کو بڑی بصیرت عطا فرمائی تھی اور قرآن وحدیث پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ انھوں نے شب و روز جامعہ اور تبلیغ کو وسعت کے لئے قریب اور دور دراز علاقوں کے اسفار کئے۔ سورت، پونا، پربھنی، دھولیہ، ناندیڑ اور بمبئی کے اسفار میں میں بطور خادم ان کے ساتھ سایہ کی طرح رہا۔ مولانا محمد سعید خان اور مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی کے انتقال کے بعد الحاج عبدالجبار صاحب صدر مجلس عاملہ بنائے گئے جو کم سخن ہیں لیکن عملی اعتبار سے جامعہ کی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں اور ہر طرح سے جامعہ کا تعاون فرماتے ہیں اور مجلس عاملہ کے سکریٹری جواں سال عزیزم مولانا محمد رضوان خان ندوی جو بلا معاوضہ جامعہ کی ہر دم خدمت میں لگے رہتے ہیں اور جامعہ کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ عزیز گرامی بانی جامعہ کے حقیقی پوتے اور معاذ خان (مولانا محمد فاروق خاں قاسمی فرزند بانی جامعہ) کے فرزند ہیں۔ جامعہ کے ایک معزز رکن جناب اسلم خان صاحب کا اگر ذکر نہ کیا جائے تو مضمون ادھورا رہے گا۔ اس وقت جامعہ کی تعمیر وترقی میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس وقت جامعہ میں جو بھی تعمیری کام ہو رہا ہے اور حوض کی تزئین اور اس پر خوبصورت شیڈ اور اس کی مکمل تعمیر وغیرہ یہ سب جناب اسلم سیٹھ صاحب کے دست جود وسخا کا کرشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور جامعہ کو ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی طرح جامع مسجد کے سابق امام حافظ عبدالستار صاحب بھی ہماری خراجِ تحسین

کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ہر قدم پر بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان صاحب کا ساتھ دیا اور ہر مشکل گھڑی میں بانی جامعہ کے ساتھ کھڑے رہے۔

بہر حال بانی جامعہ کے دونوں کارنامے انشاء اللہ ان کے لئے صدقہ جاریہ بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ہم خردوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

•••

ایک درویش صفت داعی

● مولانا ماجد خان قاسمی

استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی زندگی کے حالات وواقعات، عبادات ومعاملات بلاشبہ ہر زمانے میں مشعل راہ ثابت ہوئے ہیں اور کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا ہے جس میں اللہ کے ایسے نیک بندے موجود نہ رہے ہوں جن کی صحبت وخدمت اور جن کی تعلیم وتربیت اور دینی جذبے کے سامنے بادشاہوں کے تخت وتاج بھی ہیچ ہیں۔ تاریخ میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک مثال دین کے مخلص داعی، اسلام کے جانباز سپاہی الحاج محمد سعید خان صاحبؒ بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد (مہاراشٹر) کی ہے۔

مجھے حضرت مرحوم کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن اپنے اساتذہ سے بہت ساری باتیں سننے کا موقع ملا کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کی عظمت ومحبت کا حصہ وافر بانی جامعہ کو عطا فرمایا تھا۔ ان پر ہر وقت مدرسہ اور دعوت وتبلیغ کی فکر سوار رہتی تھی۔ مرکز تبلیغ حضرت نظام الدین نئی بستی دہلی کا بار بار سفر اور پھر اُسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اورنگ آباد آکر کاشف العلوم کی بنیاد ڈالنا یہ ان کی تڑپ کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ یہ وہ تمام افکار وجذبات تھے جن سے الحاج محمد سعید خان صاحبؒ عمر بھر وابستہ رہے۔ یہی وجہ تھی کہ مشکل سے مشکل دور میں بھی وہ کاشف العلوم اور دعوت وتبلیغ سے کبھی بھی بے تعلق نہیں ہوئے۔

ان تمام سرگرمیوں میں آں محترم تبلیغی کام اور جامعہ کاشف العلوم کی تاسیس کو سب سے اہم سمجھتے تھے۔ دعوتی، دینی وجاہت کے ساتھ اگر (حسن صورت) کی دولت بھی میسر آئے تو یہ خدائے تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان عظیم ہوتا ہے۔ حسن صورت کی دولت بے بہا جس سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو سرفراز کیا تھا اس کا کچھ حصہ مولانا محمد سعید خان کو بھی عنایت فرمایا تھا۔ میرے والد مرحوم بار بار مجھ سے کہتے تھے: ''تم نے مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کو دیکھا ہے؟'' اور پھر کہتے کہ ''چوڑا سینہ تھا، بڑی بڑی پُر رعب آنکھیں، کشادہ پیشانی، ہتھیلیاں کشادہ وپُر گوشت، محسوس ہوتا تھا کہ ایک فرشتہ دنیا میں آیا ہے۔ عام طور پر ان کا لباس سفید ہوتا تھا'' بانی جامعہ کی قربانیاں آج رنگ لا رہی ہیں اور ان کی تربیت کے نقوش آج ہزاروں دلوں پر نقش ہیں اور بانی کا اخلاصِ دروں جامعہ کے در و بام سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم خادمین جامعہ کو بھی اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور اس عظیم ادارہ کی خدمت تاحیات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

●●●

مسافرِ بہشت

● مولانا عبداللطیف ندوی

معلم جامعہ تعلیم القرآن (بیدر، کرناٹک)

اس عالم فانی میں نہ جانے کتنی ہی ایسی نابغہ روزگار ہستیاں جلوہ افروز ہوئیں جن کوذات حق اپنے بیکراں خزائن رحمت اور انسان کے لئے ناقابل تصور اپنی شانِ کریمی کے مطابق بے شمار خوبیوں اور بے حساب اوصافِ حمیدہ سے مزین فرما کر نوعِ انسانی کی اصلاح ورہنمائی کے لئے دنیا میں بھیجتی ہے۔

دکن کی وہ عبقری شخصیات جنھوں نے اپنے انقلاب آفریں کارناموں، زندہ جاوید کاموں، زریں خدمات کی وجہ سے ماضی قریب کی اسلامی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں، ان میں حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کی ذات گرامی ہے۔ آپ روحانی کمالات، صلاح وتقویٰ کی زندہ تصویر تھے۔ اللہ نے آپ میں بلند اخلاق، اعلیٰ کردار، خداترسی اور خدمت خلق جیسی خوبیاں ودیعت فرمائی تھی۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۱۰رذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۰رجون ۱۹۲۷ء بروز جمعہ حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ آپ کا یہ سلسلہ نسب افغان کے مشہور قبیلہ یوسف زئی سے جا ملتا ہے۔ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ باضابطہ کسی ادارہ سے سند یافتہ عالم دین نہیں تھے البتہ انہوں نے اپنے ذاتی مطالعہ اوراہل علم حضرات کی صحبت سے کافی علم حاصل کیا تھا۔

ابتداء میں خاص کر دکن میں تبلیغی جماعت کو بڑی مشکلوں کا سامنا رہا۔ ان ابتدائی مراحل میں مصائب وتکالیف کا مقابلہ کر کے استقامت کے ساتھ کام کرنے والوں میں

حضرت مولانا الحاج محمد سعید خان صاحبؒ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ علاقہ دکن بالخصوص حیدرآباد، بیدر، گلبرگہ اور اطراف واکناف میں دعوت وتبلیغ کے راستہ سے جو دینی شعور بیدار ہوا اور اس راہ کی محنت کے ذریعہ جو علماء وحفاظ تیار ہوئے اس میں حضرتؒ کی کاوشوں کو بڑا دخل ہے۔

۱۹۵۳ء میں آپ نے اورنگ آباد ہجرت فرمائی۔ اس زمانہ میں مدارس ومکاتب اور علماء وحفاظ کی بیحد کمی تھی گویا وہ زمانہ مسلمانوں کے لئے دورِ انحطاط تھا۔ مسلمانوں میں دین کی بنیادی باتیں بھی مفقود ہو چکی تھیں۔ قوم شرک و بدعات، خرافات و رسومات میں پورے طور پر گھری ہوئی تھی۔ آپؒ کی دوررس نگاہیں یہ محسوس کر رہی تھیں کہ اُن کی رہبری و رہنمائی کی سخت ضرورت ہے تا کہ ہر گھر اور ہر فرد تک صحیح دین پہنچ جائے اور وہاں سے مدارس ومکاتب کے لئے طلبہ فراہم ہوں اور وہی طلباء علم دین سے آراستہ ہو کر دعوت کے کام کی مکمل نگرانی کریں اور ان ہی کے ہاتھ میں دعوت وتبلیغ کی باگ ڈور ہو۔

آپ کی خواہش تھی کہ ہر جماعت میں ایک جید عالم اور حافظ ہو تا کہ جماعت کی صحیح تربیت ہو اور بنیادی علوم سے واقفیت ہو۔ حضرت بار بار یہ جملہ نقل کرتے تھے کہ تعلیمات حضرت تھانویؒ کی ہوں اور طریقہ حضرت جی محمد الیاسؒ کا ہو۔ بانی تبلیغ کے اوصاف آپ میں بھی ایک حد تک موجود تھے۔ آپ امت کے غمخوار، خیرخواہ، تڑپتا دل رکھنے والے تھے۔ شب بیداری اور سنن ونوافل کا اہتمام حد درجہ تھا۔ مخفی طور سے محتاجوں کی مدد اور دکھے دلوں کا مرہم تھے۔

یوں تو تمام مسلمانوں کی اصلاح کی فکر دامن گیر تھی لیکن بالخصوص شہر اورنگ آباد و اطراف واکناف کے لوگوں کی اصلاح کا جذبہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ یہ علاقہ ماضی میں علم وفن

کا گہوارہ اور علماء وادباء کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس علاقہ کے شعراء وادباء اپنے زمانہ میں شمالی ہند کے ہم پلہ تھے۔ لیکن یہ سلسلہ تادیر باقی نہ رہا۔ رفتہ رفتہ یہ علاقہ تنزلی کا شکار ہونے لگا۔ لوگ دیگر مشاغل میں مصروف ہوگئے۔ چنانچہ اسی جذبہ کے تحت مختلف افراد سے ملاقات کی اور مدرسہ کی بنیاد کی طرف توجہ دلائی۔ بالآخر مورخہ ۱۰؍شوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء کو حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد جامع مسجد اورنگ آباد اور اس کے اطراف میں بنے ہوئے حجروں میں رکھی اور اس طرح دینی تعلیم کا آغاز ہوا۔

جامعہ کا الحاق عالم اسلام کی مشہور ومعروف دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ہے جس کے باعث اس ادارے کو نئی پہچان ملی اور اسی وجہ سے شہر اورنگ آباد ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف صوبوں سے طلباء اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے اس کا رخ کرنے لگے۔ یہاں کے فارغین نے اپنے ادارے خود قائم کئے ہیں جو علم کی شمع روشن کرکے ''تیرے اک چراغ سے ہزار ہا جلے چراغ'' کا نمونہ پیش کررہے ہیں۔ یہ پورا فیض بانی جامعہ کے اخلاص ومحبت کا مرہون منت ہے۔ اللہ تعالیٰ بانی جامعہ کو اور ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

آپ متبع سنت تھے۔ اخلاقی پہلو بہت نمایاں تھے۔ زبان کی حفاظت، دوسروں کے دلوں کو ٹھیس پہنچانے سے بالکل احتراز، نرم مزاجی، عفو وتسامح، حقوق العباد کے ادا کرنے کی مکمل فکر، رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوست واحباب کے ساتھ حسن سلوک، جو بھی پہلی مرتبہ آپ سے ملاقات کرتا آپ کا گرویدہ ہوجاتا اور بار بار ملاقات کا مشتاق ہوتا۔ آپ

جس سے بھی ملتے گویا ایسا محسوس ہوتا کہ آپ سب سے زیادہ اُس کو ہی چاہتے ہیں۔

متاع جاں لٹا دی جس نے ایثار و اخوت پر
الٰہی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

حضرتؒ کو علماء حق سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ اپنی تقاریر میں ان کے اقوال اور ان کے واقعات کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی زندگیوں کے داعیانہ اور عالمانہ تاریخی کارنامے آپ کی رگ وپے میں پیوست تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ میں مردم شناسی کی صلاحیت ودیعت کی تھی۔ آپؒ لوگوں کو ان کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے مجلس میں جگہ دیتے اور **أَنزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهم** پر کامل طور پر عمل پیرا تھے۔ علم اور اہل علم سے بے پناہ محبت تھی۔ ان کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کرتے تھے۔ اکابر کی آمد پر اپنی پلکوں کو بچھا دیتے اور ان کا بھرپور اعزاز واکرام فرماتے۔ اسی محبت کی بناء پر آپ نے اپنی بیٹیوں کے لئے اہل علم کا انتخاب فرمایا جن میں استاذ الاساتذہ، سابق ناظم جامعہ مرحوم حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندویؒ بھی ہیں۔

حق تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کو یہ صفت بھی عطا کی تھی کہ ان میں رجال سازی کا بھی خاص ملکہ عطا فرمایا تھا جن میں خوبیاں ہوتیں ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور مفید مشوروں سے نوازتے تھے اور خاص کر تبلیغ میں آنے والے تمام افراد کا اچھے انداز میں استقبال فرماتے۔

دیگر صفات کے ساتھ ساتھ صبر وتحمل بھی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ لوگوں کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف پر تحمل کرنا، بالخصوص دعوت وتبلیغ کے راستہ میں اور جامعہ کے قیام میں جو کچھ

دشواریاں پیش آئی ہیں ان سب پر صبر سے کام لیا۔

انتہائی پاکیزہ نفس تھے۔ اخلاق و عاداتِ شریفانہ کے مالک تھے، کوئی بداخلاقی یا غلط عادت پاس بھی نہ گزرتی تھی۔ سب سے فراخ دلی کا مظاہرہ فرماتے اور سخت سے سخت بات پر بھی ناگواری کا اظہار نہیں ہوتا۔

الحاج مولانا محمد سعید خان صاحبؒ بچوں پر انتہائی شفیق تھے۔ ہمیشہ بچوں سے بے تکلف رہتے، ہنس کر باتیں کرتے اور کیسی ہی خلاف مزاج بات ہوتی ہنس کر ٹال دیتے اور حکمت کے ساتھ اصلاح کی فکر فرماتے تھے۔ بچوں کی ہمت افزائی فرما کر ان کو آگے بڑھنے کی بھرپور ترغیب دیتے تھے۔

بقول جناب عابدعلی خان صاحبؒ سابق امیر جماعتِ تبلیغ تلنگانہ آپؒ کا ایک خاص اور ممتاز وصف مہمان نوازی بھی تھا۔ آنے والے مہمانوں کا اکرام ان کے آنے سے لے کر جانے تک ہوتا تھا۔ مہمانوں کی خدمت کے لئے افراد متعین کرتے تھے۔ بالخصوص حیدرآباد سے آنے والے مہمانوں کا بڑا خیال کرتے اور ان کے اکرام میں اسٹیشن پہنچتے اور واپسی پر اسٹیشن تک رخصت کرنے کے لئے خود تشریف لے جاتے تھے۔

آپؒ کا ایک خاص وصف جو بہت نمایاں تھا وہ سادگی تھی۔ آپ کے مزاج میں انتہائی سادگی تھی اور تکلف وتصنع سے حد درجہ نفرت تھی۔ یہ وصف کھانے پینے میں بھی تھا جو میسر آتا تناول فرمالیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کو کبھی کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا گیا۔ اگر دوسرا کوئی شخص کسی کا ذکر برائی کے ساتھ کرتا تو حضرت اس کو فوراً ٹوک دیتے اور خود اس شخص کی خوبیاں بیان کرنا شروع فرمادیتے یا اور کسی چیز کا تذکرہ شروع فرمادیتے۔ جس کی وجہ

سے کسی کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے کسی کی غیبت کرے۔ اس لئے آپ کی مجالس غیبت وغیرہ جیسی برائیوں سے محفوظ رہتی تھیں۔

آپ نے ۲۸/ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۳/جولائی ۱۹۹۰ء بروز اتوار اورنگ آباد میڈیکل کالج میں وفات پائی اور اسی روز بعد نماز ظہر جامع مسجد میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور متصل قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

حضرت مولانا الحاج محمد سعید خاں صاحبؒ کی وفات کا دن تو یقیناً الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اور الموت تحفة المومن کا مصداق ہوگا اور آپؒ کا رواں رواں پکارتا ہوگا وامسرتاہ و افرحتاہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کی کامل مغفرت فرمائے۔ آپ کی حسنات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر خطایا وسیئات سے درگزر فرمائے اور آپ کا روحانی فیض جاری فرمائے اور ہمیں اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

علم والے علم کا دریا بہا کر چل دیئے
واعظانِ قوم سوتوں کو جگا کر چل دیئے
کچھ سخن ور تھے سحر اپنا دکھا کر چل دیئے
کچھ مسیحا تھے کہ مُردوں کو جگا کر چل دیئے

مضمون کا اکثر مواد تبلیغی مرکز ملے پلی حیدرآباد کے اکابر اور پرانے تبلیغی حضرات سے حاصل کردہ ہے۔ اسی طرح امیر جماعت تبلیغ تلنگانہ حضرت مولانا عابدعلی خان صاحبؒ کے فرزند مفتی سعید صاحب کی زبانی شنیدہ ہے۔

●●●

دینی حمیت اور ایمانی غیرت کی حامل شخصیت

● مولانا محمد انصار ندوی

استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم

یوں تو ہر دور میں اللہ پاک نے دین وشریعت اور قرآن وسنت کی حفاظت کے لئے ایسے رجال کار پیدا کئے جنھوں نے اس عظیم ذمہ داری اور اہم فریضہ کو نہ صرف انجام دیا بلکہ اس کا ایسا حق ادا کیا کہ وہ لوگوں کے لئے قابل تقلید اور قابل رشک بن گئے اور تاریخ کے اوراق میں ان کے نام ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے۔

چنانچہ فضل خداوندی اور فیض ربانی کا یہ مبارک سلسلہ خطۂ دکن میں بھی جاری و ساری رہا اور یہاں بے شمار و لاتعداد اولیاء، صلحاء اور حق کے داعی پیدا ہوئے، جنھوں نے لوگوں کو صراطِ مستقیم اور جادۂ حق کی رہنمائی و رہبری کرنے، ان کے اندر محبت الٰہی اور سنت نبوی کا شوق پیدا کرنے نیز کفر وشرک اور بدعات وخرافات سے دور کرنے اور ان کے قلوب کا تزکیہ وتصفیہ کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ انہی بزرگوں میں ایک عظیم اور گمنام نام حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کا بھی ہے۔

مولاناؒ کی جائے پیدائش دراصل حیدرآباد ہے، جہاں مولانا کی زندگی کے عنفوانِ شباب تک کے شب وروز گذرے۔ اس دوران آپ کی دینی اور دنیوی تعلیم جاری رہی۔ اس کے بعد آپ نے مغلیہ سلطنت کے آخری عظیم الشان شہنشاہ ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام سے منسوب شہر اورنگ آباد کا رخ کیا۔

مولانا مرحوم دردمند دل اور اسلامی فکر کے حامل مردِ میدان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ

ان دونوں صفات کی وجہ سے شہر اورنگ آباد میں وہ عظیم کارنامے انجام دیئے جو عموماً بہت کم لوگوں کے حصے میں آتے ہیں۔ جہاں تک آپ کی اول الذکر صفت کا تعلق ہے تو آپ ''فلولانفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدين و لينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم'' کی عملی تفسیر تھے۔ اورنگ آباد میں ملازمت کے دوران جب آپ نے شہر کے حالات کا بغور مشاہدہ کیا تو آپ نے محسوس کیا کہ یہاں رب ذوالجلال کے احکامات، رسولِ عربی ﷺ کے فرمودات اور قرآنی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر زندگی گذاری جارہی ہے اور دینی و اخلاقی انحطاط میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ لٰہذا اس چیز نے آپ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور آپؒ کے بحر افکار میں تلاطم پیدا کر دیا۔ آپؒ کے معمولات میں تغیر پیدا کر دیا اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ آپؒ نے اپنی ملازمت کو خیر باد کہہ دیا اور آپؒ کے سینہ میں دھڑکتے دل اور جسم میں دین واسلام کی محبت سے سرشار روح نے آپؒ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ دعوت وارشاد جیسے عظیم واہم شعبہ کو اختیار کر کے لوگوں میں بڑھتی بے دینی و بے راہ روی، خدا بیزاری و دین بیزاری، حلال وحرام سے متعلق بڑھتی ناشناسی، فرائض و واجبات سے بے پروائی، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی کا قلع قمع کیا جائے اور لوگوں کو اوامر ونواہی، فرائض ومستحبات، سنن ونوافل، غرض شریعت وسنت کی بنیادی معلومات سے روشناس اور متعارف کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ پورے خلوص وللّٰہیت اور مکمل یکسوئی ودلجمعی کے ساتھ اس مبارک کام سے منسلک ہو گئے اور اس کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور آپ کی صلاحیت اس میں صرف ہونے لگی۔ ایک اچھوتی صفت جو اللہ پاک نے آپ میں ودیعت فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ جب آپ لوگوں سے مخاطب ہوتے اور ان کو دین

کی بات بتاتے تو جو بھی آپ کی بات پر کان دھرتا اثر لئے بغیر نہ رہتا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خواندہ و ناخواندہ، امیر وغریب، جوان اور بوڑھے، سب آپ کی گفتگو سے متاثر ہوئے اور راہِ خدا میں نکل کر شرک و بدعت سے توبہ اور ضلالت وگمراہی کے کے راستہ کو ترک کیا۔ حکم الٰہی اور سنت رسولؐ کو حرزِ جاں بنایا، نیز حب جاہ اور حب مال سے بے رغبتی اختیار کی اور محبت الٰہی اور عشق رسولؐ سے سرشار ہوئے۔ اسی طرح ظاہری اسباب پر یقین وتوکل کے بجائے خدا تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر توکل ویقین کو اپنے دلوں میں راسخ کیا۔ چنانچہ آپ کے محکم یقین، عمل پیہم اور جذب دروں کی وجہ سے شہر اور اطرافِ شہر میں ایک دینی رجحان پیدا ہوا اور لوگوں کے دلوں میں دینی تعلیمات، اسلامی شعائر اور قرآنی احکامات کی قدر ومحبت جاگزیں ہوئی اور شہر کا منظر نامہ نسبتاً بدل گیا۔

یہ تیرا یقینِ محکم تیری ہمتوں کی جاں ہے
تیرے بازوؤں کی قوت تیرے عزم کا نشاں ہے

یہی وجہ ہے کہ دعوت وارشاد کے میدان میں کام کرنے والے اور اس دور کے باقی ماندہ لوگ نیز آپؒ کی شخصیت سے واقف حضرات تا حال مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں، مجاہدوں نیز مسلمانوں کی حالت زار کے تئیں درد وکرب اور اس کی اصلاح کے مراحل کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

جان کر منجملہ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

دوسری مابہ الامتیاز صفت جو آپ کی رگ وپے میں سرایت کر چکی تھی، وہ یہ تھی کہ

معاشرہ کی اصلاح کے لئے دینی ادارہ کا قیام از حد ضروری ہے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل اور اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے آپ نے شہر اورنگ آباد میں ایک مدرسہ کی جو آج جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم نام سے مشہور ہے، بنیاد رکھی۔

سردست ہم مدرسہ کے اغراض ومقاصد سے واقفیت وآگاہی حاصل کرتے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ رقمطراز ہیں :

''میں مدرسہ کو سب سے بڑھ کر مستحکم، طاقتور، زندگی کی صلاحیت رکھنے والا اور حرکت ونمو سے لبریز سمجھتا ہوں۔ اس کا ایک سرا نبوتِ محمدی سے ملا ہوا ہے اور دوسرا سرا اس زندگی سے ہے جو نبوتِ محمدی کے چشمۂ حیواں سے پانی لیتا ہے اور زندگی کے کشت زاروں میں ڈالتا ہے، وہ اپنا کام چھوڑ دے تو زندگی کے کھیت سوکھ جائیں اور انسانیت مرجھانے لگے۔ مدرسہ سے بڑھ کر دنیا میں کون سا زندہ، متحرک اور مصروف ادارہ ہو سکتا ہے۔''

ان سطروں سے خوب اندازہ ہوتا ہے کہ مدرسہ کی اہمیت وافادیت کیا ہے۔ چنانچہ اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے تاسیس مدرسہ کا ارادہ فرمایا اور اورنگ آباد میں اس کی بنیاد رکھی۔

قسمت نوع بشر تبدیل ہوتی ہے یہاں
اک مقدس فرض کی تکمیل ہوتی ہے یہاں

مدرسہ یہ ایسی کارگاہ ہے جہاں نائبین رسول اور وارثین انبیاء پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں سے علماء، صلحاء اور مبلغین، امت کو نصیب ہوتے ہیں جو بھنور میں پھنسی کشتی کے ناخدا اور کھیون ہار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ مولانا مرحوم ہی کی وہ دوررس اور مستقبل شناس نگاہ تھی جس نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا تھا۔

چنانچہ مولانا مرحوم کا مدرسہ کی شکل میں لگایا گیا پودا آج ثمر آور درخت کی شکل میں نظر آرہا ہے جو آج جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے نام سے زبانِ زد عوام وخواص ہے۔ جس کے علمی، تربیتی اور ثقافتی دسترخوان سے علاقہ مرہٹواڑہ اور بیرون علاقہ سے تشنگان علوم کی ایک غیر معمولی تعداد خوشہ چینی کررہی ہے۔ نیز یہاں کے فارغین اپنے اپنے علاقوں اور شہروں میں ملی، دینی، تحقیقی اور دعوتی فرائض انجام دے رہے ہیں اور جو زبانِ حال سے اس بات کی شہادت دے رہے ہیں۔

روشناس علم و آگاہی یقیناً کردیا
رفتہ رفتہ تو نے ہم کو ماہر فن کردیا
خاک کے ذروں کو سونا اور کندن کردیا
بزم ہستی میں ہمارا نام روشن کردیا

مزید برآں سعادت وخوش بختی کی بات یہ ہے کہ محض بفضل ربانی جامعہ کا تعلیمی، تربیتی اور ثقافتی سلسلہ مولانا مرحوم کی فکروتڑپ اور سوز ودرد کے ساتھ ہنوز جاری وساری ہے۔ چشم بددور۔

عمر کے ہر ورق پہ دل کو نظر آئے
تیری مہر و وفا کے باب آئے
کر رہا تھا غم جہاں کا حساب
آج تم یاد بے حساب آئے

●●●

وہ جنھیں دیکھ کر خدا یاد آجائے

● جناب مسعود اختر (اورنگ آباد)

فرزند معروف ادیب وشاعر اختر الزماں ناصرؒ

درازقد، لحیم شحیم، گوری رنگت، قدرے گھنگریالی گھنی زلفیں، سفید ڈاڑھی، انتہائی نورانی چہرہ، خوشگوار وخوش مزاج بذلہ سنج، باعمل وباکردار پُرعزم وپُروقار باہمت وباحوصلہ، خلوص وایثار کا پیکر، ہمدرد وغمگسار جناب مولانا محمد سعید خان صاحب جب بھی ناندیڑ تشریف لاتے تو باغبان گلی کی مسجد میں قیام فرماتے۔ زندگی میں صرف اور صرف تبلیغی جماعت کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ شہر اورنگ آباد کی تاریخی جامع مسجد میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی۔ اکثر ناندیڑ آتے بلکہ جب جی چاہتا آجاتے۔ پرانے احباب جماعت کے ساتھی سب جمع ہوجاتے۔ وہ احباب بھی جو مصروفیت کی وجہ سے جماعت کے کام سے کچھ دور ہوگئے ہوں، وہ بھی کھینچے چلے آتے جو نظر نہیں آتا اسے یاد کرتے۔ مختلف مساجد میں بیانات ہوتے۔ عام طور پر قرآن مجید کی دو تین آیات کا انتخاب کرتے۔ اس کی تفسیر وتشریح اتنے دل پذیر، دلچسپ اور جامع انداز میں کرتے کہ مجمع مبہوت ہوجاتا اور پھر جب تشکیل کا وقت آتا تو بڑی اپنائیت سے، محبت اور خلوص سے اور حق سے چند لوگوں کے نام شامل کرلیتے۔ آپ کا انداز اتنا والہانہ ہوتا کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوتی۔ پھر تیار جماعت طے شدہ مقام کے لئے روانہ ہوجاتی۔ میں نے ان کے ساتھ دور دراز کا سفر کیا ہے۔ میں ان کے ساتھ جماعت میں لاتور، حیدرآباد، بنگلور، پونے اور بمبئی جا چکا ہوں۔ پہلی مرتبہ جب اتفاق ہوا تو ہم لاتور کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ وہاں کا مرکز جو وہاں کے

مشہور ومعروف بازار گولائی کے قریب واقع ہے۔اس وقت تو کافی بڑی مسجد بن گئی ہے۔ اس وقت اصل مسجد کی عمارت بہت مختصر سی اور اس کے سامنے تھوڑا سا ٹین کا شیڈ تھا۔مولانا کے لئے قریب کی کسی دکان سے ایک کرسی لائی گئی تھی جو بہت اونچی تھی۔مولانا نے دیکھتے ہی فرمایا تھا کہ کسی حجام کی لگتی ہے۔ایک مرتبہ آپ جب ناندیڑ آئے ہوئے تھے،سردیوں کے دن تھے اور سردی شدید تھی۔مجھ سے ایک گرم بلینکٹ کے انتظام کے لئے کہا۔میں نے اپنے گھر سے فراہم کردیا،لیکن وہ جتنے دن رہے میں نے وہ بلینکٹ ان کے استعمال میں نہیں دیکھی۔جب وہ ناندیڑ سے واپس ہوئے تو اس کے بعد کسی صاحب کے ذریعہ میری بلینکٹ مجھے واپس ملی۔مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ بلینکٹ ان کے لئے غالبًا ناکافی تھی لیکن انہوں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔میرے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ میرے مدعو کرنے پر وہ میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور مجھے ضیافت کا شرف بخشا۔ایک مرتبہ ہماری جماعت اورنگ آباد آئی ہوئی تھی تو آپ نے پوری جماعت کی ضیافت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی کے مکان پر کی تھی۔بہرکیف بے شمار باتیں اور بے شمار یادیں ہیں جو زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔سچ پوچھو تو جو دینی دل و دماغ بنا وہ چند بزرگوں کے طفیل بنا۔ اورنگ آباد کے قاضی یوسف صاحب، پونے کے مولانا یونس صاحب مہاراشٹر کے امیر، بمبئی سے علی بھائی انجینئر وغیرہ اور خاص طور پر میرے مشفق ومربی عالی جناب مولانا محمد سعید خان صاحب مرحوم۔مرحوم کی باتوں کا،صحبت کا اور تعلیم کا ہی اثر ہے جو دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے۔بہرکیف اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے،درجات بلند فرمائے اور بہترین جزائے خیر دے۔آمین ثم آمین یارب العالمین

●●●

مولانا محمد سعید خان ایک مردِ آہن

● مولانا مفتی محمد یونس ندوی

(گڈ لک ہارڈ ویئر، اورنگ آباد)

علاقہ مراہٹواڑہ پولس ایکشن کے بعد دینی،علمی اور سیاسی اعتبار سے زبوں حالی کا شکار تھا۔ملت اسلامیہ ہر طرح سے لٹ چکی تھی۔اس وقت ملت اسلامیہ کی بقا کے لئے ایک پُرعزم اور دانشمندانہ جدوجہد کی ضرورت تھی تاکہ ان کی اجتماعی وانفرادی حیثیت باقی رہ سکے اور وہ اس ملک میں اپنی اسلامی خصوصیات کے ساتھ ملک کے حالات و واقعات سے عہدہ برآ ہوسکیں۔ایسے پُرآشوب ماحول میں ملت کی کشتی کو کنارے لگانے اور بگڑے ہوئے حالات کو بہتر بنانے کے لئے اللہ نے ہر دور میں مجددین و مصلحین کا ایک عظیم سلسلہ جاری فرمایا۔اسی سنت الٰہی کا مظہر ہمیں حیدرآباد کے ایک علمی و دینی گھرانے میں ۱۰؍جون ۱۹۲۷ء کو ایک ہونہار بچہ کی پیدائش کی صورت میں نظر آیا جس کا نام محمد سعید خان رکھا گیا۔اس وقت سلطنت آصفیہ کا سورج لب بام تھا۔لوگ اگرچہ جامعہ عثمانیہ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ اور دوسرے عصری و دینی اداروں سے مستفید ہورہے تھے لیکن عمومی اعتبار سے مسلمانوں میں دینی و دعوتی شعور کا فقدان تھا۔جہالت، ناخواندگی اور دین سے یک گونہ دوری اور خاص طور پر اس خطہ میں، کسی زوال کے پیش خیمہ سے کم نہیں تھی۔مولانا محمد سعید خان ایک حساس طبیعت کے مالک تھے۔انہوں نے ۱۹۵۱ء میں حیدرآباد سے اورنگ آباد ہجرت کی اور اورنگ آباد ہی میں مستقل سکونت چونکہ سقوط حیدرآباد ۱۹۴۸ء پر ابھی چند سال ہی

گذرے تھے اس لئے پورے علاقہ کے مسلمان ذہنی کشمکش کے شکار تھے۔ بہت سارے خانوادے اجڑ چکے تھے اوران کا مستقبل بظاہر تاریک نظر آرہا تھا۔ان حالات میں دینی اور دعوتی تحریک کے ذریعہ ہی مسلمانوں میں خوداعتمادی پیدا کی جاسکتی تھی۔

مولانا محمد سعید خان نے حالات کا جائزہ لیا اورکسی دینی ادارہ کی بنیاد کوضروری سمجھتے ہوئے انھوں نے ۱۹۵۹ء میں تاریخی جامع مسجد میں جومختلف لوگوں کے قبضہ میں تھی اور وسیع وعریض ہونے کے باوجود مصلیوں سے خالی تھی مسجد کی آبادی کانظم کیا اور مدرسہ عربیہ کاشف العلوم کی بنیاد ڈالی۔اس مردِ مجاہد ومردِ آہن نے عزم مصمم کے ذریعہ اس مشکل ترین مرحلہ کوبھی خدا کی خصوصی مدد کے سہارے سرکیا۔اس مسجد کے اردگرد کمروں میں دلّی مرکز میں جاری مدرسہ کے نام پراورنگ آباد میں بھی کاشف العلوم نامی مدرسہ کا آغاز کیا اور اس کے لئے اہل افراد کوتیارکیا اوراسی طرح اسی مسجد کودعوت وتبلیغ کا مرکز بھی بنایا اور وہاں سے تعلیمی وتبلیغی مشن کومخلصین کی ٹیم کے ساتھ آگے بڑھاتے رہے۔ اورآج وہ ننھا پودا ثمرآور درخت ہو چکا ہے۔

مولانا محمد سعید احمد خان کی انہی قربانیوں کا تذکرہ قمراجلال نے جوان کے داماد ہیں اورایک لمبے عرصہ تک جامع مسجد کے امام رہ چکے ہیں ان الفاظ میں کیا ہے۔

وہ دعوت دیں کا محرم تھا وہ علم وعمل کا سنگم تھا
بلند نگہ وہ جادو بیاں احوال جہاں پر برہم تھا
وہ خدمت دیں کا عنواں ہو یا دعوت دیں کی سیرابی
وہ ذکر بنائے کاشف ہو یا جامع کی بازآبادی

یہ کام ہیں دونوں نام ترے جاری ہیں صبح وشام ترے
آتی ہے قمر کو یاد تری آفاقی ہیں پیغام ترے

’’حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے کہا تھا کہ دعوت کا کام اور مدارس انسان کی دوآنکھوں کی طرح ہیں۔‘‘اسی فکر کے تحت انھوں نے دونوں محاذوں پر زبردست کام کیا۔اس راہ میں جو کچھ قربان کرسکتے تھے وہ سب قربان کردیا اور مدرسہ اوردعوت کے کام کے لئے اہل افراد کی ایک مضبوط ٹیم تیار کی۔

وہ عزم محکم کے ساتھ مصیبتوں اور پریشانیوں کے سمندر کو پاٹنے میں کامیاب ہوگئے ۔

یہ قدم قدم بلائیں یہ سواد کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

وہ توکل علی اللہ اور بے نیازی کے ساتھ اپنے مقصد کی طرف ہمہ تن گوش متوجہ رہے۔ یہ ان کے اخلاص ، دل سوزی ، جاں کاہی اور نفس کشی کی برکت تھی کہ جو کارواں انھوں نے تیار کیا تھا اور جو ہراول دستہ ان کی سرکردگی اور سرپرستی میں پروان چڑھا وہ فدائیت کے ساتھ تادم زیست ان کے شانہ بہ شانہ سرگرم عمل رہا۔

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ وخشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

●●●

بانی جامعہ اور جامعہ کے دو خاموش محسن

● ڈاکٹر مولانا محمد صدر الحسن ندوی مدنی

قدرت کی کارسازی ایک ایسی چیستاں ہے جس کے بارے میں شاعر اسلام علامہ اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے۔

کشتیٔ مسکین و جانِ پاک و دیوار یتیم
علم موسیٰ بھی ہے ترے سامنے حیرت فروش

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد ۱۹؍اپریل ۱۹۵۹ء/۱۰؍شوال ۱۳۰۸ھ میں جامع مسجد میں ڈالی گئی لیکن اس کی تاسیس کی منصوبہ بندی کا آغاز اسی وقت ہو چکا تھا جب ۱۰۲۳ھ/۱۶۰۳ھ میں ملک عنبر نے جامع مسجد کی بنیاد ڈالی تھی۔ کارساز حقیقی نے اسے سیاہ فاموں کے قلم رو سے سرزمین دکن کی طرف ہجرت کا حکم دیا تھا کیوں کہ اس کی ہجرت سے عظیم ترین کارنامے صفحہ ہستی پر نمود کے لئے مضطرب تھے۔

اس وقت میرے سامنے محبّ گرامی ابوبکر رہبر بانی انجمن وارثان حرف وقلم و ایڈیٹر 'احتساب' کی یہ تحریر ہے وہ لکھتے ہیں کہ :

''وہ ...... سے اورنگ آباد آئے تو انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ واپسی کی کشتیاں جلادیں۔ اس وقت کا اورنگ آباد باہر سے آنے والوں کے لئے اسپین ہی تھا۔ بس فرق یہ ہے کہ باہر سے آنے والوں نے اپنے اپنے ذوق کے لحاظ سے اپنی اپنی مسجد قرطبائیں تعمیر کیں اور اپنے اپنے انداز میں اپنے کھجور کے درخت لگوائے۔

میں نے اورنگ آباد کو اسپین اس لئے کہا کہ یہاں اکثر ان ہی لوگوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے جو کہیں نہ کہیں دوسرے شہروں سے یہاں تشریف لائے تھے۔ خواہ وہ اورنگ زیب ہوں، خواہ نظام الملک میر قمر الدین علی خاں آصف جاہ اول ہوں یا غلام علی آزاد بلگرامی یا بابا شاہ مسافر ہوں یا حضرت نظام الدین اولیاء ہوں یا پھر ایلورہ، اجنتا اور اورنگ آباد کے غاروں کو تراشنے والے فنکار ہوں یا پھر ملک عنبر ہوں یا بابائے اردو مولوی عبدالحق ہوں یا ڈاکٹر رفیق زکریا ہوں یا پھر قاضی سلیم، یا ڈاکٹر عبدالغفار قادری، محمد تلاوت علی صاحب ہوں یا محمد خواجہ معین الدین صاحب ہوں یا خالد سیف الدین ہوں یا ایم ایم شیخ ہوں۔ ان سب نے یہاں اپنی اپنی مسجد قرطبہ تعمیر کیں اور عبدالرحمٰن اول کی طرح یہاں ''کھجور کے درخت بھی لگوائے۔''

قدرت نے ایک سیہ فام ''ملک عنبر'' کو طوق غلامی سے تخت شاہی تک پہنچا کر عظیم جامع مسجد کی تاسیس اور سیاہ وسفید کے مالک محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کو اس کی توسیع کی سعادت بخشنے کے بعد اس عظیم جامع مسجد کے ائمہ وموذنین کے ذریعہ اس مسجد کے تقدس کی حفاظت کا غیبی نظم کیا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ مسجد اور اس کے اطراف میں حجرے تعمیر کئے گئے، نہیں بلکہ حجرے تعمیر کروائے گئے کیوں کہ ۱۹۵۹ء میں ''کھجور کے درخت'' لگانے اور اس کے بارآور ہونے کی ساعتوں کا دورانیہ آہستہ آہستہ گھٹتا جارہا تھا۔

حاجی ابومحمد متوفی ۹؍ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ اور قاری وحافظ محمد حسن متوفی ۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ/۱۴؍جنوری ۱۹۸۶ء بروز شنبہ اور دیگر ائمہ شاہ گنج کی عظیم مسجد کی امامت پر مامور کئے گئے اور حافظ شیخ احمد اور حافظ فیض احمد مسجد سٹی چوک کے منصب امامت پر سرفراز

کیئے گئے اور جامع مسجد کی امامت کے منصب عظیم پر جس کو فائز کیا جاتا تھا وہ نوخیز آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کی سعادت سے سرفراز ہو چکا تھا۔ اس بچہ کا نام حافظ عبدالستار تھا اور اس بچہ کے والد گرامی شیخ احمد صاحب امام مسجد ستّی چوک بھی حافظ قرآن اور نامور قاری تھے اور ان کے والد (حافظ عبدالستار صاحب کے دادا) بھی مشہور زمانہ قاری تھے۔ حافظ عبدالستار صاحب کا ۱۹۳۰ء میں جامع مسجد کے منصب امامت پر حیدرآباد نظامت مذہبی امور کی طرف سے امامت کے امتحان میں نمایاں کامیابی کے بعد تقرر عمل میں آیا اور ریاست دکن کے صوبیدار کے فرمان کے بموجب آپ کو امامت کے لئے تحریری حکم نامہ دیا گیا اور آپ ۱۹۸۶ء تک (سال وفات) مسلسل چھپن (۵۶) سال تک جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

حافظ عبدالستار صاحب زمانۂ امامت سے پہلے اور زمانۂ امامت میں اس عظیم جامع مسجد کے منصب بلالی (موذنی) پر جو مردِ درویش فائز تھا اس کا نام نور احمد قرشی تھا۔ قدرت کی طرف سے ان کو محض اٹھارہ سال کی عمر میں اس اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔ یہ ۱۹۱۰ء کا زمانہ تھا اور تقریباً اسّی سال تک وہ مسلسل فضائے نیلگوں میں صدائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ اللہ نے انھیں اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور کرنے کے لئے لمبی عمر عطا فرمائی یعنی ایک صدی سے پانچ سال زائد، ان کے والد گرامی کا نام نور محمد قریشی تھا اور وہ بھی اسی جامع مسجد میں ان سے پہلے موذن کے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔ نور احمد قریشی کی عمر جب بارہ سال کی تھی تو والد گرامی نور محمد قریشی کا تقریباً ۱۸۷۶ء میں سانحۂ ارتحال پیش آیا۔ اس لئے وہ اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ تو جاری نہ رکھ سکے لیکن حکومت آصفیہ کی طرف سے منصب بلالی

(موذن) کے لئے جو امتحان ہوتا تھا اس میں انھوں نے کامیابی حاصل کر لی اور جامع مسجد میں منصب بلالی (موذن کے عہدہ) پر فائز ہو گئے۔ جامع مسجد کی خدمت اور اذان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۴ء میں دو بار حج کی سعادت نصیب فرمائی اور ظہور احمد قریشی اور نثار احمد قریشی جیسے وفا شعار، خدمت گذار، نیک سیرت اور پاک طینت فرزند عطا فرمائے۔

جس شجر نخیل (کھجور کے درخت) کی تخم ریزی کے لئے ماحول سازگار کیا جا رہا تھا اس سے پہلے بھی یہاں اس شہر خجستہ بنیاد میں شجر ہائے نخیل کی تخم ریزی ہوئی لیکن وہ سب بادِسموم کی نذر ہو گئے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے دور مسعود میں باقاعدہ درس وتدریس کا آغاز ہوا۔ مغل شہزادوں کے اتالیق پیر اسماعیل شاہ نے روضہ باغ میں ایک درسگاہ کی بنیاد ڈالی، جہاں ناظرہ قرآن اور دفتری زبان فارسی اور دیگر علوم کے علاوہ عربی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اسی طرح حضرت شاہ نور رحموی کی درگاہ کے عقب میں واقع خانقاہ میں ایک مدرسہ کا آغاز کیا گیا۔ اسی طرح حضرت بابا شاہ مسافر کی خانقاہ واقع پن چکی میں بھی ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آیا۔ اسی طرح حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کی خانقاہ کے احاطہ میں بھی درسگاہ قائم کی گئی اور اسی طرح حضرت شاہ علی نہری کے تکیہ میں بھی تشنگان علوم نبوت کے لئے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔ وقت گزرتا گیا اور یہ تمام مدرسے صفحات تاریخ کی زینت بن گئے۔

۱۹۱۰ء میں الحاج نور محمد قرشی کی مسجد کے میناروں سے صدائے تکبیر بلند ہوئی اور ۱۹۱۱ء میں بابائے اردو مولوی عبدالحق ہاپوڑ (اتر پردیش) سے بحیثیت اسکول انسپکٹر واردِ

اورنگ آباد ہوئے اورانہوں نے یہاں اپنی حیات مستعار کے ستائیس سال گزارے۔ان کی سعی پیہم سے ۱۹۲۳ء میں گورنمنٹ کالج کا قیام عمل میں آیا جس کے وہ پہلے پرنسپل بھی مقرر کئے گئے اوراس کالج سے انہوں نے ادبی رسالہ ''نورس'' بھی جاری کیا۔اس طرح شہراورنگ آباداب دورِجدید کی دہلیز میں قدم رکھنے لگا اورعلم وآگہی کا جوشعور آہستہ آہستہ پروان چڑھ رہا تھااس میں تیزی آئی اور جامع مسجد اوراس کے اطراف میں چندقدم، چندسو میٹراور چندکلومیٹر کے فاصلہ پرعصری درسگاہیں قائم ہونے لگیں۔

۱۹۵۰ء میں ملندکالج ،۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ،۱۹۵۶ء میں ایم پی لاکالج ،۱۹۵۸ء میں ڈاکٹر باباصاحب مراٹھواڑہ یونیورسٹی ،۱۹۵۹ء میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد ،۱۹۶۰ء میں دیوگری کالج ،۱۹۶۳ء میں گورنمنٹ میڈیکل کالج ، ۱۹۶۳ء میں ہی ایس بی کالج اوراسی سال یعنی ۱۹۶۳ء میں مولانا آزادکالج کا قیام عمل میں آیا۔اس طرح تیرہ سال (۱۹۵۰۔۱۹۶۳ء) کے مختصر عرصہ میں یہ شہر فخر روزگار بن گیا اورعلم کی شمعیں نظروں کوخیرہ کرنے لگیں اور طالبانِ علم اطراف واکناف سے ان دینی وعصری درسگاہوں کارخ کرنے لگے۔

۱۹۵۹ء میں جب جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا قیام عمل میں آیا، اس وقت بانی جامعہ الحاج مولانا محمد سعید خان کی عمرصرف بتیس (۳۲) سال تھی اوراس وقت موذن جامع مسجد الحاج نوراحمد قرشی صاحب کی عمرسرسٹھ (۶۷) سال تھی اور وہ تقریباً پچاس سال سے صدائے تکبیر بلند کررہے تھے اور امام جامع مسجد الحاج عبدالستار صاحب انتیس (۲۹) برسوں سے امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے اوراس وقت ان کی عمرتقریباً پچاس

(۵۰) سال تھی۔گویا بقول محبّ گرامی جناب ابوبکر رہبر جس وقت بانی جامعہ مولانا سعید خان صاحب اُس وقت کے آندھراپردیش اور اِس وقت کے تلنگانہ سے ہجرت کر کے ہجرت کدہ اسپین (اندلس) میں عبدالرحمٰن الاول کی طرح ہجرت کدہ اورنگ آباد جامع مسجد میں ''کھجور کے درخت'' لگا رہے تھے تو اس ''شجرنخیل'' کی آبیاری کے لئے اس وقت دوعظیم ہستیاں الحاج عبدالستار صاحب (امام جامع مسجد) اور الحاج نوراحمد قرشی حضرمی (موذن جامع مسجد) برسوں سے اس کی منتظر تھیں کیوں کہ بانی جامعہ اول الذکر سے اٹھارہ (۱۸) سال اورموخرالذکر سے پینتیس (۳۵) سال چھوٹے تھے۔ان دونوں حضرات نے پس پردہ اورپس آہنگ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور جامع مسجد کی سرپرستی فرمائی اور بے نام محسن کے فرائض انجام دیئے اورتادم زیست ''تیرنیم کش'' سے اس مرکزعلم وآگہی کی حفاظت فرمائی اوران دونوں حضرات کے نصیبہ میں ناکامی ونامرادی کے بجائے کامرانی وسرخ روئی بہ صد افتخارآئی۔

تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانہ کی رو
عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام

اسی لئے بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان صاحب نے امام جامع مسجد حافظ عبدالستارؒ کو''مولیٰ'' کے خطاب سے نوازا تھا اور وہ ہمیشہ ان کواسی خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔''مولیٰ'' کامعنی ہوتا ہے سرپرست، دوست، محافظ، ہمدرداور حقیقت یہ ہے کہ حافظ عبدالستار صاحب اس لقب کے صدفیصد مصداق تھے اور انھوں نے ۱۹۵۹ء سے ۱۹۸۶ء تک (جامعہ کی تاسیس سے اپنی وفات تک) اس لقب کا پاس ولحاظ رکھا اوردورآغاز

میں جب سر پرستی کی شدید ضرورت ہوتی ہے اور طالع آزما حضرات موقع کے انتظار میں رہتے ہیں اور حسد کی آگ ان کو شب خوں مارنے پر اکساتی رہتی ہے جامعہ اور جامع مسجد کے لئے سینہ سپر رہے، ان کی یہ خاموش سر پرستی جامعہ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی جو جامعہ کو برگ و بار لانے میں ممد ومعاون ثابت ہوئی۔ اسی طرح موذن جامع مسجد الحاج نور احمد قرشی کی جامع مسجد میں تقریباً اسّی (۸۰) سال اور جامعہ کی تاسیس (۱۹۵۹ء) سے اپنی وفات (۱۹۹۳ء) تک چونتیس (۳۴) سال صدائے بلالی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے استحکام کا پیش خیمہ بنی۔ ان کی اذان اپنی مخصوص شناخت کے ساتھ دلوں میں رس گھولتی تھی اور خاص طور پر ان دونوں حضرات (امام وموذن) کی ذہنی اور فکری ہم آہنگی نے جامعہ کی تعمیر وترقی میں جو اہم کردار ادا کیا اسے مستقبل کا مورخ کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ موذن جامع مسجد اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں تھے لیکن اقبالؔ کے بہت زیادہ گرویدہ تھے اور اقبالؔ کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کی خاموش خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی بغیر کسی نام ونمود کے جامعہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ان دونوں خاموش مجنوں کو جو جامع مسجد کے جوار میں آسودۂ خاک ہیں اپنی شان فضل و رحمت کے مطابق اجر عظیم سے نوازے اور ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔

ان دونوں حضرات کی قابل تقلید، مثالی زندگی آج کے دور میں عنقا ہوتی جارہی

ہے اور حرص و ہوس کے اس پُر آشوب زمانہ میں اخلاص کی دولت بے بہا نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہوتی جارہی ہے۔

اس موقع پر ان تمام حضرات کے اسمائے گرامی کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جنھیں بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد نے مختلف القاب سے نوازا تھا۔

سلسلہ	اسمائے گرامی	القاب
(۱)	مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و سرپرست جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم)	محبوب الاولیاء والخلائق
(۲)	سید سعادت حسین (لینڈ ریکارڈ آفس اورنگ آباد و بانی جامعہ کے رفیقِ کار)	شیخ الاسلام
(۳)	الحاج عبدالعزیز (کارڈرائیور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم)	میجر
(۴)	الحاج زین العابدین (والد گرامی مولانا سعدالدین ندوی، دل رس کالونی اورنگ آباد و معاون جامعہ)	شیر پنجاب
(۵)	الحاج عبدالقادر (ساکن بالانگر و رکن مجلس عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم)	منتری

(۶) الحاج منشی شیخ چاند — سرکار

(ساکن سبزی منڈی اورنگ آباد و رکن مجلس عاملہ جامعہ)

(۷) الحاج زین الدین — علامہ

(برادر خرد پروفیسر قاسم راز اورنگ آباد و اولین مہتمم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم)

(۸) سید عارف الدین — سادات

(استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم)

(۹) صاحب خاں — چیف

(بانی جامعہ کے خسر محترم)

(۱۰) الحاج عبدالستار — مولیٰ

(امام جامع مسجد اورنگ آباد)

(۱۱) مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی — مدنی

(ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم و رکن مجلس عاملہ)

(۱۲) سید نعیم الدین — عالمی مبصر

(سابق معتمد مجلس عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم)

(۱۳) مولانا ذاکر فاروقی کاشفی — پٹھے

(برادر خرد مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی سابق استاذ جامعہ)

(۱۴) مولانا حافظ عبدالرزاق — لاری

(ساکن پیر غیب باڑی گھن ساونگی جالنہ)

(۱۵) شیخ محمود بیکری والے — پروانہ

(ساگر بیکری کے مالک للّو کے والد گرامی بڑی لین اورنگ آباد)

بانی جامعہ اور جامعہ کے خاموش محسنین نے جس طرح جامعہ کی سرپرستی فرمائی اور ایک طویل عرصہ تک اس جامعہ اور جامع مسجد کی آبادی کا سامان مہیا فرمایا، وہ پس رووٴں کے لئے ایک نمونۂ عمل ہے۔ الحاج عبدالستارؒ نے ۱۹۳۰ء سے ۱۹۸۴ء تک اس جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیئے۔ ان کے بعد (زمانۂ علالت اور وفات) جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات سے فارغ التحصیل نامور عالم دین مولانا اجلال احمد صاحب (اورنگ آباد) نے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۷ء تک امامت کے فرائض انجام دیئے۔ ان کی سبکدوشی کے بعد منصب امامت کے فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری ۱۹۹۷ء میں مولانا حافظ محمد ذاکر کو سونپی گئی جو تا حال (۲۰۲۳ء) امامت کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ چند سالوں تک مولانا محمد نوشاد الدین ندوی صدر مدرس مدرسہ الیاس مولانا آزاد چوک اورنگ آباد نے بھی نیابت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ اسی طرح حافظ محمد مصطفیٰ کاشفی نے بھی ایک لمبے عرصہ تک نائب امام کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیئے اور اب ۲۰۲۲ء سے حافظ سلمان کاشفی نائب امام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

الحاج نور احمد قریشیؒ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۹۲ء تک جامع مسجد میں منصب بلالی پر فائز

رہے۔ ان کی وفات کے بعد ۱۹۹۲ء سے ایک لمبے عرصہ تک مولوی عبدالرحیم کاشفی کانڑگانوی اور مولوی عبدالرشید کاشفی تھیرگاؤں تعلقہ پیٹھن ضلع اورنگ آباد نے صدائے تکبیر بلند کرنے کی خدمات انجام دیں۔ کچھ دنوں تک مولوی فاروق کاشفی کھام گانوی نے بھی یہ عظیم خدمت انجام دی اوران دنوں (۲۰۲۳ء) مولانا شیخ مبین الدین کاشفی ندوی اور جناب محسن صاحب اس خدمت پر مامور ہیں اوراس خدمت کوبحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

جس وقت (۲۰۲۳ء) یہ سطریں تحریر کی جارہی ہیں سابق امام جامع مسجد بڑی لین اورنگ آباد الحاج عبدالستارؒ کی وفاتِ حسرت آیات پر سینتیس (۳۷) سال، موذن جامع مسجد الحاج نوراحمد قرشی کے سانحہ ارتحال پر اکتیس (۳۱) سال اور بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان کی رحلت فاجعہ پر تینتیس (۳۳) سال کا طویل عرصہ گزرچکا ہے۔ اس عرصہ میں اللہ کے خصوصی فضل وکرم اوران تینوں حضرات کے اخلاص کی برکت اور موجودہ مجلس عاملہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اور اس کے صدر الحاج عبدالجبار صاحب اور جنرل سکریٹری مجلس عاملہ مولانا محمد رضوان خان ندوی کی شب وروز کی تگ ودو اور اساتذہ جامعہ اور دیگر معاونین ومتوسلین کے تعاون سے جامعہ ترقی کی راہ پرگامزن ہے اور پورے علاقہ کے لئے مینارۂ نور بنا ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ اس گلستاں کو آباد اور شاد کام رکھے۔

●●●

علاقۂ مراٹھواڑہ کے مسیحا ومردِ قلندر

مولانا محمد سعید خان صاحب

● مولانا انیس الرحمٰن ندوی

استاذ عربی اردو ہائی اسکول جالنہ

جب سے یہ دنیا بنی تب سے لے کرآج تک انسان کی فلاح وبہبود کے لئے، کامیابی وکامرانی کی راہ کی رہنمائی کا خدائی نظام مسلسل جاری ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی وآخری رسول محمد عربی ﷺ تک نبوت کا مینہ برستا رہا، جب نبوت ورسالت کا سلسلہ اللہ تعالی نے نبی آخرالزماں خاتم الرسل پر ختم فرمایا تو یہ اعلان کیا ”**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**“ اللہ کا عطا کردہ یہ ضابطۂ حیات ودستورحیات مکمل ہوا، اب اس میں ذرہ برابر کمی وزیادتی نہ ہوگی نہ کوئی کرسکے گا اور نہ کسی کو اس طرح کی گستاخی کرنے کی اب کبھی اجازت دی جائے گی لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ انسانی زندگی تبدل وتغیر کی متقاضی ہے، اس کا شباب ہردم قائم و دائم ہے ع جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

اس رواں دواں اور سدا جوان زندگی کا ساتھ دینے اوراس کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالی نے جس دین کو لے کر منتخب بندوں کو بھیجا ہے، جو دین مضبوط وغیر متزلزل عقائد وحقائق پر مبنی ہے اور زندگی وحرکت سے لبریز ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر زمانے اور ہر حال کی رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہیں اس رب کریم نے اپنے منتخب بندوں کا انبیاء کے بعد ایک عظیم

سلسلہ جاری فرمایا۔اس حقیقت کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کچھ اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ ماحول کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اور مکان وزماں کی تبدیلیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اللہ تعالی نے اس امت کو ایسی کامل ومکمل اور زندہ تعلیمات عطا فرمائی ہیں جو ہر کشمکش اور ہر تبدیلی کا بآسانی مقابلہ کرسکتی ہیں اوران میں ہر زمانہ کے مسائل ومشکلات کو حل کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ دوسرے اس نے اس کا ذمہ لیا ہے کہ وہ اس دین کو ہر دور میں ایسے زندہ اشخاص عطا فرماتا رہے گا جو ان تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہیں گے اور مجموعاً یا انفراداً اس دین کو تازہ اوراس امت کو سرگرم عمل رکھیں گے اس دین میں ایسے اشخاص کے پیدا کرنے کی جو صلاحیت وطاقت ہے اس کا اس سے پہلے کسی دین سے اظہار نہیں ہوا،اور یہ امت تاریخ عالم میں جیسی مردم خیز ثابت ہوئی ہے دنیا کی قوموں اور امتوں میں اس طرح کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہ محض اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ انتظام خداوندی ہے کہ جس دور میں جس صلاحیت وقوت کے آدمی کی ضرورت تھی اور زہر کو جس ”تریاق کی حاجت تھی وہ اس امت کو عطا ہوا“

ہندوستان جیسے عظیم ملک میں صحابہؓ کے قافلے آئے اور دعوت وتبلیغ کے وہ بے مثال کارنامے انہوں نے انجام دیئے کہ ملک اپنی پرانی دیو مالائی تہذیب سے آزاد ہوکر اسلام کے امن وامان،محبت وپیار کے بیش بہا خزانہ سے مالا مال ہوگیا،کوئی باہر سے اس ملک کو فتح کرنے آیا تو ایک بڑی تعداد انسانیت کے دلوں کو فتح کرنے آئی اور وہ سب اپنے اس مشن میں کامیاب ہوئے۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ، شاہ ولی اللہؒ،خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، مجدد الف ثانیؒ، حاجی مخدوم مہائمیؒ، نظام الدین اولیاء،اور علاقۂ مراٹھواڑہ کے اس زرخیز خطہ میں

شہاب الدین سہروردیؒ کے اشارے پر ان کے شاگرد ۱۴۱ھ میں اورنگ آباد تشریف لائے ، پہاڑوں کا سلسلہ،خوبصورت انجیر کے باغات، پانی کے بہتے جھرنے ،قدرت کے انمول دلربا مناظر ضرور تھے لیکن انسانیت کی کھیتی سوکھ چکی تھی،جس میں خودرو زہریلے پھل وپھول کے پودے اگ آئے تھے، لیکن ایسے اجنبی اور مخالف ماحول میں مومن عارف باللہ، پھر جلال الدین گنج رواں اوران دونوں کے بعد اپنے استاذ کے حکم پر حضرت منتجب الدینؒ اور حضرت برہان الدین غریبؒ کی آمد اور استقلال وجرأت وہمت کے ساتھ بے سروسامانی کے باوجود دعوت وتبلیغ کے مشن کو ایسا عام کیا کہ ایک بڑی تعداد حلقہ بگوش اسلام ہوئی اور اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی حضرت مولانا محمد سعید خان ہیں، جو علاقۂ مراٹھواڑہ کے دینی وملی حالات کو دیکھ کر فکر مند ہوئے ، جہاں بدعات وخرافات ، رسوم ورواج سے متاثرہ سماج، نوجوانوں کی بے راہ روی، اخلاقی ودینی پستی کو دیکھ کر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر ایک عظیم مقصد کی تکمیل کی یکسوئی کیساتھ امت کی زبوں حالی پر ترس کھا کر قریہ قریہ گلی گلی شہر شہر گھوم کر دعوت وتبلیغ کے کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

راقم الحروف کا بچپن تھا مولانا محمد سعید خان صاحب کی آمد کی خبر شہر جنتور میں عام ہوئی تو ان کے استقبال کی زبردست تیاری ہوئی۔ کیونکہ سفر سے آتے ہی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے مرکز مسجد میں ان سے کچھ دیر آرام کرنے کی درخواست کی گئی تھی سارے ذمہ داران کی خدمت میں موجود تھے۔ راقم الحروف کے والد محترم بھی پیش پیش تھے، یہی وجہ سے کہ شہر جنتور میں ٹین کی مسجد میں ہر سال اجتماع ہوتا تھا، اسی کا اثر ہے کہ جنتور میں دعوت وتبلیغ

کی محنت کے علاوہ برسوں تک کوئی دوسری محنت پنپ نہ سکی، موجودہ حالات میں افراد کے چلے جانے اور ترقی کے نام پر ہونے والی تبدیلی کی وجہ سے وہ پرانا اثر و دبدبہ تو نہیں رہ سکا لیکن ابھی بھی پورے شہر پر دعوت وتبلیغ ہی کا اثر ہے۔

ڈر تانہیں باطل سے کبھی بندۂ حق ہیں
دل جس کا ہو مومن تو زباں اس کی ہے بے باک

مولانا کی بڑے بڑے مقام ومرتبہ رکھنے والوں کو بے حجابانہ نام سے پکارتے، حافظہ ایسا کہ ہر ایک کا نام زباں زد تھا، جیسے ہی کسی کا نام پکارتے احترام ادب ومحبت و عقیدت لوگوں کے دلوں میں ایسی تھی کہ کوئی انکار نہیں کرتا ان کے آواز لگاتے ہی لوگ کھڑے ہوجاتے اور اسی وقت جماعت تیار ہوجاتی۔ ضلع میں شہر کے معتبر ومعزز لوگ سب کے سب ان کے معتقد ومرید تھے جن میں قابل ذکر مرزا انذیر بیگ، مرزا امروز بیگ، مرزا خلیل بیگ، بڑے خانصاحب تھے۔

بشیر باغبان جو جنتور کے دعوت کے ذمہ دار ساتھی ہے، اکثر سفر وحضر میں سعید بھائی کے ساتھ رہتے تھے، انہوں نے اپنے ایک سفر کا حال بیان کرتے ہوئے کہا کہ بھوپال کے اجتماع کی تیاری کے لئے جماعت جاری تھی، ایک اسٹیشن پر اتر کر نماز ادا کرنے لگے اور ٹرین چل پڑی، مولانا محمد سعید خان صاحب اطمینان کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے ساتھی بے چین تھے لیکن ان کا یقین اتنا مضبوط تھا کہ وہ پُرسکون انداز میں دعا بھی کرتے رہے، دعا ختم ہوئی تو کیا دیکھتے ہے کہ ٹرین اسٹیشن پر ٹھہری ہوئی ہے ایسا لگا کہ ٹرین واپس آ گئی، انہوں نے ہی بتایا کہ حیدرآباد کے لئے جماعت میں جارہے تھے راستہ میں ناندیڑ پہونچے تو مسجد سے باہر نکال دیا گیا، ایک دن گذرا اور سعید بھائی نے پتہ نہیں اپنے رب سے کیا کہ دیا کہ

اگلی مسجد میں گئے تو منظر بدل چکا تھا، بیان سننے کیلئے خوب مجمع جمع تھا، اب کیا تھا منظر بدل چکا تھا استقبال واکرام کا ایک سلسلہ تھا۔

مولانا محمد سعید خان صاحب کے مولانا یوسف صاحب کاندھلوی امیر جماعت دعوت وتبلیغ سے بڑے گہرے تعلقات تھے اور وہ ان سے بیعت بھی تھے اور حضرت جی ثانی مولانا محمد سعید خان سے بہت محبت کرتے اور حضرت جی کو مولانا محمد سعید خان صاحب پر بہت بھروسہ واعتماد تھا۔ اور مولانا سعید خان صاحب کو بھی اپنے حضرت جی مولانا یوسف صاحب سے بے پناہ محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے بہت سارے اسفار میں ان کے ساتھ تھے۔ بھوپال، حیدرآباد، ممبئی میں جو حضرت جی کے اجتماعات ہوئے ان میں مولانا محمد سعید خان صاحب بھی پیش پیش تھے۔ دعوت وتبلیغ سے لگاؤ کا حال یہ تھا کہ اکثر نظام الدین مرکز آنا جانا رہتا تھا یہی وجہ ہے کہ وہاں رہنے والے اور وہاں کے ذرّہ ذرّہ سے محبت ہوگئی تھی، اسی محبت کی نشانی تھی کہ انہوں نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت جی ثانی کی فکر سے متاثر ہوکر جب وہ دلّی سے اورنگ آباد آئے تو اس عزم کو لے کر آئے کہ اورنگ آباد میں دعوت وتبلیغ کے اس اہم کام فکر الیاس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنا دینی ادارہ ضروری ہے تا کہ وہاں ان کی فکر کے مطابق افراد تیار کئے جاسکے، اس لئے ۱۹۵۹ء میں مرکز نظام الدین میں جس نام سے مدرسہ جاری تھا اسی نام سے مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی جو بعد میں ترقی کرتے ہوئے جامعہ ہوگیا۔ یقیناً آغاز چھوٹے سے ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ وہی ایک بڑی جامعہ کی شکل اختیار کرتا ہے۔

اس جامعہ سے کتنے جامعات مدارس ومکاتب، تنظیمیں وتحریکیں اور علمی دینی ملی سیاسی شخصیات وجود میں آئیں اور وہ سب مولانا محمد سعید خان صاحب کے لئے یقیناً صدقہ

جاریہ ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا سعید خان صاحب کے لگائے ہوئے اس ننھے پودے کو سینچنے اور اس کی نگرانی ونگہبانی وباغبانی کا فریضہ حضرت مولانا ریاض الدین فاروقی نے بے کم وکاست انجام دیا جس کے نتیجہ میں آج ہم یہ باغ وبہار دیکھ رہے ہیں۔

۲۳/۲۲/۲۱ اکتوبر ۱۹۸۲ء کے وہ دن بھی کیسے بھلائے جا سکتے ہیں کہ صنعتی شہر مالیگاؤں میں ایک اجتماع منعقد ہوا تھا جس میں حضرت جی کی محنت اور اس کی پوری نگرانی اور دلّی مرکز سے ربط کا کام مولانا محمد سعید خان صاحب نے کیا تھا، اس اجتماع کی محنت مولانا کی کڑھن وفکر کے نتیجہ میں ہوئی تھی کہ اس اجتماع سے بڑی تعداد میں جماعتیں نکلیں اور قرب وجوار اور دور دور سے کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے تھے۔

۱۰/ مئی ۱۹۶۳ء کو حضرت جی نے اپنے رفقاء کے ہمراہ پورے جنوبی ہند کا سفر کیا۔ کثیر تعداد میں احباب نے اس سفر میں شرکت کی اور حیدرآباد اور بنگلور میں بڑے جلسے ہوئے۔ حیدرآباد میں ۱۱/۱۲/۱۳/۱۴/ مئی کو ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔

مغرب بعد اور عصر بعد مولانا محمد سعید خان صاحب کا زوردار بیان ہوا، حیدرآباد اور اطراف اور پورے ملک کے لئے خوب جماعتیں نکلی، اس اجتماع میں حضرت جی ثانی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی بھی تشریف لائے تھے جو مولانا محمد سعید خان صاحب پر بہت اعتماد کرتے تھے اور اپنی موجودگی میں ان سے بیان کرواتے تھے، غرض یہ کہ بے مثال خوبیوں کا حامل، دعوت دین کا ماہر، نباض وحکیم، مردم ساز ومردم گر، علاقہ مراٹھواڑہ میں ہزاروں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ اور بے مثال مقرر، کمیاب ونایاب شخصیت کے مالک حضرت مولانا حافظ محمد سعید خان صاحب ہمارے علاقے کے لئے عطیہ خداوندی تھے۔

●●●

دریچۂ کتاب

خشت ششم

تاثرات

حضرت مولانا محمد سعید خان حیات وخدمات کے موضوع پر کل ہند عالمی رابطہ ادب اسلامی لکھنؤ کی شاخ رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے زیر اہتمام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے تعاون سے جامعہ کے کیمپس میں ۲۴؍۲۵؍دسمبر ۲۰۲۲ء کو قومی سمینار منعقد ہوا۔ اس قومی سمینار میں بڑی تعداد میں مندوبین نے شرکت کی اور اپنے گراں قدر مقالے پیش کئے اور بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اس سمینار کے موقع پر مندوبین حضرات کو تاثرات کے فارم بھی دیئے گئے تھے تاکہ وہ سمینار کے سلسلہ میں اپنے تاثرات سے ارباب جامعہ اور سمینار کے ذمہ داروں کو آگاہ کریں۔ الحمدللہ اس موقع پر بڑی تعداد میں تاثرات موصول ہوئے۔ ہم تمام حضرات کے تاثرات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن کتاب کی تنگ دامانی کے پیش نظر ہم صرف بائیس تاثرات کی ارمغاں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ انتخاب میں اس بات کی رعایت رکھی گئی ہے کہ اس میں تمام تاثرات کی ترجمانی ہوجائے کیوں کہ مکررات کو حذف کرنے کے بعد ان تاثرات کا انتخاب کیا گیا ہے اور ان پیش کردہ تاثرات میں حذف کردہ تاثرات کے کم وبیش تمام مضامین آگئے ہیں۔ اس طرح گویا ان حضرات کے تاثرات بھی ان تاثرات میں شامل ہیں۔ (مدون)

●●●

(۱) الحمدللہ ''دیر آید درست آید'' کے مصداق حضرت مولانا محمد سعید خان کی حیات و خدمات کے عنوان پر رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے توسط سے موجودہ ارباب جامعہ اور اساتذہ جامعہ نے ایک حسین گلدستہ کی شکل میں شہریان اورنگ آباد اور باشندگان مراٹھواڑہ کو ایک حیات بخش پیغام دیا ہے کہ ایک مردآہن کے نقطۂ نظر سے حق کے پیغام کو طاغوتی ماحول میں عام کرنے کی کیا تدبیریں کی جاسکتی ہیں جن سے اچھے اور بہتر سے بہتر نتائج آسکیں اور حق کی آواز باطل کے مقابلہ میں صدا بہ صحرا ثابت نہ ہو۔

مولانا سید محمد عباس ندوی
معلم مکتب محمد بن عبداللہ،
کھوکھڑ پورہ، سبزی منڈی، اورنگ آباد

(۲) یہ دوروزہ سمینار فکر وآگہی کے در وبام کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوگا کیوں کہ مولانا محمد سعید خان متنوع کمالات کے حامل تھے۔ آپ کا ہر عمل بے نظیر تھا۔ آپ کی نظر مومنانہ، دل عارفانہ، زبان عالمانہ، انداز دلبرانہ، فکر ناصحانہ، زندگی مجاہدانہ اور موت عاشقانہ تھی۔

مولانا شیخ عمار شیخ علیم الدین ندوی
ریسرچ اسکالر ڈاکٹر بامو اورنگ آباد

(۳) انشاءاللہ دوروزہ قومی سمینار نئی نسل کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا اور حضرت مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات کے روشن نقوش اور ان کی علمی، دینی اور اصلاحی خدمات ملت اسلامیہ کے لئے قابل عمل ہی نہیں بلکہ قابل تقلید ثابت ہوں گی۔

مولانا مفتی عبدالرزاق ملی
ناظم مدرسہ عربیہ معز العلوم، پٹن ضلع اورنگ آباد

(۴) مولانا محمد سعید خاں حیات و خدمات کے موضوع پر منعقدہ سمینار ہر اعتبار سے کامیاب وموفق رہا اور پھر ذمہ داروں کا خلوص اوران کی قلبی محبت قابل دید تھی۔اللہ ان سب کواپنے حفظ وامان میں رکھےاورادارہ کوہمہ جہت ترقیات سےنوازے۔

مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی
استاذ جامعہ اشاعت العلوم
اکل کوا،نندوربار(مہاراشٹر)

(۵) الحمدللہ یہ سمینار بہت مؤثر اور کامیاب رہا۔تمام ہی مقالہ نگاروں نے بڑی عرق ریزی سے مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات کے تمام گوشوں کا احاطہ کیااوران کی دعوتی اورتعلیمی خدمات کامکمل جائزہ سامعین تک پہنچایا۔میں اس سمینار کے ارباب حل وعقدکودل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد عبدالمقتدر عتیق
لیکچرار اردو جونیئر کالج ،جالنہ

(۶) جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیر اہتمام دو روزہ قومی سمینار میں شرکت کا موقع ملا الحمدللہ سمینار ہر اعتبار سے کامیاب رہا۔اللہ تعالیٰ ارباب سمینار کواس کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔انشاءاللہ اس سمینار سے دعوت وتعلیم کے میدان میں اچھے نتائج برآمد ہوں گے اور یہ سمینار اورنگ آباد اور علاقہ مراٹھواڑہ کے لئے ایک اسوہ اور نمونہ ثابت ہوگا جس پر چل کر دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس سے منسلک افراد اپنا جائزہ لے کر مستقبل کی منصوبہ بندی کریں گے۔

مولانا محمد قمر الدین ندوی
جوڑکنواں محلّہ، پاتھری ضلع پربھنی

(۷) الحمدللہ جامعہ کاشف العلوم میں دوروزہ قومی سمینار میں شرکت کا موقع ملا۔ماشاء اللہ تمام ہی مقالہ نگاروں نے بہترین انداز میں مقالے پیش کیئے خصوصاً مولانا مفتی نعیم مفتاحی صاحب،مولانا محمد نسیم الدین مفتاحی صاحب اورمولانا محمد معز الدین فاروقی نے بہت دلکش اور پُرمغز انداز میں مولانا محمد سعید خان صاحبؒ کی حیات وخدمات کوپیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔اسی طرح ارباب جامعہ نے بہت ہی منظم انداز میں اس سمینار کو منعقد کیا۔اللہ ان کی محنتوں اور کاوشوں کو بے انتہا قبول فرمائے اور اِن کومزید عزم وحوصلہ عطا فرمائے۔خصوصاً اس ادارہ کے جنرل سکریٹری مولانا محمد رضوان خان صاحب کواس کی مزید توفیق عطا فرمائے۔آمین

مولانا محمد یحییٰ کاشفی
ٹاکلی راجہ رائے،خلدآباد اورنگ آباد

(۸) الحمدللہ آج بروز اتوار،بتاریخ ۲۵رڈسمبر۲۰۲۲ء،دوروزہ سمینار زیر اہتمام رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ میں شرکت کا موقع ملا جس کا عنوان تھا مولانا محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ حیات وخدمات۔ماشاءاللہ پروگرام تمام ہی اعتبار سے کامیاب وبامراد رہا۔میں تمام ہی منتظمین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے پروگرام کو بڑے سلیقہ سے اختتام تک پہونچایا۔سمینار میں پُرمغز مقالے پیش کیئے گئے۔ہر گوشہ حیات وخدمات پر بھرپور اور سیر حاصل مقالات سننے کو ملے۔

میں جامعہ کاشف العلوم اوررابطہ ادب اسلامی کومبارکباد پیش کرتا ہوں اورتمام ہی منتظمین کاشکریہ ادا کرتا ہوں۔

مولانا شہباز خاں ندوی
عثمان پورہ،اورنگ آباد

(۹) دوروزہ سیمینار میں شرکت کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ مرحوم مولانا محمد سعید خان صاحبؒ بانی جامعہ وکاشف العلوم اورنگ آباد کے متعلق جو مقالات علمائے کرام نے پیش کئے میری دانست کے اعتبار سے کافی معلومات افزاء تھے اور یہ سیمینار وقت کی ایک ضرورت تھا۔ جس کو ارباب جامعہ نے بڑے سلیقہ سے منعقد کیا جس کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا عبدالواجد قاسمی

سید نگر، ہڑپسر، پونہ

(۱۰) الحمدللہ دوروزہ سمینار انتہائی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ دوروزہ سمینار بہ عنوان الحاج مولانا محمد سعید خانؒ حیات وخدمات اپنے اختتام کو پہونچا۔ جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں تمام منتظمین اور ذمہ داروں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ خاص طور پر جواں سال عزیزم محمد رضوان خان نے بہت بڑا کام اپنے دوش ناتواں پر اٹھایا ہے اور انتہائی نظم وضبط اور دانشمندی سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ چونکہ بندہ مولانا محمد سعید خانؒ کا خادم خاص تھا ان سے دلی لگاؤ تھا اور ان کے ساتھ ہمیشہ سفر وحضر کا ساتھ رہا اور ان کی خدمت کرتا رہا۔ میری ساری زندگی جامع مسجد اور جامعہ کے در و دیوار میں گذری۔ نہ اب کوئی شکوہ نہ گلہ۔ میں انتہائی شکر گزار ہوں مولانا محمد رضوان کا جنھوں نے دعوت نامہ بھیجا اور دوروزہ سمینار میں شرکت کے لئے مدعو کیا۔ یہ ایسا لمحہ ہے جو میری زندگی میں پہلی مرتبہ آیا جسے میں زندگی بھر نہیں بھلا سکتا۔ یہ میرے لئے بہت خوشی اور مسرت کی بات ہے۔ آخر میں میں پھر ایک بار عزیزم محمد رضوان خان دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام نشستوں کو بے حد قبول فرمائے۔ جزاک اللہ

مولانا ذاکر فاروقی کاشفی

بڈی لین، اورنگ آباد

(۱۱) بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم مولانا محمد سعید خان صاحب کی شخصیت ہمہ جہت اور ہمہ گیر تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ موفق من اللہ تھے۔ آج ان کی شخصیت ارباب دعوت وتبلیغ کے لئے مشعل راہ ہے۔ اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ دین کے تمام شعبوں کو اپنی شخصیت میں سمیٹ لینا معمولی بات نہیں ہے۔ امت دعوت میں تبلیغ اسلام وقت کی ایک اہم ضرورت ہے جس کا ادراک مولانا محمد سعید خاں صاحب کو بدرجہ اتم تھا۔ ان کی شخصیت ایک مثالی شخصیت تھی۔ یہ سیمینار ان کی سرگرمیوں اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ میں اس کے انعقاد پر اس کے ذمہ داروں کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں۔

شکیب خسرو

مینجنگ ایڈیٹر

روزنامہ اورنگ آباد ٹائمز

(۱۲) میں دوروزہ قومی سمینار بعنوان مولانا محمد سعید خاں حیات وخدمات کے انعقاد و کامیاب اختتام پر ارباب جامعہ واساتذہ جامعہ کو قلب کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ الحمدللہ مقالات کا سلسلہ کامیاب و پُرمغز رہا۔ مندوبین بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ ہر مندوب کی خواہش تھی کہ اسے مقالہ پیش کرنے کی سعادت میسر آئے لیکن وقت ناکافی تھا بعض مقالات کافی طویل تھے۔ بیرونی مندوبین اور اساتذہ جامعہ کو موقع دیا گیا جو مناسب تھا لیکن قدیم ابنائے کاشف اور قرب و جوار سے تشریف لائے ہوئے مدعوئین خصوصی کو بھی موقع ملنا چاہئے تھا۔ امید ہے کہ آئندہ اجلاس میں ان باتوں کا خاص خیال رکھا جائے گا۔

مولانا محمد صادق ندوی

ناظم دارالعلوم فرقانیہ سیلو (پربھنی)

(۱۳) الحمدللہ مادرعلمی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں منعقدہ دوروزہ قومی سمینار میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ بانی جامعہ کی حیات وخدمات پر پیش کئے گئے تمام ہی مقالات جامع تھے۔ان مقالات سے بانی جامعہ مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات کے درخشاں پہلو جو کہ مخفی تھے سامنے آئے۔ناظم جامعہ مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی حفظہ اللہ کی نظامت اور اساتذہ کرام کی شب وروز کی محنت کے اثرات اس سمینار میں کھلی آنکھوں سے محسوس ہوئے۔ میں ارباب جامعہ اور خاص طور پر ادارہ کے صدر اور جنرل سکریٹری جناب عبدالجبار صاحب اور مولانا محمد رضوان خاں ندوی کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ان حضرات کی توجہ اور کاوشوں سے یہ سمینار کامیاب ہوا۔انشاءاللہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ میں اس کی توقع رکھتا ہوں۔

مولانا قلندر خاں ندوی

استاذ مدرسہ قاسم العلوم پربھنی

(۱۴) رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیر اہتمام اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے زیر انتظام دوروزہ سمینار میں الحاج محمد سعید خان صاحب حیات وخدمات کے موضوع پر جامع ووقیع مقالات پیش کئے اور مندوبین کے لئے بہتر سے بہتر انتظامات کئے گئے۔ رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے عہدیداران اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کی انتظامیہ کمیٹی، اساتذہ کرام اور طلبہ جامعہ لائق تحسین ہیں کہ ان کی مشترکہ کوششوں سے بانی جامعہ کی حیات وخدمات پر سمینار کامیابی سے ہمکنار رہوا۔ جامع مسجد اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں توسیع وتعمیر نو کو دیکھ کر بہت خوشی ومسرت

ہوئی۔اللہ اس چمن علم وادب کا فیض قیامت تک جاری وساری رکھے۔

مولانا محمد شمشاد ندوی

استاذ جامعہ الہدایہ، جۓ پور (راجستھان)

(۱۵) الحمدللہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم جامع مسجد اورنگ آباد کے زیر اہتمام دوروزہ قومی سمینار بتاریخ ۲۴/۲۵ردسمبر ۲۰۲۲ء رابطہ ادب اسلامی مرہٹواڑہ بعنوان: ''مولانا محمد سعید خانؒ حیات وخدمات'' میں بندہ کو شرکت کا زرین موقع حاصل ہوا۔تمام ہی پروگرام کامیاب رہے۔میری درخواست ہے کہ اور اس طرح کے پروگرام بار بار منعقد ہوتے رہیں جو ملک وملت اور نسل نو کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

مولانا محمد رفیق تاج ندوی

استاذ مدرسہ فیض العلوم پاتھری

(۱۶) الحمدللہ آج شہر اورنگ آباد میں زیر اہتمام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد دوروزہ سمینار بعنوان حضرت مولانا سعید خانؒ صاحب حیات وخدمات بحسن وخوبی انجام پایا۔الحمدللہ تمام ہی مقالہ نگار حضرات نے بہت ہی محنت اور جانفشانی سے مقالات پیش کئے اور حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب کی حیات پر روشنی ڈالی۔ میں جامعہ کے تمام اساتذہ کرام کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے مختلف شہروں سے مہمانان کرام کو مدعو کر کے ان کی بہترین ضیافت کی جو جامعہ کی دیرینہ روایت رہی ہے۔ان مقالات کی نشستوں سے تمام ہی حضرات نے خوب استفادہ کیا۔

مولانا شیخ اکرم ندوی

استاذ المیر سکنڈری اسکول اورنگ آباد

(۱۷) ایک طویل عرصہ کے بعد ایک نہایت پُرشکوہ، شاندار، سمینار میں شرکت کرنے کا موقع ملا۔ منتظمین خصوصاً مولانا عبدالوحید صاحب ندوی ناظم جامعہ اور مولانا محمد صدر الحسن صاحب ندوی وغیرہ کی محنت شاقہ کا نتیجہ تھا کہ کامیاب سمینار منعقد ہوا۔ جس کی جس قدر بھی ستائش کی جائے کم ہے۔ مولانا محمد سعید خاں بانی جامعہ کی کاوشوں پر منعقدہ یہ سمینار کئی لحاظ سے تاریخی تھا جس کی اہمیت وہی لوگ محسوس کریں گے جو اس دور نا مسعود سے واقف ہیں، جس میں بانی جامعہ نے وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی۔

جناب احمد اقبال

موظف مدرس

مولانا آزاد ہائی اسکول اورنگ آباد

(۱۸) دوروزہ قومی سمینار زیر اہتمام رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ جو مولانا محمد سعید خان صاحبؒ حیات وخدمات کے اعتراف میں منعقد ہوا۔ بہت ہی کامیاب وکامران ہوا۔ مولانا محترم کی شخصیت گوناگوں خوبیوں وکمالات سے معمور تھی۔ نہ صرف درس وتدریس بلکہ دعوت وتبلیغ کے اعتبار سے بھی سرمایۂ افتخار تھی۔ اُن کا سب سے بڑا کارنامہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کا سنگ بنیاد اور اس کے عملہ کی تشکیل ہے۔ یہ سمینار بہت پہلے منعقد ہو جانا چاہئے تھا جیسا کہ تجاویز میں اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی جو سمینار ہوتے رہے ہیں اُس میں بھی بندہ کی شرکت وحاضری رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو مزید شرف قبولیت سے نوازے اور اس میں شرکت کو بھی قبول فرمائے۔

مولانا سید عبدالکریم ملی

شاہ نورواڑی، حسن مسجد اورنگ آباد

(۱۹) جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم میں اس سے پہلے بھی قومی اور بین الاقوامی سمینار منعقد ہو چکے ہیں لیکن مولانا محمد سعید خان کی حیات وخدمات پر منعقدہ یہ قومی سمینار منفرد نوعیت کا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ بانی جامعہ کی یادیں سمینار کے ہر پروگرام پر سایہ فگن ہیں۔ اس سمینار سے بانی جامعہ کی حیات وخدمات پر پڑے ہوئے پردے ہٹے اور محسوس ہوا کہ بانی جامعہ کی شخصیت بہت عظیم اور ہمہ جہت تھی اور انہوں نے کن سخت حالات میں اور کشیدہ ماحول میں جامعہ کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ سمینار ہر طرح سے کامیاب رہا، لیکن اس تحریر کے توسط سے ارباب جامعہ سے میری درخواست ہے کہ اس جامعہ میں بانی جامعہ کے نام سے موسوم علمی، دعوتی اور تحقیقی شعبہ قائم کیا جائے جس میں اصحاب فکر ودانش کی شمولیت ہو اور یہ ادارہ ہندوستان کے دیگر تحقیقی اداروں کی طرف فعال اور کارکرد رہے اور ان اداروں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس ادارہ کو بھی کم از کم ہندگیر پیمانہ پر ایک شناخت عطا کرے۔ امید ہے کہ میری یہ گذارش ارباب جامعہ کے لئے اس میدان میں مہمیز ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بانی جامعہ کی اس کاوش کو مزید ترقیات سے نوازے۔

جناب سید عبدالرحمٰن

مرتب صفحۂ تعلیم وتربیت ''اورنگ آباد ٹائمز''

جونا بازار اورنگ آباد

(۲۰) الحمدللہ رابطہ ادب اسلامی مرہٹواڑہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے زیر اہتمام دوروزہ سمینار بعنوان حضرت مولانا سعید خان صاحبؒ حیات وخدمات اپنے عالی مقصد کے اعتبار سے نہایت کامیاب رہا۔ مقالات امید سے زیادہ علمی اور پر مغز تھے جن میں بانی جامعہ کے حیات وخدمات کو پیش کیا گیا۔ ملک کے مشہور وموقر اکابر علماء کرام کی

تشریف آوری نے اسے وقار بخشا۔خصوصاً حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ و ندوۃ العلماء سے حضرت مولانا سید جعفر مسعود صاحب ندوی اور مولانا محمد وثیق الرحمٰن صاحب ندوی کی آمد نے مزید اسے معتبر بنا دیا۔ مہمانوں کے لئے ہر اعتبار سے نظم وضیافت قابل تعریف رہی۔

خدا تعالیٰ اس سمینار کے منعقد کرنے والوں کی خدمات کو قبول فرمائے اور جامعہ کو مزید ترقیات سے نوازے۔ایں دعا از من واز جملہ جہاں امین باد

مولانا سید نصر اللہ حسینی سہیل ندوی

ناظم دارالعلوم زکریا، جالنہ

(۲۱) مولانا محمد سعید خاںؒ کی حیات وخدمات پر منعقدہ دو روزہ سینار نہایت کامیاب و کامران رہا۔تمام نشستیں اور پروگرام حد درجہ کامیاب رہیں۔بطورِ خاص اس موقع پر ڈاکٹر مولانا محمد صدر الحسن ندوی مدنی اور مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی کا عملی اتحاد، منصوبہ بندی، سلیقہ مندی اور قابل قدر نظم وضبط کو اس سمینار کی کامیابی کی شاہ کلید قرار دیا جا سکتا ہے۔ساتھ ہی اساتذہ جامعہ اور طلباء عزیز کی دل وجان سے اپنی خدمات کو پیش کرنے کا جذبہ بھی لائق تحسین رہا۔اللہ جامعہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی وقوت عطا فرمائے۔

مولانا ڈاکٹر عبدالسمیع ندوی

پروفیسر مولانا آزاد کالج اورنگ آباد

(۲۲) سعید ہال میں جاری دو روزہ قومی سمینار الحمد للہ ایک منفرد نوعیت کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔اس وقت کی جدید نسل خصوصاً نو جوان فارغین، علماء اور حفاظ کو بھی حضرت

مرحوم بانی جامعہ کی حیات وخدمات سے واقفیت ہوئی۔نیز اس کی برکت سے اکابر علماء کی آمد بھی ہوئی۔آنے والے تمام مہمانوں کی کما حقہ میز بانی بھی حسب روایت رہی۔رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ سے گذارش ہے کہ ہر تین ماہ میں ایک سمینار الگ الگ عنوانات پر منعقد کرے اور شہر وضلع کے تمام علماء وائمہ کو مدعو کرے تاکہ وہ رابطہ کی سرگرمیوں اور مقاصد کو پھیلانے میں اپنا تعاون پیش کر سکیں۔اس کے لئے ان کو بھی ذمہ داریاں بھی دی جائیں۔

مولانا مفتی عبدالستار

ادارہ فضل ربی دارالقرآن، آزاد چوک، اورنگ آباد

●●●

برون کتاب

خشت ہفتم

ثمرات

حضرت مولانا محمد سعید خان حیات وخدمات کے موضوع پر جو مقالات قومی سمینار میں پڑھے گئے اور جو مقالات موصول ہوئے یہ کتاب ان کے مجموعہ پر مشتمل ہے اور ان مقالات میں مخدوم ومکرم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تمام مقالات آپ کے سامنے ہیں اور ان سے پہلے وہ وقیع پیغامات جو ہند اور بیرون ہند سے موصول ہوئے وہ بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔ خطبۂ استقبالیہ اور کلیدی خطبہ کو بھی اس مجموعہ میں شامل کیا گیا ہے۔ سمینار کے موقع پر جو تاثرات موصول ہوئے ان میں سے منتخب اور وقیع تاثرات کا ایک حسین گلدستہ بھی بہ صورت ارمغاں آپ کی خدمت میں پیش ہے اور کتاب کے آخری حصہ میں جو اس کتاب کا ساتواں باب ہے اور ’’برون کتاب‘‘ سے معنون اور ’’خشت ہفتم‘‘ سے موسوم ہے ’’تجویز کمیٹی کی سفارشات‘‘ ’’اظہار تشکر‘‘ ’’روداد سمینار‘‘ اور ’’اشاریہ‘‘ کو جگہ دی گئی ہے۔

تجویز کمیٹی کی سفارشات میں سے ایک اہم سفارش یہ تھی کہ سمینار میں پیش کردہ تمام پیغامات ومقالات کو کتابی شکل دے کر بہتر سے بہتر شکل میں زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے یہ کتاب شائع کی جارہی ہے جو انشاء اللہ دوررس نتائج کی حامل ہوگی۔ اظہار تشکر کی سعادت سمینار کے کنوینز مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی کے حصہ میں آئی ہے اور سمینار کی روداد استاذ جامعہ مولانا شیخ کلیم الدین ندوی نائیگانوی کے قلم کی مرہون منت ہے اور آخر میں اشاریہ (Index) کو جگہ دی گئی ہے جو شخصیات کے مندرجات کی صفحات کے لحاظ سے ترتیب وار نشاندہی پر مشتمل ہے جو میرے قلم سے ہے۔(مدون)

•••

تجویز کمیٹی کی سفارشات

● مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی (کنوینر)

مولانا محمد سعید خانؒ حیات و خدمات کے موضوع پر منعقدہ دو روزہ قومی سمینار بتاریخ ۲۴/۲۵ر دسمبر ۲۰۲۲ء مطابق ۱/۲ر جمادی الآخرۃ ۱۴۴۴ھ زیر اہتمام رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ وزیر انتظام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے لئے تشکیل کردہ تجویز کمیٹی نے درج ذیل سفارشات پیش کیں جن کی تمام مندوبین اور شرکائے اختتامی اجلاس نے تائید و توثیق کی۔

(۱) یہ اجلاس مولانا محمد سعید خانؒ بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد اور بانی شعبۂ دعوت وتبلیغ کی حیات وخدمات پر منعقدہ اس دو روزہ قومی سمینار (مذاکرۂ علمی) کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہے اور اس کو پس منظر اور پیش منظر کے تناظر میں وقت کی اہم ضرورت متصور کرتا ہے۔

(۲) یہ اجلاس اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہے کہ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ ایک عبقری اور تحریکی شخصیت کے مالک تھے اور انہوں نے اس دورِ زوال اور عالم یاس و ناامیدی میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی بنیاد اور دعوت وتبلیغ کی تاسیس کے ذریعہ جہاں ایک طرف علم کی شمع روشن کی وہیں دوسری طرف عوام الناس میں خداشناسی اور خودشناسی کے جوہر کو نہ صرف آشکارا کیا بلکہ اس کو عملی اور علمی میدان بھی مہیا کیا۔

(۳) اس اجلاس کو اس کا بھی احساس ہے کہ مولانا محمد سعید خانؒ کی حیات وخدمات پر

یہ مذاکرۂ علمی (سمینار) بہت پہلے منعقد ہونا چاہئے تھا اور اس کے انعقاد میں غیر معمولی تاخیر ہوئی لیکن کل شئی مرھون بوقتہ کے مصداق اس سمینار کو اس سلسلہ میں ایک اہم پیش رفت تصور کرتا ہے اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

(۴) اسی طرح یہ اجلاس اس کی بھی سفارش کرتا ہے کہ جن مقاصد کے حصول کی خاطر انہوں نے تادم واپسیں اپنی سرگرمیوں کے ذریعہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد اور کارِ دعوت وتبلیغ کو اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ ان دونوں محاذوں پر ہم اپنی سرگرمیوں کو مہمیز دیں اور ان کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کریں تاکہ ان کا دائرہ مزید وسیع ہو اور ہم جمود و قناعت پسندی کے شکار نہ ہوں بلکہ اپنی سبک روی اور تیز گامی کے ذریعہ ان دونوں میدانوں کے قافلہ سالار بنیں اور دوسروں کے لئے اسوہ اور نمونہ۔

(۵) اس اجلاس کا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ اس سمینار میں جو مقالات پڑھے گئے وہ وقیع تھے اور اس سمینار کے لئے صوبۂ مہاراشٹر کے علاوہ ملک و بیرون ملک کے دیگر احباب فکر ودانش نے اپنی فکری کاوشوں کے ذریعہ شرکت کی جو اس سمینار کی کامیابی کی دلیل ہے۔

(۶) یہ اجلاس اس بات کی سفارش کرتا ہے کہ سمینار میں پیش کردہ تمام پیغامات و مقالات کو کتابی شکل دے کر بہتر سے بہتر صورت میں زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائے تاکہ افادہ واستفادہ کی صورت پیدا ہو اور ملک گیر پیمانے پر اس کی توضیح وتشہیر کی جائے تاکہ مرحوم کی ہمہ جہت تحریکی شخصیت سے اہل علم وعوام الناس واقف ہوں اور یہ کتاب ان کی علمی وعملی جہت کی تعیین کے سلسلہ میں سنگ میل ثابت ہو۔

(۷) رابطہ کا یہ اجلاس صدر رابطۂ اسلامی عالمی ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سید محمد

رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہے کہ حضرت والا کی تائید وتوثیق اور خصوصی توجہ نے اس سمینار کو تقویت پہنچائی اور یہ سمینار ہر اعتبار سے کامیاب رہا۔

(۸) رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ تمام مندوبین ، مدعوئین خصوصی اور تمام شرکائے اجلاس کا مشکور ہے کہ انہوں نے اس عظیم الشان اجلاس میں نہ صرف شرکت کی بلکہ اپنی موجودگی اور مقالات کی خواندگی کے ذریعہ اس اجلاس کے وقار میں اضافہ فرمایا۔

(۹) اسی طرح رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم، اس کی مجلس عاملہ، ارکانِ عاملہ، ارکانِ استقبالیہ، ابنائے کاشف، اساتذہ جامعہ، منتسبین جامعہ، طلبہ جامعہ، عملہ جامعہ اور خصوصاً صدر مجلس استقبالیہ الحاج محمد اسلم خان ولد عبدالغفور خان اور صدر مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار حاجی محمد غوث صاحب اور جنرل سکریٹری مجلس عاملہ مولانا محمد رضوان خان صاحب ندوی سے اظہار ممنونیت کرتا ہے کہ اگر ان تمام حضرات کی کوششیں اور ان کا تعاون ہمارے شامل حال نہ ہوتا تو ہمارے لئے اس میدان کو سر کرنا آسان نہ ہوتا اور یہ سمینار اس قدر کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتا۔ ہم ان تمام حضرات کا دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کی عافیت وسلامتی کے لئے دعا گو ہیں۔

(۱۰) اسی طرح رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ تمام اخبارات ، ان کے مدیران، نمائندوں، نیوز چینلس اور میڈیا سے منسلک تمام افراد کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس سمینار کو مناسب کوریج دیا۔ اس کی تشہیر کی اور عوام الناس تک اس دو روزہ قومی سمینار کے مقاصد کی ترسیل کے

ذریعہ ہمارا تعاون فرمایا۔

ہم بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر بجالاتے ہیں کہ اگر ذات خداوندی کی توفیق و نصرت ہمارے شامل حال نہ ہوتی تو ہمارا یہ سمینار حسب منشا کامیابی وکامرانی کی منزل سے ہمکنار نہ ہوتا اور ہمارے لئے اس سمینار کا انعقاد آسان نہ ہوتا، یہ محض فضل خداوندی ہے کہ نامساعد حالات کے باوجود یہ سمینار ہر طرح سے نہ صرف کامیاب ہوا بلکہ پورے ہندوستان اور خاص طور پر اس علاقہ کے لئے مشعل راہ اور مینارۂ نور ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قدم پر اس توفیق ارزانی پر دل کی گہرائیوں سے شکریہ کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين

اسمائے گرامی ارکان تجویز کمیٹی

(۱) مولانا ڈاکٹر محمد صدرالحسن ندوی مدنی (کنوینر) (۲) مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی (۳) مولانا محمد وثیق ندوی (۴) مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی (۵) مولانا ڈاکٹر عبدالرشید ندوی مدنی (۶) مولانا مفتی محمد نعیم مفتاحی (۷) مولانا عبدالقیوم عمری (۸) مولانا ثناء اللہ خان ملی (۹) مولانا محمود الرحمٰن فاروقی ندوی (۱۰) مولانا خلیل احمد نظامی ندوی

●●●

اظہارِ تشکر

● مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی

(کنوینر سمینار)

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں مولانا محمد سعید خانؒ حیات وخدمات پر منعقدہ سمینار، افتتاحی اجلاس، نشست مقالات اور اختتامی نشست سے ہوتا ہوا اب اپنے آخری پڑاؤ پر آچکا ہے اور میں اظہار تشکر کے لئے آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ یہ باوقار سمینار جس کا ایک مدت سے انتظار تھا اس سمینار کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں جن حضرات نے دامے درمے قدمے سخنے تعاون فرمایا، حدیث رسول : ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ '' پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے میں اللہ رب العزت کا شکر گذار ہوں کہ اگر اس کی رحمت اور اس کا فضل وکرم ہمارے شامل حال نہ ہوتا تو ہمارے لئے اس عظیم سمینار کا انعقاد ممکن نہ ہوتا۔ اس موقع پر مخدوم ومکرم اور سرپرست جامعہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس سمینار کی سرپرستی فرمائی اور حضرت مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی مدظلہ العالی (جنرل سکریٹری کل ہند رابطۂ ادب اسلامی عالمی) اور مولانا محمد وثیق ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے ذریعہ نیابت فرمائی۔

اسی طرح جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد اور جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور مختلف اداروں اور

جامعات کے سرپرست اعلیٰ فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی کا بھی بصمیم قلب مشکور ہوں کہ ناسازیٔ طبع کے باوجود ہمارے اصرار پر ہماری دعوت قبول کی اور اورنگ آباد تشریف لائے۔

اسی طرح اس موقع پر سمینار کی مجلس استقبالیہ کے ارکان اور خاص طور پر صدر مجلس استقبالیہ جناب اسلم خان عبدالغفور خان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی تمام تر کاروباری مصروفیتوں کے باوجود اس سمینار کے انعقاد کی تمام تر ذمہ داریوں کو نہ صرف قبول کیا بلکہ شب وروز اس کی کامیابی کے لئے جدوجہد فرمائی اور ایک بامقصد اور عظیم سمینار کے لئے جن وسائل کی ضرورت پڑتی ہے ان وسائل کی فراہمی میں کسی طرح دریغ سے کام نہیں لیا۔ میں ان کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اسی طرح جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی مجلس عاملہ کے تمام ارکان کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں اور خاص طور پر صدر مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار حاجی محمد غوث، جنرل سکریٹری مولانا محمد رضوان خان ندوی اور خازن الحاج محمد ظفر حاجی عبدالرحمٰن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اگر ان کا تعاون ہمارے شامل حال نہ ہوتا تو اس بڑے پیمانہ پر سمینار کا انعقاد ممکن نہ ہوتا۔

اسی طرح خاص طور پر ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں جن کے تعاون کے بغیر ہمارے لئے اس سمینار کا انعقاد آسان نہ ہوتا۔ ان حضرات نے بڑی فراخدلی اور وسعت قلبی کے ساتھ اس سمینار کے مصارف کے سلسلہ میں ہمارا بھرپور تعاون فرمایا اور جذبۂ اخلاص کے ساتھ کارکنان جامعہ کو آئندہ بھی بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

میں دل سے ان کے ان جذبات کی قدر کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس مخلصانہ عمل کو شرف قبولیت سے نوازے۔جن میں سے اس موقع پر چند حضرات کا ذکر بے جا نہ ہوگا جناب منور بھائی (مالک شالیمار ہوٹل)، الحاج انور خان بسم اللہ خان (معزز رکن مجلس عاملہ جامعہ)، جناب شکیل بھائی (عرف پپوسیٹھ) موتی والانگر، جناب عرفان بھائی (مالک کوالٹی ڈرائے فروٹس)، ڈاکٹر عزیز احمد قادری، ڈاکٹر اشفاق انصاری و برادران (پیسفک ہاسپٹل)، مولانا عبدالقیوم عمری (ممبئ)، ڈاکٹر عبدالماجد (اپیکس ہاسپٹل)، خواجہ شرف الدین صاحب، جناب عبدالرحیم بہادر اور ان کے رفقاء۔

اسی طرح تمام مندوبین حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے دور دراز کا سفر کر کے یہاں تشریف لائے اور اپنے گرانقدر مقالات پیش کئے۔ اسی طرح مدعوئین خصوصی، قدیم ابنائے کاشف کا بھی مشکور ہوں کہ ان حضرات کی تشریف آوری سے اس سمینار کو وقار ملا اور منتظمین سمینار کو تقویت ملی۔

اسی طرح جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے تمام اساتذہ کرام، طلبہ اور عملۂ جامعہ کا بھی بصمیم قلب مشکور ہوں کہ وہ تقریباً چار مہینوں سے اس سمینار کی تیاریاں اور اس کی کامیابی کے لئے کوشاں رہے ہیں اور تدریسی اور درسی مصروفیتوں کے بعد فارغ اوقات میں وہ سمینار کے سلسلہ میں مسلسل تعاون کرتے رہے اور شب و روز جدوجہد کرتے رہے۔

اسی طرح اس موقع پر اسٹیج کی آرائش وزیبائش اور مہمانوں کے راحت وآرام کے لئے تمام تر انتظامات کی ذمہ داری قبول کرنے والے مخلص، کرم فرما جناب فرحت بھائی (منڈپ والے چھاؤنی) کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ستائش وصلہ سے

بے پرواہ ہوکر جامعہ کی پہلے بھی بارہا خدمت کی اور آج بھی خدمت کررہے ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ان کا تعاون اس عظیم اور قدیم جامعہ کے ساتھ جاری رہے گا۔

اسی طرح تمام اخبارات کے مدیران اور خاص طور پر اورنگ آباد ٹائمز کے مدیر اعلیٰ جناب شعیب خسرو اور شکیب خسرو و ذوہیب خسرو، ایشیاء ایکسپریس کے مدیر اعلیٰ سید شارق نقشبندی اور شمع رہبر کے مدیر مولانا عبدالغفار کاشفی اور میڈیا کے تمام ذمہ داران کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کے توسط سے اس سمینار کے پیغام کو عوام تک پہونچانے میں ہمیں سہولت میسر آئی۔

اسی طرح تمام محبین، منتسبین اور معاونین حضرات کا بھی بے حد ممنون ومشکور ہوں ،جن کی مخلصانہ دعائیں ہر وقت ہمارے ساتھ رہیں اور اس موقع پر جامعہ کے وہ تمام طلبہ بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جو دو ہفتوں سے اس سمینار کی کامیابی کے لئے معتکف ہوکر شب و روز دعاؤں اور مناجات میں مصروف ہیں۔ یقیناً ان معصوم بچوں کی دعائیں اس سمینار کی کامیابی کے لئے ایک اہم وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔اسی طرح صوبۂ مہاراشٹر اور خاص طور پر علاقہ مراٹھواڑہ کے وہ تمام رفقاء جو اپنی آہ سحر گاہی میں اس سمینار کی کامیابی کے لئے شبانہ و روز دعا کررہے ہیں، میں ان تمام حضرات کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور آخر میں تمام مندوبین اور مہمانان خصوصی سے معذرت خواہ ہوں کہ اگر مہمان نوازی میں کسی قسم کی کوتاہی یا کمی رہ گئی ہو تو اسے دامنِ عفو میں جگہ دیں اور اپنے تاثرات کے ذریعہ ان کوتاہیوں کی نشاندہی فرمائیں تاکہ ہم آئندہ مزید بہتر سے بہتر نظم کرسکیں۔

اسی طرح وہ حضرات جنھوں نے گراں قدر مقالے تحریر فرمائے اور وقت کی کمی

کے سبب انھیں مقالات کی خواندگی کے مواقع میسر نہ آئے۔ میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کے یہ مقالے ان شاء اللہ کتابی شکل میں شائع کئے جائیں گے اور بڑے پیمانے پر ان شاء اللہ اس کی رسم اجراء عمل میں آئے گی اور آپ تمام مقالہ نگار حضرات کو اس روح پرور اجلاس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی اور یہ تقریب آپ حضرات کی موجودگی میں عمل میں آئے گی۔

آخر میں بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کی دولت سے نوازے۔ اس جامعہ کو اور ارباب جامعہ کو مامون ومحفوظ رکھے اور یہ جامعہ ہمیشہ کی طرح آئندہ بھی برگ وبار لاتا رہے۔

وآخر دعوانا أن الحمدللّٰہ رب العالمین

●●●

روداد سمینار

● مولانا شیخ کلیم الدین ندوی نائیگانوی

مورخہ ۲۴ر دسمبر بروز سنیچر صبح دس بجے، بمقام سعید ہال جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں بانی جامعہ مولانا محمد سعید خاںؒ کی حیات وخدمات کے موضوع پر زیر اہتمام رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ دو روزہ قومی سمینار کے افتتاحی اجلاس کا انعقاد زیر صدارت کل ہند جنرل سکریٹری رابطۂ ادب اسلامی عالمی مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی عمل میں آیا۔ اجلاس کا آغاز جامعہ کے طالب علم سید ابوبکر عالیہ ثالثہ کی تلاوت اور محمد شریم عالیہ ثالثہ کی نعت نبوی ﷺ سے ہوا۔ صدر جلسہ نے اپنے خطاب میں بانی جامعہ مولانا محمد سعید خاںؒ کے دردوکرب اور ملت کے لئے قربانی کے جذبہ کو یاد کیا اور ان چیزوں کو مشعل راہ بنانے کی دعوت دی اور فرمایا کہ دعوت، تعلیم اور ادب کو جوڑنے کا کام جامعہ اچھی طرح کر رہا ہے۔ ناظم جامعہ مولانا عبدالوحید حلیمی نے اپنے جامع خطاب میں بانی جامعہ کے مختصر حالات بیان کئے جس میں ان کے عزم اور حوصلے، قربانی اور جذبہ کو بیان فرمایا۔ رابطہ ادب اسلامی عالمی کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے پیغام میں کہا کہ مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے بانی حضرت مولانا محمد سعید خاںؒ کی حیات وخدمات کے موضوع پر دوروزہ سمینار منعقد کر رہا ہے جس سے مولانا مرحوم کی دینی، دعوتی، علمی، تربیتی اور اصلاحی خدمات سامنے آئیں گی اور نئی نسل اس سے فائدہ اٹھائے گی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ جامعہ کاشف العلوم کا قیام ہے

جہاں کے فضلاء مختلف میدانوں میں اچھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سمینار مفید ثابت ہوگا اور اس سے موجودہ نسل مولانا مرحوم کی خدمات وخصوصیات سے فائدہ حاصل کرے گی۔ آخر میں ہم جامعہ کے ناظم اور رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے صدر محبّ گرامی قدر مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی اور سمینار کے دیگر منتظمین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے گمنام لیکن اہم شخصیت سے نئی نسل کو متعارف کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور کامیاب فرمائے۔ (آمین) اس پیغام کو صدر جلسہ نے سامعین کے گوش گذار کیا۔ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے اپنے پیغام میں کہا کہ خوشی ہوئی کہ رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیر اہتمام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے بانی حضرت مولانا محمد سعید خانؒ کی حیات وخدمات پر دوروزہ سمینار منعقد ہورہا ہے اس میں فکروفن کے حاملین ادباء وشعراء اور اہل تعلق اپنے مقالات پیش کریں گے، جن سے مولانا محمد سعید خانؒ کی شخصیت کے متعدد پہلو سامنے آئیں گے۔ مولانا محمد سعید خانؒ کا نمایاں کام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا قیام ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سمینار کو قبول فرمائے اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اس پیغام کو مہمان خصوصی مولانا محمد وثیق ندوی استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پڑھ کر سنایا۔ دوروزہ سمینار رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے کنوینر مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی نے صدر مجلس استقبالیہ محمد اسلم خان عبدالغفور خان کی جانب سے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس میں فرمایا کہ آج کا یہ تاریخی اجلاس سرزمین اورنگ آباد میں مولانا محمد سعید خانؒ حیات وخدمات کے موضوع پر رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیر اہتمام منعقد ہورہا ہے اور یہ عظیم الشان ہال جہاں آپ

حضرات تشریف فرما ہیں، اسی عظیم شخصیت کی طرف منسوب ہے۔ مولانا محمد سعید خانؒ کی پیدائش حیدرآباد میں اس وقت ہوئی جب سلطنت آصفیہ کا سورج لب بام تھا اور جامعہ عثمانیہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ اور دوسرے عصری و دینی اداروں سے ساکنان سلطنت مستفید ہورہے تھے، لیکن عمومی اعتبار سے مسلمانوں میں دینی و دعوتی شعور کا فقدان تھا۔ مولانا محمد سعید خانؒ ایک حساس طبیعت کے مالک تھے۔ انھوں نے ۱۹۵۱ء میں حیدرآباد سے اورنگ آباد ہجرت کی اور اورنگ آباد ہی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ ابھی سقوطِ حیدرآباد ۱۹۴۸ء پر چند سال ہی گذرے تھے، پورے علاقہ کے مسلمان ذہنی کشمکش کے شکار تھے۔ بہت سارے خانوادے اجڑ چکے تھے اور ان کا مستقبل بظاہر تاریک نظر آرہا تھا، ان حالات میں دینی اور دعوتی تحریک کے ذریعہ خود اعتمادی پیدا کی جاسکتی تھی۔ مولانا محمد سعید خانؒ نے حالات کا جائزہ لیا اور ۱۹۵۹ء میں جامع مسجد میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد اور مرکزِ دعوت وتبلیغ کی بنیاد رکھی۔ جامعہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا رہا اور آج پورے علاقہ کے لئے سرچشمۂ فیض اور منبع علومِ نبوت بن چکا ہے۔ دینی مدارس اور دعوت وتبلیغ سے وابستہ حضرات اکثر مولانا مرحومؒ کی حیات وخدمات کے بارے میں استفسار فرماتے تھے اور باصرار ان کا مطالبہ بھی تھا کہ ان کی شخصیت اور ان کے کارناموں پر کوئی اجلاس یا سمینار منعقد کیا جائے۔ وقت گذرتا گیا اور ان کی وفات پر ۳۲ رسال گذر گئے اور قضائے الٰہی میں شاید یہی وقت مقدر تھا اور آج ہم مولانا مرحوم کی حیات وخدمات پر یہ دوروزہ قومی سمینار منعقد کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی جنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ

نے کلیدی خطبہ پیش کیا، جس میں انھوں نے کہا کہ نہایت مسرت انگیز موقع ہے کہ آج ہم رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیر اہتمام بانی جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد اور بانی جماعت دعوت وتبلیغ مولانا محمد سعید خانؒ حیات وخدمات کے موضوع پر منعقدہ اس دو روزہ سمینار کے توسط سے ان کی وفات کے بتیس سال بعد ان کی گراں قدر، سزا وار ستائش، قابل تقلید اور لائق صد افتخار وآفریں خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس مرد بزرگ مولانا محمد سعید خان صاحبؒ نے ایسا تاریخی کارنامہ انجام دیا جس کے پیچھے نہ دولت کی کارفرمائی تھی اور نہ افراد کی زور آزمائی، ان دونوں کی کمیابی ہی نہیں بلکہ فقدان تھا۔ اس زمانہ میں انھوں نے جامعہ کی تاسیس رکھی اور کار تبلیغ کی توسیع کی۔ رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ کے زیر اہتمام یہ سمینار منعقد ہو رہا ہے۔ جامعہ کے ذمہ یہ ایک قرض تھا جس سے یہ جامعہ بہ دیر سہی آج سبکدوش ہو رہا ہے اور بانی جامعہ کی کاوشوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ جامعہ اپنی بہار کی اکتیسویں منزل میں قدم رکھ چکا تھا اور میر جنگو میدان دعوت وعمل میں مسلسل صلح وآتشی کے لعل وگہر بکھیر رہا تھا کہ ۲۸؍ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ م ۲۲؍جولائی ۱۹۹۰ء بروز یکشنبہ یہ بہار خزاں رسیدہ چمن میں تبدیل ہوگئی۔ میں اس تاریخی اجلاس کے موقع پر اپنی طرف سے اور رابطہ کے تمام معزز ارکان کی طرف سے جامعہ، اس کی مجلس انتظامی، ابنائے قدیم جامعہ، اہلیان شہر اورنگ آباد، ارکان مجلس استقبالیہ اور آپ تمام حضرات مندوبین کا دل کی گہرائیوں سے استقبال کرتا ہوں۔

مولانا قمر اقبال اورنگ آبادی کی بانی جامعہ پر لکھی گئی نظم کا اجراء عمل میں آیا۔ مولانا محمد وثیق ندوی، مولانا ڈاکٹر خلیل احمد نظامی ندوی نے اس موقع پر اپنے تاثرات پیش کئے۔ مولانا محمد

راشد ایوب مدنی (حال مقیم لندن) کا پیغام معتمد تعلیمات مولانا شیخ علیم الدین ندوی نے اسی طرح ڈاکٹر علی احمد ندوی (فیصل ایوارڈ یافتہ) حال مقیم جدہ سعودی عرب کا پیغام نائب صدر مدرس مفتی محمد نعیم مفتاحی نے اسی طرح کنوینر اجلاس مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی نے جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ مولانا ڈاکٹر عبدالرشید ندوی مدنی نے بعنوان وہ دکن میں سرمایۂ ملت کا نگہبان اور مولانا ڈاکٹر خلیل احمد نظامی ندوی نے بانی جامعہ پر پُرمغز مقالات پیش کئے۔ صدر مدرس جامعہ مولانا محمد نسیم الدین مفتاحی نے بحسن وخوبی نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ مہتمم دارالعلوم اورنگ آباد مفتی محمد معزالدین قاسمی کی دعا پر اس اجلاس کا اختتام عمل میں آیا۔ اس نشست میں صدر مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار، رکن مجلس عاملہ وصدر استقبالیہ الحاج محمد اسلم خان، خازن جامعہ الحاج محمد ظفر باغبان، رکن مجلس عاملہ نیاز محمد، جنرل سکریٹری جامعہ مولانا محمد رضوان خان ندوی، مولانا محمد فاروق خان قاسمی، مولانا عبدالقیوم عمری، ڈاکٹر عزیز احمد قادری، احمد بھائی پٹنی، عبدالحق عرف پپو بھائی، مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی، مولانا محمد معزالدین فاروقی ندوی کے علاوہ کثیر تعداد میں مندوبین اور قدیم ابنائے کاشف موجود تھے۔ بعد نماز عصر جمعیۃ الطلبہ کی جانب سے مندوبین اور قدیم ابنائے کاشف کے اعزاز میں جلسۂ استقبالیہ کا انعقاد زیر صدارت مولانا سید محمد جعفر مسعود حسنی ندوی منعقد ہوا۔ طلباء کا دلچسپ پروگرام تلاوت کلام، نعت نبوی ﷺ، ترانۂ جامعہ، عربی زبان میں استقبالیہ کلمات وغیرہ کی شکل میں پیش کیا گیا۔ مولانا محترم نے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ آپ یہاں کے قیام کو غنیمت جانیں، اپنے مقصد کو سامنے رکھیں، محنت اور جدوجہد کرتے رہیں، کامیابی

آپ کے قدم چومے گی۔صدر جلسہ اور مولانا محمد وثیق ندوی کے ہاتھوں دیواری اخبارات ''الشباب'' اور ''روشنی'' کا اجراءعمل میں آیا۔

دوسرے دن بروز اتوار صبح بارہ بجے دو روزہ سمینار زیر اہتمام رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ و زیر انتظام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کی اختتامی نشست زیر صدارت ناظم جامعہ مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی منعقد ہوئی۔صدر جلسہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بانی جامعہ مولانا محمد سعید خانؒ کے دو عظیم کارنامے تھے۔پہلا کام دعوت وتبلیغ اور دوسرا کام اشاعت علم کا تھا۔ان سے قبل یہاں مدرسوں کا وجود نہ کے برابر تھا۔انھوں نے ان دونوں کاموں میں بڑی قربانیاں دیں اور حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے کام کی تجدید فرمائی۔آج ان کے خلوص اور للّٰہیت کا نتیجہ ہے کہ جامعہ کو مقبولیت حاصل ہے۔جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی مخاطبت میں کہا کہ بانی جامعہ مولانا محمد سعید خانؒ کی حیات وخدمات پر جو سمینار منعقد کیا گیا ہے اس کی بہت ضرورت تھی کہ ان کی تعلیمی وتبلیغی خدمات اور ان کے محاسن کو منظر عام پر لایا جائے۔ایسی تاریخی شخصیات کے سلسلے میں لکھے جانے کا وجود دوسری صدی ہجری سے ملتا ہے جیسے محدثین کے احوال اور فن اسماءِ رجال۔امید ہے کہ مندوبین، ابنائے کاشف اور شرکائے اجلاس اس شخصیت کے محاسن وکارناموں اور ان کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کریں گے۔رابطہ ادب اسلامی اس سلسلے میں اردو اور عربی زبان میں جو کام کر رہا ہے اب اس کام کو علاقائی زبانوں میں بھی عام کرنے اور پھیلانے کی ضرورت ہے۔رابطہ ادب اسلامی شاخ مراٹھواڑہ جامعہ کے منتظمین اور ذمہ داران کو میں مبارکباد دیتا ہوں۔جنرل

سکریٹری رابطہ عالمی ادب اسلامی مولانا سید محمد جعفر مسعود حسنی ندوی نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ارباب جامعہ اور اساتذہ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے بہت عمدہ انداز میں اس دو روزہ پروگرام کو منعقد کیا اور جامعہ کے بانی کی حیات وخدمات کو منظر عام پر لانے کی کامیاب کوشش کی۔مولانا محترم نے ادب اسلامی اور رابطۂ ادب اسلامی کی غرض وغایت کو تفصیل سے بیان کیا۔استاذ تفسیر وحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا محمد وثیق ندوی نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دو روزہ سمینار میں میری شرکت باعث سعادت ہے اور بانی جامعہ کو یہ مقبولیت اس لئے ملی کہ وہ اپنے کام میں مخلص تھے۔تمام مقالات میں ان کے تین بنیادی کاموں کا ذکر کیا گیا۔ایک جامعہ کی بنیاد دوسرے دعوت وتبلیغ اور تیسرے معاشرے کی اصلاح۔ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے تمام کاموں کو عام کریں۔مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے اس سمینار کے انعقاد پر خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔جنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی نے تجاویز پیش کیں اور دو روزہ سمینار کے کنوینز مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی نے آنے والے مہمانان، مندوبین اور ابنائے کاشف کا شکریہ ادا کیا۔اس اختتامی اجلاس سے قبل مقالات کی کئی نشستیں منعقد ہوئیں۔دوسری نشست بعد نماز مغرب زیر صدارت مولانا محمد وثیق ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقد ہوئی، جس میں جامعہ کے جنرل سکریٹری مولانا محمد رضوان خان ندوی نے مولانا محمد سعید خانؒ ایک عہد ساز شخصیت اور نائب صدر مدرس وصدر شعبۂ دارالافتاء والقضاء مفتی محمد نعیم مفتاحی نے اپنے گراں قدر مقالات پیش کئے۔ڈاکٹر عبدالماجد (اپیکس ہاسپٹل) نے

محمد سعید خانؒ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ جنرل سکریٹری رابطۂ ادب اسلامی مراٹھواڑہ مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی نے محمد سعید خانؒ حیات وخدمات پر منظوم کلام سامعین کی نذر کیا۔ صدر مدرس جامعہ مولانا محمد نسیم الدین مفتاحی نے بانی جامعہ اور ان کے اولین رفقاء اور معاونین کے عنوان پر اسی طرح مولانا معز الدین فاروقی نے مولانا محمد سعید خانؒ اخلاص وللّٰہیت کے پیکر کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ اس نشست میں نظامت کے فرائض معتمد تعلیمات مولانا شیخ علیم الدین ندوی نے انجام دیئے۔ اس کے فوراً بعد تیسری نشست زیر صدارت مولانا ڈاکٹر عبدالرشید ندوی مدنی منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا عبدالقیوم عمری (ممبئی) نے مولانا محمد سعید خانؒ کی شخصیت، ڈاکٹر ذاکر حسین ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج کے لیکچرار مولانا محمد صادق ندوی نے مولانا محمد سعید خانؒ کی شخصیت کے موضوع پر اور نوکھنڈہ کالج فار ویمن کے لیکچرار مولانا ڈاکٹر عبدالسمیع ندوی نے مولانا محمد سعید خانؒ کی حیات وخدمات پر گراں قدر مقالات پیش کئے۔

بروز اتوار صبح دس بجے مقالات کی چوتھی نشست کا انعقاد زیر صدارت مولانا محمد وثیق ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ عمل میں آیا۔ مولانا محمد عمار ملی نے بانی جامعہ مولانا محمد سعید خانؒ، جامعۃ الہدایہ جے پور کے استاذ مولانا محمد شمشاد ندوی نے مولانا محمد سعید خانؒ کی شخصیت کے نمایاں پہلو، بانی جامعہ کی دختر محترمہ ناہید سلطانہ کی جانب سے ان کے داماد صدیقی نبی الحسن نے مولانا محمد سعید خانؒ کچھ یادیں کچھ باتیں کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ مولانا محمد سعد عبداللہ ندوی ناندیڑ نے مولانا سعید خانؒ کا دعوتی میدان کے موضوع پر، بانی جامعہ کے فرزند مولانا محمد فاروق قاسمی کی جانب سے استاذ جامعہ مولانا محمد انصار

ندوی نے والد محترم کی زندگی کے خدوخال کے موضوع پر، مدرسہ سراج العلوم دھولیہ کے شیخ الحدیث مولانا مختار احمد مدنی نے مولانا محمد سعید خانؒ کے دعوتی پہلو، نوکھنڈہ کالج کے پرنسپل جناب مخدوم فاروقی کی جانب سے تاثراتی پیغام استاذ جامعہ مولانا شیخ بلال ندوی نے سامعین کے گوش گذار کرایا۔ صدر مجلس عاملہ الحاج عبدالجبار، جنرل سکریٹری مولانا محمد رضوان خان ندوی، الحاج اسلم خان، الحاج انور بسم اللہ خان، الحاج نیاز محمد، ڈاکٹر سید قیصر الدین، محمد احمد پٹنی، جناب عبدالحق (پپو بھائی) کے علاوہ مندوبین وابنائے کاشف کی کثیر تعداد موجود تھی۔ بعد نماز عصر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لائبریری کا افتتاح عمل میں آیا۔ مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی نے اس مبارک موقع پر ناظم جامعہ مولانا عبدالوحید حلیمی ندوی کی کاوشوں، جدید نظام اور کمپیوٹر کے ذریعہ دی گئی ترتیب کو دیکھ کر مبارک باد دی۔ مولانا شیخ علیم الدین ندوی نے کتب خانہ کی اہمیت اور اس کی تاریخ پر تفصیلی مقالہ پیش کیا۔ اس نشست میں مہمان خصوصی کے طور پر الحاج یونس بھائی میٹرو فرنیچر اور محمد ساجد آرکیٹیکٹ موجود تھے۔ مولانا مختار احمد قاسمی مدنی کی دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

دو روزہ قومی سمینار زیر اہتمام رابطہ ادب اسلامی مراٹھواڑہ زیر انتظام جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے موقع پر اجلاس عام برائے اصلاح معاشرہ کا انعقاد مورخہ ۲۵ر دسمبر بروز اتوار بعد نماز مغرب بمقام جامع مسجد زیر صدارت جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی عمل میں آیا۔ صدر جلسہ نے جم غفیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ افراد سے مل کر خاندان بنتا ہے اور خاندانوں سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کی آج بہت ضرورت ہے، کیونکہ ملک میں

یکساں سول کوڈ لانے کی بات ہورہی ہے۔اس سے اسلام اور مسلمانوں کو بڑا نقصان ہوگا، اس لئے ہماری ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ہمیں معاشرہ کی جڑوں کو مضبوط بنانا ہوگا اور اس کو ایمان کی طاقت سے طاقتور بنا سکتے ہیں۔اگر ایسا ہوا تو کوئی قانون ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔اسی طرح نکاح کو آسان بنانا ہوگا۔سماج میں ناجائز تعلقات کا مسئلہ نکاح میں تاخیر کی سبب سے پیدا ہورہا ہے۔طلاق کے بڑھتے رجحان پر بھی ہمیں غور کرنا ہے،اس کی روک تھام کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے،اس سے ہمارا معاشرہ اور سماج بہتر سے بہتر بن سکتا ہے۔اگر ایسا ہوا تو ہمارے گھر جنت بن سکتے ہیں۔جنرل سکریٹری رابطۂ ادب اسلامی مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کا حکم ہے کہ آپ پورے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ۔یعنی آپ اپنے آپ کو مکمل طور پر اسلام کے حوالہ کردو۔معاشرہ کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کو بے راہ ریوں سے باز آجانا چاہئے اور نوجوان معاشرہ میں صالح بن کر زندگی گذاریں۔اسی طرح معاشرہ کے تین طبقہ ہیں: مالدار،متوسط اور غریب۔تینوں طبقات گناہوں میں مصروف ہیں۔مالدار طبقہ بغاوت کی زندگی گذار رہا ہے،اس کو اللہ کا کوئی خوف نہیں رہا۔غریب طبقہ فقر وفاقہ کی وجہ سے گناہوں پر آمادہ ہے۔سورہ حجرات کی آیات کی روشنی میں آپ نے معاشرہ کی تصویر کو پیش کیا اور اس کو سدھارنے کا مشورہ دیا۔شیخ الحدیث مدرسہ سراج العلوم دھولیہ مولانا مختار احمد قاسمی مدنی نے اپنی مخاطبت میں کہا کہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے آج اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دینے کی زیادہ ضرورت ہے،جس کا عام طور پر ہم خیال نہیں رکھتے۔اس پر ہماری پوچھ ہوگی۔مولانا محترم

نے اس سلسلہ میں تابعین اور اہل اللہ کے واقعات تفصیل سے بیان کئے۔صدر اجلاس کی دعا پر اجلاس کا اختتام عمل میں آیا۔نظامت کے فرائض مولانا مفتی محمد نعیم مفتاحی استاذ جامعہ نے بحسن وخوبی انجام دیئے۔

مقام شکر ہے کہ اس سمینار کے لئے ساٹھ سے زائد مقالے موصول ہوئے جن کی دینی،علمی اور دعوتی افادیت ہے اور بیشتر مقالے دلچسپی سے پڑھے اور سنے گئے۔اسی طرح اس سمینار کے لئے اصحاب فکر ودانش،ارباب علم وفن اور شناوران علم وآگہی کی جانب سے سترہ پیغامات موصول ہوئے جن میں اس سمینار کے انعقاد پر اظہار مسرت کیا گیا اور بانی جامعہ اور موسس فکر دعوت وتبلیغ مولانا محمد سعید خاںؒ کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس طرح اللہ کے فضل وکرم اور منتظمین کی مخلصانہ کوششوں سے یہ سمینار اختتام پذیر ہوا۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين

•••

اشاریہ

(INDEX)

شخصیات

(باعتبار حروف تہجی)

از : مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی

(الف)

(ب)

(ز)

(س)

237, 237, 237, 237, 237, 237, 237, 237, 237, 238, 238,
238, 238, 238, 239, 240, 240, 240, 241, 241, 241, 242,
242, 242, 242, 242, 243, 243, 243, 243, 244, 244, 244,
244, 244, 244, 245, 245, 245, 245, 245, 245, 246, 246,
247, 247, 247, 247, 247, 247, 247, 247, 248, 248, 248,
249, 249, 249, 250, 250, 251, 251, 251, 251, 252, 252,
253, 253, 254, 254, 255, 256, 256,256, 257, 258, 258,
259, 260, 260, 260, 261, 261, 262, 263, 263, 263, 263,
264, 265, 265, 264, 265, 266, 266, 266, 266, 267, 267,
268, 269, 269, 270, 271, 271, 271, 272, 272,272, 273,
274, 274, 275, 275, 275, 275, 275, 276, 276, 276, 277,
278, 278, 278, 278, 279, 279, 279, 279, 280, 280, 281,
281, 282, 282, 282, 283, 283, 284, 285, 285, 285, 285,
286, 286, 287, 287, 288, 288, 289, 289, 289, 289, 290,
290, 290, 291, 291, 292, 292, 292, 293, 293, 293, 294,
294, 294, 294, 295, 295, 296, 296, 297, 297, 297, 298,
298, 298, 298, 298, 299, 299, 300, 300, 300, 301, 302,
302, 303, 303, 304, 304, 305, 305, 305, 306, 306, 306,
307, 308, 308, 309, 309, 309, 309, 310, 310, 311, 311,
312, 313, 313, 313, 313, 314, 314, 314, 314, 315, 315,
315, 315, 315, 315, 315, 315, 316, 316, 317, 317, 317,
317, 317, 318, 318, 318, 318, 318, 319, 319, 319, 319,
319, 319, 320, 320, 321, 321, 322, 322, 323, 323, 323,
323, 324, 324, 325, 326, 327, 328, 328, 329, 330, 330,
331, 331, 332, 333, 333, 334, 334, 334, 335, 336, 337,
338, 339, 339, 339, 340, 341, 341, 342, 342, 342, 343,
344, 344, 345, 345, 346, 347, 347, 348, 348, 348, 349,
349, 349, 350, 351, 352, 353, 354, 355, 356, 356, 357,

مولانا محمد سعید خانؒ : حیات وخدمات

357, 358, 359, 359, 360, 361, 362, 363, 364, 365, 366,
367, 367, 367, 368, 368, 369, 369, 369, 369, 370, 370,
370, 370, 371, 371, 371, 372, 372, 373, 373, 373, 374,
374, 375, 375, 376, 377, 378, 379, 380, 381, 381, 381,
382, 383, 384, 384, 384, 384, 385, 385, 386, 386, 387,
387, 387, 387, 387, 388, 388, 389, 389, 389, 390, 390,
391, 391, 391, 391, 392, 393, 393, 394, 394, 395, 395,
395, 395, 396, 396, 397, 397, 397, 398, 398, 399, 399,
399, 400, 400, 401, 402, 403, 403, 403, 403, 403, 404,
404, 404, 404, 405, 405, 406, 406,406, 407,407, 408, 409,
409, 410, 411, 412,412, 413,413,413, 414, 415,415,415,
416,416, 417,417,417, 418, 419,419,419, 420, 420, 420,
421, 421, 421, 422, 422, 423, 423, 423, 424, 424, 425,
425, 425, 426, 426, 426, 426, 427, 428, 428, 429, 429,
429, 430, 430, 430, 430, 430, 431, 431, 431, 431, 432,
432, 432, 432, 433, 433, 434, 434, 434, 434, 435, 435,
436, 436, 437, 437, 437, 437, 437, 438, 438, 439, 439,
439, 440, 440, 440, 440, 441, 441, 442, 443, 443, 443,
443, 444, 444, 445, 446, 447, 447, 447, 447, 448, 448,
448, 448, 449, 449, 449, 450, 450, 451, 452, 452, 453,
453, 453, 453, 454, 454, 454, 454, 455, 455, 455, 455,
455, 455, 456, 456, 456, 457, 457, 458, 458, 459, 459,
460, 461,461, 462, 462, 462, 462, 463, 463, 463, 464,
464, 464, 464, 465, 465, 466, 466, 467, 467, 468, 469,
470, 471, 471, 471, 471, 472, 472, 473, 474, 474, 475,
475, 475, 476, 476, 477, 478, 479, 479, 479, 479, 480,
480, 481, 481, 482, 482,482, 483, 484, 485,485, 486,486,
487,487, 488,488, 489,489,489, 490, 491,491, 492,492,

(ش)

(ط)

(ظ)

(ع)

مولانا محمد سعید خاںؒ : حیات وخدمات

(غ)

(ف)

(ق)

(ک)

(ل)

(م)

(و)

(ھ)

(ی)

●●●

یادداشت

یادداشت

یادداشت

یادداشت